جس میں تقریباً دوسو (۲۰۰) بریلوی کتب اور رسائل سے مستند مکمل
حوالہ جات اور ۲۵۰ مکمل صفحات کے فوٹو عکسوں کے ذریعے ایسے
حقائق پیش کیے گئے ہیں، جن سے اکثر بریلوی علماء بھی واقف نہیں۔

اور

جن کا دفاع کسی دیانت دار بریلوی محقق کے لیے بھی مشکل ہی ہوگا۔

مصنف

پروفیسر حافظ غلام محمد میمن

پسند فرمودہ و دُعائیہ کلمات

حضرت مولانا محمد ابراہیم سجاولی صاحب

الجامعۃ الاسلامیہ باب الاسلام ٹھٹھہ سندھ

بریلویت کے سب اہم
پہلوؤں پر پہلی جامع کتاب

بریلویت
حقائق کے آئینے میں

جس میں تقریباً دو سو (۲۰۰) بریلوی کتب اور رسائل سے مستند مکمل حوالہ جات اور 54 مکمل صفحات کے فوٹو عکسوں کے ذریعے ایسے حقائق پیش کیے گئے ہیں، جن سے اکثر بریلوی علماء بھی واقف نہیں۔

اور

جن کا دفاع کسی دیانت دار بریلوی محقق کے لیے بھی مشکل ہی ہوگا۔

مصنف: پروفیسر حافظ غلام محمد میمن

ناشر: مکتبہ اصلاح وتبلیغ، حیدرآباد

کتاب: بریلویت۔ حقائق کے آئینے میں

مصنف: پروفیسر حافظ غلام محمد میمن صاحب

قانونی مشیر: آفتاب احمد شیخ (ایڈوکیٹ)
النور ایڈوکیٹس اینڈ کمپنی، ہائی کورٹ آف سندھ

صفحات: 452

فوٹو عکس والے صفحات: 54

جملہ صفحات: 506

طابع: حافظ غلام محمد میمن صاحب
مکان نمبر 2970/4، صحافی کالونی،
نزد قادری مسجد، حیدرآباد (سندھ)

ناشر: مکتبہ اصلاح وتبلیغ، حیدرآباد (سندھ)

ملنے کے پتے: اقبال بک سینٹر، صدر، کراچی
نور محمد کارخانہ تجارت وکتب، آرام باغ، کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ، کراچی
مکتبہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، نمبر 4، کراچی
صابر حسین، شمع بک ایجنسی، اردو بازار، لاہور

اور ملک کے بہت سے مشہور کتب خانوں سے فوری طلب کریں۔

تقریظ

محترم حضرت مولانا محمد ابراہیم میمن سجاولی صاحب مدظلہ العالی

مہتمم وشیخ الحدیث: مدرسہ باب الاسلام، ٹھٹھہ (سندھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محترم دوست پروفیسر حافظ غلام محمد میمن سے میری ملاقاتوں اور صحبتوں میں تیزی سے اضافے اور استواری کی بنیادی وجہ تو ان کی تکلف اور تصنع سے بری اور خلوص ومحبت سے بھری شخصیت ہے۔ لیکن ایک خصوصی وجہ یا خاص محرک، ان کا علمی ذوق، وسیع مطالعہ، سوچ کی صحیح نہج اور عقائد کی پختگی ہے۔ بدعت کو وہ ختم نبوت سے عملی بغاوت سمجھتے ہیں، اور بریلوی اعمال وعقائد کو وہ کفر وایمان کی سرحد پر سمجھتے ہیں، جو کبھی اس طرف اور کبھی اُس طرف، لیکن اکثر اُس طرف ڈھلتے رہتے ہیں۔

اپنی معاشی ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ ہمہ تن مصروف رہ کر سند یافتہ دینی عالم تو نہیں بن سکے، لیکن صبح وشام کے اوقات میں حفظ اور تجوید کے استاد نے شروع جوانی اور شروع علمی دور میں ان کو حکیم الامت حضرت علامہ مولانا اشرف علی تھانویؒ، اور لکھنؤ (بھارت) کے باوقار اور معتبر ماہوار رسالہ ''الفرقان'' اور اس ادارہ کی مطبوعات، اور اکابر علماء دیوبند وندوہ، اور ان کی کتابوں سے آشنا کر کے ان کے مطالعہ کے ذوق کو صحیح سمت عطا کر دی۔

ان ہی استاد مرحوم کی رہنمائی میں ان کو اُس دور کے قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ سے بیعت اور کافی صحبتیں بھی نصیب ہوئیں۔ بعد میں حضرت مولانا عبدالکریم قریشیؒ پیر شریف والے سے بیعت، اور ہمارے استاد حضرت مولانا نور محمد سجاولی، بانی ومہتمم مدرسہ باب الاسلام ٹھٹھہ سے ان کے آخر دور میں طویل صحبتوں کے مواقع نصیب ہوئے، جن کی برکتوں سے ان کی سوچ اور مطالعہ کی نہج اور سمت ہر وقت درست رہی، اور اس میں نکھار آتا رہا۔

اسلامیات، اسلامی تاریخ اور حالات ومسائل حاضرہ پر منتخب معیاری کتب ورسائل پر مشتمل ان کی ذاتی لائبریری مجھے ایک طرح سے خود کفیل نظر آئی، جس میں آئے دن مفید اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ قدیم اور ماضی قریب کی تاریخ اور دور حاضر کے ایک سے زیادہ پہلو رکھنے والے واقعات،

حالات اور شخصیات کے بارے میں، ان کے سب پہلوؤں، ان کے ارتقائی مراحل اور مختلف حوالہ جات و مدنظر رکھ کر، مختلف معیارات پر ناپنے تولنے کے بعد مجموعی تاثر اور نتیجے پر پہنچنے کا خصوصی ملکہ ان کو حاصل ہے، جو میرے لیے خصوصی طور پر قابل قدر ہے۔

مختلف واقعات، تحریکات یا شخصیات پر صرف کچھ حوالہ جات کی بناء پر رائے قائم کرنے کو وہ علمی ناانصافی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ تھی، کہ جب ان کو بریلویت اور ان کے بانی کی کچھ اچنبھے جیسی عبارات اور حوالہ جات دیکھنے سننے کو ملے، تو بقول خود ان کے لنگوٹ باندھ کر ان کے مکمل لٹریچر کے حصول اور مطالعے کے پیچھے پڑ گئے، اور جب تک برسوں کی دوڑ بھاگ سے ان کی اب تک لکھی اور چھپی ہوئی، اور حوالوں میں موجود، لیکن اب نایاب بنی ہوئی یا نایاب بنائی ہوئی کتابوں یا ان کی مکمل فوٹو عکس کاپیوں کو حاصل نہیں کیا، جب تک نہ چین سے بیٹھے اور نہ اس عنوان پر لکھنا مناسب سمجھا۔

ان سب کے تفصیلی مطالعے کے بعد ان کو بدعات کی آڑ میں ایک ایسا نوزائیدہ فرقہ نظر آیا، جس کی باگ ڈور مکمل طور پر انگریز سامراج کے ہاتھ میں تھی، جس نے اُس دور کی اسلامی دنیا کے سب سے زیادہ فعال طبقے یعنی برصغیر پاک و ہند کے مسلمان کو آپس میں لڑوا کر مذہبی، سماجی، معاشی اور سیاسی ہر ایک میدان میں پیچھے دھکیل کر، ان کو اور ان کے مذہبی جذبہ کو نیست نابود کرنے کے صلیبی عزائم کو روبہ عمل لانے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ (جس پر وہ آج تک عمل پیرا نظر آتا ہے)

بریلوی حضرات کی ہی کتابوں سے یہ یقین حاصل کرنے کے بعد، ان افسوسناک حقائق کو منظر عام پر لانا اپنا فرض منصبی سمجھ کر تصنیف کے میدان میں اتر پڑے، اور برسوں کی محنت کے بعد بڑی تختی کے 642 صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب "بریلوی چھو نہ جیس"""(میں بریلوی کیوں نہ بنا)" کے نام سے سندھی زبان میں 2000ء میں شائع کروائی، جس میں 70 صفحات کے عکس شامل تھے۔ زیر نظر اردو کتاب کو اس کا نقش ثانی کہا جا سکتا ہے، جس میں مختلف بریلوی کتب کے مستند حوالہ جات اور 54 مکمل صفحات کے عکس ایسے بھی شامل ہیں، جن کو دیکھے بغیر ان پر یقین کرنا ہمارے جیسوں کے لیے یقیناً ناممکن تھا، اور مجھے یقین ہے، کہ عام بریلوی علماء بھی ان سے واقف نہیں۔

مثلاً:-

الف: ان میں سب سے نمایاں خود بریلویوں کے اعلیٰ حضرت اور ان کے بقول وقت کے مجدد امام احمد رضا خان (م 1921ء) اور ان کے بیٹوں، ساتھیوں اور قریبی حامیوں کی طرف سے اپنے

[illegible] کتابوں سے یہ متعلق [illegible] تحقیق ہو رہی اور لکھی گئی ہیں۔ جن کی صرف چند مثالیں دے کر اس وقت کے خیر آبادی جیسے [illegible] معین الدین اجمیری کو بھی یہ لکھنا پڑا کہ "دنیا میں جب اعلیٰ درجہ کا کوئی فحش گو اپنی انتہائی فحش گوئی کی نمائش کرتا ہے تو اس کی فحش گوئی کی انتہا بھی ایسے جملوں پر ہوتی ہے جن کا اظہار آپ کے ان اعلیٰ حضرت سے (وقت کے) علماء کرام کی شان میں ہوتا رہتا ہے [illegible] خلقت تک ہے کہ ایسے شخص کو نبی کا [illegible] درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا، کہ اس کو وقت کا شیخ اور دین کا مجدد تسلیم کیا جائے" اس کی فحش زبان کی تفصیل اور کئی نمونے زیر نظر کتاب کی آٹھویں فصل میں (مع فوٹو عکس) دیکھ کر ہر عام مسلمان بھی آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے، کہ یہ کس قبیل اور کردار کے اشخاص تھے۔ اور شرافت و تہذیب کا معمولی پاس رکھنے والے جس شخص کو یہ یقین ہو جائے، کہ یہ بریلوی اعلیٰ حضرت اور اس کی ذریت [illegible] اعلیٰ حضرت دین کا مجدد اور وقت کا امام مانے گا۔

ب: کفری الزامات اور فتوے جڑنے میں خود احمد رضا خان [illegible] حد تک [illegible] تھے [illegible] "دیوبندی" [illegible] عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ "دیوبندی (وہابی) بے وضو امامت [illegible] پیشاب پاخانہ کرنا، ناچنا، تھرکنا [illegible] کی طرح کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتیٰ کہ مخنث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی فضیحت اس کی شان کے خلاف نہیں" (استغفر اللہ)

زیر نظر کتاب کی فصل ششم میں اس قسم کے بریلوی فتووں کے جو نمونے دکھائے گئے ہیں، ان پر کئی بریلوی علماء کو بھی یقین کرنا آسان نہیں ہوگا، اور کم از کم بھی جواب دینے کی بجائے سر جھکانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

ج: احمد رضا خان کا سب سے من پسند اور خصوصی مہارت والا شعبہ کفری الزامات گھڑنا اور لگانا تھا۔ اپنے من میں موج آتے ہی ان کو کسی کی کسی بھی عبارت سے کئی کئی کفر نکالتے دیر نہیں لگتی تھی۔ اپنی کتاب "سبحٰن السبوح" میں سید اسماعیل شہید کی ایک نو سطری عبارت سے پچھتر ذلیل ترین کفریہ الزام لگا دیئے، جن کا ایک حصہ اوپر "ب" والی عبارت بھی ہے دیکھئے (صفحہ نمبر 154)۔ دوسری 60 صفحات کی کتاب "الکوکب الشہابیہ" میں 70 کفری الزامات [illegible] میں یہ بھی لکھا کہ اس ایک کفر میں ہزار ہا کفر سمائے ہوئے ہیں۔ جن کو دریا کے پانی اور ریت کے ذروں کی طرح گنا اور گنا نہیں جا سکتا (صفحہ 161)۔ بدعات میں اپنے ہم مسلک بدایونی اور رامپوری علماء سے جمعہ کے خطبہ کی اذان پر اختلاف ہوا،

تو سوال و جواب کی لین دین میں ان پر 635 ، 2025 کفر لگا دیئے (صفحہ 205)۔ علماء سلف میں سے ابن حزم، ابن تیمیہ، ابن قیم، بیضاوی، خازن، ابن کثیر جیسی ہستیوں پر بھرپور جرح کی۔ برصغیر کے سب علماء اور قوم کے لیے مخلف کام کرنے والی کسی شخصیت کو نہیں بخشا۔ حتیٰ کہ دسویں فصل کے آخر میں ان کے نام گنوانے کے بعد مصنف کتاب کو صفحہ 300 پر لکھنا پڑا ہے کہ "کوئی محقق بریلوی مکمل حوالہ جات سے یہ بتائے، کہ کون سی شخصیات ان کے اعلیٰ حضرت کی تکفیر سے بچ سکیں۔"

حد تو یہ ہے کہ برصغیر کی مانی ہوئی غیر متنازعہ ہستیاں یعنی امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ اور اس کا پورا خاندان بھی بے تحقیق اور خطرناک جرح سے نہیں بچ سکا۔ امام ربانی کے لیے لکھا کہ

۱) اس نے مکتوبات کی پہلی دو جلدیں شکر کی حالت میں لکھیں۔

۲) وہ اپنے علاوہ کسی کو گنتی میں نہیں لاتے تھے۔

۳) "اب کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے تو وہ جانے، ہم تو ...."

۴) "تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت و خداوند دولت و مرجع و مفتی و مفرغ و ملجا، سیدو مولی، جناب شیخ مجدد صاحب اپنے مکتوبات میں ...."

شاہ ولی اللہ کے لیے احمد رضا خان کی طرف سے "طائفہ وہابیہ کے اکابر و عمائد میں سے" اور "اپنے دھرم میں سب سے سخت تر جناب شاہ ولی اللہ صاحب" جیسے الفاظ ہی کافی کچھ بتا رہے ہیں۔ پھر دوسروں نے اس بارے میں کیا کیا لکھا، یہ خون کے آنسو بہانے جیسی داستان کتاب کی دسویں فصل میں خود دیکھیں، اور نتائج خود اخذ کریں۔

و: کتاب کی بارہویں فصل میں صفحہ 387 پر یہ حیرت انگیز انکشاف ہے کہ احمد رضا خان کی علم غیب کے عقیدہ کی کتاب کے رد میں اس دور کے مدینہ شریف کے مفتی اعظم اور گیارہ جید علماء نے ان کو ان القاب سے نوازا: "جاہل، اپنی بات پر اڑ جانے والا، حق سے عناد کرنے والا، تفسیر کے علم سے قطعی دور، قرآنی آیات کی تشریح میں حضور ﷺ کے بتائے ہوئے مفہوم سے ہٹ کر اپنے مفہوم لینے والا، قطعی ثابت شدہ دلائل کی بجائے اپنے دلائل گھڑنے والا، ضعیف شبہات کو قطعی دلائل قرار دینے والا، صریح جھوٹی حدیثوں کی تصدیق اور مانی ہوئی صحیح حدیثوں میں تحریف کرنے والا وغیرہ وغیرہ۔" دیکھا جائے تو یہی سب کچھ آج تک پوری بریلویت کا تانا بانا ہے۔

ھ: احمد رضا خان کا پورا دور برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے اپنے وجود کی بقاء کے

لیے ہمہ جہتی جدوجہد کا اہم ترین دور تھا۔ جس میں دو سرخرو ثابت ہوئے۔ لیکن احمد رضا خان نے ہر ایک اہم ادارے، تحریک اور شخصیت کی بھرپور مخالفت کی، اور ہر ایک کو کفر کی خلعت سے نوازا۔ سرسید کو ہر جگہ خبیث اور مرتد لکھنے اور کہنے کی عادت بنائی تھی۔ اس کی مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی اور اس کے تحت قائم ہونے والے ہر ایک ادارے کو کفر قرار دیا۔ علماء کے سب فرقوں کے اتحاد اور مل جل کر کام کرنے کے لیے ندوۃ العلماء کا ادارہ قائم ہوا۔ تو اس کے مستقل پیچھے پڑے رہے۔ اور خود ان کے اپنے قول کے مطابق اس کے خلاف پچاس رسائل لکھے۔ جب کہ انگریز کے پروردہ اور وقت کے سب سے اہم "فتنہ قادیانیت" پر صرف چار چھوٹے بائیس چوبیس صفحات کے رسائل ہی لکھے، وہ بھی سوالات کے جوابات کے طور پر تھے، خود کوئی تفصیلی کتاب نہیں لکھی۔

حکومت کی سرپرستی میں عیسائیت کے پرچار کے لیے پادریوں کی ایک یلغار شروع ہوگئی۔ دوسری طرف راشٹریہ سیوک سنگھ، آریہ سماج، شدھی تحریک جیسی کئی متعصب ہندو تحریکوں نے خوب پر تولے اور کھولے، لیکن احمد رضا خان نے ایک چار ورقی رسالہ بھی نہیں لکھا۔ ترکی خلافت کو غیر شرعی قرار دیا۔ اس کو کمزور کرنے کے لیے سامراج نے شریف خاندان سے مشرق وسطی کے مختلف علاقوں میں بغاوتیں کروائیں، تو ان کی بھرپور تائید کی۔ یونان، تھریس، سمرنا وغیرہ یورپی علاقوں میں مسلم آبادی پر دل دہلانے والے مظالم، اور بیت المقدس پر انگریز کے قبضہ پر مکمل خاموشی اختیار کی۔ خلافت تحریک اور اس میں شامل تمام کے ہندو مسلم اتحاد کی بھرپور مخالفت کی۔ اس کے سب مسلم زعماء کو گاندھوی کا لقب دیا اور کافر قرار دیا۔ جس سے بدعات میں ہم مسلک بدایونی، رامپوری علماء اور علی برادران بھی نہ بچ سکے۔

اس پچاس سالہ کارگزاری کا فطری نتیجہ یہ نکلا، کہ خلافت تحریک کے عین عروج کے پرجوش دور میں جب 1921ء میں احمد رضا خان نے رحلت کی، تو وہ ایسی کسمپرسی کی حالت کو پہنچ چکے تھے۔ کہ تازہ دور کے محقق بریلوی حضرات کو بھی ماننا پڑ رہا ہے، کہ اس کے اپنے بھی اس کے نام اور کام کے اظہار سے جھجکتے تھے۔ طویل پچاس برس کے عرصے تک ان کی سوانح بھی نہیں لکھی جا سکی۔ کتابیں چھپنا تو درکنار، ان کی مکمل فہرست بھی نہ بن سکی۔ فتاویٰ کی دوسری جلد بھی چالیس برس کے بعد ہی چھپ سکی۔ (وہ بھی کئی مقامات سے چندوں کی مہم کے بعد!)

و: پچاس سال کی ایسی کسمپرسی کے بعد 1970ء میں بریلویت کی احیاء نو کی مہم میں یکایک حیرت انگیز تیزی اور قوت پیدا ہوگئی۔ (اسی سال عرب اسرائیل جنگ کے بعد مغربی سامراج نے بھی نئے

جتنی کتابوں اور دانشوروں کی توہین کے ساتھ اسلامی دنیا کے خلاف بھرپور میڈیائی مہم شروع کی۔ اس کی مہم میں اسی احمد رضا خان اور ان کے کام کو نمایاں کر کے ان کو خیر القرون کے بعد کا سب سے بڑا عالم، مجتہد، مجدد اور خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ سب چوتھی اور پانچویں فصل میں دیکھ کر پڑھنے والا ایک عجیب سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ یہ مواد یقینا قابل دید اور ... کے لائق ہے۔

میرے محترم دوست پروفیسر صاحب کی پہلی سندھی کتاب چھپی، تو اس کا اردو ترجمہ دیکھ کر دل سے یہ دعا نکلی کہ "اللہ کرے زور قلم اور زیادہ"۔ میری خواہش تھی، کہ یہ کتاب ہر پڑھے لکھے شخص، خصوصا ہر ایک عالم تک پہنچے۔ جو اپنے پڑھنے پڑھانے اور لکھنے میں ہی ایسے مصروف ہیں، کہ بریلویت کو صرف چند بدعتوں کا مسلک سمجھ کر زیادہ سے زیادہ ان کے عام عقائد اور بدعتی اعمال کے بارے میں صحیح اسلامی تعلیم کی فہم و مناظرانہ تبلیغ تک ہی محدود ہیں۔

اہل علم اور محترم حافظ صاحب کی ... میں دونوں طرف کی کتب کے سرسری جائزے، اور مصنف محترم سے ہوتی رہنے والی محفلوں سے میری یہ پختہ رائے ہے، کہ بریلویت کے ان حقائق پر اردو میں کافی مواد ہے، اور مصنف کے بقول انھوں نے بھی ان سے ہی خوشہ چینی کی ہے۔ لیکن کسی ایک کتاب میں یکجا سب پہلو اس انداز میں جمع نہیں ہیں، جو پڑھے لکھے عوام اور اپنے کاموں میں انتہائی مصروف ہمارے علماء کو اور خود بریلوی عوام اور علماء کی اکثریت کو صحیح آگاہی دے سکے۔

اس لیے میری خواہش بھی ہے اور دعا بھی، کہ یہ کتاب اس اُمت کے حکما یعنی ہمارے علماء کرام میں ہر ایک تک پہنچے، جس سے وہ کم از کم اس مرض کے ہر ایک پہلو سے واقف ہوں، تاکہ جہاں، جیسے اور جس قدر ممکن ہو علاج سوچ سکیں۔ آگہی اور نا آگہی سے کتنا فرق پڑتا ہے، اس کی ایک اچھی مثال وہ ہے، جو مصنف محترم کی طرف سے پیش لفظ کے آخری حصہ میں پیش کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ "کم از کم یہ ادراک تو ہو کہ بریلویت کا خمیر کس مٹی سے اٹھا ہے۔" اس آگہی کے بغیر منطقی طور پر وہی تذبذب والی حالت ہوگی، جس سے بیباک نقاد عامر عثمانی مرحوم کو گزرنا پڑا تھا۔

وما توفیقی الا باللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ رب العالمین - والعاقبۃ للمتقین - والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین و خاتم النبیین وعلی آلہ، واصحابہ، وامتہ اجمعین۔

پوری ایک صدی، یعنی تین نسلوں تک پورے یورپ کی سب حکومتوں اور گھر گھر کے اتحاد سے لڑی جانی والی صلیبی جنگوں میں ناکامی کے زخم کا ایک ان مٹ نشان، اور مسلمانوں کے خلاف جذبات فطری طور پر ہر ایک عیسائی کے لاشعور میں ہر وقت موجود رہتے آئے ہیں۔ عقلی طور پر، قطعی طور بھی، جب یہ ہر یورپی ملک کی تاریخ کا باب ہیں، تو ان کا لاشعوری طور پر اثر پڑتے رہنا عین فطری ہے۔ یہ حقیقت پہلے صرف پڑھے لکھے، اور تاریخی اور سیاسی شعور رکھنے والوں کے علم میں تھی، کہ گذشتہ دوصدیوں میں اپنی کمزوریوں کی وجہ سے جب پوری دنیا کے اکثر چھوٹے بڑے ممالک مغرب کی کالونیاں بنیں، تو خصوصا مسلم آبادی کو سیاسی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی اور دینی امور میں پیچھے رکھنے اور کرنے کے خصوصی حربے کیوں استعمال ہوتے رہے، اور آج کل نو آبادیاتی نظام کے خاتمے اور نام نہاد آزادیوں کے بعد بھی یہ مہم کیوں جاری ہے۔

لیکن اب تو ۹/۱۱ کے واقعے کی کسی تحقیق کے بغیر ہی فورا صدر بش کی طرف سے کھل کر اس کو صلیبی جنگ کا نام دینے اور بعد کے اقدام سے ساری دنیا اس سے آگاہ ہو چکی ہے۔ اور مسلم دنیا کا بھی ہر ایک ان پڑھ بھی ان عزائم سے آگاہ ہو چکا ہے۔

میڈیا کے جدید ذرائع نے اس مہم کو اور تیزی دی ہے۔ دینی اور تہذیبی لحاظ سے دیکھیں، تو اسلام کے بنیادی عقائد، بنیادی فرائض، عائلی نظام، تہذیب وثقافت پر اعتماد کو متزلزل کرنے کے لئے، ریڈیو، ٹی وی، کیبل کا نظام، انٹرنیٹ، اخبارات کے کالموں اور مقالات، سیمیناروں، کے ذریعے ایک بھرپور مہم جاری ہے۔ اب تو مسلمانوں کے مدارس کی تعداد، نصاب، خطیبوں کے وعظ وتقریر کے موضوعات تک کا انتظام عالمی سامراج کی ہدایات کے تحت لانے کی کھلی باتیں ہورہی ہیں، اور ہر جگہ ہر قسم کا دباؤ پڑ اور بڑھ رہا ہے۔

اس طرح ہر جگہ سیاسی خواہ دینی لحاظ سے مسلمانوں کے لئے اپنے وجود کی بقاء کا

اہم ترین مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔ نشانہ یہاں تک ہے، کہ اگر وجود ختم نہ ہو، تب بھی کم ازکم دوسرے مذاہب کی طرح اسلام بھی صرف چند رسوم اور تہواروں تک محدود ہو جائے۔

ایسے حالات میں ہر جگہ قوم کے سب لوگوں اور سب طبقوں کو اپنے دوسرے سارے مسائل، ایک دوسرے کی کمزوریوں اور اختلافات کو بھلا کر، یا وقتی طور پر الگ رکھ کر، مکمل اتحاد اور مخالف کے مقابلے میں ایک سیسے کی دیوار بن جانے کی ضرورت ہوا کرتی ہے، لیکن اس بدقسمتی اور شیطان کی اس بدترین خطرناک چال کو کیا کیا جائے، کہ عملی طور پر ہر جگہ ہر ایک کو صاف نظر آرہا ہے، کہ دن بہ دن انتشار بڑھ رہا ہے۔ جس سے غیروں میں بے وقتی بڑھتی جارہی ہے، مخالف قوتوں کے حوصلے بڑھ رہے ہیں، صحیح کام کرنے والوں کی قوتیں کمزور اور کم اثر ہو رہی ہیں، قوم کا اعتماد متزلزل ہو رہا ہے، اور حالات دگرگوں ہوتے جارہے ہیں۔

بریلوی ہی انتشار پھیلا رہے ہیں

برصغیر پاک وہند کے حوالے سے دیکھا جائے، تو دونوں ملکوں میں ایسے انتشار اور باہمی نفرتیں پھیلانے میں بریلوی حضرات ہی گذشتہ تیس پینتیس سال سے پیش پیش نظر آرہے ہیں، ان کی طرف سے چھوٹے چھوٹے چار ورقی، آٹھ ورقی اور سولہ ورقی رسالے، اشتہار، اور پمفلٹ چھپوا کر شہروں، قصبوں اور چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں پھیلائے جارہے ہیں، جن میں علماء دیوبند پر، اور دیوبندی عقائد پر اللہ اور رسول کے گستاخی کے الزام ہوتے ہیں۔ اکثر یہ الزامات ایک ایک سطری ہوتے ہیں، جن کا ہر ایک جملہ نفرت سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

مثلاً کسی "سنی تحریک پاکستان" کی طرف سے شایع کیا ہوا، ایک پوسٹر عزیز پریس حیدرآباد کی طرف سے شایع ہوکر، شہر کے کونے میں واقع ہماری چھوٹی سی مسجد مین بھی پہنچا، جس میں دیوبندیوں کے ۱۴ عقائد بتائے گئے ہیں۔ کچھ کی جھلک آپ بھی دیکھ لیں:

(۲) خدا تعالیٰ دھوکہ باز اور دغاباز ہے۔ (۳) حضور کریم چمار سے زیادہ بُرے ہیں (۴) حضور کو آخری نبی کہنے والے سب جاہل ہیں۔ (۵) حضور کا علم پاگلوں، حیوانوں، بچوں جیسا ہے۔ (۶) شیطان کا علم حضور سے زیادہ ہے (۷) حضور کی تعظیم بڑے بھائی جتنی ہے۔

آخر میں اپیل ہے، کہ کیا یہ لوگ کافر مردود نہیں، اور ان کے پیچھے نماز کفر نہیں؟

ایک مثال ایسے رسالہ کی بھی دیکھ لیجئے: نام ہے "احکام وہابیت"۔ مصنف: احمد رضا خان ماخوذ از فتاویٰ رضویہ - سوال کرنے والے نے نوعدد مسلم زعماء جن میں محمد بن عبدالوہاب، سید اسماعیل شہید، سارے دیوبندی، سرسید احمد خان، غلام احمد قادیانی نمایاں ہیں، ان کو ظالم گروہ کہہ کر، گندہ القاب کے ساتھ، کچھ گندہ الزامات کے بعد ان کے لئے حکم پوچھا ہے، جواب میں بریلوی اعلیٰ حضرت نے سوال کے الزامات کو ہی اپنا جواب باصواب قرار دے کر، ان لوگوں اور ان کو مسلمان سمجھنے والوں کے لئے یہ شرعی احکام نافذ کئے ہیں:

"ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے، ان کی کتابوں کا مطالعہ حرام ہے (☆)۔ ان سے سلام کلام حرام ہے۔ ان سے میل جول قطعی حرام ہے۔ ان کے پاس بیٹھنا اور ان کو پاس بٹھانا حرام، بیمار پڑے تو ان کی عیادت حرام۔ مرجائیں تو مسلمانوں جیسا غسل اور کفن دینا حرام۔ ان کا جنازہ اٹھانا حرام۔ جنازہ نماز پڑھنا حرام۔ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام۔ قبر پر جانا حرام۔ ایصال ثواب حرام۔" آگے یہ بھی ہے، کہ وہ یقیناً جنہمی، اور جہنم کے کتے ہیں۔ انھیں خارجی اور رافضیوں کی طرح کہنا، خود خارجی اور رافضی پر ظلم ہوگا۔ وہ اور ان کو کافر نہ ماننے والے بھی یقیناً اور قطعاً کافر، ملعون اور مرتد ہیں۔"

اس قسم کے فتوے چھوٹے چھوٹے رسالوں کی شکل میں عام پھیلائے جارہے ہیں، جب کہ بریلوی اعلیٰ حضرت کے ایسے سینکڑوں فتوے اس کی مختلف کتابوں اور فتاویٰ رضویہ میں انتہائی غلیظ زبان میں موجود ہیں۔ جن کی زبان، اور مواد کے نمونے کے لئے ہم نے صرف ۴۸ فتوے اس کتاب کی فصل ششم میں دیئے ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرماکر داد دیں۔

اس کے ساتھ بااثر لوگوں کی مدد سے مساجد پر قبضہ کرکے ان کو پاک کرنے کی مہم بھی زوروں پر ہے۔ یہ بھی اعلیٰ حضرت کا فتویٰ تھا، کہ بااثر لوگوں پر ان کے بہ قول ایسے عقائد والے لوگوں کو اپنی مساجد میں آنے سے روکنا، اور مساجد کو ایسے لوگوں سے پاک رکھنا، ہر ایک پر اپنے اثر ورسوخ اور حیثیت کے مطابق فرض ہے، ایسے فتوے ہماری فتووں والی فصل میں دیکھیں۔ تبلیغی جماعت کو درود وسلام کا منکر قرار دے کر ان کو گالی گلوچ دے کر

(☆) اپنے حق پر ہونے پر اعتماد کر رکھنے والے تو دعوت دیتے ہیں، کہ دوسروں کو بھی پڑھ کر تسلی کرو۔ یہاں اس طرح سختی سے روکا جارہا ہے۔ کہ کہیں صحیح بات نہ ذہن میں بیٹھ جائے۔

مساجد سے نکالنے کی ایسی مہم بھی جاری ہے۔ حالانکہ تبلیغی نصاب کی کتابوں میں شامل کتاب "فضائل درود" جیسی ایمان افروز کتاب اور فضائل حج میں باب زیارتِ مدینہ جیسی کتاب بریلوی لٹریچر میں ابھی تک شائع نہیں ہو سکی ہے۔

نوبت یہاں تک پہنچی ہے

اب تو نوبت یہاں تک پہنچی ہے، کہ پیر بھائی کمپنی کی طرف سے اعلیٰ حضرت کا قرآن پاک کا ترجمہ کنزالایمان بمع نورالعرفان شائع ہوتا ہے، تو اس میں بھی مترجم اور مفسر کے تعارف کے بعد ایک دو صفحہ پر دیوبندی عقائد اور سنی عقائد کے عنوان کے تحت دیوبندیوں پر لگائے ہوئے جھوٹے الزامی عقائد ایسے ہی ایک جملہ کے تحت شائع کئے جاتے ہیں، جیسے ہم نے اوپر پوسٹر کے الزامات دکھائے ہیں۔ اسی طرح ہر ایک اہم بریلوی مصنف کی کتاب میں اسی طرح ایک دو صفحات میں یہ عنوان ہوا ہی کرتا ہے۔

تماشہ یہ ہے، کہ اوپر حوالہ دیئے ہوئے اشتہاری قسم کے چھوٹے رسالے میں، اور اکثر ایسے حوالوں والی کتابوں میں اپنی فراخدلی دکھانے کے لئے یہ بھی لکھا جاتا ہے، کہ اگر دیوبندی وہابی اپنے ان عقائد سے توبہ تائب ہونے اور اپنی بیزاری کا اعلان کریں، تو ہمارا اعلان ہے، کہ وہ ہمارے بھائی ہیں۔

دیوبندی رکارڈ

حالانکہ تحریری رکارڈ ہے، کہ بریلوی اعلیٰ حضرات کے ایسے الزامات کے فوراً بعد ملزم علماء نے بذاتِ خود تحریری اعلان کیا تھا، کہ "یہ ہمارے اوپر خالص الزام ہے، ہمارا ہرگز ایسا عقیدہ نہیں۔ ایسے عقائد والوں کو ہم خود بھی کافر و مرتد مانتے ہیں۔"

کئی بار دوسرے دیوبندی حضرات نے بھی ان کو غلط ثابت کیا ہے۔ دیوبندی عقائد کو واضح کیا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت کی عبارتوں کو غلط ثابت کیا ہے، اور خود ان کتابوں سے ان کی تردید والے نکات کی نشاندہی کی ہے۔ ہم نے بھی اسی بنیادی نکتہ پر اس کتاب کی پانچویں اور گیارہویں فصل میں پوری تفصیل سے فوٹو عکسوں کے حوالوں سے غلط ثابت کیا ہے۔ لیکن بریلوی حضرات کی طرف سے وہی 'میں نہ مانوں' کی رٹ جاری ہے۔ جب کہ اپنے اعلیٰ حضرت کی طرف سے ان چند الزامات کے علاوہ پوری مکمل صدی میں دیوبندیوں کی ہزاروں کتابوں سے وہ مزید ایک چار سطری الزام بھی نہیں بنا سکے ہیں۔ پھر یہ کہ ان کے کئی سنجیدہ قسم کے پیر کرم شاہؒ جیسے کافی علماء بھی کھلی طرح لکھ چکے ہیں، کہ اسلام اور کفر کا مدار بننے والے بنیادی عقائد میں اختلاف نہیں۔ اس کتاب میں گیارہویں فصل میں فوٹو عکس کے ساتھ پیر کرم شاہ مرحوم کا خط دیکھ لیجئے، کہ کس طرح مولانا قاسمؒ کی کتاب "تحذیر الناس" کو ایمان افروز نکات سے بھرپور کتاب قرار دیا ہے، جس سے ہی اعلیٰ حضرت اور بعد والے بریلوی حضرات اس کو اور سب دیوبندیوں کو ختم نبوت کا منکر ثابت کرتے ہیں۔ ہم نے یہ بھی حوالے دیئے ہیں، کہ اسی کتاب میں مولانا قاسم نانوتویؒ نے کم از کم سات جگہ حضور ﷺ کی ختم نبوت ثابت کر کے اس عقیدے کے منکر کو کافر لکھا ہے۔ اب اس مکروفریب پر مزید کیا کہا جائے!

صرف یہ نام دیکھ لیں

اس اہم نکتے کو سمیٹتے ہوئے ہم تازہ دور میں، چھپی ہوئی کچھ کتابوں کے صرف نام دیتے ہیں۔ ان ناموں سے ہی آپ اندازہ لگا لیں، کہ ان میں کیا زہر بھرا ہوا ہے:

علماء دیوبند کی مکاریاں، لطائف دیوبند، ردالوہابیہ، آئینہ دیوبند، ہاتھی کے دانت، دیوبندی امام کے پیچھے نماز، تبلیغی جماعت کے کارنامے، تبلیغی جماعت کا اعلان وہابیت، دیوبندی دھرم (سندھی)، وہابیت کے انوکھے انداز (سندھی)، تعارف علماء دیوبند، زلزلہ، بدمذہبوں سے رشتے، کیا کافر کو بھی کافر نہ کہیں، قرآن پاک کے غلط ترجموں کی نشاندہی، المیہ تکفیر، سیف سکندری، احکامِ وہابیہ، دیوبندی ناسور، میزائل برنجدی دھرم کے دیوبندی پجاری وغیرہ وغیرہ۔

آپ کسی بھی بریلوی مکتبہ پر جائیں، نمایاں طور پر سجا کر لگائی ہوئی ایسی ہی کتابیں نظر آئیں گی۔ جو خوب بک رہی ہیں، اور بار بار شائع ہو رہی ہیں۔ دوسرے نمبر پر سویم کا طریقہ، فاتحہ کا طریقہ، گیارھویں کے فضائل، محبوبانِ خدا سے استعانت، علمِ غیب کا عقیدہ، کراماتِ اولیاء، فضائل میلاد وغیرہ جیسی کتابوں کی بہتات ملے گی، جن میں ہر ایک میں بھی کسی نہ کسی طرح دیوبندیوں کی مذمت ضرور ملے گی، اور اوپر بیان کئے ہوئے پمفلٹ والے عقائد بھی اکثر میں ملیں گے۔

البتہ حضور کریم ﷺ کی سیرت، صحابہ کرام کی سیرت، خصائل نبوی، فضائل نماز

وصدقات، فضائل درود، مسنون دعاؤں، جیسے عام موضوعات پر کسی کتاب کے لئے بھی آپ کو کئی دکانیں ڈھونڈنی پڑیں گی۔ پھر بھی کامیابی مشکل ہی ہوگی!

ہماری اپنی ماجرا

اس مصنف نے حیدرآباد سندھ کے شمال میں ۲۵ کلو میٹر دور قومی شاہراہ پر واقع قصبہ نیاری میں ۱۹۳۰ء میں جنم لیا اور پرورش پائی۔ بریلویت کا نام بھی ۱۹۵۶ء میں سنا☆۔ یار لوگوں نے جو پر پھیلائے، تو ان کے مواعظ وتقاریر کے اکثر موضوعات، انتہائی غیر مہذب الفاظ میں دوسروں پر الزامات، سنے سنائے قصہ کہانیوں سے عقائد بنانے اور بتانے، خود شہر میں موجود دینی کام کرنے والوں سے ناواقیت کے باوجود ان سے ملنے اور پوچھے بغیر سنی سنائی باتوں پر ان پر الزامات مڑھنے اور فتوے جڑنے کے علاوہ کچھ نہ سنا۔ ہر وعظ میں دیوبندیوں وہابیوں پر گندے الزامات اور تبرے اور نعرے، وغیرہ ہی سنے۔ یہ منفی ہی منفی کام دیکھ کر جی ایسا کڑوا ہوا، کہ ان کو مزید سننے، پڑھنے سے طبیعت قطعی اچاٹ ہوگئی۔

دیوبندی کتب کا مطالعہ

کالج میں ملازمت ملنے کے بعد ۱۹۶۴ء سے گھر بار سمیت حیدرآباد میں رہائش اختیار کی، الحمدللہ کتابیں خریدنے اور مطالعے کا خاصا ذوق تھا۔ بریلویت کی ایک آدھ کتاب نے ہی پھر ادھر رخ کرنے سے ہی روکے رکھا۔ ۱۹۸۰ء کے عشرے کے آخر میں ایک دوست نے ارشد قادری کی کتاب ''زلزلہ'' دکھائی، کہ اس میں بڑی سنجیدگی اور فنکاری کے ساتھ دیوبندیوں کے عقائد اور اعمال میں جو تضادات دکھائے گئے ہیں، ان کا آپ کیا جواب دیں گے! یہی بریلویت کے مطالعہ کا محرک بنا۔ ریٹائرمنٹ نے فراغت بھی مہیا کی۔ حیرت انگیز انکشاف ہوتے رہے۔ اور ان حوالوں والی کتابوں کی تلاش، پھر ان کے حوالوں کی تلاش کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ دیوبندیوں کی تو کافی کتابیں پہلے موجود تھیں، اور باقی سب آسانی سے مل گئیں۔ لیکن بریلویوں کی اصل کتابیں ہاتھ کرنا فرہاد والی کان کنی ثابت

(☆) واضح رہے کہ تقسیم سے پہلے بریلویت سندھ میں خال خال مقامات پر ہی تھی، یہاں یہ تقسیم کے بعد ہجرت کر کے ہی وارد ہوئی۔ اور کچھ سالوں کے بعد پر پھیلانے شروع کئے۔ یہ بریلویوں کو بھی اعتراف ہے۔

ہوئی۔ حیدرآباد، کراچی، لاہور تک کی دکانوں کے علاوہ یاروں دوستوں اور لاہور تک کی لئبریریوں سے مکمل کتابوں کے عکس تک حاصل کرنے پڑے۔ جو کتابیں ہاتھ کر کے مختلف حوالہ جات کی ذاتی تصدیق کے لئے مطالعہ کرنی پڑیں، ان کی فہرست اس کتاب کے آخر میں ''مراجع وماٰخذ'' کے عنوان کے تحت شامل ہے۔ کوئی بھی صاحب مطلوبہ صفحات یا پوری کتابوں کے فوٹو کاپی عکس منگوا سکتا ہے۔

کئی کتب، خصوصا اعلیٰ حضرت، ان کے بیٹوں، اور خصوصی شاگرد حشمت علی خان کی کتابوں کا مطالعہ کافی سے زیادہ کوفت اور کرب کا باعث بنا۔ جن کو حیرت سے بار بار پڑھنا پڑا، خصوصا ان کی زبان اور دھڑا دھڑ کفری فتووں، ان کے دلائل، ادھورے حوالوں اور غلیظ زبان پر بار بار رکنا، متلی کی کیفیت کو روکنا اور استغفار پڑھنا پڑا۔

علمی دنیا کی غلیظ ترین زبان

ان سب میں زبان ایسی استعمال کی گئی ہے، کہ ...... چلئے چھوڑیئے، اس کو پھر دہرانے کا حوصلہ کوئی کہاں سے لائے! ہم نے اس کے کئی نمونے، ۱۶ مکمل صفحات کے فوٹو عکسوں کے ساتھ اس کتاب کی آٹھویں فصل میں دیئے ہیں، آپ ہی زحمت کر کے وہیں دیکھ لیں۔ ہم کو ان کے تصور سے بھی متلی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، یہاں ہم صرف ایک ہم عصر، جو دیوبندی نہیں تھے، بلکہ خیرآبادی سلسلے کے جید عالم تھے۔ جس کو بریلوی رسالہ ''المیزان'' بمبئی نے بھی اپنے ۱۹۷۶ء کے احمد رضا نمبر میں ''آفتاب علم'' کے لقب سے نوازا ہے، یعنی مولانا معین الدین اجمیریؒ (متوفی ۱۹۴۰ء) کا حوالہ دیتے ہیں۔ جو اپنی کتاب ''تجلیات انوار المعین'' میں اعلیٰ حضرتی زبان کے کافی حوالے دینے کے بعد صہ ۳۴ پر لکھتے ہیں، کہ:

'' یہ مثالیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں، جن کو کُل کے ساتھ قطرے کی نسبت ہے: جن کے لئے خلقت کہتی ہے کہ صریح فحش ہے ...... ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا، نہ کہ اس کو وقت کا شیخ اور مجدد تسلیم کرنا ...... اس فحش بازاری زبان پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مقتدا تسلیم کرتی ہے۔ تو پھر وہ بازاریوں اور پاک شہیدوں کی کیوں نہیں معتقد ہو جاتی۔''

''اس آفتاب علم'' کو کیا معلوم تھا کہ، اس کی رحلت کے تیس برس بعد ایک طبقہ کی

طرف سے ایسے شخص کو صرف مقتدا تسلیم نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسی کو شائستگی وتہذیب کے سرٹیفکیٹ دے کر "مجدد مائۃ حاضرہ، حضور پرنور رضی اللہ عنہ تسلیم کرکے، اسلامی دنیا کی سب سے اونچی اور بے مثل عبقری شخصیت تسلیم کرنے اور کرانے کے لئے ایک بھرپور مہم چلے گی، کہ وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں، لیکن صحابہ کی طرح محفوظ ضرور تھے، پردے کے پیچھے حضور ﷺ بتاتے تھے، اور احمد رضا بولتے تھے، ان کے قلم کو خطا سے محفوظ کردیا گیا تھا، پہلے حج کے موقع پر (۴۴ سال کی عمر میں) اس کو منیٰ کی مسجد خیف میں مغفرت کی ایسی یقینی بشارت دیدی گئی تھی، کہ بعد میں اس نے نفل عبادت اور ورد وظائف ضروری نہیں سمجھے۔ وہ علم وتقویٰ کے اس مقام پر تھے، کہ اس کی کسی دلیل کے بعد کسی مزید دلیل کی ضرورت نہیں، یہ سب کچھ ہم نے اس کتاب کی تیسری فصل میں مکمل حوالوں کے ساتھ دکھایا ہے، کہ کیسی شخصیت کو کس طرح جان بوجھ کر سب عیب چھپا کر ایک طلسماتی دیومالائی کردار دیا جارہا ہے۔

کفری فتووں کی بھرمار کے بارے میں بھی سب موجود کتابوں سے یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا، کہ ہم تو صرف دیوبندیوں کو ہی نشانہ سمجھ رہے تھے۔ لیکن اس حضرت اور اس کی ذریت نے تو اپنے محدود ٹولے کے سوا کسی کو مسلم نہیں رہنے دیا۔ یہ ہندستانی مسلمانوں کی وجود کی بقاء کا اہم ترین اور فعال دور تھا۔ جس میں مسلمانوں نے حیرت انگیز قوتوں اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ اور دینی تعلیم کے علاوہ دنیوی تعلیم، سماجی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی میدانوں میں حیرت انگیز کارکردگی دکھائی۔ حیرت ہے، کہ اس محدود ٹولے کی تنقید اور کفری فتووں سے کوئی گروہ اور کوئی اہم شخصیت نہیں بچ سکی۔ یہ دائرہ اتنا وسیع تھا، کہ آج کے بریلوی محققوں کے سامنے یہی عرض کی جاسکتی ہے، کہ اعلیٰ حضرت کے کام پر ملکی وغیرملکی یونیورسٹیوں سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کی بھرمار کے اس دور میں کسی محقق کو یہ عنوان دلوائیں، کہ وہ تحقیق اور مکمل حوالوں کے ساتھ دکھائے، کہ اس دور کی اہم شخصیات اور اداروں، حتیٰ کہ باہمی امداد کی انجمنوں میں سے کون سی ایسی ہیں، کہ بریلوی تکفیر کی زد سے بچ سکیں۔

ایک مسئلہ ۶۳۵ - اور ۲۰۲۵ کفریہ الزام!

انتہا تو یہ ہے، کہ اخیر سالوں میں زندگی بھر عقائد ورسوم میں ہم مسلک، پیری رشتے میں ہم مرشد، بدایونیوں اور رامپوری وپیلی بھتی علماء نے بھی صرف ایک فروعی مسئلہ یعنی جمعے کے خطبہ کی اذان مسجد کے اندر یا باہر دینے پر اختلاف ظاہر کیا، تو دلائل کی لین دین میں بدایونیوں پر ۶۳۵، اور رامپوریوں وپیلی بھیت والوں پر دوہزار پچیس کفری الزام لگا ہی ڈالے۔ یہ حیرت انگیز کارنامہ دیکھنا ہے، تو ہماری اس کتاب کی ایک الگ فصل ہفتم ملاحظہ فرمائیں۔

اس لحاظ سے تو دیوبندی خوش بخت ہی نظر آتے ہیں، کہ ان پر صرف کچھ ہی کفری الزامات لگ سکے۔ ساتھ ہی یہ دیوبندی طبقہ کی حقانیت، علمی رسوخ اور قلمی احتیاط کی ایسی مثال ہے، جس کو ان کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے، کہ کفری الزامات نکالنے کا ایسا ماہر شخص بھی صرف چار ہی کفری الزامات گھڑ سکا۔ ان الزامات کی اہمیت اور خالص فنکارانہ مہارت کی وجہ سے ہم نے ان کا مکمل جائزہ گیارھویں فصل میں پیش کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا فطری انجام- پچاس سالہ طویل دور فترت

اس تفصیلی مطالعے سے ہی ہم کو یہ بھی معلوم ہوا، کہ اعلیٰ حضرت کا پچاس سالہ کام صرف منفی ہی منفی تھا۔ کسی تعمیری اور مثبت کام میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ یہ دور برصغیر کے مسلمانوں کے لئے اپنے وجود کی بقا یا فنا ہوجانے کا تھا۔ اور انھوں نے نہ صرف جی کر دکھایا، بلکہ سیاسی میدان میں بھی تحریک موالات کے دور تک وہی چھائے رہے۔ گاندھی نے بھی اسی تحریک میں شامل ہوکر ہی سیاسی مقام حاصل کیا۔ احمد رضا خان نے دینی علوم، دنیوی علوم، مختلف معاشرتی اور معاشی تنظیموں، قومی بیداری پیدا کرنے والی شخصیات، اداروں، ہر ایک کی بھرپور مخالفت کی۔ ہر ایک کو کفر کی خلعتوں سے نوازا۔ جس کا فطری انجام یہ ہوا، کہ اس کا انتقال اس حال میں ہوا، کہ غالب مرحوم کے بہ قول: "اور اگر مرجایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو"- اور واقعی یہی ہوا:-

آج کل کی بریلویت کی احیائے نو کی مہم کے سب سے نمایاں اور اپنے کام کی وجہ سے اس حلقے میں ماہر رضویات لقب پانے والے ڈاکٹر مسعود صاحب کو بھی اپنی شروع دور کی کتابوں "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" اور "سوانح اعلیٰ حضرت" میں یہ اعتراف کرنا پڑا، کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۹۲۱ء میں رحلت کی، تو اس سے اپنے بھی خفا تھے۔ مکمل نصف صدی تک سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرتے بھی جھجھکتا تھا۔ رحلت کی نصف صدی

تک اس کی سوانح عمری تک نہیں لکھی جا سکی اور کچھ نہیں لکھا جا سکا۔ لاہور جیسے اشاعتی مرکز میں ۱۹۶۹ء تک صرف ایک چھوٹی سی دکان ''نوری بک ڈپو'' چھوٹی چھوٹی کتابیں شایع کر رہی تھی۔ پنجاب یونیورسٹی نے ۲۴ جلدوں کا ضخیم ''اسلامی دائرۃ معارف'' تیار کرنا شروع کیا، تو اس میں نام تک نہیں آ سکا ☆۔ دوسری طرف دیکھیں، تو فتاویٰ کی بارہ میں سے دوسری جلد بھی رحلت کے بھی چالیس برس بعد، اور وہ بھی دس شہروں سے چندوں کی مدد سے شایع ہو سکی، مزید بیس سال میں ۱۹۸۳ء تک بھی پانچ ہی جلدیں چھپ سکیں۔ ''احیائے نو'' کی گہما گہمی کے تازہ ۳۵ برسوں میں بھی خود احمد رضا کی کوئی اہم قسم کی مزید ۳۵ کتابیں بھی ہم کو تو نظر نہیں آ سکی ہیں۔

اپنوں نے بھی سب کچھ چُھپائے رکھنے میں ہی عافیت سمجھی

ڈاکٹر صاحب کے بہ قول یہ ساری غیروں کی سازشیں تھیں۔ کس طرح تو وہ بھی نہیں بتا سکے ہیں۔ لیکن اس اہم نکتے کو کوئی نہیں چھیڑ رہا، کہ ان کے اپنے جاگیردار، اور اچھے خاصے مالدار دونوں عالم بیٹوں، اور ساتھیوں نے ایسی عبقری شخصیت، اتنا نام اور خاص پہچان، مان شان، مال و دولت سب کچھ دینے والے والد اور مجدد کے ساتھ یہ اندھیر کیوں کیا، کہ نہ ان کی سوانح لکھی، یا لکھوائی، نہ ایک مطبع ہونے کے باوجود اس کی کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ جاری رکھا۔ حتیٰ کہ ان کی سب کتابوں کی فہرست بھی تیار نہیں کروائی، اور ان کے مسودے اور مخطوطے تک سنبھال کر نہیں رکھے۔ جب کہ اپنا مدرسہ بھی تھا، لئبریری بھی تھی۔ صرف کچھ الماریاں ہی مخصوص کرنی تھیں۔ بھتیجے اور مدرسہ کے منتظم حسنین رضا نے کچھ سوانحی نوٹ لکھے بھی، تو ان کو بھی اپنی زندگی میں شایع کروانا ضروری یا مناسب نہیں سمجھا۔ یہ کام بھی ۱۹۸۳ء میں کراچی میں ڈاکٹر مسعود صاحب کو کرنا پڑا۔ صرف کچھ نام نہاد الزامی اور عقائدی رسالے ہی شروع سے آج تک چھپ رہے ہیں۔ اس سے صاف سامنے ہے، کہ باقی سب چھپوانے کی بجائے چُھپانے اور کیڑوں کے حوالے کرنے جیسا ہی حال تھا۔ کردار و سیرت کا کا کوئی قابلِ ذکر مثبت پہلو تھا ہی نہیں، تو کیا لکھتے لکھواتے اور شایع کروا کر موجود عینی گواہوں کو مزید جرح کی دعوت دیتے، اور اپنا بھی اپنے رہنما جیسا ہی حشر کرواتے، جن کا اخیر دور کا حشر اور کس مپرسی دیکھی بھی تھی، اور کسی قدر بھگت بھی رہے تھے۔ یہ کام تو آئندہ نسل پر چھوڑنے جیسا تھا، جس میں کوئی عینی گواہ نہ ہو۔

مدینہ پاک کے علماء کے احمد رضا کے لئے القاب*

یہ تمہید پہلے ہی طویل ہو چکی ہے۔ لیکن ایک نکتہ اور بھی، کہ حسام الحرمین پر حرمین کے علماء کی صرف ۱۶/۳۷ اعزازی تصدیقات پر فخر کرنے والے بریلوی، اس کو مدنظر رکھیں، کہ اسی مہم میں احمد رضا کو جان لیوا چوٹیں بھی نصیب ہوئیں۔ علماء کے ایک جید طبقے کی طرف سے اس کے علم غیب کے عقیدہ کے رد میں ایک تفصیلی کتاب لکھی گئی۔ جس میں اس کو ان القاب سے نوازا گیا۔ جاہل، ضدی، اپنی بات پر اڑ جانے والا، تفسیر کے علم سے محروم، اپنے دلائل گھڑنے والا، صریح جھوٹی حدیثوں کو دلیل بنانے والا، مانی ہوئی صحیح حدیثوں میں تحریف کرنے والا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ کتاب حسام الحرمین کے دو سال بعد اردو ترجمے کے ساتھ شایع ہوئی، اسی سے حسام الحرمین کے غبارے کی ہوا نکلی۔ اعلیٰ حضرت کی ساکھ کو گہری چوٹ پہنچی۔ لیکن کوئی دیانتدار بریلوی محقق اس کا ذکر نہیں کرتا۔ اس کی مزید تفصیل ہم نے اس کتاب کی گیارھویں فصل میں دی ہے۔

ہم نے ان حقائق کو سامنے لانا ضروری سمجھا

ہم کو یقین ہے، کہ یہ سب ایسے حقائق ہیں، کہ دونوں طبقوں کے عوام تو کیا، لیکن علماء کی بھی بہت بڑی اکثریت کو معلوم نہیں۔ اس لئے اتنی محنت سے حاصل ہونے والے ان تکلیف دہ حقائق کو کتابی صورت میں لا کر سب کے سامنے رکھنا فرضِ منصبی سمجھا۔ یہ احساس بھی تھا، کہ کسی کے لئے بھی ان پر یقین کرنا آسان نہیں ہوگا۔ اس لئے آج کی فوٹو اسٹیٹ سے مدد لینا ہی ضروری ہے۔ اللہ کا نام لے کر کتاب لکھنی شروع کی، تو مواد پھیلتا ہی گیا، آخر میں بڑی تختی کی ۹۴۲ صفحات کی کتاب بن گئی۔ مزید ۷۰ مکمل صفحات کے عکس شامل کئے۔ یہ کتاب سندھی زبان میں ''بریلوی کیوں نہیں بنا'' کے نام سے ۲۰۰۰ء میں شایع ہوئی۔ ہمارا اندازہ صحیح تھا، کہ کئی علماء کیلئے بھی کئی حقائق انکشاف ہی ثابت ہوئے۔ کئی نے لکھا کہ کئی حقائق پر فوٹو عکس کے بغیر ہرگز یقین نہیں کرتے۔

یہی حال بریلوی عقائد میں ''غیر اللہ سے استعانت، علم غیب، حاضر ناظر، نور و بشر مختار کل'' اور مروجہ عام بدعات کا بھی ہے۔ ان کے بارے میں بھی بریلوی دلائل اور حوالہ

(☆☆) اس پر مزید تفصیل ہماری اس کتاب کی چوتھی فصل میں دیکھیں۔

جات کا حال وہی ہے، جیسا کہ مدینہ شریف کے مفتی حضرات نے لکھا ہے۔ اس لئے ان پر بھی قلم اٹھائی۔ اس طرح ۴۴۴ صفحات بمع ۴۴ فوٹو عکس کے ایک اور کتاب ''اسلامی عقائد میں بریلوی تحریف'' کے نام سے ۲۰۰۲ء میں سامنے لائی گئی۔ اس کو خصوصاً علمی حلقوں میں اس لئے سراہا گیا، کہ سب اہم عقائد کا ذکر پورے بسط وشرح سے ایک ہی جگہ آ گیا ہے۔ اور کئی اہم فوٹو عکس بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

اس کے بعد ارادہ تھا، کہ عام مروج بدعات اور رسوم میں بھی یہ دکھایا جائے، کہ سب فقہی کتب، اور کئی معاملوں میں خود بریلوی حضرت بھی ان کے خلاف ہیں۔

یہ کتاب کیوں لکھی

لیکن کچھ حضرات کا خیال تھا، اور اصرار کے ساتھ رائے دی، کہ یہ مواد اردو زبان میں لایا جائے۔ ان کی بھی دلیل تھی، اور ہم کو بھی یہ نکتہ سمجھ میں آ گیا، کہ اگرچہ اردو میں یہ سب کچھ موجود ہے، اور ہم نے بھی یہ سب کچھ وہیں سے حاصل کیا ہے، لیکن وہ بہت سی کتابوں میں بکھرا ہوا ہے۔ اس لئے ان کو اختصار کے ساتھ ایک جگہ پر لانے سے اپنے اہم کاموں میں مشغول حضرات کے لئے ایک جگہ سے واقف ہونے کا ذریعہ بن جائے گا۔ جن کے لئے سب کتابوں کا حاصل کرنا اور پڑھنا بہت ہی مشکل ہے۔

ان کتابوں نے اس تصنیف کو ممکن بنایا

مصنف اس کو اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہے، کہ بریلویت پر کتابوں کی تلاش کے شروع ہی دور میں ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی کتاب ''مطالعہ بریلویت'' کی پہلی تین جلدیں اکٹھے ہم کو مل گئیں۔ جن کے حوالوں نے ہم میں تحریک پیدا کی، کہ ان کے حوالوں والی کتابیں حاصل کر کے اصل مکمل متن دیکھا جائے، اور اسی سے مزید تحقیق در تحقیق اور حوالہ در حوالہ والی کتابوں کی جستجو کا سلسلہ چل نکلا۔ ڈاکٹر صاحب کی کتاب کی ساتویں جلد آنے تک ہر ایک جلد نے ہماری بھرپور رہنمائی کی۔

اس طرح ہم اس کو بھی اپنی خوش بختی سمجھتے ہیں، کہ ہماری جستجو سے تھوڑا ہی پہلے قاری عبدالرشید مرحوم (قلمی نام انوار احمد) نے ''انجمن ارشاد المسلمین لاہور'' قائم کر کے، اس کی وساطت سے نہایت وسیع اشاعتی کام کیا۔ اپنے دور میں اعلیٰ حضرت کے حواریوں کا

پیچھا کرتے کرتے ان کو دیوار کے آخری کونے تک پہنچانے والے سید مرتضیٰ حسن چاند پوری کے نایاب ہوجانے والے تیئیس رسائل کو ''رسائل چاند پوری'' کے نام سے دو جلدوں میں پھر فراہم کیا۔ بریلوں کی بھی کئی نایاب ہوجانے والے اہم کتب ورسائل کو اپنے مبسوط اداریوں کے ساتھ شایع کروایا۔ موجودہ احیائے نو کی بریلوی مہم کا بھی بھرپور اور مدلل پیچھا کیا۔ آخر میں اسی مرحوم کی لئبرری سے ہم کو کچھ انتہائی اہم نایاب بریلوی رسائل کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں ملیں۔ عین مہم کے عروج کے دور میں اس کی صرف ۴۸ برس کی عمر میں ناگہانی رحلت نے اس مہم کو روک دیا، ورنہ ہم جیسوں کو کسی کام کی ضرورت ہی نہیں رہتی! ہم مرحوم کو ہر وقت دعائیہ الفاظ اور مشکوریت کے احساس سے یاد کرتے ہیں۔

مولانا منظور نعمانیؒ سے ہم اپنے شروع علمی دور (۱۹۴۸ء) سے ہی متاثر رہتے آئے ہیں۔ وہ بھی مولانا چاند پوری ہی کے ساتھ اعلیٰ حضرتی ذریت کا پیچھا کرنے میں کافی وقت آگے آگے رہے۔ اس موضوع پر ان کی ان کتابوں نے بھی ہماری یاوری اور رہنمائی کی، جن کے نام ہم نے مراجع وماٰخذ والی لسٹ میں دیئے ہیں۔

ان تینوں حضرات کی یہ کتابیں نہ ملتیں، تو ہم ہرگز کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم اپنے کو ان تینوں حضرات کا خوشہ چین ہی سمجھتے ہیں، اس کے سوا کچھ نہیں۔ ہماری دونوں سندھی کتابوں اور زیر نظر کتاب میں ہمارا حصہ صرف خوشہ چینی، تالیف، ترتیب مضامین کا انتخاب اور اپنا انداز بیان ہے، جو ہر شخص کا اپنا ہی ہوا کرتا ہے۔

اس کام کا اصل محرک ''بریلوی فتنے کا نیا روپ''

اس موضوع پر کھل کر لکھنے کا خصوصی محرک ادارہ الفرقان لکھنو کی شایع شدہ، مولانا محمد عارف سنبھلی کی کتاب ''زلزلہ کا پوسٹ مارٹم عرف بریلوی فتنے کا نیا روپ'' ہی بنی موصوف کی ذکاوت جس نے بریلویت کی احیاء نو کی مہم کی پہلی ہی کتاب ''زلزلہ'' سے یہ تاڑ لیا، کہ یار لوگ اب کی بار اپنے پچھلے رکارڈ کا تجزیہ کر کے، نئی طرز بیان اور دلائل کے ساتھ میدان میں اترے ہیں، کہ جارحیت والی زبان اور کفری فتووں کی بجائے، اپنے اعلیٰ حضرت کو مظلوم بنا کر پیش کیا جائے، اور دیوبندیوں کو جارح اور خواہ مخواہ بریلوں کو بدنام کرنے والا ثابت کیا جائے۔ اس نے حضرت مولانا منظور نعمانی کو بھی یہ احساس دلا کر جواب لکھنے کی درخواست کی۔ مولانا نعمانی نے اپنی مجبوریوں کی وجہ سے جواب تو نہیں لکھا،

لیکن اس کی اہمیت کو تسلیم کر کے خود مولانا سنبھلی کو ہی یہ کام سوجھا، اور اپنی مدد اور رہنمائی کی یقین دہانی کرائی، تا کہ امت کے عوام کو گمراہی سے بچایا جاسکے۔

بڑے بڑے فضلاء بھی اصل حقائق سے ناواقف ہیں

مولانا سنبھلی ہی نے کتاب کے دوسرے ایڈیشن کے مقدمہ کے آخر میں یہ بھی لکھا، کہ ”میرا ذاتی تجربہ ہے، کہ عوام اور عام علماء تو ایک طرف، بڑے بڑے مدارس کے اکثر فضلاء بھی اصل حقائق اور بریلوی تاریخ سے واقف نہیں ہیں، اور جب طبیب اور معالج ہی کسی مرض سے واقف نہ ہو، تو اس کا صحیح علاج کیسے کرے گا“۔

کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں، کہ ہمارے علماء وفضلاء کو اپنی مسلسل مشغولیت کی وجہ سے فرصت بھی نہیں، اور طویل دور کی بریلویت کی مسلسل خاموشی سے اس فتنہ کو بالکل مردہ سمجھے بیٹھے تھے، (بریلویت کے تازہ احیاء تو کی گرما گرمی سے واقف ہی نہیں) نتیجے میں بڑے بڑے علماء اور اساتذہ تک اس فتنے کی حقیقت ونوعیت اور امت کے حق میں اس کی زہرناکی اور شدید مضرت سے بلکل ناواقف ہیں، تو پھر اس مرض کا علاج کیسے ہوگا...... یہ بھی تجربہ ہے کہ بریلوی تکفیر کی حقیقت اور ان کی زبان وکردار کی کچھ ہی تفصیل ان کی کتابوں کے حوالوں سے سامنے لائی جائے، تو معمولی دینی شعور والا بھی اصل حقیقت تک پہنچ جاتا ہے، کہ یہ لوگ کس قسم کے دینی ورد میں سب کچھ کر رہے ہیں (خلاصہ)

ہمارا اپنا مشاہدہ

اس کی ایک مثال اس مصنف کے بھی سامنے ہے۔ زلزلہ میں اسی قسم کی فنکاری سے متاثر ہو کر عامر عثمانیؒ جیسا جہاندیدہ اور بریلویت سے بھی کسی حد تک واقف شخص بھی اپنے رسالہ ”تجلی“ دیوبند میں زلزلہ کے حق میں ایک مبسوط تبصرہ لکھ بیٹھا۔ جس میں اپنے اساتذہ تک کی بھی خوب خبر لی۔ مولانا سنبھلی کی جوابی کتاب دیکھ کر اس نے تلافی اس طرح کی، کہ اسی رسالہ ”تجلی“ میں طویل تبصرہ لکھا۔ جس میں یہاں تک لکھا، کہ ”ہم نے اللہ سے دعا مانگی، کہ اے غفور الرحیم! زلزلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے، ہمارے قلب میں بریلوی مکتبہ فکر کے بارے میں جو تھوڑا سا حسن ظن پیدا ہوا تھا، اس کے لئے ہمیں معاف کر دے“ تھوڑا آگے لکھتے ہیں، کہ ”جو لوگ اس کتاب کا صرف ضمیمہ پڑھ لیں گے، وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہیں گے، کہ بریلوی علم کلام کے جسم میں کوئی بہت ہی خبیث اور غلیظ روح سمائی ہوئی ہے، جس کو نہ شرافت کی حس ہے، نہ حیا کا پاس، نہ شرم دنیا نہ خوف آخرت“۔

ان کا آخری جملہ ہے، ”کہ اس کتاب کو پڑھنے والے یہ ادراک کر سکیں گے، کہ بریلویت کا خمیر کس مٹی سے اٹھا ہے“۔ اس مصنف کی سب لوگوں، علماء اور اہل فہم سے گذارش ہے، کہ کتاب ”زلزلہ“ اور اس کا یہ جواب ضرور پڑھیں۔

ادھر پاکستان میں کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں، ان کی کافی تفصیل ہم نے اپنی اس کتاب میں جگہ جگہ بیان کی ہے۔ جو امید ہے کہ ہر ایک سمجھدار کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ثابت ہوگی۔

ہماری اس کتاب کا بنیادی محرک بھی مولانا سنبھلی کے ہی ایسے ہی احساسات تھے، جو ان کی تحریک اور قلم اٹھانے کا باعث بنے۔ اور عامر عثمانی کا اصل حالات سے ناواقفی پر تبصرہ، اور آگاہی کے بعد والے تبصرہ نے مزید عزم پیدا کیا۔ اسی لئے ہم نے کتاب کی ضخامت کا خیال نہ کرتے ہوئے، کافی عنوانات کو دائرے میں لے آنے کی کوشش ہے اور زیادہ سے زیادہ مکمل صفحات کے عکس دینے کی کوشش کی ہے۔

تصنیف وتالیف نہ اس کم علم مصنف کا پیشہ، نہ کوئی مالی منفعت، اس کی غرض ساری عمر پڑھانے اور پڑھنے میں ہی گذری، دورانِ مطالعہ دل کی گہرائیوں سے ایک داعیہ ابھرا، اور پہلے سندھی میں اور پھر اردو میں یہ کتاب لکھ ہی بیٹھے۔ کہتے ہیں، کہ ”دل سے جو آواز اٹھتی ہے، اثر رکھتی ہے“۔ خدا کرے کہ یہ کم مایہ کوشش کسی بڑی علمی اور محقق ہستی کے لئے کسی جامع اور پراثر تصنیف کا محرک بن جائے۔ جب تک اسی پر گذر کرتے رہنے سے بھی شاید بہتوں کا بھلا ہو جائے!

ہمارا ارادہ تھا، کہ کتاب کو مناظرانہ رنگ سے بھی پاک رکھیں گے، اور تنقید سے بھی حتی الامکان احتراز برتیں گے۔ لیکن موضوع ہی کچھ اس قسم کا ہے، اور یاروں کے کارنامے ہی کچھ ایسے ہیں، کہ ہم اس ارادہ کو نباہ نہیں سکے۔ لیکن ہم اس پر کسی معذرت کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے۔ فریق ثانی پھر بھی ہم کو اس معاملے میں اپنے سے پانچ دس فی صدی کی حد کے اندر ہی پائے گی۔

اہل زبان نہ ہونے کی وجہ سے، کئی جگہ اہل زبان اور وسیع العلم حضرات کی ذہن

خراشی اور بصر خراشی بھی ہوگی، لیکن ایک نووارد، کم علم مصنف اس بارے میں اس اظہار کے علاوہ اور کیا کرسکتا ہے!

ان سب کمزوریوں کے باوجود کسی پڑھنے والے کو کچھ اصلاحی نکتے مل جائیں یا کسی کی ذہنی اصلاح ہو جائے، تو ان سے التجا ہے، کہ اللہ سے دعا کریں، کہ یہ اس کم علم مصنف کے لئے اُخروی توشہ بن جائے۔ جس کے پاس عملی توشہ بہت ہی کم ہے

روایتی عمر عزیز تو کب کی گذار چکے، اگر مزید مہلت ملی، اور حالات اور صحت نے بھی وفا کی، تو اپنی دوسری سندھی کتاب ''اسلامی عقائد میں بریلوی تحریف'' کے اردو ترجمہ کا اراد ہ ہے۔ وباالله التوفیق — وهو المستعان. وما علينا الا البلاغ.

۲۴ نومبر ۲۰۰۵ء

پروفیسر (ریٹائرڈ) حافظ غلام محمد میمن
2970/4-3 صحافی کالونی حیدرآباد سندھ

فہرست مضامین

فصل چہارم

حیات اعلیٰ حضرت

فصل ہفتم

فصل اول

صفحہ ۲۷ - ۴۷

کفر کے فتوے کا مسئلہ بڑا نازک مسئلہ ہے

لیکن ایسے اقرار کے باوجود، بریلوی اعلیٰ حضرت کے ہاں سب سے سستا اور عام جام فتویٰ یہی تھا۔

فصل اول

کفر کا مسئلہ بڑا نازک بھی اور بہت سنگین بھی

ناظرین کرام

کسی کلمہ گو مسلمان پر کفر کا الزام لگانا، اور اس کے لئے کافر کے لفظ کے استعمال کا مسئلہ شرعی لحاظ سے بڑا نازک مسئلہ ہے۔ اور اگر بغور سوچا سمجھا جائے، تو دنیوی لحاظ سے بھی بڑا سنگین اور خطرناک مسئلہ ہے۔ ایمان اور مسلمانی ہی ایک مسلمان کی سب سے بڑی کمائی بھی ہے، اور سب سے عزیز اور قیمتی دولت بھی، اور اسی کو وہ خاص وجہ افتخار بھی سمجھتا ہے۔ کتنا ہی گناہ گار ہونے کے باوجود وہ اس کو بڑا اعزاز سمجھتا ہے، کہ الحمد للہ اس کو ایمان کی دولت نصیب ہے۔ اسی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت کا اور شفیع المذنبین ﷺ کی شفاعت کا اور جنت کا امیدوار رہتا ہے۔

ہر مسلمان کو ایمان سب سے عزیز ہوتا ہے

اس لئے فطری طور پر وہ اپنے ایمان اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اور ناموس کے الزام کے بارے میں سب سے زیادہ حساس ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ فطرتی اصول ہے کہ جو جس چیز کو جتنا قیمتی اور عزیز جانتا ہے، اس کے چھن جانے اور چھیننے والے کے بارے میں اتنا ہی حساس اور محتاط بھی ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ایک انتہائی گناہ گار اور بے عمل مسلمان بھی اپنے اوپر سب سے بڑا حملہ، سب سے بڑی برائی، سب سے بڑی بدکلامی بلکہ سب سے بڑی گالی یہی سمجھتا ہے کہ اس کو کافر کہا جائے۔

کفر کے بعد اس پر یہ حکم لگیں گے:-

پھر عملی نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے، تو صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی کو کافر قرار دیا جائے اور اس کو سنجیدہ سمجھ کر، حقیقی طور پر اس پر عمل کیا جائے، تو معاملہ بہت دور تک خود بہ خود پہنچ جائے گا۔ اب وہ مسلم معاشرے کا فرد نہیں رہے گا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی۔ جب تک کہ اپنے اس عمل سے توبہ تائب ہو کر، نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر مسلمان نہ ہو

اور بیوی سے نئے سر نکاح نہ کرے؛ تب تک وہ بیوی سے مل کر حرام ہی کرتا رہے گا، اور اس کی اولاد ولد الزنا کہلائے گی۔

کسی مسلمان عورت سے اس کا نکاح نہیں ہو سکے گا

اس کا ذبیحہ حلال نہیں رہے گا، اس کو زکوۃ نہیں دی جا سکتی۔ اس کی جنازہ نماز نہیں پڑھی جائے گی، اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کیا جا سکے گا۔ اس کو السلام علیکم کے الفاظ سے سلام نہیں کیا جائے گا، اس کے سلام کا جواب وعلیکم السلام کے بابرکت لفظ سے نہیں دیا جا سکے گا۔ اس کی گواہی شرعی گواہی نہیں مانی جائے گی وغیرہ وغیرہ۔ سوچیں تو کیا سے کیا ہو جائے گا۔ وہ پورے اسلامی معاشرے سے کٹ جائے گا۔

پوری عاقبت تباہ و برباد رہے گی

دوسری طرف شرعی لحاظ سے دیکھا جائے، تو اس الزام سے ان سے اللہ کی رحمت اور جنت ہمیشہ کے لئے چھین لی گئی۔ کیونکہ کافر کی سزا دائمی جہنم ہے۔ اللہ نے اس پر جنت حرام کر رکھی ہے، چاہے اس نے کتنی ہی نیکیاں کی ہوں، اس کے لئے موت کے بعد کوئی معافی نہیں، کسی نبی کی کوئی شفاعت نہیں۔ جب کہ ایمان رکھنے والا اگرچہ کتنا ہی بڑا گناہ گار ہو پھر بھی اس کے لئے جنت کے دروازے بہرحال کھلے ہیں۔ گناہ توبہ سے معاف ہوں، یا اللہ پاک کی خاص رحمت سے، یا شفاعت سے، یہ سب کچھ نصیب نہیں ہوا، تو بھی گناہوں کی سزا بھگت کر آخر جنت میں جائے گا۔ دائمی جہنم صرف کفار کے لئے ہے۔

سنگین الزام میں ثبوت کے شرائط بھی سخت ہوتے ہیں

موٹی عقل کی بات ہے، کہ اتنی بڑی سزا والے جرم کا الزام لگانے کے لئے ثبوت بھی اتنا ہی واضح ہونا چاہئے، شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی کسی پر کوئی الزام لگاتا ہے، تو الزام والے جرم کی سنگینی اور سزا جتنی سخت ہے، الزام لگانے والے کے پاس ثبوت اور شہادتیں بھی اتنی ہی مضبوط اور واضح ہونی چاہئیں۔ مثلاً زنا کی سزا سنگسار اور وہ بھی برسرِ عام کھلے میدان میں علی الاعلان لوگوں کے سامنے سنگسار کرنا ہے، تو الزام لگانے والے کے لئے بھی لازم ہے، کہ وہ کم از کم موقع کے چار عینی گواہ لائے، جو معتبر بھی ہوں۔ ایسے ثبوت کے بغیر خود الزام

لگانے والے کے لئے کوڑوں کی سزا ہے۔ چاہے وہ ہزار بار کہتا اور قسمیں کھاتا رہے، کہ وہ خود عینی شاہد ہے۔ اس احتیاط کی غرض یہ ہے کہ یہ نہ ہو، کہ ہر ایک خود کو خدائی فوجدار سمجھ کر لوگوں کو رسوا کرتا پھرے۔ مسلمان تو پھر بھی مسلمان ہے، شریعت مطہرہ میں تو غیر مسلموں کی بھی جان مال اور عزت کی بڑی وقعت ہے۔ معاشرہ میں صحیح حدود کے اندر رہتے ہوئے، ہر ایک کو عزت اور سلامتی کے ساتھ رہنے کا حق آج کل کے نام نہاد معاشروں نے بھی اسلام کی تعلیم سے ہی سیکھا ہے۔ ایسا دین ہر ایک فرد کو یہ کیسے اجازت دے سکتا ہے، کہ وہ قانون اپنے ہاتھ میں لے اور کفر جیسا سنگین اور انتہائی سزا والا جرم لوگوں پر لگاتا، ان کو اللہ کی رحمت اور رحمۃ للعالمین ﷺ کی امت سے باہر نکالتا، ان کے لئے دائمی جہنم کی سزا کا حکم لگاتا پھرے!

شریعت میں کسی مسلمان کو کافر کہنے کی سخت ممانعت

کسی مسلمان کی تکفیر کی، ان نزاکتوں اور سنگینی کی وجہ سے اسلامی شریعت میں اس بارے میں بڑی احتیاط کی تاکید کی گئی ہے؛ اور علم اور فقہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے، تو ہر دور میں کسی مسلمان فرقہ یا انفرادی طور پر کسی مسلم پر کفر کے فتوے کی مثالیں خال خال ہی ملتی ہیں۔ پھر ان پر بھی کئی محتاط فقہاءِ کرام نے اختلاف کیا، اور اس کو تقلیدی مسئلہ نہ سمجھ کر خود الگ رہے۔ مجتہد فقہاءِ کرام نے اس کے بارے میں بہت سخت احتیاطی اصول وضع کئے اور ان کی تبلیغ کی۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل نکات اور عملی مثالوں کو خوب سمجھ کر ہر وقت ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

اس بارے میں کچھ صحیح احادیث

(الف) حضور کریم ﷺ کی مستند صحیح احادیث میں اس پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے، تو یہ کفر ان دونوں میں سے ایک پر لگ کے رہتا ہے"۔ یعنی دوسرا کافر ہے، تو اس پر، اگر نہیں تو اسی کہنے والے پر (یہ حکم لگے گا)"۔

(ب) امام بخاریؒ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت سے دوسری حدیث نقل کی ہے کہ "جب کوئی شخص کسی شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگاتا ہے، تو وہ فسق یا کفر کہنے والے پر لوٹتا ہے، اگر دوسرا شخص ایسا نہیں ہے"۔

(ج) بخاری و مسلم دونوں نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے یہ روایت بھی لکھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو شخص کسی کو کافر کے لفظ کے ساتھ پکارے، یا اللہ کا دشمن کہے، اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ (یعنی ”کافر“ یا ”خدا کا دشمن“) اسی کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے“۔ (یعنی وہ خود کافر یا خدا کا دشمن ہو جاتا ہے)۔

(د) ایک حدیث جس کو دارمی نے مرسلا روایت کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں کہ ”تم میں جو فتویٰ دینے میں جری (زیادہ جرأت مند) ہے، وہ آگ میں جانے پر (اس سے زیادہ) جرأت مند ہے“۔

اس حدیث شریف کا حوالہ احمد رضا خان نے بھی اپنی کتاب سبحٰن السبوح کے شروع میں ص ۲ پر حاشیہ میں دیا ہے کہ ”حدیث شریف میں ہے کہ "اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار" اور ہماری دی ہوئی اوپر والی حدیثوں کو اس نے بھی مختلف مقامات پر صحیح مانا ہے۔

یہ وعیدیں اُس رحمۃ للعالمین ذاتِ مبارکہ کی طرف سے ہیں، جو مسلمانوں پر انتہائی مشفق و مہربان اور رؤف و رحیم ہے۔ ان کے الفاظ دیکھ کر ہر ایک مسلمان کا کلیجہ کانپ جانا چاہئے۔ اور کسی پر کلمہ کفر یا اللہ اور رسول کے دشمن یا گستاخ کے الفاظ کو ہی اپنی لغت سے نکال دینا چاہئے۔ ہر ایک اپنے ایمان کی فکر کرے۔ دوسرے کا معاملہ اس خدا کے سپرد کرے، جو دلوں کا بھید جاننے والا، اور نیتوں کا بھی جاننے والا ہے، اور جس کو ہی بندوں کا حساب کتاب لینا ہے۔ ہماری اپنی ہی خیر سے گذر جائے، تو اس غفور و رحیم کے کروڑوں اربوں احسان۔

مسلمان کہلانے والے کو مسلمان ہی رہنے دیا جائے

ساتھ ہی یہ نکتہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے، کہ مسلمانی اور ایمان کا معاملہ زیادہ تر اللہ اور بندے کے درمیان میں رہتا ہے۔ اس لئے شریعت میں بڑی وسعت سے کام لیا گیا ہے۔ اور اصول یہ رکھا گیا ہے، کہ جو شخص کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور عملی طور پر مسلم معاشرے کا فرد بن کر رہتا ہے، اور بنیادی عقائد میں اس کا ایسا کھلا انحراف سامنے نہیں آتا، تب تک اس کو مسلمان ہی رہنے دینا چاہئے۔ مشکوۃ شریف میں شروع میں ہی باب الایمان میں نمبر ۱۰ پر بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ ہیں کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ من صلّی صلوٰتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا ذالک

المسلم الذی...... الیٰ آخر۔ یعنی ”جو کوئی ہماری جیسی نماز پڑھے (یا ہمارے ساتھ نماز پڑھے) اور ہمارے قبلے کی طرف رخ کرے، اور ہمارا ذبح کیا ہوا کھائے، وہ مسلمان ہے، اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے عہد و امان (اور ذمہ داری) میں ہے۔ تو پھر جس کو اللہ نے اپنے امان میں لیا ہے، تم اس کے عہد کو نہ توڑو“۔

شاہ آغا سرہندی کی ایک عملی مثال

ہمارے علماء اور مشائخ نے شروع سے ہی اس حدیث کی وسعت کو مدنظر رکھا ہے۔ اور کلمہ گو اور اپنے کو مسلمان کہنے والے مسلمان کی کشادہ دلی سے رعایت کی ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال پیش کی جاتی ہے۔

سندھ میں حیدرآباد سے تقریباً تیس کلومیٹر جنوب میں نقشبندی مشائخ کی ایک درگاہ ٹنڈو سائیں داد کے نام سے مشہور ہے، جو شروع سے سچے صوفی مشائخ کا مرکز رہی ہے۔ ۱۹۳۸ میں اس درگاہ کے شیخ، وقت کے جید عالم حضرت شاہ عبداللہ جان سرہندی عرف شاہ آغا نے اپنے دوسرے حج کے واقعات اور حالات اور مسائل پر مشتمل ایک کتاب ”ہدایت الحج“ کے نام سے سندھی میں لکھی۔ کتاب ۴۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ پیر صاحب نے پہلا حج ۱۹۱۸ میں کیا تھا۔ جب شریف کی حکومت تھی۔ سب مقبرے قائم تھے۔ وہ خود صفحہ ۳۱۳ پر کچھ زیارتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ پہلی دفعہ بزرگوں کے مقبروں کی شناخت کی وجہ سے اولیاء اور مشائخ کی زیارت سے خاص قلبی سکون محسوس ہوا۔ اس دفعہ سعودی حکومت کی طرف سے سب مقبرے زمین بوس دیکھے۔ علماء و مشائخ کی قبروں پر شناخت کے نشان پتھر وغیرہ بھی نہ تھے۔ اس پر اپنی دلی کوفت کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ اور اپنے اختلاف کا بھی۔ لیکن سعودی اماموں کے پیچھے نماز کے بارے میں صفحہ ۲۲۷ پر کیسا وسیع اور محتاط عالمانہ رویہ اپناتے ہیں، یہ ان کے الفاظ میں دیکھئے:۔

”کچھ لوگ نجدی پیش امام کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے کہ وہ وہابی ہیں۔ مجھے یہ بات پسند نہیں آتی تھی۔ اور میں کہتا تھا کہ ایک تو خاص اس امام، جو اگرچہ نجدی ہے، لیکن اس کے کفر یا اعتقاد کی خرابی ہمارے پاس شرعاً ثابت نہیں ہے۔ ہر ایک کا ضمیر اور اعتقاد اپنا ہے، اگرچہ وہ کسی ملک اور کسی قوم سے ہوں، ہم کو ”من صلّی صلوٰتنا و استقبل قبلتنا فھو مؤمن“ (کی حدیث اور حکم) پر عمل کرنا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کے معنی یہ ہوں

گئے کہ امتِ محمد کریم ﷺ کے اتنے مسلمانوں کی نماز کو فاسد اور ناجائز یا مکروہ تحریمی قرار دیا جائے۔ اتنی مخلوق کی نمازوں پر ایسا حکم لگانا اور صرف اپنی نماز کو جائز اور صحیح سمجھنا کتنی بڑی جرأت اور گستاخی ہے۔ مسلمانوں کی نماز اور حج کو خراب کہنا، مسلمانوں پر بدظنی کرنا، جماعت کے ثواب سے محروم رہنا، اور مسجد الحرام کی ایک لاکھ نماز جیسی فضیلت والی نماز چھوڑ کر اپنے گھروں پر نماز پڑھنا، اپنے نفس کو افضل اکمل اور اتقیٰ جاننا، غور تو کرو کہ ایک شبہ کی وجہ سے کتنے یقینی گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑ رہا ہے، اور کتنے بڑے ثواب سے محروم ہونا پڑتا ہے"۔

سعودی اقدام سے ہر طرف عام ہیجان

قارئینِ کرام کو ہم یاد دلا دیں، کہ سلطان عبدالعزیز بن سعود کا حرمین شریفین پر ۱۹۲۴ء میں قبضہ ہوا، تو انہوں نے سب مقبرے گرا دئے تھے۔ جس پر پورے عالم اسلام میں ایک عام ہیجان پیدا ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں اس کے خلاف سب سے زیادہ طوفان پیدا ہوا۔

علماء دیوبند کا بھی عدم اطمینان

اس احتجاج میں سب مسلمان شامل رہے۔ سعودی حکومت کے اس اور دوسرے کچھ سخت اقدام کو برِ صغیر کے تقریباً سب طبقوں نے ناپسند کیا۔ حتیٰ کہ حکومت کے استحکام کے بعد جب سلطان عبدالعزیز نے ایک بین الاقوامی اسلامی وفد کو حج کے موقع پر بلایا، تو اس میں ہندوستان کی طرف سے وفد میں شامل دیوبندی عالم مولانا شبیر احمد عثمانی نے اپنے وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے سب کے سامنے سلطان سے اپنے اختلافات کا برملا اظہار کیا، جس میں مقابر کے انہدام، تقلید، مقاماتِ مقدسہ کے تقدس کے بارے میں ان کے عمل اور خیالات وغیرہ پر کھل کر اظہار کیا۔ یہ سب کچھ رکارڈ پر موجود ہے۔

لیکن کہیں بھی اس کو کفر نہیں مانا گیا

دنیا بھر کے دوسرے ممالک میں بھی ان اقدام پر احتجاج ہوا، اور اختلافات کا برملا اظہار بھی۔ لیکن کسی نے بھی ان اقدامات یا ان کے حنبلی مسلک کے اختلاف کی وجہ سے نہ ان کو کافر کہا، نہ حج کے حکم کے ساقط ہونے کا فتویٰ دیا، اور نہ ان کے پیچھے نماز نہ ہونے کا فتویٰ دیا۔ کیونکہ ان انتہائی اقدام کے لئے جو شرائط، اور بنیادی عقائد میں انحراف کے واضح ثبوت چاہئیں، وہ ان کے کسی قدم، یا عمل یا کتاب سے ثابت نہیں ہو رہا تھا۔ اور نہ کوئی بریلوی بھی

اس وقت سے آج تک یہ لکھ سکا ہے، کہ ان نجدیوں کی فلاں فلاں کتابوں کی فلاں فلاں عبارتوں سے ان کے جو فلاں فلاں عقائد واضح طور پر ثابت ہوتے ہیں۔ ان کی بنا پر وہ اسلام سے خارج ہیں۔ ان کا حرمین شریفین پر غلبہ کفار کا غلبہ سمجھا جائے گا، اور ان کے ہوتے ہوئے حج کا فرض بھی ساقط رہے گا۔ اور ان کے پیچھے نماز بھی ادا نہیں ہوگی۔

حج کو ساقط رکھنے کا انوکھا بریلوی فتویٰ

اس بارے میں بریلی میں موجود احمد رضا خان (متوفی ۱۹۲۱ء) کے بیٹوں اور جانشین علماء نے دنیا جہاں سے الگ تھلگ ایک زوردار مہم شروع کی، کہ نجدی وہابی رسول خدا ﷺ، صحابۂ کرام اور اولیاءِ کرام کے گستاخ اور دشمن اور صریح کافر ہیں۔ لہٰذا ان کے تسلط کے دوران حج کا فرض ساقط رہے گا۔ سب مسلمانوں کو چاہئے، کہ ہر ممکن طریقہ سے ان کے تسلط کو ختم کرنے کی سوچیں۔ حج پر قطعی نہ جائیں، کیونکہ اس طرح ان کی مالی مدد ہوتی ہے، جس کو ہم روکیں گے، تو وہ دھڑام سے گر جائیں گے۔ اس طرح حج پر جانا کفریہ حکومت کی مدد کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کے خلاف دنیا بھر میں زوردار مہم چلائی جائے، ان کے مخالفوں کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں تو یہ اس وقت ہر ایک مسلمان کی سب سے اہم ذمہ داری اور دینی خدمت گنی جائے گی۔ یہ کتاب "تنویر الحجة لالتواء الحجة" کے نام سے شائع ہوئی۔ جس کے اوپر کے صفحہ کا فوٹو عکس ہم پیش کر رہے ہیں۔ اسی سے اس کے مضمون کا اندازہ ہو جائے گا۔ اندر دیکھیں گے، تو پوری کتاب میں ان کے عقائد کے فساد کے بارے میں کوئی چھوٹا سا بھی حوالہ نہیں۔ صرف الم غلم الزامات ہیں۔

تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے، کہ یہ مہم ان کے مزید رسائل، اخبارات، مضامین، تقاریر وغیرہم میں انتہائی شدت کے ساتھ کافی عرصہ جاری رہی۔ لیکن دلائل وہی الم غلم ہی رہے۔

حرمین میں باجماعت نماز ادا نہ ہونے کا فتویٰ

حد تو یہ ہے کہ ان کا بالکل یہی رویہ آج تک جاری ہے۔ تازہ ۱۹۸۵ء میں ایک صاحب نے پاکستان بھر کے مختلف اہم بریلوی مراکز کو خط کے ذریعہ یہ سوال بھیجا، کہ حج اور عمرہ پر جانے والے مسلمان سعودی اماموں کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں۔ تو ۴۸ اہم اداروں میں سے ۴۷ نے جواب میں یہی لکھا، کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ اگر پڑھنی ہی پڑے، تو

اس کو لوٹایا جائے۔ اتنے اہم فتویٰ میں بھی ان میں سے کسی نے کسی حوالہ سے یہ نہیں لکھا، کہ فلاں فلاں بنیادی عقائد کے اختلاف اور فلاں فلاں واضح کفریہ عبارتوں کی وجہ سے نماز نہیں ہوگی۔ بلکہ ہر ایک نے الم غلم قصوں کہانیوں اور الزامات کا حوالہ دے کر اتنا بڑا اہم فیصلہ دیا ہے۔

مثلاً یہ کہ اعلیٰ حضرت نے ان کو کافر مرتد کہا ہے، سردار احمد لائلپوری نے ناجائز کہا ہے، ابوالبرکات سید احمد نے کہا ہے کہ ان کے عقائد فاسد ہیں، وہ دنیا کو مشرک سمجھتے ہیں، وہ حضور کریم ﷺ کے گستاخ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ تعجب یہ ہے کہ اکثر نے صرف یہ دلیل دی ہے، کہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کی روشنی میں سعودی بدعقیدہ ہیں۔ اور ان کی اقتداء جائز نہیں۔ صرف ایک مفتی رب نواز خان اجمیری، حیدری مسجد کاموں کے نے یہ دلیل دی ہے کہ "جناب پیر مہر علی شاہ آف گولڑہ شریف کے صاحبزادہ بابو جی صاحب سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ "حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسجدِ نبوی میں امامت مروان کرواتا تھا، اور امام حسنؓ ان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ یہ نجدی مروان سے برے نہیں اور ہم امام حسنؓ سے زیادہ پرہیزگار نہیں"۔ بابو جی صاحب نے بائیس حج کئے۔ اور نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔

یہ فتوے اصل کے عکسوں سمیت کتابی شکل میں

یہ سارے فتوے مکتبۂ حنفیہ گوجرانوالہ کی طرف سے کتابی شکل میں "رضاخانیت اور تقدس حرمین" کے نام سے اصل سوال اور جوابی فتوؤں کے اصل کے فوٹو اسٹیٹ عکسوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ جن کو پڑھ کر افسوس بھی ہوتا ہے، اور تعجب بھی۔ جب کہ محتاط اور ذمہ دار عالم کی اس بارے میں کیا ذمہ داری اور رویہ ہونا چاہئے، اس کی ایک بہترین مثال ہم تھوڑا پہلے حضرت پیر آغا شاہ کے حوالے سے پیش کر چکے ہیں۔ جو اس دور کا فتویٰ تھا، جب کہ ابھی عام ہیجان بھی تھا۔ سعودی کتابیں بھی ابھی منظرِ عام پر نہیں آئی تھیں۔ پھر بھی حسنِ ظن رکھا گیا۔

حقانی علماء وفقہاء کا احتیاط

بے احتیاطی کی ان چند مثالوں کے بعد پھر آیئے کہ اصل مسئلہ کی طرف چلیں اور دیکھیں، کہ کفر والے مسئلہ کی سنگینی کی وجہ سے جید علماء کرام وفقہاء عظامؒ نے کس قدر احتیاط کی

تاکید کی ہے اور بار بار کی ہے۔ بنیادی تاکید تو یہ ہے، کہ جب بالکل واضح طور پر بلکہ آفتاب کی طرح روشن حد تک بنیادی عقائد میں سے کسی عقیدہ کا کفریہ ہونا ثابت نہ ہو جائے، تب تک اس شخص یا گروہ کو مسلمان سمجھا جائے، اور باقی کا معاملہ اللہ اور بندے کے درمیان رہنے دیا جائے، اور ہر ایک شبہ کا فائدہ لازماً ملزم کو ہی دیا جائے۔ اس بارے میں ان کے یہ اہم بنیادی اصول ہر ایک کو ہر وقت ذہن میں رکھنے چاہئیں۔ جن کو متفقہ علیہ ہی مانا جاتا ہے، حتیٰ کہ کفر کے فتوؤں میں انتہائی بے باک بریلوی اعلیٰ حضرت بھی کہتے وقت ان سب نکات سے کوئی اختلاف نہیں دکھاتے۔

(الف) جب تک کسی کی کسی تحریر یا کلام میں سے اچھے مفہوم نکلنے کا امکان ہو، یا اس کے کفریہ ہونے کے بارے میں اختلاف ہو، یا اس میں کئی پہلو تو کفر کے نظر آتے ہوں، لیکن ایک پہلو ایسا بھی نظر آئے، جو اس کے ایمان کو ظاہر کرتا ہو، تو مفتی کو کفر کا فتویٰ نہیں دینا چاہئے۔

(ب) مشہور حنفی فقیہ عالم مُلّا علی قاریؒ "شرح فقہ اکبر" میں اس نکتے کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ "ہمارے علماء کا فیصلہ یہ ہے، کہ کسی کے لئے کفر کا فتویٰ دینے والے اسباب میں ایک سَو اسباب میں سے اگر ننانوے اسباب یا امکان کفر کی طرف جاتے ہوئے ملیں، لیکن صرف ایک احتمال کفر سے رکنے کی طرف جا رہا ہو، تو مفتی یا قاضی کو چاہیے، کہ اس ایک احتمال کو مدِنظر رکھ کر کفر کے فتویٰ سے اپنے کو روکے رکھے۔ کیونکہ ہزار کافروں کے کفر کے باقی رہ جانے کی خطا ایک مسلمان کو (کفر کے فتوے کے ذریعے) فنا کرنے کی خطا سے ہلکی ہے"۔ اس نکتہ پر فاضل بریلوی کو بھی مکمل اتفاق ہے آگے اس کے حوالے آئیں گے۔

(ج) علامہ صاحب تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں، کہ "یہ بات بالکل صراحت سے خیال میں رکھنی ہے، کہ جس شخص کی جس عبارت پر فتویٰ دیا جا رہا ہو، اس کا اپنی عبارت کے بارے میں ہر ایک تاویل یا وضاحت اور تشریح قبول کرنی ہوگی۔ (قارئین کرام یہ نکتہ خصوصی طور پر ذہن میں رکھیں)۔

ملزم کی اپنی تشریح قبول کرنی ہوگی

(د) کسی عبارت یا کلام پر کفر کا فیصلہ کرتے وقت اگر وہ شخص موجود ہے، تو سب سے پہلے اس سے اس کے اس قول کا مفہوم اور تشریح پوچھی جائے گی۔ اور وہ ہر حال میں قبول کی جائے گی، اور اس کی نیت پر شبہ نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ دل اور نیت کا معاملہ دلوں کے بھید

جاننے والے علیم وخبیر کے حوالے کیا جائے گا۔

مفتی خود کوئی اچھا ممکن مفہوم ڈھونڈھے گا

(۵) اگر وہ شخص موجود نہیں، تو خود مفتی کو ان امکانات پر غور کرنا چاہیے، جن سے اس شخص کی مسلمانی کو قائم رکھا جا سکے۔

اس قسم کے امکانات اور تاویلات کی کئی مثالیں مختلف علماء کی کتابوں میں موجود ہیں۔ بریلوی اعلیٰ حضرت نے بھی اپنی کتاب ''تمہید الایمان'' میں اس نکتے سے اتفاق کرتے ہوئے، صفحہ ۳۷ پر ایک مثال دی ہے، جو ہم تھوڑا آگے پیش کریں گے۔

احمد رضا خان کا بھی ان نکات سے مکمل اتفاق ہے

ان سب نکات پر اصل کتابوں کے حوالہ جات کے بجائے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بریلوی اعلیٰ حضرت کے ہی حوالے سے ان کو پیش کر دیں۔ تاکہ ان نکات کی اس طرح تصدیق ہو جائے، کہ عملی طور پر کفر کی توپ کا منہ ہر وقت کھولے رکھنے والے بھی علمی طور پر اس نکتے سے اتفاق کرنے پر مجبور ہوں۔ اصل بات اس طرح ہوئی کہ احمد رضا خان بریلوی نے جب اہم علماء دیوبند، اہل حدیث غیر مقلد، اور دوسرے سب غیر بریلوی علماء کے خلاف دھڑا دھڑ کفر کے فتوؤں کے خوب تابڑ توڑ حملے کئے، تو اعتراضات کے جواب میں، اس نے اپنی صفائی کے طور پر ۱۳۲۶ھ میں ایک کتاب بنام ''تمہید الایمان'' لکھی۔ جس میں یہ بتایا کہ واقعی کفر کے فتوے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے اور میں نے یہ احتیاط برتی ہے (یہ احتیاط کہاں تک رکھی ہے، اس کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا)۔

یہاں ہم اس کتاب سے وہ حوالہ جات درج کرتے ہیں، جن میں ہمارے اوپر بیان کئے گئے نکات اور حوالہ جات کی فاضل بریلوی نے حرف بہ حرف تائید کی ہے۔ خود اپنی طرف سے بھی تصدیق کرنے والوں کی سہولت کے لئے ہم بتادیں کہ ہمارے پاس اس کتاب کا مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور کا ۱۹۸۹ء کا چھپایا ہوا نسخہ ہے، جو ''حسام الحرمین'' کے ساتھ چھپوایا گیا ہے۔

(۱) اس کتاب میں صفحہ ۳۷ پر عبارت کے الفاظ یہ ہیں:-

''بلکہ فقہاء کرام نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان سے کوئی لفظ ایسا صادر ہو، جس میں سَو پہلو

نکل سکیں، ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں، اور ایک اسلام کی طرف، تو جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے، کہ اس نے کوئی خاص پہلو کفر کا ہی مراد رکھا ہے، ہم اس کو کافر نہ کہیں گے! کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے۔ کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہے۔ اور ساتھ ہی (یہ فقہاء) فرماتے ہیں، کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی کفر کا پہلو ہے، تو ہماری (مسلمان کی) تاویل سے اسے (حقیقتاً کوئی) فائدہ نہ ہوگا، (کیونکہ) اللہ کے ہاں تو وہ کافر ہی ہوگا''۔

(۲) آگے چل کر صفحہ ۳۹ پر علامہ ملا علی قاری کی کتاب شرح فقہ اکبر کا وہ حوالہ دیتا ہے جو ہم نے بیان کیا کہ ''اس تکفیر کے مسئلہ میں اگر ننانوے احتمال کفر کے ہوں، اور ایک احتمال کفر کی نفی میں ہو، تو مفتی اور قاضی اس نفی والے احتمال پر عمل کرے (اور کفر کا فتویٰ نہ دے)''۔

(۳) اس کے فوراً بعد صفحہ ۴۰ پر فتاویٰ خلاصہ، جامع الفصولین، محیط، اور فتاویٰ عالمگیری کی عربی عبارت دیتے ہیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے:- ''اگر کسی مسئلہ میں کفر واجب کرنے والے اسباب بھی ہوں، اور ایک سبب کفر کی نفی کرنے والا بھی ہو، تو پھر مفتی اور قاضی کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس (نفی والے) سبب کو مدِ نظر رکھے اور کفر کے اسباب (کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی بنا پر) کفر کا فتویٰ نہ دے۔ اور مسلمان کے لئے حسنِ ظن رکھے۔ اس حالت میں اگر کہنے والے کی نیت بھی اسی طرف ہوگی۔ جس میں کفر نہیں ہے، تو وہ بہر حال مسلمان ہے ہی؛ اور اگر اس کے خلاف ہوگی، تو بھی مفتی کی فتویٰ سے اس کو حقیقی فائدہ نہ ہوگا (اللہ پاک کے پاس)''۔

(۴) اسی کے ساتھ اسی صفحہ پر فتاویٰ بزازیہ، بحر الرائق، مجمع الانہار، حدیقہ ندیہ، تاتار خانیہ، سل الحسام، تنبیہ الولاۃ وغیرہا کی عربی عبارت لکھی ہے، جس کا ترجمہ یہ ہے:-''احتمال ہوتے ہوئے کفر نہ لگایا جائے گا۔ کیونکہ کفر سزا کی انتہا ہے، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ جرم بھی انتہا کا ہو اور (کسی اچھی) احتمال کے ہوتے ہوئے انتہائی سزا نہیں دی جا سکتی''۔

(۵) اسی سے متصل فتاویٰ کی مشہور کتب، بحر الرائق، تنویر الابصار، حدیقہ ندیہ، تنبیہ الولاۃ، سل الحسام وغیرہ کی عربی عبارت لکھی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: ''جس کلام میں کسی اچھے احتمال کرنے کی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے، اس میں کسی مسلمان کے لئے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا''۔

تھوڑا ہی آگے صفحہ ۴۱ کے آخر میں ''حدیقہ ندیہ'' کی عربی عبارت لکھ کر اس کا ترجمہ بھی

خود ہی یہ لکھتے ہیں:۔ ”یعنی کتب فتاویٰ میں جن الفاظ پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے، ان سے مراد وہ صورت ہے، کہ قائل نے کفر کا پہلو ہی مراد لیا ہو، ورنہ کفر نہیں“۔

(۶) اسی کتاب تمہید الایمان میں آگے چل کر ص ۴۶ سے ۴۸ تک خود اپنی مثالیں گنوائی ہیں، کہ ہم نے اپنی فلاں فلاں کتابوں میں فلاں فلاں لوگوں پر ستر ستر، اسی اسی، نوے نوے کفر کے الزام لگائے، لیکن ہر ایک جگہ آخر میں لکھا، کہ ان پر ان الزامات کے باوجود کفر کا حکم نہیں لگاتے، بلکہ کف لسان (خاموش رہنے) کی تلقین کرتے ہیں اور یہی زیادہ صحیح ہے، کیونکہ لزوم اور التزام میں بہرحال فرق ہے۔ یعنی کسی قول کا کفریہ کلمہ ہونا اور بات ہے، اور اس کے قائل کو کافر کہنا (اور کفر کا فتویٰ لگانا) اور بات ہے۔ ہم کفر کا فتویٰ دینے میں احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، اور جب تک کہ ضعیف سا ضعیف احتمال بھی ملے گا، کفر کا حکم جاری کرتے ڈریں گے“۔

ایسے امکان یا احتمال کی تلاش

اب جبکہ اس نکتہ پر سب فقہاء کا مکمل اتفاق ثابت ہوگیا، کہ مفتی کو خود کوئی اچھا احتمال اور امکان ڈھونڈھنا چاہئے، تو اس کے دو طریقے ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ اگر وہ شخص موجود ہے، تو خود اس سے اس کے اس قول کا مفہوم اور تشریح پوچھی جائے گی، اور وہ ہر حال میں قبول کی جائے گی۔ اس کی نیت پر شبہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ دل اور نیت کا معاملہ دلوں کے بھید جاننے والے علیم وخبیر کے حوالے کیا جائے گا۔ (کیونکہ کفر وایمان کی سزا اور جزا کا حساب بھی اسی ذات پاک کے ہاں ہونا ہے) جیسا کہ اوپر والے عنوان میں (د) کے تحت ملا علی قاری کا قول بیان ہوا۔

دوسرا یہ کہ اگر وہ شخص موجود نہیں، تو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے پاسبان اور وارث مفتی کو اس بارے میں فیصلہ دیتے وقت حتی الامکان یہ خود غور کرنا ہوگا، کہ اس عبارت میں ایسے کون سے امکانات اور احتمالات ہوسکتے ہیں، جن کی رو سے اس شخص کی مسلمانی کو برقرار رکھا جاسکے۔ اس نکتہ کو پھر ذہن میں رکھیں، کہ خود مفتی کو ان امکانات پر خوب غور کرنا اور سوچنا ہوگا، جن سے ایسا مفہوم نکالنا ممکن ہو، جس سے ملزم کی مسلمانی کو بچایا جاسکے۔ اور کفر کی سزا سے بچایا جاسکے، کہ یہ ایک مسلمان کے لئے سزا کی انتہا ہے۔

احمد رضا خان کی اپنے لئے ایسی مثال

احمد رضا خان نے ان امکانات کو ڈھونڈھنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ، اسی کتاب تمہید الایمان میں صفحہ ۳۷ سے اپنی طرف سے اپنی ایک ایسی مثال بھی بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ”مثلاً ایک شخص نے اپنے لئے قطعی یقینی علم غیب جاننے کا دعویٰ کیا، تو مفتی سوچے گا، کہ اس دعوے کے کیا کیا معنی اور پہلو ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے آپ کو غیب دان سمجھتا ہے، کہ اس کو غیب کا علم دیا گیا ہے۔ تو یہ قطعی کفر ہے، کیونکہ غیب اللہ کی ہی صفت ہے۔

لیکن مفتی کو کفر کے فتوے دینے سے پہلے دوسرے اچھے مفہوم کے امکانات پر بھی سوچتے ہوئے، یہ بھی سوچنا ہوگا، کہ ممکن ہے کہ اس کا یہ مطلب ہو، کہ اس کو یہ علم جنون کے بتانے سے یا نجوم کے حساب سے، یا پانسہ پھینکنے سے، یا فال نکالنے سے یا حاضرات سے یا.......... تو یہ سب پہلو کفریہ ہوئے۔ لیکن ایک یہ امکان بھی ہے، کہ اس کا یہ مطلب ہو، کہ اس کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیم سے کچھ غیبی باتوں کا قطعی یقینی علم ہے۔ جیسے ملائکہ، جن، قیامت، قبر کی زندگی، قرب قیامت کے حالات وغیرہ: تو اکیس میں سے بیس امکانات تو واقعی کفریہ ہیں، لیکن ان کے باوجود ایک احتمال یا پہلو جائز اسلامی بھی نکالا جاسکتا ہے، یا یہ پہلو نکالنا ممکن ہے، تو مفتی کو فیصلہ دیتے وقت اس اچھے امکان یا پہلو کو مدنظر رکھنا ہوگا، اور اس پر کفر کے فتوے سے پرہیز لازم ہوجائے گا۔

دوسری مثال

اعلیٰ حضرت نے سنہ ۱۳۱۶ھ میں ایک کتاب ”برکات الامداد“ کے نام سے لکھی۔ اس میں بھی اس نے دل کھول کر دہائیاں دے کر یہ شکایات لکھی ہیں، کہ دیوبندیوں کی طرف سے اولیاء اللہ سے حاجتیں مانگنے پر کفر کے الزام لگائے جاتے ہیں۔ اس پر جوش میں آکر پورے ایک صفحہ ۲۲ سے اس طرح جرح شروع کرتے ہیں کہ کلمۂ لا الٰہ پڑھنے والوں پر بدگمانی حرام، اور ان کے کلام کو خواہ مخواہ معاذ اللہ کفر کے معنی کی طرف ڈھال لے جانا قطعاً کبیرہ گناہ ہے.......... ہمارے علماء کرام کا فرمان ہے، کہ ایک کلمہ گو کے کلام میں ننانوے معنی کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی نکلے، تو واجب ہے، کہ اس تاویل کو اختیار کریں، اور اسے مسلمان رہنے دیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ”الاسلام یعلوا ولا یعلیٰ“ اسلام

غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا...... اپنی طرف سے ایک ملعون، مصنوع،...... احتمال گھڑیں، اور اپنے کو علم غیب اور دلوں کا حال جاننے والا سمجھ کر زبردستی وہ ناپاک مفہوم مسلمانوں کے سر لگائیں! کیا قیامت نہیں آئے گی؟ اور اس کا حساب نہ ہوگا؟" (نوٹ: اعلیٰ حضرت کی اپنے بارے میں تڑپ کے یہ الفاظ دیکھیں اور خود اپنا عمل آئندہ مختلف جگہوں پر دیکھیں گے)۔

تیسری مثال

اس بارے میں فقہ کی مشہور کتابوں میں مثلاً درالمختار میں "باب المرتد" میں ہے، کہ "ایک طالب علم کے سامنے نبی اکرم ﷺ کی حدیث بیان کی گئی، اس پر طالب علم نے کہا کہ کیا سب احادیث سچی ہیں کہ ان پر عمل کیا جائے۔ طالب علم کے اس جملہ کا ایک اچھا احتمال یہ بھی لیا جا سکتا ہے، کہ اس کی مراد یہ ہو، کہ کسی حکم کے ثبوت میں صحیح یا حسن حدیث پر ہی عمل کیا جاتا ہے، ضعیف پر نہیں۔ یا یہ مطلب ہو کہ منسوخ حدیث پر عمل نہیں کیا جاتا اور اس سنی ہوئی حدیث کو وہ ضعیف یا منسوخ سمجھتا ہے"۔ (اس لئے اس پر کفر کا حکم نہیں لگے گا)۔

واضح رہے کہ یہ دونوں نیک مفہوم یا تاویل خود مفتی کی طرف سے نکالنے کی بات ہو رہی ہے۔ اس طالب علم کی طرف سے صفائی کی کوئی بات نہیں ہو رہی۔ یعنی صاف بات میں بھی علماءِ کرام کو خود اچھے تاویل سوچ کر مسلمانوں کو کفر سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

ملزم کی سب تحریروں کو پرکھنا اور ڈھونڈھنا لازم ہوا

قارئین کرام خوب اچھی طرح یہ نکتہ ذہن میں رکھیں، کہ خود اعلیٰ حضرت بریلوی کے قول کے مطابق بھی کسی پر کفر کا حکم دینے میں یہاں تک احتیاط لازمی ہے، کہ مفتی خود بھی اس معاملے کے اچھے امکانات ڈھونڈھے۔ حسن ظن رکھے۔ بدگمانی سے بچے۔ نو میں سے ایک احتمال بھی اسلام کی طرف جاتا ہو، تو لازماً اسی کو اختیار کرے، اور اگلے شخص کو مسلمان ہی رہنے دے۔ جب غائب ملزم کے بارے میں مفتی کو اتنے احتیاط رکھنے لازم ہیں، تو کسی صاحب تحریر عالم کی کسی عبارت کا فیصلہ کرتے ہوئے، یہ بات خود بخود بدرجہا لازم ہو جاتی ہے، کہ اس شخص کی دوسری تحریرات میں اس مفہوم کو خوب تلاش کیا جائے، اور دیکھا جائے، کہ اس معاملے میں اس کی دوسری جگہوں پر تشریحات، عام عقائد، اور مجموعی کردار اور عام شہرت کیا

ہے۔ یہی مسئلہ کسی دوسری جگہ بھی بیان ہوا ہے یا نہیں، اور وہاں کس طرح ہے۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کی چھان بین ان احتمالات اور امکانات کے مقابلے میں تو عینی گواہ کی حیثیت رکھے گی، جن احتمالات کے خود ڈھونڈھنے کی ہر ایک مفتی پر ذمہ داری رکھی گئی ہے، اور اعلیٰ حضرت نے بھی اس کو لازم قرار دیا ہے۔

ادھوری عبارت سے علامہ اقبال کافر بن گیا

اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ اقبالؒ کی اسلام، اس کے پیغام، اس کی عظمت کے ساتھ لگاؤ، اور رسولِ عربی ﷺ کے ساتھ محبت مثالی ہی کہی جا سکتی ہے۔ اس کی ایک مشہور نظم "شکوہ، اور جواب شکوہ" نے خوب عام شہرت حاصل کی۔ اس میں پہلے شکوہ کے طور پر آج کے عام مسلمان کی پریشانی اور اس سے دل میں ابھرنے والے شکوک اور شکایتیں پیش کیں، کہ اے اللہ ہم نے یہ یہ کام انجام دیئے، تیرے دین کی یہ یہ خدمتیں کیں، پھر بھی ہم سے یہ رویہ کیوں ہے، کہ سب کچھ غیروں کو مل رہا ہے، اور ہم ان کے ہاتھوں حیران پریشان ہیں۔ پھر فطری طور پر اس پریشان حال کمزور انسان سے یہ شکوہ بھی زبان پر آ ہی گیا کہ غیروں کے مقابلہ میں ہم کو جو مل رہا ہے اس کو بخیلی ہی کہا جا سکتا ہے، رزاقی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ شکوے انتہا کو پہنچا کر، علامہ صاحب نے "جواب شکوہ" میں اللہ پاک کی طرف سے جواب پیش کیا ہے۔ کہ جس دور کی تو بات کر رہا ہے، تب تو بھی وفادار باعمل مسلمان تھا، تو ہم نے بھی تیرے ساتھ یہ یہ عنایتیں کیں، اور یہ یہ رفعتیں بخشیں۔ اب تو رہ ہی کیا گیا ہے۔ کہ تیرے ساتھ عنایتیں ہوں۔ تو پھر محمد عربی ﷺ کے دین کا وفادار بن جا، ہم یہ جہاں تو کیا، لوح و قلم تجھے بخش دیں گے۔ اس نظم نے اس زمانہ میں دھوم مچا رکھی تھی۔ مسلمانوں کو آئینہ دکھانے اور ان میں نئی دینی حرارت پیدا کرنے کے لئے اس کو وقت کا سب سے مؤثر پیغام مانا گیا۔ علماء وعظ و تقاریر میں اس کے حوالوں سے دلوں میں ولولہ پیدا کر دیتے تھے۔ ان ہی سے سنتے کئی شعر ہم کو بھی یاد ہو گئے۔ پورا بعد میں پڑھا۔

لیکن کسی نے ازراہِ مذاق یا ان کا علمی اثاثہ پرکھنے یا ان کی کفریہ مشین کی کارکردگی پرکھنے کے لئے اس وقت مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب اور بریلویوں کے امام المحدثین مولانا دیدار علی الوری کو صرف شکوے والے کچھ اشعار کا حوالہ دے کر پوچھ لیا، کہ علامہ اقبال اللہ کی شان میں ایسے گستاخانہ شعروں کی وجہ سے مسلمان رہے؟ ادھر سے فوراً واضح کفر کا فتویٰ جاری

ہوگیا۔ جس میں ارشاد فرمایا گیا کہ: ''لہٰذا جب تک ان کفریات کا قائل ان اشعار سے توبہ نہ کرے، اس سے ملنا جلنا تمام مسلمان ترک کرلیں ورنہ سخت گناہگار ہوں گے''۔ اس سے علامہ صاحب کو اتنا صدمہ اور مفتی صاحب کے علم پر اتنی مایوسی ہوئی، کہ اس نے فارسی کے چار برجستہ اشعار کہہ دیئے۔ جن کا خلاصہ یہ تھا کہ: ''آلور کی سرزمین ہی ایسی ہے کہ اس سے علم وفہم پیدا ہی نہیں ہوتا، یہ تخم وہاں ڈالا بھی جائے، تو انسان کی بجائے گدھے ہی پیدا ہوں گے''۔ یہ نظم اب تک روزگارِ فقیر میں موجود ہے۔ (لیکن بریلوی سمجھنے والی مخلوق تھوڑا ہی ہے!)۔

اور ملحد، زندیق، خدادشمن بھی قرار دیا گیا

۱۹۴۲ء میں بریلویوں کی طرف سے کفریہ فتوؤں کی دائرۃ المعارف جیسی ۴۷۶ صفحات کی ایک کتاب چھپی۔ جس کا نام ''تجانب اہل السنت'' تھا۔ اس میں اس انتہائی فعال اور متحرک دور کی تقریباً سب ہی مسلم تنظیموں، سیاسی، سماجی، معاشرتی تحریکوں، اور شخصیتوں کو چن چن کر، ہر ایک پر دل کھول کر کفریہ الزامات اور فتوے لگائے گئے۔

اس کتاب میں پھر صفحہ ۳۳۴ سے ۳۴۶ تک بارہ صفحات میں ڈاکٹر صاحب کی اسی نظم اور بالِ جبرئیل اور بانگِ درا کے ایسے اشعار کے حوالے دے کر ڈاکٹر صاحب کی خوب خبر لی گئی اور بارہ صفحات میں کم از کم بارہ بار کافر، زندیق، گستاخ وغیرہ بنا کر ہی دم لیا۔

شروع صفحہ ۳۳۴ سے اس طرح ہوتے ہیں، کہ اسی طرح نیچریت کے فلسفی ڈاکٹر اقبال نے اپنے فارسی اور اردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے۔ کہیں اللہ عزوجل پر اعتراضات کی بھرمار ہے، کہیں ...... ہے، کہیں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام اور اسلامی احکام اور عقائد پر تمسخر اور استہزاء اور انکار ہے۔ کہیں اپنی زندیقیت اور بے دینی کا فخر اور مباہات کے ساتھ کھلا اقرار ہے۔ ایسے واہیات الزامات لگاتے لگاتے صفحہ ۳۴۵ پر لکھتے ہیں کہ ''اگر ان اعتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں، تو قطعی معلوم ہوا، کہ انہوں نے کوئی دوسرا اسلام گھڑ لیا ہے۔ اور اسی کے مطابق وہ مسلمان ہوں گے''۔

اس کتاب کے الزامات، زبان، تہذیب اور ملزم شخصیتوں اور رفاہِ عامہ حتیٰ کہ کاروباری باہمی اتحاد کی بھی تقریباً سب جماعتوں پر کفر اور اسلام دشمنی کے حملوں کی پوری تفصیل آگے کی فصلوں میں آئے گی۔ وہاں پر ہی یہ بھی دیکھے گا، کہ اس پر کن جید بریلوی زعماء نے کن الفاظ میں اس کچرے کی تائید کی ہے، اور اس کو مکمل اسلامی لائحہ عمل قرار دیا ہے۔

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

اب اس جہالت اور اس پر ایسی جرأت کو کیا کہا جائے! واضح رہے کہ اسی کتاب میں اس طرح کچھ عبارتوں پر مولانا ابوالکلام آزاد، خواجہ حسن نظامی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، علامہ عنایت اللہ مشرقی، سرسید احمد، مولانا الطاف حسین حالی، مولانا شبلی نعمانی، مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہم اللہ علیہم پر اسی قسم کے الفاظ میں انتہائی نازیبا اور کفریہ الزامات اور انتہائی غیر مہذب الفاظ اور القاب استعمال کیے گئے ہیں۔ اس کی ایک مثال صفحہ ۱۰۴ پر حاشیہ میں دیکھیں، کہ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''خود لکھنو میں خارجیت کی تبلیغ کے ٹھیکیدار، ناصبیت کا منادی، وہابیت کا مبلغ، دیوبندیت کا پرچارک، ناپاک اخبار ''النجم'' کا ایڈیٹر، مرتد، عبدالشکور کاکوروی موجود ہیں، جو ردِ روافض کے پردے میں حضرات اہل بیت کو تبرے اور گالیاں سناتا ہے''۔ ہم آپ کو کیا بتائیں، کہ اس دور کے کن کن مصلح، مبلغ، قوم کو بیدار کرنے والوں اور ولولہ انگیز قائدوں اور علم وعرفان کے کن بلند آسمانوں پر کیسے کیسے تھوکنے کی کوشش کر کے، اپنے چہرے کو کس طرح گندہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں ہر ایک صفحے میں گالیاں، الزام اور ہر ایک کے لئے زندیق مرتد، لعنہ اللہ کے الفاظ عام جام ہیں۔ یہاں تک کہ بریلوی حضرات بھی اس سے جان چھڑانے کے لئے یہ کہہ دیتے ہیں، کہ یہ محمد طیب داناپوری کی کتاب ہے، جس سے ہمارا واسطہ نہیں ہے۔ لیکن ایک تو یہ داناپوری صاحب حزب الاحناف کے فاضل ہیں۔ دوسرے اس کتاب کے آخر میں حشمت علی خان کا بھرپور تصدیق نامہ ہے کہ: ''میری اپنے تمام مخلص سنی بھائیوں کو شرعی وصیت ہے کہ اس فتوائے مبارکہ (پوری کتاب) کو اپنا دستور العمل بنائیں، اور اسی کو کھوٹا کھرا پرکھنے کا معیار بنائیں''۔ اس حشمت علی خان کو سب بریلوی آج بھی مظہرِ اعلیٰ حضرت کہتے ہیں، اور شیر بیشۂ اہل سنت لکھتے ہیں۔ دوسری طرف اعلیٰ حضرت کے مرشدانہ گھرانہ مادہرہ کے سید شاہ آلِ مصطفیٰ اور مسند نشین شاہ اولادِ رسول محمد میاں کی تفصیلی تصدیقات موجود ہیں۔ اور خود مصنف محمد طیب داناپوری بھی اپنے کو صدر المدرسین مدرسہ قاسم البرکات سرکارِ کلاں مادہرہ لکھتے ہیں، اور اس دور میں کہیں سے کسی بریلوی مرکز سے اس کتاب کے خلاف کوئی ہلکی سی آواز بھی نہیں اٹھی تھی۔ مزید تفصیل ''پاکستان کی تحریک اور بریلوی'' والی فصل میں دیکھیں۔

حالانکہ مکمل مضمون کی رو سے علامہ مرحوم شاعرِ مشرق ہی ہیں

بات طویل ہو رہی ہے، لیکن ایک بنیادی نکتہ اور بھی ذہن میں رکھنے کے لائق ہے۔ کہ کسی بات کا مجموعی تاثر یا صحیح نتیجہ اس پورے مضمون، اس کے سیاق و سباق، پسِ منظر، پیش منظر، اور پشتِ منظر (آخر کلام) نگاہ میں رکھنے کے بعد ہی نکالا جاسکتا ہے۔ مثلاً علامہ اقبالؒ کے اوپر والے حوالہ میں دیکھیں، تو اول پس منظر دیکھیں، کہ کس حالت میں کن خیالات یا کن حالات کو ذہن میں رکھ کر اول شکوہ لکھا گیا۔ بعد میں ان سب سوالوں سے ابھرنے والے سوالات، شبہات، شکووں شکایتوں کا ایک بھرپور اور مدلل جواب ''جوابِ شکوہ'' میں آ گیا۔ یہ دونوں اور ان کے بھی سب شعر، بمع اپنے اندر سمائے ہوئے بلند نکتوں اور دلیلوں کے ایک لاجواب مؤثر اور انتہائی دل نشین پیرائے میں آج کے مسلمانوں کے لئے ایک پیغام بن گیا۔ جب کہ صرف شکوے والے حصہ کے کافی شعر الگ کریں تو یقیناً کفریہ ہیں۔

سرسید بھی اسی طرح کافر اور ملحد بنائے گئے

اسی طرح سرسید احمدؒ پر نظر ڈالیں۔ خالص مسلمان، مسلمانوں کا دلی ہمدرد، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں کی دردناک تباہیوں پر حیران و پریشان و رنجیدہ، اس کے بعد انگریز، ہندو ملی بھگت سے سیاسی معاشی تباہی کی طرف دھکیل دیے جانے پر ہر دم پریشان اور ان کی خیر خواہی میں رات دن سوچنے والا، ایک نیک صفت نیک کردار مسلمان، یہ اس مردِ قلندر کا مجموعی تاثر ہے، حصولِ مقصد کے طریقوں میں اس سے غلطیاں بھی ہوئیں۔ مسلمانوں کی انگریز کے ہاں وکالت کرتے، اسبابِ بغاوتِ ہند لکھتے وقت، مسلمانوں کے لئے رائج علوم کا انتظام کرتے وقت، علی گڑھ کالج کا انتظام اور نصاب بناتے وقت اس سے غلطیاں بھی ہوئیں۔ جن پر تنقیدیں بھی ہوئیں، اور آج بھی کافی کچھ کہا جاسکتا ہے، ہندوستان کی حالت اور مغرب کی تہذیب بذاتِ خود دیکھنے کے بعد وہ اپنی سادہ لوحی سے جدید علوم اور ٹیکنالوجی اور مغربی فکر سے کچھ زیادہ ہی مرعوب ہو گئے۔ جس میں آ کر قرآن پاک کے خصوصاً معجزات کے عنوانات کی تشریحات میں اس سے کافی غلطیاں ہوئیں۔ جن کو بنیادی عقائد سے انحراف تک سمجھا بھی گیا، کہا بھی گیا۔ کافی حلقوں نے اپنے مزاج اور طرزِ تحریر کے تحت اس پر بھرپور تنقیدیں لکھیں۔ اس کو کفریہ عقیدہ کا بھی سمجھا گیا۔ لیکن یہ صرف لزوم کی حد تک رہا۔ سید

صاحب کے مجموعی اسلامی کردار، نماز، روزہ کی پابندی مسلمانوں ہی کی فکر میں رات دن مگن رہنا، اسلام اور مسلمانوں ہی کی فکر، امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی سربلندی کی لگن، حُبِ رسولؐ وغیرہ کی خوبیوں کی وجہ سے اس کو مسلمان ہی رہنے دیا گیا۔ التزام کے مرحلہ پر پہنچ کر باقاعدہ کفر اور اس کے کفر میں شک کو بھی کفر کا فتویٰ ہمارے علم کے مطابق کسی نے نہیں جاری کیا۔ یہ فقہاء کے اس قول کا عملی مظاہرہ تھا، کہ جب ایک مسلمان میں کئی پہلو یا کچھ پہلو (حتیٰ کہ ننانوے پہلو) کفر کے نظر آئیں، اور ایک پہلو اسلام کا ملے، تو اس کو مسلمان ہی رہنے دیں۔ اور یہ تھا اس صحیح حدیث پر عملی طور پر عمل کرنا، کہ ''من صلّٰی صلوتنا واستقبل قبلتنا ...... ذالک المسلم'' جو ہمارے جیسی (اور ہمارے ساتھ) نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے، ہمارا ذبیحہ کھائے، وہ مسلمان ہے۔

جب کہ بریلوی یاروں نے سرسید کو بھی مرتد، ملحد بنا کر ہی چھوڑا۔ اس کی مثالیں آگے آئیں گی۔ اعلیٰ حضرت نے تو اس کو ہر جگہ مرتد خبیث ہی کہا ہے۔

ایک عقلی دلیل۔ یہ کسی کو عاق کر دینے کی طرح ہے

یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے، کہ ایک مسلمان کو حکماً کافر قرار دے کر مسلم معاشرہ سے خارج قرار دینا، اس طرح ہے، جیسے اولاد کی کچھ غلطیوں پر اس کو عاق کر کے، اپنی قبیل سے خارج کر دینا ہوتا ہے۔ جس کے قبیح اثرات ہر ایک کو معلوم ہیں، کہ اب اس کے واپس آنے کی کوئی امید ہی نہ رہی۔ اب وہ قطعی آزاد، بلکہ بے لگام اور سب کچھ کر سکنے کے لئے نفسیاتی طور پر نہ صرف آزاد، بلکہ بعض اوقات انتقاماً بھی کچھ بھی کر گذرنے کے دائروں میں ہے۔ حالانکہ قرآن پاک میں سورۃ تغابن کی آیت نمبر ۱۴ میں جب یہ کہا گیا ہے، کہ تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں (یعنی تمہارا دین بگاڑنے کے کاموں کی وجہ سے)، تو یہ تو حکم ہے کہ فاحذروھم یعنی ان سے ہوشیار رہو (اپنے آپ کو بچاؤ)۔ لیکن ساتھ ہی تین طرفہ تاکید بھی ہے کہ و ان تعفوا و تصفحوا و تغفروا فان اللہ غفورٌ رحیم یعنی اگر تم معاف کرو، اور درگذر کرو، اور بخش دو، تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ یعنی یہ عفو درگذر اور بخشنا ایک ایسا کام یا رویہ ہوگا، جن سے تم کو اللہ کی بخشش اور رحمت حاصل ہوگی۔ حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اس کی تشریح میں بڑا حکیمانہ نکتہ لکھا ہے، کہ گھر بار کے ساتھ عفو و درگذر کی ترغیب ہے، جو یوں تو ہر وقت کی ضرورت اور مستحب ہے، لیکن بعض اوقات واجب ہوتی ہے، جب

کہ سزا یا سختی سے غالب امکان بے باکی اور بغاوت کا ہو۔

عفو درگذر سے اصلاح کی ایک مثال

علماء اور فقہاء کے لئے سب مسلمان اس کے کنبہ کے افراد کی طرح ہونے چاہئیں۔ جن کی ہر حال میں خیر خواہی اور ان کی غلطیوں پر عفو اور درگذر اور اپنے ساتھ ملا کر رکھنے اور صحیح وقت پر صحیح فہمائش اور اصلاح کی کوشش ان کا فرض منصبی ہونا چاہئے۔ اس مصنف کی دینی تربیت کے دور میں ایسی ایک مثال نے یہ نکتہ عملی طور پر ذہن نشین کرادیا۔ ایک نوجوان جدید تعلیم یافتہ، نہایت ذہین، دنیوی کتابوں کے مطالعہ کا بے حد شوقین بلکہ کتابوں کا کیڑا۔ مطالعہ کرتے کرتے نیاز فتحپوری کے رسالہ ''نگار'' اور دوسری کتابوں کا رسیا بن گیا۔ جمعہ عید اور کبھی کبھار دوستوں کے ساتھ نماز بھی پڑھے۔ اپنی مسلمانی پر فخر کرے، کہ کم بخت عیسائیوں اور ہندوؤں کا بھی کوئی دین ہے۔ لیکن اپنے بقول اپنے ملاؤں کے اندھیر کی بھی شکایت کرے، جو بہ قول اس کے اس سائنسی اور عقل کی دنیا میں بھی معجزوں کا مفہوم بھی نہیں سمجھ سکے۔ قبر کا عذاب بھی مانتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔

دوستوں پر برتری دکھانے کے لئے ایسی بحثیں بھی خوب بڑھ چڑھ کر کرے۔ قرآن پاک کو لاجواب عملی کتاب مانے، لیکن اس کی عام تشریح کو ملاؤں کی تنگ ذہنیت کہے۔ میں نے اپنے مربی مولانا سے یہ ذکر کیا۔ اور کہا، کہ یہ شخص بنیادی عقائد میں اتنے فتور آنے کے بعد مسلمان کیسے رہا؟ حضرت مولاناؒ نے کہا کہ جب قرآن کے ساتھ عقیدت ہے، اس کی تلاوت کرتا ہے، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کہہ رہا ہے، کبھی کبھی ہی سہی، لیکن نمازیں تمہاری مساجد میں تمہارے ساتھ پڑھ رہا ہے، تو اس کو اپنے ساتھ رہنے دو۔ اس سے بحث نہ کرو۔ یہ کلمہ پاک اور قرآن اس کو خود راہ راست پر لے آئے گا۔ یہ بھی فرمایا، کہ اولاد اور مسلمان کو اپنے ساتھ رکھنے میں بڑے تحمل اور درگذر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس میں رؤف و رحیم ہادی ﷺ والی شفقت کو نہیں بھولنا چاہئے، وغیرہ وغیرہ۔ مجھے یاد ہے، حضرت مولاناؒ نے خصوصی تاکید کی تھی، کہ اس کو کبھی کافر نہ کہنا اور نہ سمجھنا۔ مسلمانی بڑی چیز ہے۔ اور اس کی غیرت یہ لفظ کبھی برداشت نہیں کر سکے گی۔ خلاصہ کلام یہ، کہ وہ شخص آگے چل کر بہت اچھا سمجھدار، دوسروں کو سمجھانے والا مسلمان بنا۔ اور اچھوں اچھوں کے لئے قابل رشک مسلمان بنا۔ میں سمجھتا ہوں، کہ اگر میرا کہنا یا ناپختہ خواہش پوری ہوتی، اور حضرت مولانا بھی اس پر کفر کا

فتوی لگا کر، دوستوں کو اس کے خلاف اور الگ کر دیتے، تو نہ معلوم اس کے کیا اثرات ہوتے! آج کے علماء اور فقہاء خصوصاً بریلوی حضرات نہ معلوم یہ نکتہ کیوں بھولے ہوئے ہیں، کہ وہ اپنے علم اور تبلیغ میں پیغمبر ﷺ کے وارث ہیں، اسی کی مسند سنبھالے ہوئے ہیں، تو ان کو اسی کشادہ دلی، عفو اور شفقت و رحمت کی بھی وراثت سنبھالنی چاہئے۔

ہادی اعظم ﷺ کی شفقت کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے

جن کی رحمۃ للعالمینی ذات مبارکہ کے بارے میں قرآن پاک کا واضح فرمان ہے، کہ ''عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ (جن پر تمہاری تکلیف بہت بھاری لگتی ہے۔ بھلائی پر حریص ہے اور ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہیں)۔ آپ ﷺ کی مسلمانوں کے ساتھ رویہ کے بارے میں سورۃ آل عمران رکوع نمبر ۱۷ میں گواہی ہے کہ ''فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک'' (سو یہ اللہ کی رحمت ہی ہے، کہ تو نرم دل مل گیا ان کو، اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل، تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے، سو تو ان کو معاف کر، اور ان کے واسطے بخشش مانگ، اور ان سے مشورہ لے کام میں) اس رؤف رحیم ذات نے تو کھلے منافقوں کو بھی برداشت کیا، اور ان کو بظاہر مسلمان ہی رہنے دیا اور اپنے پاس سے نہیں ہٹایا۔ جب تک اور جن کے لئے وحی کا صاف حکم نہیں آیا، کہ اس پر جنازہ نہیں پڑھو، اس مسجد میں نہیں ٹھہرو وغیرہ۔ آپ ہی نے مسلمان کو مسلمان ہی رہنے دینے کے لئے وہ واضح حکم اور ہدایات دیں، جو ہم اس فصل میں شروع میں بیان کر آئے ہیں۔ جن کی صحت پر بریلویوں کو بھی مکمل اتفاق ہے۔

سب سے وسیع القلب ذات مبارکہ کو سب سے بہتر طور پر شفقت کے اثرات معلوم تھے، کہ انسان کو اپنے ساتھ جوڑے رکھو، تو وقت اور حالات کی لائی ہوئی کمی بیشی سے اس کے سدھرنے کے امکانات قائم رہتے ہیں۔ اس لئے صحیح حدیث کے تحت آپ نے مسلمانی کا دائرہ یہاں تک وسیع اور کھلا رکھا کہ جو ہمارے ساتھ ہماری طرح نمازیں پڑھتا ہے، اور ہمارے قبلہ کو قبلہ مانتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے، تو وہ مسلمانی کے دائرہ کے اندر ہے۔ مطلب واضح ہے کہ جڑے رہنے سے وقت یا حالات یا صحبتوں کے اثرات سے برائیوں کے زائل ہونے کے امکانات رہتے ہیں۔ دھتکار کر نکال دینے سے تو کوئی بھی امید باقی نہیں رہتی۔ اللہ پاک ہر ایک کو صحیح فہم دے۔ آمین۔

فصل دوم

صفحہ ۴۸-۵۹

کفر کے فتوے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے، یہ مسئلہ تقلیدی نہیں

جب کہ سب بریلویوں کے پاس اہم اختلافی مسائل میں اعلیٰ حضرت کی تقلید کے علاوہ کوئی دلیل نہیں۔ امام معصوم کا کردار دینے کی کوشش۔

اس معاملے میں سخت احتیاط کی ضرورت

قارئین کرام!
پچھلی فصل میں کفر کے فتوے کے مختلف پہلوؤں پر کافی تفصیل سے لکھنے کے بعد، اب ہم کو اطمینان ہے، کہ ایک درمیانہ پڑھا لکھا سمجھدار غیر جانبدار آدمی بھی یہ بخوبی سمجھ چکا ہوگا، کہ بریلوی اعلیٰ حضرت کو بھی سب قدیم علماء اور فقہاء سے اس نکتہ پر (تحریری طور پر ہی سہی، لیکن) اتفاق کرنا ہی پڑا ہے، کہ کسی مسلمان پر کفر کے فتوے لگانے میں کتنے محتاط اور خوب پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مانے ہوئے گمراہ فرقوں خارجیوں اور معتزلوں کے خلاف بھی قدیم مجتہد علماء اور فقہاء نے من حیث المجموع کفر کا فتویٰ جاری نہیں کیا۔ اور اسلامی تاریخ میں ہم کو کفر کا فتویٰ خال خال ہی ملتا ہے۔ اور کہیں کبھی کوئی جاری ہوا بھی، تو اس سے اختلاف کرنے والوں کی فہرست بھی کافی طویل نظر آتی ہے۔

یہ تقلیدی مسئلہ نہیں

اس مسئلہ کا دوسرا اہم پہلو بھی خاص طور پر ذہن میں رکھنے کے لائق ہے، کہ کسی کلمہ گو اور اپنے کو مسلمان سمجھنے اور کہلانے والے پر کفر کے فتوے لگانے کا مسئلہ تقلیدی نہیں ہے، کہ کسی پر کسی مفتی نے جاری کیا، تو دوسروں پر اس کی تقلید ضروری ہوگئی، بلکہ عام اصول مانا گیا ہے، اور اس پر عمل ہوتا آیا ہے کہ یہ کسی کا اس بارے میں اپنا اجتہاد اور فکر ہوتا ہے۔ کسی کو کوئی قول یا عبارت کسی ایک مفہوم کی طرف جاتی ہوئی نظر آئی، تو اس نے اپنا فیصلہ، یا فتویٰ یا رائے دے دی۔ دوسرے یا دوسروں کو وہ مفہوم نظر نہ آیا، تو قبول نہیں کیا۔ اس میں پوری دیانت کے ساتھ جو جس مفہوم پر قائم رہا، وہ اپنی جگہ صائب اور صحیح مانا جائے گا۔ کسی کے لئے نہ کوئی ملامت کی بات ہے، اور نہ اس کی تقلید نہ کرنے والوں پر کوئی حرف گیری۔

خیر القرون کے دور مبارکہ کی چند مثالیں

اسلامی علمی تاریخ میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں مثلاً:
خیر القرون میں دیکھیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خلفاءِ راشدین کے بعد سب سے

بڑے فقیہ ہیں۔ جن کو خود حضور کریم ﷺ نے علم کی تحصیل فرمایا۔ وہ وصال شریف سے بعد التحیات میں السلام علیک ایہا النبی کے خطابی الفاظ کی بجائے اب السلام علی النبی پڑھنا مناسب سمجھتے ہیں۔ جب کہ دوسرے خطابی الفاظ کو نازل شدہ الفاظ سمجھ کر ان الفاظ پر قائم رہتے ہیں۔ کسی نے کسی پر حرف گیری نہیں کی۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہؓ کا مُردوں کے سننے اور کچھ دوسرے مسائل میں اختلاف رہا۔ ہر ایک اپنی رائے پر قائم رہا، اور کسی پر کوئی حرف گیری نہیں کی گئی۔ بلکہ پوری زندگی پر حاوی اور قیامت تک پوری دنیا کی رہنمائی کرنے والے اس دین کی یہ ایک فطری وسعت سمجھ کر دین میں اس قسم کے اختلافات کو رحمت ہی قرار دیا گیا۔ اور آج تک یہی جملہ ہر ایک کہتا رہتا ہے۔

بعد کے دور کی کچھ مثالیں

خیر القرون کے بعد کی بھی کچھ مثالیں دیکھ لیجئے:

منصور حلاجؒ کے سکر میں انا الحق کے الفاظ کے مفہوم پر کفر کا فتویٰ دینے والے چار سو علماء میں جنید بغدادیؒ، اور ابو بکر شبلیؒ جیسے لاکھوں کے روحانی مرشد بزرگ بھی شامل تھے۔ لیکن یہ فتویٰ عام طور پر مقبول نہ ہوا۔ حتیٰ کہ ان کے مرید صادق سیدنا غوث اعظم جیلانیؒ نے بھی اپنے مرشد بزرگوں کی اس معاملہ میں تقلید ضروری نہیں سمجھی۔ امام ابن عربیؒ پر وحدۃ الوجود کے نظریہ کی بناء پر کئی طبقہ کے علماء کی طرف سے کفر کے فتوے لگے۔ حتیٰ کہ ملا علی قاریؒ جیسے مانے ہوئے عالم اور فقیہ نے ''شرح شفا'' میں اس کو اسلام کے لئے قرامطی طبقہ اور نصاروں سے زیادہ فتنے دینے والا لکھا۔ لیکن اکثریت نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ اور ملا علی قاریؒ کے رتبہ اور حیثیت میں بھی اس وجہ سے کسی کے ہاں کوئی فرق نہیں آیا۔ امام غزالیؒ کو حجۃ الاسلام مانا جاتا ہے۔ اس کو مانے ہوئے عاشق رسول قاضی عیاضؒ نے معتزلہ اور گمراہ کے القاب سے نوازا، اور امام بقائیؒ نے اس کی تکفیر کی، لیکن ان دونوں فتووں کو بھی قبولِ عام حاصل نہ ہو سکا، اور امت اس کو حجۃ الاسلام اور امام غزالیؒ کے نام سے یاد کرتی آ رہی ہے۔ یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ ان پر نظر ڈالیں، تو جن کے خلاف فتوے دیئے گئے، اور جنہوں نے فتوے دیئے، وہ سب کتنی بڑی ہستیاں ہیں، اور ان کے ساتھ جنہوں نے اختلاف کیا، ان کی علمی قد و قامت بھی دیکھیں۔ دونوں طرف ہر ایک نے یہی سمجھا اور مانا، کہ قرآن پاک اور صحیح احادیث کے

مجموعوں کے علاوہ اور کوئی کتاب یا تحریر ایسی نہیں لکھی گئی یا لکھی جا سکتی ہے، جس میں غلطی کا کوئی احتمال نہ ہو سکتا ہو، اور صاحب وحی ﷺ کی ذات مبارکہ کے علاوہ اور کوئی شخصیت ایسی نہیں، جس سے اختلاف کی گنجائش نہ نکل سکتی ہو۔

کسی نے اپنی رائے پر زور نہیں دیا

یہ احساس اتنا اہم اور فطری تھا، کہ امت میں کبھی کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا، کہ قرآن و حدیث اور شریعت کے احکام کے بارے میں، اس کا اجتہاد اور اس کا سمجھا ہوا مفہوم حرف آخر ہے۔ بلکہ ہر ایک نے یہی تاکید کی، کہ اس کی رائے کو اس کی اپنی ایماندارانہ رائے سمجھا جائے۔ اگر اس کے خلاف کوئی اور مضبوط دلیل مل جائے، تو اس کو قبول کئے جانے میں کوئی ہرج نہیں، کسی پر کوئی ملامت نہیں۔ دنیائے اجتہاد کے مانے ہوئے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی تو یہ صاف وصیت تھی، کہ ہمارا یہ اجتہاد قرآن اور حدیث کی تشریح کی روشنی میں اجتہاد ہے۔ پھر اگر کسی مسئلہ یا معاملہ میں ان دو بنیادی ماخذ سے کوئی دوسری صحیح بات نظر آ جائے، تو اسی پر عمل کرنا چاہئے۔ تقریباً اسی قسم کی وصیتیں اور ہدایتیں چاروں مجتہد اماموں، اور مشہور جید علماء کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

بلاشبہ امت کے کئی بڑے بڑے علماء و فقہاء نے بہت بڑی کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے کئی کو پوری اسلامی دنیا میں عام مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی، لیکن خود مصنف نے یا اس کے کسی جید شاگرد نے بھی کہیں یہ نہیں کہا، کہ اس کتاب کا ہر ہر حکم اور ہر ایک جملہ قطعی یقینی حق ہے، اور تمام مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع ہے، اور جو اس میں شک کرے گا، وہ مسلمان نہیں رہے گا۔ یہ شان صرف کلام اللہ کو حاصل ہے، کسی دوسری کتاب کو یہ رتبہ دینا، یہ ایک طرح سے اس کو قرآن پاک کی صف میں لانا ہے۔ جو کبھی کسی نے نہیں کیا۔ (۱)

---

(۱) اسلامی علمی تاریخ شاہد ہے، کہ حدیث و فقہ کی مانی ہوئی معتبر کتابوں پر کئی کئی حواشی لکھے گئے۔ جن میں مزید وضاحتیں اور تائیدی دلائل بھی دیئے گئے، اور کئی نکات پر اختلاف بھی ظاہر کیا گیا۔ کئی جگہ ان پر سختی سے جرح بھی کی گئی۔ ان حاشیہ نگاروں میں اصل کتاب کے مصنف کے شاگرد بھی ملتے ہیں، مداح بھی، لیکن اختلافی نوٹ سے کسی نے کبھی کسی کی سبکی نہیں سمجھی۔ یہ ہے قیامت تک رہنے والے وسیع دین حق میں علماءِ حق کا حق پر مبنی کردار۔ خود اعلیٰ حضرت کے لئے یہ فخر سے لکھا جاتا ہے، کہ کئی فقہ کی کتابوں پر جامع حواشی لکھے۔

یہ شرف صرف کتاب اللہ کو حاصل ہے

فقہ حنفی کی مشہور (ضخیم اور معتبر کتاب درمختار میں ہے کہ "ویابی اللہ العصمة لکتاب غیر کتابہ" یعنی عصمت کو اللہ پاک نے کسی کتاب کے لئے مقدر و معین نہیں فرمایا، سوائے اپنی کتاب مقدس کے۔ علامہ شامیؒ اس کی شرح میں ردالمختار (شامیہ) فرماتے ہیں کہ ''صاحب درالمختار کا یہ قول اپنی طرف سے ایک عذر ہے، جس کا مقصد یہ ہے، کہ میری یہ کتاب اگرچہ متاخرین کی تحریرات وتحقیقات پر مشتمل ہے، لیکن پھر بھی خطا اور سہو سے غیر محفوظ نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے سوا کسی اور کتاب کے لئے عصمت کو مقدر نہیں فرمایا، کہ اس کے آگے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا۔ کتاب اللہ کے سوا جتنی کتابیں ہیں، سب میں خطا اور ذلل واقع ہوجاتا ہے، کیونکہ وہ کتابیں بشر کی تالیفات ہوتی ہیں اور خطا اور ذلل بشری شعار ہیں۔

امام شافعیؒ کی اہم ترین دلیل

اس سے آگے علامہ شامی نے امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے، کہ ''میں نے جو کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں حق وصواب کو بیان کرنے میں کمی نہیں کی، پھر بھی کچھ نہ کچھ ان میں وہ چیز ضرور پائی جائے گی، جو کتاب اللہ وسنت کے خلاف ہو، کیونکہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ''یہ قرآن مجید اگر غیر خدا کی کتاب ہوتی، تو اس میں جابجا بکثرت اختلاف پایا جاتا۔(۱) لہٰذا میری کتابوں میں جو کچھ کتاب اللہ اور سنت کے خلاف پایا جائے، تو میں یقیناً اس سے کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرنے والا ہوں''۔

قارئین کرام سے خصوصی گذارش ہے کہ مجتہد اماموں اور درمختار اور شامی جیسی کتابیں لکھنے والے فقہاءِ کرام کے ان اقوال کو خصوصی طور پر ہر وقت ذہن میں رکھیں۔ یہ ہر وقت ان کی رہنمائی کریں گی۔ خصوصاً بریلویت کے سمجھنے میں؛ جس کا اہم اصول یہ ہے کہ کسی مسئلہ،

---

(۱) اس میں یہ خصوصی نکتہ نوٹ کریں، کہ قرآن پاک کے خدائی کتاب ہونے کی دلیل ہی یہ ہے کہ اس میں اختلاف نہیں۔ اگر بندوں کا لکھا ہوتا تو اس میں اختلافات ضرور ہوتے۔ یعنی بندہ کتنا بھی بڑا علم رکھتا ہو، اس سے اختلاف نہ ہونا ممکن ہی نہیں۔

خصوصاً آج کل کے اختلافی مسائل میں اس صدی کے مجدد بریلوی اعلیٰ حضرت کا قول، فیصلہ کن اور اس کی وضاحت آخری معیار ہے۔ اور جہاں جس مسئلہ میں یہ دلیل آگئی، کہ اس بارے میں اعلیٰ حضرت نے یہ لکھا ہے، تو یہ آخری دلیل ہے۔ اس بارے میں ان کی یہ دو عدد مثالیں خاص طرح ملاحظہ فرمائیں۔

چودہ سو سالہ تاریخ میں ایک انوکھی وصیت

اعلیٰ حضرت نے اپنی رحلت سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے، جو وصیت نامہ تحریر کروا کر، اس پر ہوش کی سلامتی کے دعوے کے ساتھ بقلم خود دستخط فرمائے، اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ''رضا حسین اور حسنین اور تم سب محبت اور اتفاق سے رہو۔ اور حتی الامکان شریعت کا اتباع نہ چھوڑو۔ اور میرا دین و مذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے، اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ توفیق دے۔ والسلام

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بروز جمعہ ۱۲ بج کر ۲۱ منٹ پر یہ وصایا قلمبند ہوئے۔ دستخط بقلم خود بحالت صحت وحواس۔ واللہ شہید ولہ الحمد''۔

اسلامی علمی تاریخ کی آج تک یہ پہلی وصیت ہے۔ جو لکھانے والے نے تو لکھادی۔ لیکن کسی بریلوی متندی کو بھی اس کی سنگینی کا احساس نظر نہیں آتا۔ اور ہر ایک سوانح نگار اس کو خصوصی اہمیت کے ساتھ سوانح میں شامل کرتا آیا ہے۔ اور کئی کتابوں کی تمہیدوں میں مختلف تمہید نگاروں نے اس کو اعلیٰ حضرت کی خصوصی خوبی کرکے نمایاں جگہ دی ہے، کہ ''اللہ اللہ! دین وشریعت کی فکر تو دیکھیں، کہ آخری لمحوں میں بھی کتنی تاکید کے ساتھ اس کے اتباع اور اس پر جمے رہنے کی تاکید کی جارہی تھی!''

اب اس کو کیا کہا جائے، کہ کسی کو یہ تمیز نہیں ہورہی ہے، کہ شریعت، جو کہ ساری اسلامی تعلیم اور احکام کے لئے ایک جامع اصطلاحی لفظ ہے، اس کے لئے تو وصیت ہے کہ حتی الامکان، یعنی جہاں تک ہوسکے، اس کا اتباع نہ چھوڑو۔ اور اپنی کتابوں میں بیان کئے ہوئے مسائل کو الگ ''میرا دین و مذہب'' کے الفاظ دے کر، اس کے لئے وصیت ہے کہ ''اس دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے''۔ ہر اہم فرض سے اہم فرض کے

الفاظ کی خطرناکیت کو کسی بریلوی نے خود تو محسوس نہیں کیا۔ جب اس پر اعتراض وارد ہوئے، تو کھسیانی بلی کھمبا نوچے" کی طرح یہ تشریح کی گئی، کہ اس کا مطلب یہ ہے، کہ ان کتابوں میں اعلیٰ حضرت نے جو دین و مذہب پیش کیا ہے، وہ عین اسلامی شریعت ہی تو ہے۔ اس لئے اس الگ جملے کا شریعت سے کوئی ٹکراؤ نہیں، بلکہ یہ ساری تاکید شریعت کے لئے ہی ہوئی۔

شریعت الگ، احمد رضا کا دین و مذہب الگ

اس ناکام کوشش پر بجا طور پر اعتراض اٹھتا ہے، کہ پھر شریعت کو الگ اور میرا دین مذہب الگ کیوں کہا گیا۔ صرف یہ الفاظ کافی تھے، کہ میری کتابوں میں جو شریعت کے احکام بیان ہیں، ان پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض سمجھنا۔ اگرچہ اس پر بھی ایک صحیح اعتراض وارد ہوتا ہے، کہ اپنی ہی کتابوں میں بیان کی ہوئی شرعی تشریح کو سب سے زیادہ درست، اور ان پر ہی عمل کو سب فرضوں سے اہم فرض قرار دینا، کیسے صحیح تھا۔ کیا چودہ سو برس میں کسی عالم، فقیہ، محدث، مجتہد نے یہ لکھا ہے، کہ میری کتابوں پر چلنا ہی عین شریعت ہے اور اہم ترین فرض ہے۔ امام اعظم، امام شافعی، اور علامہ شامی کی اپنی کتابوں کے متعلق رائے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں، کہ ہر ایک نے اپنی طرف سے خطا کا امکان عین ممکن سمجھا۔ پھر اس کی بھی کیا ضرورت تھی، کہ شریعت کے لئے کم وقعتی والے الفاظ کی وصیت ہو؛ کہ "حتی الامکان اتباع کرنا" جبکہ اسلامی علماء و فقہاء کے اجماع کے تحت شریعت ہی سب فرضوں سے اہم فرض ہے، کیونکہ وہ نام ہے "قرآن و حدیث کی قائم کردہ زندگی کے طریقہ کا اور زندگی کے لئے احکام کا"۔ باقی سب اس کے شارح اور تفصیل بیان کرنے والے ہیں، جو صائب بھی ہو سکتے ہیں، اور خطا پر بھی۔ تو جس میں خطا کا ہر وقت امکان ہے، یعنی کسی کی تشریح اور لکھی ہوئی کتابیں، ان کے لئے تو تاکید ہے، کہ ان کو اپنا دین و مذہب سمجھ کر، سب فرضوں سے اہم فرض سمجھ کر عمل کرنا۔ اور شریعت جو بنیاد ہے۔ جس کی ہی اہمیت اور تشریح کے لئے سب کچھ لکھا جاتا ہے، اس کے لئے بہت گنجائش رکھنے والے یہ الفاظ، کہ "جہاں تک ہو سکے، اس کا اتباع کرنا"۔

کوئی بریلوی صرف کوئی ایک ہی حوالہ دے، کہ چودہ سو برس کی تاریخ میں کسی مجتہد، کسی مفسر، محدث، فقیہ، کسی مجدد، کسی غوث، کسی قطب نے اپنی تحریروں، تقریروں، مواعظ، ملفوظات، یا کسی بھی قسم کی تحریر کے لئے یہ الفاظ لکھے ہیں، کہ یہ ہی شریعت ہے اور اسی پر چلنا

ہی سب فرضوں سے اہم ترین فرض ہے۔ ہمارے علم کے مطابق یہ کسی حد تک امامیہ شیعوں کا عقیدہ یا معمول ہے، کہ وقت کے امام کی تشریح حاضر دور کے لئے حجت ہوتی ہے۔ اور اسماعیلی شیعوں کے لئے یہ وہی بنیاد ہے، کہ حاضر امام کا ہر حکم، عین خدائی حکم اور سب فرضوں سے اہم فرض ہے۔

باقی اہل سنت مسلمانوں میں یہ اکیلے احمد رضا خان کا کارنامہ ہے، کہ اس نے اپنی تعلیم کو باقاعدہ ایک لفظ "میرا دین و مذہب" بھی دیا، اپنی کتابوں کو غلطی اور خطا سے مبرا بھی قرار دیا، اور ان پر عمل کو سب فرضوں سے اہم فرض قرار دیا۔

بریلوی مدارس کا منشور

مزید تماشہ یہ ہے، کہ اس کھلی جہالت پر اگر مکمل نہیں، تو کم از کم اسی نوے فیصد عمل بھی ہو رہا ہے۔ آج بھی پاک و ہند میں کئی بریلوی مدارس ایسے ہیں، جو کہتے ہیں، کہ ہمارا منشور "حسام الحرمین" ہے۔ اب اس کو جہالت کے کس درجہ پر رکھا جائے، کہ منشور جیسا وسیع دائرے والا اور وسیع المفہوم لفظ، صرف ایک بارہ صفحات کی کتاب، جس کا مکمل مواد صرف اس اختلاف پر ہے کہ "ہندوستان میں اسماعیلیہ، احمدیہ، امیریہ، نذیریہ، ندویہ، قاسمیہ، رشیدیہ، خلیلیہ، تھانویہ طبقے ایسے ہیں، جن کی کفریہ عبارتیں واضح ہیں، لہٰذا ان کو ایسا کافر قرار دے کر یہ خصوصی تاکید ہے، کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا خود بھی کافر ہو جاتا ہے"۔ ایک دین کی تعلیم دینے والے ادارہ کا منشور ہی جب اس ایک نکتے تک محدود رکھا جائے، تو اس کو کم از کم جہالت کے علاوہ اور کیا لفظ دیا جائے! جب کہ یہ بھی حقیقت ہے، کہ اعلیٰ حضرت کے اس فتوے پر اس کی زندگی کے باقی سترہ طویل سالوں میں ملک کے کسی ایک عالم نے بھی اس کی تصدیق نہیں لکھی۔ اب جب منشور ہی یہ ہو، کہ بریلویت کے علاوہ باقی سب لوگ کافر اور مرتد ہیں، تو ظاہر ہے کہ ساری تعلیم کا مرکزی نکتہ بھی فطری طور پر یہی ہوگا، جس کے تماشے سب دیکھ رہے ہیں، کہ ہر ایک دو لفظ پڑھا بھی دوسروں پر کفر ایسے لگا رہا ہے، جیسے نافی کھا رہا ہے۔

اس اندھی تقلید کی تاریخ میں مثال نہیں

تیسرا تماشہ یہ ہے، کہ اعلیٰ حضرت کی اس "وصیت مبارکہ" پر آج تک اپنی سمجھ، عام

عقل اور دینی فہم سے نابلد بریلوی علماء کی اکثریت مکمل طور پر اس طرح عمل پیرا ہے، کہ حرمین شریفین میں باجماعت نماز جیسے مقدس موقعہ پر بھی لوگوں کو اس سعادت سے صرف اس دلیل پر محروم کیا جا رہا ہے، کہ اعلیٰ حضرت نے ان کے عقائد کو فاسد قرار دیا تھا، لہٰذا ان کے پیچھے نمازیں نہیں ہوں گی۔ حالانکہ کھلی حقیقت ہے، کہ یہ نجدیوں کے خلاف مذموم پروپیگنڈا تھا، جو ان کی کتابوں کے حوالوں کے بغیر صرف سنی سنائی باتوں کو پھیلا کر ایک مہم کے طور پر چلایا گیا تھا، کیونکہ انگریز ترکی کی خلافت کو توڑ کر، مشرقِ وسطیٰ کا جو سیاسی نقشہ قائم کرنا چاہتا تھا، نجدی اس میں رکاوٹ تھے۔ آج کل مغربی میڈیا کی سازشیں کھلنے کے بعد، یہ بات سمجھنا آسان ہے، کہ ان مکاروں نے میڈیا سے کس طرح کام لیا ہے، اور گذشتہ ڈیڑھ صدی سے قوموں کو بانٹنے اور کمزور کرنے میں میڈیا کا کتنا اہم گندہ رول رہتا آیا ہے۔ یہ پروپیگنڈہ اتنا زوردار تھا، کہ مدینہ شریف میں رہنے کے دوران خود مولانا حسین احمد مدنی بھی نجدیوں کو نہ معلوم کیا کیا سمجھ بیٹھا، جن کا ذکر اس کی کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہ عربستان پر شریف کی حکومت کا دور تھا، جس سے انگریزوں نے ترکی حکومت کے خلاف بغاوت کروائی تھی۔ بعد میں جب نجدیوں کا خود عرب اور حرمین پر قبضہ اور حکومت قائم ہوئی، اور ان کے عقائد و اعمال سامنے آئے، تو ان کی بعض باتوں اور کاموں پر تو اعتراض ہوئے، اور دیوبندیوں نے بھی ظاہر کئے اور آج بھی ہیں؛ لیکن بنیادی عقائد اور مخالفوں کا قتل عام، اور ان کو کافر سمجھنا وغیرہ، یہ سب کچھ صرف پروپیگنڈہ ثابت ہوا، اسی لئے مولانا نے اپنی عبارتوں میں بعد میں ترمیم کی۔ یہی پروپیگنڈہ علامہ شامی تک بھی پہنچا، اور اس نے اپنی کتاب ''ردالمختار عرف شامی'' میں ان کی مذمت کی۔ یہی علامہ زینی دہلان اور دوسرے علماء سے ہوا۔ غرض یہ کہ سب کا معلومات کا ذریعہ صرف عام مشہور کیا ہوا پروپیگنڈہ تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ بھی زندہ ہوتے، تو ترمیم ہی کرتے۔ کیونکہ سب کے ہاں ان کے عقائد اور اعمال ان کی کتابوں کے حوالوں سے نہیں، بلکہ سنی سنائی باتوں پر ہیں۔ بریلوی علامہ شامی کی اسی عبارت اور اعلیٰ حضرت کی بات کو ہی گرہ میں باندھے ہوئے ہیں۔ اور بس یہی دلیل دیتے رہتے ہیں، کہ اعلیٰ حضرت نے نجدیوں کے عقائد فاسد بتائے ہیں، اور بعض اوقات علامہ شامی کا یا علامہ زینی دہلان کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ حالانکہ حق یہ ہے، کہ اب جب کہ خود محمد ابن عبدالوہاب اور اس کے بیٹوں، حتیٰ کہ تازہ ترین سعودی مفتیوں کی سب اصل کتابیں بھی بازار میں اردو

زبان کے ترجمہ کے ساتھ بھی آچکی ہیں، تو اب تو یہ عین فرض ہو گیا ہے، کہ پورے نجدی طبقے کی سب فتووں کی روشنی میں مکمل حوالوں کے ساتھ، ان کی کتابوں سے مکمل حوالے دے کر، پھر کہا جائے کہ ان عقیدوں کی وجہ سے وہ مسلمان نہیں ہیں، لہٰذا ان کے پیچھے نمازیں ادا نہیں ہوں گی۔ پھر ان عبارتوں کے لئے یہ بھی واضح لکھا جانا چاہئے، کہ ان میں ان بدیہی روشن الفاظ کی وجہ سے کسی اچھے احتمال کرنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی، جس سے ان کی مسلمانی قائم رکھی جا سکے۔ اور خود ملزم بھی ایسی کوئی وضاحت اور صفائی پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ لہٰذا وہ مسلمان نہیں۔ اور نماز نہیں ہوگی۔

اس سے یہ بھی ظاہر اور ثابت ہو گیا ہے، کہ اگر علامہ شامی بھی زندہ ہوتے، تو وہ اپنے اس بیان اور فتوے کو اس روشنی میں بدلتے۔ کیونکہ اصل کتابوں اور عملی عقائد کے سامنے آنے کے بعد وہ سنی سنائی باتیں غلط ثابت ہو گئیں، جو ان فتووں یا آراء کی بنیاد بنی تھیں۔ جیسے مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بھی اپنی کتاب الشہاب الثاقب والی عبارات کو بدلا۔ یہ کسی بھی فتویٰ کا عام اصول ہے، کہ گواہیاں غلط ثابت ہونے سے ان پر مبنی فتویٰ خود بہ خود بدل جاتا ہے۔

اس طرح تو حج کو بھی ساقط رکھنا پڑے گا

اگر آپ ایسا نہیں کریں گے، تو پھر تو اس فتوے پر بھی عمل کرنا چاہئے، جو اعلیٰ حضرت کی رحلت کے چار سال بعد نجدیوں کے سعودی عرب پر قبضہ ہو جانے پر اعلیٰ حضرت کے جائز وارثوں اور جانشینوں نے جاری کیا تھا، کہ حرمین اور مقاماتِ مقدسہ پر کافروں کے تسلط قائم رہنے تک حج کا فرض ساقط رہے گا۔ جس کا ذکر ہم نے پہلی فصل میں کیا ہے۔ یہ بھی صاف بتانا چاہئے، کہ پوری مسلم دنیا میں کن ملکوں کے کن علماء نے سعودی علماء اور عوام کے لئے اس قسم کے فتوے جاری کئے ہیں۔ اور کون سے ممالک کے حاجی اور زائرین نماز باجماعت نہیں پڑھتے۔ آخر لاکھوں مسلمانوں کی نمازوں اور حج کے ارکان کا معاملہ ہے۔ اور ان میں صرف برصغیر کے حاجی نہیں ہوتے۔

اعلیٰ حضرت کی حیثیت کے حدود مقرر کرنے چاہئیں

یہ بھی سوچنے کی بات ہے، کہ کچھ علماء دیوبند اور نجدیوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت

نے جو رائے قائم کی اور فتوے صادر کیے، کیا اس میں کسی اختلاف کی گنجائش ہی نہیں ہو سکتی۔ جب کہ اس کی زندگی تک اتنے بڑے ملک کے کسی عالم نے اس پر تصدیق نہیں کی۔ قاضی عیاض جیسے مانے ہوئے عاشقِ رسول کی رائے سے تو اختلاف کی گنجائش ہو سکتی تھی، امام ابنِ عربی کے متعلق ملا علی قاریؒ جیسی علمی ہستی کی رائے سے اختلاف کی گنجائش تھی، اور بڑی اکثریت نے ان اختلافات کو ان کی اپنی رائے سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ مانے ہوئے محدث، شیخ عبدالحق دہلوی سے تو برصغیر کی اکثریت نے امام ربانیؒ کے بارے میں کفریہ فتوے کو ان کی اپنی رائے اور تحقیق سمجھ کر نظر انداز کر دیا، لیکن ایک احمد رضا خان بریلوی ہی ایسی ہستی پیدا ہوئی، جس کا کچھ سطروں کی عبارتوں کا سمجھا ہوا مفہوم، اور ان کی بنا پر صادر کیا ہوا کفری فتویٰ ایسی اٹل حقیقت ہے، اور بجائے خود ایسی دلیل ہے، کہ اس کے خلاف کچھ سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ اب اس مسئلہ میں یہ دلیل کافی اور شافی ہے، کہ اعلیٰ حضرت نے یہ کہا تھا، یا اس کا یہ مفہوم بتایا تھا۔ یہ کوئی بریلوی بتائے گا، کہ پوری امت میں کسی نے یہ اعزاز صاحب وحی ﷺ کی ذات بابرکات کے علاوہ کسی اور عالم، محدث، مجتہد فقیہ کو دیا ہے، کہ اس کا مقرر کردہ مفہوم یا تشریح شرعی حجت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وہ حرف آخر ہے۔

یہ شریعت ہے یا کھلی جہالت

یہ شریعت ہے، یا کھلی جہالت! ایک عام یا ادھ پڑھا آدمی اگر اس قسم کی دلیل دے، یا کہے کہ بابا! ہم تو اتنے پڑھے لکھے نہیں۔ ہمیں تو کسی سے پوچھنے اور اس پر اعتبار کر کے اس کی تقلید کے سوا چارہ نہیں، باقی بوجھ اس کے سر پر۔ لیکن کیا کراچی کے سب سے بڑے بریلوی مدرسہ کے عالم اور مفتی سید شجاعت علی قادری کو بھی زیب دیتا ہے، کہ یہ دلیل دے ''حضور پُرنور اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ اور جملہ علماء اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک دیوبندیوں، وہابیوں، نجدیوں، رافضیوں وغیرہ مرتدین کو مسلمان سمجھنے اور ان کی اقتدا کرنے والا (نماز پڑھنے والا) بلا امتیاز کافر و مرتد ہے، چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ (فتویٰ نمبر ۹، رضاخانیت اور تقدیسِ حرمین صفحہ ۵۳)۔ (واضح رہے کہ اس فتوے والے سوال میں پوچھا گیا تھا کہ ضیاء الحق، سوار خان، پیر پگاڑا، چودھری ظہور الٰہی وغیرہ بڑے بڑے لیڈر جو دیوبندیوں، وہابیوں اور سعودی عرب کے نجدیوں کو مسلمان سمجھتے اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں، ان کے لئے کیا

حکم ہے؟ اسی لئے جواب کے آخر میں الفاظ ہیں کہ چھوٹا ہو یا بڑا)۔

اعلیٰ حضرت کو عالم مانتے ہو، یا حاضرِ امام

غور کیا جائے، کہ کروڑوں مسلمانوں یعنی دیوبندیوں، غیر مقلد اہلِ حدیث اور نجدیوں کو مرتد اور کافر بنایا جا رہا ہے، اور اپنے کو بریلوی سمجھنے والے ان لاکھوں مسلمانوں کو بھی کافر اور مرتد بنایا جا رہا ہے۔ جو عمرہ اور حج پر جا کر باجماعت نمازیں پڑھتے ہیں، اور اس کے لئے واحد مختصر دلیل صرف یہ ہے، کہ فاضل بریلوی کے نزدیک وہ کافر ہیں۔ اس اعزاز کا حقدار تو صرف صاحب شریعت اور صاحب وحی پیغمبر ہی ہو سکتا ہے۔ اس امت میں کسی نے کسی مجتہد امام کو بھی یہ مقام نہیں دیا، کہ اس کی رائے کو آخری دلیل اور حجت سمجھا جائے۔ کچھ مثالیں ہم اوپر بیان بھی کر آئے ہیں۔ خود امام اعظم ابوحنیفہ کو بھی اجتہادی اصولوں میں تو امام مانا گیا، لیکن کسی مسئلہ میں ان کی رائے اور تحقیق کے ساتھ اختلاف خود ان کے شاگردوں نے بھی کئی مقامات پر کیا۔ سوچنا چاہئے کہ آخر یہ کیا معاملہ ہے۔ بریلوی علماء آخر اپنے اعلیٰ حضرت یا ان کے بقول اپنے امام مجتہد کو کیا حیثیت دینا چاہتے ہیں، اور اس حیثیت دینے میں وہ کس شریعت اور اسلاف میں سے کس امام کے تابع ہیں!

یا یہ ہے، کہ ان کے لئے دینی علوم کی ساری پونجی صرف احمد رضا کی کتابیں ہیں، اور ان کی سوچ کا مرکزی خواہ انتہائی نکتہ صرف یہیں تک محدود ہے، اور اس سے آگے یا پیچھے وہ کچھ سوچنا ضروری ہی نہیں سمجھتے۔ جیسے اسماعیلی شیعوں کے لئے ہر ایک معاملہ میں دلیل اور حجت صرف وقت کے حاضر امام کی تشریح اور رائے ہے۔ دوسری کسی چیز سے ان کو نہ کوئی غرض ہے، نہ مزید علم کی ضرورت، نہ مزید دلیل کی حاجت!۔

امام محفوظ بنانے کی کوششیں

اپنے آپ کو اہلِ سنت والجماعت کہلانے والے پورے طبقہ پر ہم یہ الزام تو نہیں لگائیں گے۔ لیکن اوپر کی سطح پر بریلویت کے لئے کام کرنے والوں نے ۱۹۷۰ء کے بعد یکا یک بریلویت کی احیاءِ نو کی مہم میں جس طرح تیزی اختیار کی ہے، اور اس کا جو طریقہ اختیار کیا ہے، خصوصاً اپنے اعلیٰ حضرت کے لئے جو طلسماتی یا کراماتی نہیں؛ بلکہ دیومالائی قسم کے کردار کی ہر

جگہ تیزی سے اشاعت شروع کردی ہے۔ اس سے یہ شبہ یقین کی طرف بڑھتا جاتا ہے، کہ یار لوگ اسی راہ پر رواں دواں ہیں، کہ امام رضا خان کو نہ صرف صدی کا امام اور مجدد ثابت کیا جائے، بلکہ امام محفوظ بھی۔ جس پر اللہ پاک کا یہ خصوصی کرم تھا، کہ بچپن میں حضور کریم نے "میرا احمد رضا" کہہ کر اپنی رضا کی سند دی۔ ان کی ہر بات کی اصلی حیثیت صرف قلم کی تھی، مضامین اور ہاتھ حضور کریم ﷺ کا ہوتا تھا۔ حضور ﷺ پیچھے سے بتاتے تھے اور احمد رضا خان بولتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے کردار یا حیثیت کے عقیدے کے بعد سوال و جواب اور غور و فکر اور دلیل کی بجائے صرف اتباع اور تقلید رہ جائے گی۔ اور یہی آج کل نہ صرف عام بریلوی، بلکہ علماء کی بھی اکثریت میں نمایاں نظر آنے لگا ہے۔

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ اس مضمون کو یہاں روک کر، پہلے اس نکتہ کو واضح کیا جائے۔ اگرچہ یہ یہاں جملۂ معترضہ ہی لگے گا۔

فصل سوم

صفحہ ۶۰-۱۰۲

چھوٹا قد - لمبا سایہ

احمد رضا خان اپنی زندگی میں کوئی تعمیری کام نہ کر سکے۔ ہر ایک تعمیری قومی کام کی بھرپور مخالفت میں سب سے آگے رہے۔ جس کے نتیجے میں رحلت کے بعد بھی پچاس برس تک اپنوں میں بھی کوئی خاص مقام حاصل نہیں کر سکے۔

۱۹۷۰ء سے احیاءِ نو کی مہم شروع ہوئی، تو ایک طلسماتی دیومالائی کردار میں سامنے لایا جا رہا ہے۔

تیسری فصل

احمد رضا خان کے لئے

طلسماتی یا دیومالائی کردار

قارئین کرام میں سے کئی عقیدت مندوں کو یہ عنوان شاید اچھا نہ لگے۔ لیکن خود اعلیٰ حضرت کی کچھ تحریروں سے، اور گذشتہ تیس سال میں بریلویت کے احیاءِ نو کے لئے چلائی گئی مہم میں اکثر تحریروں پر نظر ڈالی جائے، تو جو کچھ اور جس طرح پیش کیا جا رہا ہے، اس کے لئے ہم کو یہی الفاظ مناسب نظر آتے ہیں۔ آپ بھی اپنا فیصلہ ہم کو سننے تک ملتوی رکھیں۔

احمد رضا خان کے دور کا ماحول

آیئے حقیقتوں کی دنیا پر نظر ڈالیں۔ بریلوی اعلیٰ حضرت نے ۱۸۵۶ء میں یعنی برصغیر میں ایک سو سالہ ظالمانہ انگریزی تسلط کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے ایک سال پہلے جنم لیا۔ اس جنگ میں ناکامی نے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے وجود کی بقاء کا مسئلہ پیدا کر دیا تھا۔ جنگ میں اہم ترین حصہ مسلمانوں کا تھا۔ ناکامی میں ان ہی کا سب کچھ لٹا اور مٹا۔ لاکھوں جانیں گئیں۔ ہزاروں عالم مارے گئے، اور پھانسی پر چڑھائے گئے۔ مولانا فضل الحق خیر آبادی جیسا صلح پسند عالم بھی، مکمل ' ن بحال ہونے اور مہارانی وکٹوریہ کے عام معافی کے اعلان کے بعد ہی دہلی سے باہر نکلے، لیکن اپنے گھر جاتے ہوئے راستے میں پکڑے گئے، اور خالص جھوٹی شہادتوں کی بناء پر کالے پانی جیسی وحشی سزا کے مستحق گردانے گئے۔ مسلمانوں ہی کا آٹھ سَو سالہ اقتدار گیا۔ ان کی جاگیریں ضبط ہوئیں، مال و اموال لوٹے گئے، شرافتیں اور عزتیں ملیا میٹ ہوئیں۔ ان کے دینی ادارے اجڑے، ان کی صنعتیں اور حرفتیں تباہ ہوئیں۔ آئندہ دور میں ان کے دین اور دنیا، کاروبار، سیاست اور معیشت کو ختم کرنے کے لئے مضبوط منصوبے بنائے گئے۔ ہندو کو معیشت اور جدید تعلیم اور ملازمتوں میں آگے بڑھایا گیا۔ ہزار سالہ پُر امن مذہبی ماحول اور امن و آشتی والے ملک میں نفرتوں کو جنم دیا گیا۔ ہندوؤں کی شدھی تحریک، آریہ سماج اور شیوک سنگھ جیسی تحریکوں کو جنم دلوایا گیا، اور سرکاری سرپرستی میں وہ

تیزی سے بڑھنے لگیں۔ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے سرکاری سرپرستی میں پادریوں کا ایک بے لگام سیلاب امنڈ آیا۔ سرکاری ادارے عیسائیت کے پرچار کے اڈے بن گئے، وغیرہ وغیرہ۔

ان مظالم کی داستانوں کی ایک جھلک تو مرزا غالب کے کچھ خطوط میں ملتی ہے۔ جن سے عینی گواہی ملے گی، کہ دہلی اور گردونواح میں چھ ماہ تک کیا بربریت ہوتی رہی۔ مولانا فضل الحق خیر آبادی نے کالے پانی کی جیل میں ''الثورۃ الہندیہ'' لکھی۔ جو اردو ترجمہ کے ساتھ ''باغی ہندوستان'' کے نام سے المتاز پبلی کیشنز لاہور نے تازہ ۱۹۹۷ء میں شائع کی ہے۔ مسلمانوں پر کیا گذری؛ یہ کتاب پڑھنے والا کچھ آنسو بہائے بغیر رہ نہیں سکے گا۔

معاشی اور سیاسی لوٹ کھسوٹ کی داستان دیکھنی ہو، تو ایک جگہ سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مولانا حسین احمد مدنی کی اپنی سوانح ''نقشِ حیات'' میں ڈھائی سَو صفحات میں مستند حوالہ جات اور اعداد وشمار کے ساتھ ملیں گے۔ جن میں اکثر حوالے منصف مزاج ہندو اور انگریز مصنفوں کی مختلف کتابوں اور سرکاری اداروں کے اعداد وشمار سے حاصل کئے ہوئے ہیں۔ دوسری بھی کئی کتابیں موجود ہیں۔

اپنے وجود اور بقاء کے لئے مسلمانوں کی بے مثال جدوجہد

ہر طرف اور ہر قسم کے ان نامساعد حالات میں برصغیر کے مسلمانوں نے جس عزم، حوصلہ، سمجھ اور شعور کا مظاہرہ کیا، اس کی دوسرے کسی مسلم ملک میں مثال کم از کم اس مصنف کی نظر میں نہیں۔ قوموں میں افراد کی صلاحیتیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ ان میں منفی بھی ہوتی ہیں۔ لیکن برصغیر کے اس آزمائشی دَور میں یہ اللہ پاک کا خصوصی کرم نظر آتا ہے، کہ منفی سوچ والے افراد ابھر ہی نہیں سکے۔ ہر ایک مثبت سوچ والے باصلاحیت فرد نے قوم کے وجود کی بقاء کے لئے جو مناسب سمجھا، وہ کیا اور خوب کیا۔ ہر ایک نے تن من دھن کی بازی لگادی۔ دینی ادارے، فلاحی ادارے باہمی اتحاد کے مختلف ادارے، سرکار سے حکومت میں نمائندگی کے مطالبے، غرضیکہ جس سے جو کچھ بن پڑا، جس کو جو میدان خالی نظر آیا، اور جس کو جو ضروری سمجھ میں آیا، وہ کیا اور اپنی جگہ پر خوب کیا۔ کسی کو کہیں کسی کے کام میں خامیاں نظر بھی آئیں، تو اصلاح کا راستہ پیش کیا، اور تحمل و برداشت کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح ایسا ماحول وجود میں آگیا، کہ اختلاف برائے اختلاف رکھنے والوں کی چل ہی نہ پائی۔ کم از کم خلافت تحریک اور

ترکِ موالات کی تحریک کے دور تک یہی حالات رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وقت، حالات، حکومت اور ملکی بھائی بندوں کے پیدا کئے ہوئے سب فتنوں سے پار ہو کر مسلمان نہ صرف ابھرا، بلکہ ایسا ابھرا، کہ ملکی آزادی کی تحریکوں میں بھی ایک بار پھر رہنمائی کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھوں میں نظر آتی ہے، اور ہندوؤں کو رہنمائی بھی انہیں سے ملی۔ گاندھی اور نہرو خاندان سے پہلے جوہر برادران، ابوالکلام آزاد، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا سندھی، حکیم اجمل اور کئی علماء لیڈر چھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تفصیل کے لئے الگ ضخیم کتابیں موجود ہیں۔

احمد رضا کی طرف امید بھری نظریں

ایسے ہی فعال دَور میں ملک کے علمی اور سیاسی میدان میں جاگیردار گھرانے سے ایک نوجوان ابھرا۔ جس نے اپنے جاگیردار عالم سے ہی گھر پر دینی تعلیم حاصل کی۔ اور بہ قول خود اس کے، تیرہ سال، دس مہینے اور پانچ دن کی عمر میں سندِ فراغت حاصل کی، اُسی دن وہ بلوغت کو پہنچے، جس سے اُسی دن اس پر شرعی ذمہ داریاں یعنی نماز روزہ وغیرہ بھی فرض ہوئے، اور اسی دن پہلا فتویٰ بھی لکھ کر علمی دنیا میں قدم رکھا۔(۱)

یہ نووارد اپنے زورِ قلم کی وجہ سے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا۔ لیکن وقت گذرتے رہنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اس طرف سے مایوسی بھی بڑھنے لگی۔

لوگوں کی مایوسی

کیونکہ اس فعال دور کا عام مزاج یہ بن گیا تھا، کہ تنقید برداشت کرنی ہے، لیکن وہ جو حقائق پر مبنی ہو، جس سے دوسرے کی اصلاح ممکن ہو۔ ادھر یہ نظر آنے لگا، کہ کوئی فعال پروگرام نہیں۔ بلکہ کسی فعال مسئلے پر اس کی نظر گئی ہی نہیں، (اور آج بھی یہ سوال قائم ہے، کہ آخر احمد رضا کا کام کیا ہے؟) انگریز کے مروج فتنے، ہندو ازم کی احیاء نو کی فتنہ انگیز مہم،

---

(۱) یہ الفاظ خود احمد رضا خان کے الاجازات المتینہ میں صفحہ ۳۰۹ پر ہیں۔

قارئین کرام، دیکھیں کہ کس طرح خود اعلیٰ حضرت نے اپنے کردار کو طلسماتی بنانے کی کوشش کی ہے، کہ سب کچھ اکٹھا نازل ہوا۔ اس قسم کا جملہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں نہ کسی عالم نے کہا اور نہ کسی نے کسی کے ساتھ وابستہ کیا۔ لیکن یہاں ہر ایک سوانح نگار اور مصنف اس جملہ کو بڑے فخریہ انداز میں ضرور پیش کرے گا۔ (کیا علمی لیاقتیں اور کیا مزاج اور معیار ہیں!)

پادریوں کا سیلاب اور عیسائی پرچار، اپنے بچپن میں دیکھے اور جنگِ آزادی کے بعد گھر گھر میں بیان ہوتے رہنے والی انگریزی مظالم کی داستانیں، کچھ بھی نظر نہ آیا۔ اس میں سے کسی موضوع پر اس کا کوئی چار ورقی رسالہ یا فتویٰ آج تک بھی کوئی بھی سامنے نہیں لا سکا ہے۔ البتہ اس کو مسلمانوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ دیوبند کا مدرسہ، سرسید کی مسلم علی گڑھ کالج، ایجوکیشنل کانفرنس اور اس کے تحت قائم ہونے والے ادارے، ندوۃ العلماء لکھنو اور دار المصنفین اعظم گڑھ جیسے ادارے نظر آئے، آدھی صدی پہلی والی ایک اور جنگِ آزادی یعنی سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید کی تحریک جہاد بھی اس کو مسلمانوں کے لئے خطرناک ترین نظر آئی۔ سرسید کو وہ صرف گمراہ یا کافر نہیں، بلکہ ''خبیث مرتد'' کے لفظ سے ہی ہر وقت یاد کرتے اور لکھتے تھے۔ دیوبند بڑی تیز رفتاری سے ایک مدرسہ سے ابھر کر ایک تحریک اور دنیا بھر میں دین کی تعلیم کا اعلیٰ مرکز بن رہا تھا۔ جس سے اختلافات کے باوجود لوگوں کو خیر ہی خیر پھیلتا نظر آ رہا تھا۔ لیکن احمد رضا خان کا بنیادی نکتہ چینی کا مرکز وہی بن گیا۔ ہر طبقہ کے علماء کے اتحاد سے ایک ملی علمی مرکز یعنی ندوۃ العلماء، کے خلاف جو مہم شروع کی، تو خود احمد رضا خان کے بقول اس کے خلاف پچاس رسائل لکھے اور بعد والے اس کو ایک سو بتاتے ہیں۔ قادیانیت نے اس دور میں ہی پر نکالے اور پروان چڑھی، لیکن اس کے خلاف اس عشقِ رسول کے دعویدار اور اس کے بیٹوں کی طرف سے صرف چار چھوٹے رسائل لکھے گئے۔ جن کی تازہ اشاعت میں چھوٹی تختی پر جملہ ضخامت ۹۲ صفحات ہیں۔ لیکن کاٹھیاواڑی مسلمانوں کی طرف سے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی تحریک پر علی گڑھ کی طرز پر علمی سوسائٹی اور ادارے قائم کرنے کے خلاف ۵۲ صفحات کا طویل فتویٰ ''الدلائل القاہرۃ'' کے نام سے لکھ کر اس کو کھلا کفر قرار دیا گیا۔

اتنا بڑا فتنہ بھی نظر نہیں آیا

انگریز نے اسی دور میں سلطنتِ عثمانیہ کو کمزور کرانے کے لئے سلطنت میں شامل یورپی علاقوں میں بغاوتیں کروائیں۔ جو ۱۸۹۰ء کے بعد کھل کر سامنے آئیں۔ مقدونیہ کی تقسیم، البانیہ کی بغاوت، بلقان کی جنگ وغیرہ میں یورپی سازشیں اور مسلمانوں پر مظالم کی داستانیں برصغیر میں گونجنے لگیں۔ احمد رضا خان خاموش رہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران ترک خلافت کے خاتمہ کا مکمل پروگرام بنا۔ عراق حجاز وغیرہ میں شریف خاندانوں سے بغاوتیں کروائی گئیں۔ جزیرۃ العرب کے اہم مقامات جدہ اور عدن مکمل انگریز کے قبضہ میں آئے۔

بیت المقدس انگریز کے عارضی قبضہ میں آیا۔ خلافت کو ریزہ ریزہ کرنے کے پروگرام تقریباً مکمل ہوتے نظر آنے لگے۔ مقامی عیسائی باشندوں کی مدد سے سمرنا اور تھریس میں مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ گرائے جانے لگے۔ وہ اپنے گھروں اور زمینوں سے زبردستی دھکیلے گئے۔ ان کی مساجد پر قبضہ کر کے مسمار کی جانے لگیں۔ برطانیہ کے وزیر اعظم نے پارلیمنٹ میں علی الاعلان بیان دیا کہ ''ہم نے جو یہ لڑائی عراق اور عرب میں لڑی ہے، وہ مذہبی (صلیبی) جنگ تھی۔ ہم نے بیت المقدس کو ان (مسلمانوں) کی گندگی سے پاک کر دیا ہے''۔ ان سب خبروں سے برصغیر کا غیرت مند مسلمان جل رہا ہے۔ انگریز پر خلافتِ اسلامی اور مسلمانوں کے خلاف منصوبوں پر دباؤ بڑھا رہا ہے۔

عین اس دور میں احمد رضا خان بریلوی نے کتاب ''دوام العیش'' لکھی، اور یہ انکشاف فرمایا کہ ''شریعت میں خلافت صرف قریش خاندان کے لئے ہے، ترک اس کے جائز وارث اور خلافت کے لفظ کے حقدار نہیں تھے۔ دوسرے مسلمان حکمرانوں اور حکومتوں کی طرح ان کو سلطان اور سلطنت سمجھنا چاہئے''۔ (آخر مسلم سلطنت ہی کے خلاف بھی یہ کیوں ہو، اس پر کچھ نہیں لکھا)۔ آج تک کوئی نہیں سمجھ سکا، کہ اپنی عمر کے آخری سالوں میں اور خلافت کے بھی آخری نظر آنے والے دور میں آخر اس انوکھے انکشاف یا بقول ان کے ایک ''علمی شرعی تحقیق'' کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ (مؤرخ محقق ڈاکٹر مسعود اس کو یہ رنگ دیتے ہیں) (۱)۔

خلافتِ تحریک کے بانی مولانا عبدالباری پر ایک سو ایک کفر وابستہ کر کے مسلسل لڑائی

---

(۱) ایک خاص الخاص نکتہ

تقریباً ان ہی دنوں میں سندھ میں شہر مورو کے مولوی فیض الکریم سے بھی وقت کے اسسٹنٹ کمشنر خان بہادر نبی بخش نے زور و بار سے ایک رسالہ ''تحفۃ الخلافۃ'' کے نام سے لکھوایا، جس میں بھی احمد رضا خان کی ''دوام العیش'' کی طرح تقریباً اسی قسم کے دلائل سے یہی ثابت کیا گیا، کہ ترک خلافت شرعی نہ تھی۔ اور شریف مکہ کی ان سے بغاوت کی تائید کی گئی تھی۔ اس رسالہ پر وقت کے اعلیٰ افسران کے دباؤ میں آ کر کچھ مشہور بڑے سجادہ نشین، پیروں، اور کچھ چھوٹے مسند نشین پیروں اور علماء سے تائیدیں لکھوا کر سرکار کی طرف سے یہ عوام میں تقسیم کیا گیا۔ اس پر حیدر آباد کے عام مقبول اخبار ''الامین'' میں بہت سخت طنز و تنقید ہوئی۔ جس سے وہ پیر صاحبان ناراض بھی ہوئے۔ تصدیق کرنے والے علماء پر کافی عام طنزیں ہوئیں۔ آخر جواب کے طور پر مولانا تاج محمد امروٹی کی ہدایت اور نگرانی میں مولانا دین محمد وفائی نے ایک رسالہ ''اظہار الکرامت'' لکھا، جو فروری ۱۹۲۰ء میں لاڑکانہ کی خلافت کانفرنس کے جلسۂ عام میں تقسیم کیا گیا۔

یہ سندھ کی تاریخی مسلمہ حقیقت ہے۔ اس کی روشنی میں اعلیٰ حضرت کا ''دوام العیش'' والا کارنامہ خالص انگریز سرکار کے ہی کھاتے میں جاتا ہے۔

جاری رکھی۔ جو کتاب "الطاری الداری علی هفوات الباری" کے نام سے تین جلدوں میں تازہ بھی شائع ہوئی ہے۔ کیا پچھلے ۴۵ سالوں کی طرح کم از کم اس ابتلاء کے دور میں خاموشی بہتر نہیں تھی؟ بہرحال احمد رضا خان ایسے نازک حالات میں، ان اہم مسائل پر پہلے خاموش رہے، اور بعد میں عملی طور پر انگریز بہادر کی مدد کی۔ اس کا مزید ثبوت اس طرح دیا۔

ہندو ذمی ہے

انگریز کو وہ جائز حکمران سمجھتا تھا۔ شروع دور میں ہی ۱۸۸۸ء میں اس نے ایک رسالہ لکھا، جس کا نام ہی رکھا، "اعلام الاعلام بان هندوستان دار السلام"۔ دوسری جگہوں پر بھی فتوے لکھے، کہ ہندوستان الحمد اللہ دار السلام ہے۔ جہاں اسلامی احکام کو مکمل آزادی حاصل ہے۔

اسی کتاب میں، پھر ۱۹۸۹ء میں، اور "نصرۃ الابرار" میں، فتاویٰ رضویہ میں مختلف جگہوں پر اور پھر ۱۹۲۰ء میں اہم آخری کتاب "المحجۃ المؤتمنۃ" کے پہلے حصے میں ملک کی ہندو برادری کے بارے میں یہ واضح لکھا، کہ دنیوی معاملات، معاشرت اور سماجی حقوق میں وہ ذمیوں کے زمرے میں آتے ہیں۔ جس کے لئے فقہاء کا اجماع ہے، کہ "لهم ما لنا و علیهم ما علینا"۔ یعنی ان کے لئے بھی وہی حقوق ہیں، جو ہمارے لئے ہیں اور ان کی بھی وہی ذمہ داریاں ہیں، جو ہمارے اوپر ہیں۔

اکتوبر ۱۹۲۰ء تک یہی موقف رہا

۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں (یعنی اعلیٰ حضرت کی رحلت سے ٹھیک ایک سال پہلے) لاہور سے سوال کے جواب میں بھی اسی موقف پر قائم رہے، کہ کافروں، نصاریٰ یہود سے مؤدت یعنی محبت منع ہے۔ باقی معاملات جائز ہیں، اور انگریز سے کالجوں میں گرانٹ جائز ہے۔ دنیوی معاملات سوائے مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وامثالہم کے کسی سے منع نہیں (۱)، بشرطیکہ دین میں ضرر نہ ہو۔ ذمی (ہندو) تو معاملت میں مثل مسلم کے ہے۔ غیر ذمی سے خرید و فروخت، اجارہ، ہبہ، نوکر رکھنا، اس کی نوکری کرنا، ہدیہ دینا، قبول کرنا، مصالحت

---

(۱) قارئین کرام دیکھیں، کہ کیا نفرت کا پرچار تھا، کہ معاملات میں اتنی وسعت کے باوجود دیوبندیوں کو نکال باہر کیا۔

کرنا، معاہدہ کرنا اور نبھانا وغیرہ جائز ہے، بشرطیکہ اسلام کی اہانت نہ ہو۔ البتہ خلافت اور تحریک ترک موالات پر کافی غصہ بھی دکھایا، جو بدیہی طور پر بے سبب نظر آتا ہے۔ کیونکہ سوال میں ان کے بارے میں کچھ پوچھا ہی نہیں گیا تھا۔

ایک مہینے بعد

اس جواب کے فوراً بعد ۱۲ ربیع الاول کو چودھری عزیز الرحمٰن نے لائلپور سے لکھ بھیجا، کہ "میں آپ ہی کا عقیدت مند ہوں، لیکن آپ کا یہ فتویٰ تعجب سے پڑھا کہ ایسے زمانے میں جب کہ انگریز پوری دنیا میں مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے یہ یہ کر رہا ہے، (اس دور کی ساری تفصیل لکھی ہے) اور اس کے منصوبے یہ یہ ہیں۔ ایسے میں آپ جیسے بزرگ کیوں خاموش ہیں۔ کیوں ایسے فتوے نہیں شائع کر رہے ہیں، کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہو کر، ان کے کلرک بن کر مشرق وسطیٰ جا کر مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنے میں مدد کرنا، ہر طرح ناجائز ہے۔ یہ وقت دنیوی طاقت سے ڈر کر، اور کھینچ تان کر مسلم دشمن کافر سے تعلق رکھنے، اور ان کی اعانت کو جائز ثابت کرنے کا نہیں، بلکہ سینہ سپر ہو کر بے خوف و خطر ہو کر لوگوں کو صراط مستقیم دکھانے کا ہے۔ انگریز کی گرانٹ کو آپ نے جائز لکھا ہے، حالانکہ اس امداد کے شرائط کتنی غیر اسلامی کاموں اور تعلیمی نصاب کے ساتھ مشروط ہے۔

ان حالات میں گورنمنٹ سے ترک موالات (عدم تعاون) اسلامی حکم ہے یا نہیں۔ (یہ تین صفحات کے سوال کا خلاصہ ہے)۔

اعلیٰ حضرت نے شدید علالت کے باوجود اس کا فوراً ۱۲۲ صفحات پر مشتمل تفصیلی جواب لکھا۔ جس کو فوراً اس کے بھتیجے حسنین رضا نے مطبع حسینی بریلی سے "المحجۃ المؤتمنۃ" کے نام سے شائع کرا دیا۔ اسی میں پہلا لاہور والا سوال و جواب بھی پہلے شامل رکھا۔

اہم ترین نکتہ کا جواب ہی نہ دیا

دوسرے سوال کا اہم ترین حصہ یعنی پوری تفصیل سے انگریز کی خلافت کے خلاف سازشوں، شام، عراق، فلسطین اور عرب میں سازشوں، قبضوں، بغاوتوں، تھریس سمرنا وغیرہ سے مسلمانوں کے انخلاء اور ان کی زمینوں پر قبضے، مساجد کو مسمار کرنے، اور ہندوستان سے مسلم

فوج لے جا کر ان سے اس کام میں مدد لینے، وزیر اعظم برطانیہ کی کھلی تقریر میں اس کو مذہبی صلیبی جنگ قرار دینے وغیرہ مسائل میں کھل کر لکھنے اور بولنے کے بارے میں ہے۔ لیکن پھر بھی ان کے بارے میں پوری کتاب میں ایک جملہ بھی لکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس طرح یہ کتاب اصل سوال کے جواب کے طور پر گنی ہی نہیں جانی چاہئے۔

صرف ہندو کے بارے میں موقف بدل لیا

پچھلے ماہ کے لاہور والے سوال کے جواب میں بھی، جو ہندو کو ذمی قرار دے کر معاملات میں مسلمان کے برابر حقوق دیئے تھے۔ لیکن اب بغیر کسی سبب بتائے، ان کو حربی قرار دے کر، یہ واضح لکھا گیا، کہ حربی سے استعانت قطعی حرام ہے۔ اور حربی میں سے بھی صرف اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے ہی استعانت جائز ہے۔ مشرک سے قطعاً حرام ہے۔

اس طرح پوری کتاب کا مرکزی نکتہ صرف وقت کے ہندو مسلم اتحاد کی تحریک ترک موالات کی حرمت اور مذمت بن گیا، جس نے انگریز کو ایسا پریشان کر رکھا تھا، کہ وہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اتنا پریشان اور متزلزل کبھی نہیں ہوا۔

شروع میں اسکولوں کی گرانٹ کے لئے یہ لکھا، کہ جن اسکولوں میں اسلام کو ضرر پہنچانے والے شرائط کے ساتھ امداد ملتی ہو، وہ اس کو بیشک قبول نہ کریں۔ اس کے اگلے صفحے سے ہی ہندو مسلم اتحاد اور تحریک کے مسلم لیڈروں کی مذمت شروع ہو جاتی ہے۔ فہرست سے کچھ اہم سرخیاں آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

لیڈر امداد چھڑاتے ہیں اور مخرب دین تعلیمیں نہیں چھوڑتے۔ لیڈر نصاریٰ کی ادھوری غلامی چھڑاتے، اور مشرکین کی پوری غلامی منواتے ہیں۔ (مسلم) لیڈروں کو اسلام نہ جب مد نظر تھا، اور نہ اب ہے۔

یہاں مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں۔ اس کی طرف بلانے والے شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کے بدخواہ ہیں۔ یہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

تمام مشرکین ہند محارب بالفعل ہیں

استعانت جائز ہے، تو صرف ذمی سے۔ حربی سے مطلقاً حرام ہے۔ کتابی (یہود و

نصاریٰ) سے استعانت جائز ہے، مشرک سے مطلقاً حرام ہے۔ کافروں سے اتحاد کرنے والے بحکم قرآن کافر ہیں۔

کافروں کا حلیف بننا حرام ہے۔

اصل مقصد سیلف گورنمنٹ ہے، مقدس مقامات اور ترکوں کا نام صرف ٹٹی ہے۔

یہاں کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی حرام ہے

کافر کو کتے کی طرح مغلوب بنا کر استعانت جائز ہے، جب کہ وہ ہمارے ہاتھ میں کتے کی طرح مسخر ہو۔

ذلیل وقلیل کافروں سے، استعانت کی اجازت ہوگی، نہ کہ انبوہ کثیر سے۔ کافر کو راز دار بنانا مطلقاً حرام ہے۔

کافر کو محرری پر نوکر رکھنے کی ممانعت ہے۔ کافر کی تعظیم، یا اسے کوئی تعظیم والی نوکری دینا حرام ہے۔

نوے صفحات میں اس قسم کی بحثیں اور دلائل بیان کر کے، باقی تیس صفحات میں تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات کے لیڈروں کو کھری کھری سناتے، یہ طویل جواب ختم کر دیتے ہیں۔ ان مسلم لیڈروں میں اپنے ہم مسلک بدایونیوں کو بھی رگڑا ہے، جو تحریک میں دل و جان سے شریک تھے۔ جن میں مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا عبدالماجد بدایونی نمایاں تھے۔

آپ خود سوچیں

اب آپ خود سوچیں کہ سوال کیا تھا، اور طویل جواب کیا لکھا گیا! جیسے ایک بہانہ بنا کر اپنے محسن انگریز کی مدد کرنے کی کوشش کی گئی، کہ کسی طرح وہ اپنے اقتدار کی تاریخ کے اس نازک ترین دور سے بچ نکلے۔ لیکن دلائل اور مواد اس قسم کا تھا، کہ کسی پر کسی قسم کا اثر نہ ہوا، اور نہ فطری طور پر ہونا چاہئے تھا۔ البتہ شدت پسند ہندو تحریکوں کو اس سے یہ مواد ضرور مل سکتا تھا! کہ دیکھو، اصل میں مسلمان کی تعلیم اور ذہنیت کیا ہے۔ اور اسی ذہنیت کے ہوتے ہوئے، اس نے اپنے ہزار سالہ دورِ اقتدار میں ہندوؤں کے ساتھ کیا کیا ہوگا! جس کا ہم رونا رو رہے ہیں، تو ہمیں تعصب پسند کہا جا رہا ہے۔

کوئی اس کی تشریح تو کرے!

برصغیر ہندو پاک جیسے کثیر القومی ملک میں جہاں مسلمان آبادی کہیں چار فی صد تھی۔ کہیں بارہ تیرہ، کہیں پچپن، کہیں ۶۵ فیصد، اور اکثر صوبوں میں مسلمان بہرحال اقلیت میں ہی تھے۔ وہاں پر اس قسم کی تعلیم کے تحت کیسے گذارہ ممکن تھا؟ مل کر گذارہ کی کوئی راہ نکالنی ہی تھی نئے محقق مؤرخ ڈاکٹر محمد مسعود صاحب اس کتاب کو "دوقومی نظریہ" کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ تو اب جب یہ نظریہ عمل میں آ گیا ہے، تو ڈاکٹر صاحب ہی بتائیں، کہ اس کے بعد بھارت کے مسلمان اور خود اعلیٰ حضرت کے جانشین، بھارت میں مسلمانوں کی رہائش میں اپنے مجدد والد کی اس تعلیم پر کتنا فیصد عمل کر سکے ہیں، یا اس پر عمل کر کے وہاں کا مسلمان کیسے اور کیسی زندگی گذار سکتا ہے، اس کا جواب اپنی جدید تحقیق کا دوسرا حصہ سمجھ کر ڈاکٹر صاحب کو لکھنا چاہئے، یا کوئی اور بریلوی محقق بتائے، کہ ان کے اعلیٰ حضرت کا یہ منصوبہ کس قدر قابل عمل تھا، کس قدر حقائق پر مبنی تھا، یا ہے، یا ہو سکتا ہے؟ ابھی اور بھی کئی سوال اٹھ سکتے ہیں، جو کسی الگ کتاب میں ہی بیان کیے جا سکتے ہیں۔

کسمپرسی ہی نصیب ہوئی

حقیقتوں کی دنیا یہ ہے، کہ انگریز کے خود اس ملک میں مظالم، سازشوں، اپنے اقتدار کو طول دینے کی کوششوں، بیداری کی تحریکوں کو دبانے، اور ساتھ ہی مسلم دنیا کے خلاف منصوبوں اور ان پر عمل کے نتیجے میں یہاں کی پوری آبادی، خصوصاً مسلمان انتا پس کر، بیزار ہو کر بیدار ہو چکا تھا، کہ اعلیٰ حضرت کے چند قریب ترین یا اسی سے نام پانے اور اسی سہارے جینے والے مٹھی بھر لوگوں کے سوا، باقی سب علماء، سب فرقے، سب طبقے خلافت تحریک اور اس کی جڑواں تحریک ترکِ موالات میں ایسے ایک بن کر سامنے آ گئے، اور یہ ایک ایسا ہمہ گیر اور ہیجان خیز طوفان ہو کر اٹھا، کہ اس کے خلاف کوئی نہ ٹھہر سکا۔ اس مصنف کی یادیں ۱۹۳۸ء سے شروع ہوتی ہیں۔ ہم نے ان پڑھ لوگوں کی محفلوں میں بھی اکثر اس تحریک کے قصے اس کے جوش خروش کے واقعات کے قصے ہر جگہ سنے۔ ہر ہوٹل اور دکان پر محمد علی جوہر، اور کمال

اتاترک کے فوٹو دیکھے۔

بہرحال ہر معاملہ نے دنیا جہاں کی اور ہر فعال تحریک اور ادارے کی مخالفت کرنے کے عادی احمد رضا خان بریلوی کے لئے یہ خودکشی ہی بنی۔ اس کا عوام و خواص میں گراف زیرو پر ہی پہنچا۔ یا یہ کہا جائے کہ وہ اپنے منطقی انجام کو پہنچا۔

نوحہ خواں کوئی نہ ہو

یہ "المحجۃ المؤتمنۃ" کتاب اعلیٰ حضرت کی آخری تصانیف میں سے ہے۔ اس سے اگلے سال تحریک ترکِ موالات کے عین عالمِ شباب میں اکتوبر ۱۹۲۱ء میں اس نے رحلت فرمائی، لیکن اس حالت میں کہ بقولِ غالب:

اور اگر مر جایئے، تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

اپنے مخصوص مزاج یا عام عقیدے کے مطابق "انگریز کی وفاداری" میں اس نے اپنے لئے اور بریلویت کے لئے جو حالات پیدا کئے، اس کا اثر طویل پچاس برس تک کیسا سبق آموز رہا، یہ ان کے اپنوں کی ہی کی زبانی سنئے اور پڑھیے:

۵۰ سالہ دورِ فترت کا نقشہ

۱۹۷۰ء کی احیاءِ نو کی مہم میں بریلویت پر سب سے زیادہ لکھنے والے ڈاکٹر محمد مسعود اپنی کتاب "حیات مولانا احمد رضا خان" میں صفحہ ۲۳۲ پر لکھتے ہیں کہ "مولانا بریلوی نے ۱۹۲۱ء/۱۳۴۰ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ تحریکِ ترکِ موالات نے مسلمانانِ ہند کو جذبات کے سیلاب میں بہا کر حلم و تدبر اور مآل اندیشی کے جوہر سے محروم کر دیا تھا۔ قائدِ اعظم اور ڈاکٹر اقبال بھی اس جذباتی فضا میں خاموش نظر آتے ہیں۔ مگر مولانا بریلوی نے نتائج اور عواقب سے بے نیاز ہو کر کلمۂ حق کی تائید (۱) اس زور سے کی، کہ اپنے بھی خفا ہو گئے۔ لیکن انہوں نے عظمتِ اسلام کی خاطر اس کی پرواہ نہ کی۔ .... ان کے انتقال کے بعد مولانا محمود جان جودھپوری کا منظوم "ذکرِ رضا" (سیرت پر) ۱۹۲۱ میں سامنے آیا۔ پھر

(۱) یہ کس طرح اور کس قسم کا کلمۂ حق تھا، اس کی تفصیل ہم آگے پوری تفصیل سے ایک الگ کتاب میں دکھائیں گے، جس کا عنوان ہوگا "تحریک پاکستان میں بریلویوں کا کردار"، چاہیں تو یہاں تک کر پہلے وہ پڑھ لیں۔

۱۹۳۸ تک کوئی قابلِ ذکر چیز سامنے نہیں آئی۔ ۱۹۳۸ء میں مولانا ظفیر الدین بہاری نے حیاتِ اعلیٰ حضرت کا آغاز کیا، جو ۱۹۵۰ء میں چار جلدوں میں مکمل ہوئی۔ ہنوز پہلی جلد شائع ہوئی۔ (باقی تین آج ۲۰۰۴ تک سامنے نہیں آئیں)۔...... یہ کتاب ترتیب وتدوین کے لحاظ سے فضلاء کے سامنے پیش کرنے جیسی نہیں...... شاہ محمد مانا میاں کی ''سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی'' مطبوعہ ۱۹۷۰ء اور سید حامد علی قادری کی حیاتِ طیبہ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۸ء تک فاضل بریلوی پر کوئی (دوسری) قابلِ ذکر کتاب راقم کی نظر سے نہیں گذری...... اس کے بعد مرکزی مجلس رضا لاہور اور پاکستان وہندوستان کے دوسرے (بارہ) اداروں اور فاضلوں کی طرف سے گذشتہ دس سالوں میں مولانا بریلوی پر جو کام ہوا ہے، اس کو سمیٹنے کے لئے ایک علیحدہ مقالہ کی ضرورت ہے''۔

نصف صدی تک صرف سوانح بھی نہیں لکھی گئی

ڈاکٹر صاحب کی اس عبارت میں اعلیٰ حضرت کی کسمپرسی کا نقشہ واضح ہے۔ ان کی دوسری کتاب ''فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں'' مطبوعہ ۱۹۷۲ء میں صفحہ پر یہ الفاظ بھی دیکھیں ''نصف صدی گذر جانے کے بعد کسی محقق نے اس طرف توجہ نہیں کی، اور کوئی ایسا کام نہ ہوسکا، جو علمی دنیا میں پیش کیا جاسکے''۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۲ پر ڈاکٹر صاحب کو یہ اعتراف ہے کہ سوانح پر دوسروں کی ہر ایک اہم تازہ رحلت کرنے والی شخصیت پر بھی قابلِ ذکر کتابیں بے شمار ملیں گی۔ جو سوانح نگاری کے تقاضے بھی پورا کرتی ہیں۔ اس کے برخلاف فاضل بریلوی کی سوانح پر جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ واقعات کا کشکول اور مدلل مداحی کے ذیل میں تو آتا ہے، لیکن اس پر سوانح کا اطلاق مشکل ہی سے ہوسکتا ہے''۔

کچھ اور گواہیاں

اسی قسم کی شکایتیں ''الامن والعلیٰ'' مطبوعہ ۱۹۸۰ء کے حرفِ آغاز میں، سیرتِ احمد رضا از اختر شاہ جہاں پوری میں: ''اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام'' مطبوعہ ۱۹۸۶ء میں، احمد رضا خان پر مقالات پر مشتمل ضخیم کتاب ''انوار رضا'' مطبوعہ ۱۹۷۶ء کے مختلف مضامین میں، اور کئی جگہ ملتی ہیں۔ حتیٰ کہ ''اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام'' مطبوعہ ۱۹۸۶ء میں صفحہ ۷۰ پر یہ تک شکایت یا اعتراف ہے کہ ''پنجاب کے دل لاہور جیسے شہر میں بیس سال پہلے (۱۹۶۶ء تک) صرف نوری

کتب خانہ کے نام سے چھوٹی دکان تھی، جس سے اہلِ سنت والجماعت کی چھوٹی چھوٹی کتابیں مل جاتی تھیں...... جبکہ بدمذہبوں (غیر بریلویوں) کے متعدد مکتبے بڑے ٹھاٹھ سے چل رہے تھے...... اب بفضلہٖ تعالیٰ (پچھلے کچھ سالوں میں) لاہور میں بیس پچیس مکتبے بڑے حوصلہ افزا طریقے سے کام کر رہے ہیں...... '' صفحہ ۶۶ پر ہے کہ ''آج (۱۹۸۴) سے پندرہ سولہ سال پہلے تک (۱۹۶۹ء تک) سرمایہ ملت کے اس نگہبان کی حمایت میں ہماری طرف سے ایک بھی قابلِ ذکر کتاب منظرِ عام پر نہیں آئی تھی''۔ وغیرہ وغیرہ۔

پچاس سال تک کچھ بھی نہیں ہوا

شاہ تراب الحق نے کتاب ''ارشاداتِ اعلیٰ حضرت'' کے مقدمہ میں ۱۹۸۳ء میں لکھا، ''اعلیٰ حضرت نے ایک ہزار تصانیف کا سرمایہ چھوڑا۔ جن میں سے اکثر ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آئیں۔ صرف فتاویٰ رضویہ ۱۲ جلدوں میں ہے۔ جن میں سے صرف پانچ جلدیں چھپ سکی ہیں''۔

۱۹۷۶ء میں احمد رضا پر اب تک لکھے اور پڑھے ہوئے مقالوں پر مشتمل ۴۷۷ صفحات کی ضخیم کتاب ''انوار رضا'' چھپی۔ اس کی تمہید میں صفحہ ۹ پر یہ الفاظ دیکھیں۔ ''افسوس کہ امام احمد رضا کی بارگاہ میں ۵۵ برس میں ہم ۵۵ کتابیں بھی پیش نہ کر سکے، اب تک جو لکھا ہے، وہ چند اوراق سے زیادہ نہیں، جو جزوی کوششیں ہوئیں، وہ تحقیقی اور سوانحی معیار کی نہیں''۔

یہ کچھ عبارتیں بھی اپنوں ہی کی طرف سے ہیں:

(۱) ''لیکن وائے ہماری بے حسی!...... دنیائے اسلام کے اس مایۂ ناز'' محقق کے کتنے ہی جواہر پارے اور ذخائر بریلی شریف میں کیڑوں کی خوراک بن رہے ہیں''۔ (سیرت امام احمد رضا، مطبوعہ ۱۹۹۵ء، صفحہ ۹)

دوسروں نے سب کچھ کیا اور آپ نے ....

(۲) ''سیرتِ پاک، سیرتِ صحابہ، بزرگانِ دین و اولیائے پاک و ہند کے کارناموں پر آپ کی کتنی تصانیف ہیں؟ درسِ نظامی کی کتنی کتابوں پر آپ کے حواشی و شروح ہیں؟ آپ کی درسگاہوں میں بھی گمراہ گروہ کے حواشی والی کتابیں پڑھانے پر مجبور ہیں؟ اہلِ سنت (بریلویوں) کے کتنے سہ روزہ، ہفت روزہ، پندرہ روزہ اور ماہوار رسالے ہیں، جو کامیابی سے

چل رہے ہیں؟ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، صفحہ ۶۹--۷۰)

حدیث پر کچھ نہیں لکھا!

(۳) "بدمذہب (غیر بریلوی) تقریباً ایک صدی سے احادیث کی کتابوں کے اردو ترجمے (مختلف عنوانات کے تحت) پہنچاتے رہے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں یہ کتابیں پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پہنچیں۔ اہلِ سنت (بریلویوں) کی طرف سے صرف ایک مصنف مفتی یار خان گجراتی کی شرح مشکوٰۃ شریف بازار میں دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی کتاب پوری چودھویں صدی میں اردو شرح کے ساتھ بازار میں نہیں آئی"۔ (ایضاً صفحہ ۷۳)

(۴) "آج ایشیا میں جتنے بھی تحقیقی ادارے ہیں، وہاں احمد رضا کا کام تو درکنار، نام بھی نہیں ملے گا"۔ (انوار رضا، صفحہ ۱۰)

دائرۃ المعارف میں نام نہ آسکا

(۵) پنجاب یونیورسٹی لاہور نے بڑے اہتمام کے ساتھ ماہرین کا ایک بورڈ بنا کر "دائرۃ المعارف اسلامیہ" شایع کرنا شروع کیا۔ جو چوبیس ضخیم جلدوں میں مکمل ہوا۔ اس میں احمد رضا خان کا نام بھی نہ آسکا۔ کیونکہ اس وقت تک اس پر کوئی سیرت کی معیاری تصنیف کہیں موجود نہ تھی۔ اپنے بیٹوں اور جانشینوں کا بھی کوئی تحریری کام نہ تھا۔ ۱۹۷۱ء کے بعد نئے بنے ہوئے بریلوی ڈاکٹر مسعود صاحب نے اپنی طرف سے مقالہ لکھ کر بھیجا، جو بعد میں دسویں جلد میں چلتے ہوئے حرف "ر" کے سلسلہ میں "رضا خان" کے عنوان سے شامل ہو سکا۔ حالانکہ احمد رضا خان کی وجہ سے الف میں آنا چاہئے تھا۔ (ہم کو بھی الف کے سلسلہ میں نہ ملنے کی وجہ سے مایوسی ہوئی۔ بعد میں معلوم ہونے پر دسویں جلد میں دیکھا)۔

ایک اہم سوال، آخر یہ سب کیوں ہوا؟

ڈھیر میں سے صرف ان کچھ حوالوں کے بعد بریلوی حضرات سے ایک اہم سوال کیا جاسکتا ہے، کہ آخر آپ کے امام کی اس کسمپرسی کی وجہ کیا ہے؟ وہ لاوارث تو نہیں تھا۔ ماشاء اللہ دو عالم بیٹے چھوڑے، جن میں ایک اس رتبہ کا عالم تھا، کہ آپ اس کو مفتی اعظم ہند کہا کرتے ہیں۔ مالی وسعت بھی اچھی تھی۔ معتقد اور مداح بھی تھے۔ آپ کے بقول بریلی کا مدرسہ منظر الاسلام بھی خوب چل رہا ہے۔ خاندان کے بھی لوگ عالم ہیں۔ آپ کے بقول

انہوں نے بریلی میں تین اہم ادارے اشاعتِ تصنیفاتِ رضا، رضا لائبریری اور رضا اکیڈمی بھی قائم کئے ہوئے ہیں۔ جو احمد رضا خان کی ہی اشاعت کے لئے وقف ہونے چاہئیں۔ احباب بھی تھے۔ شاگرد بھی تھے۔ مرید بھی تھے، کتابیں بھی تازہ لکھی ہوئی اس وقت موجود ہونی چاہئیں تھیں۔ زندگی کے نقشے کے عینی گواہ بھی موجود تھے، جن کا بورڈ فوراً ایک ضخیم معتبر سوانح لکھ سکتا تھا۔ جیسے آج کل معتبر سوانح کسی کی رحلت کے فوراً بعد آجاتی ہے۔ پھر بھی پچاس سال تک یہ کسمپرسی کا نقشہ کیوں قائم رہ سکا، کہ صرف سیرت پر بھی کوئی معیاری کتاب نہ چھپ سکی۔ ہر ایک خوب رو رہا ہے، کوئی سبب نہیں بتاتا، کہ یہ سب کیوں ہوا، یہ سب کس نے چھپایا اور کیوں؟ کہ لکھی ہوئی کتابوں کی فہرست بھی اب بن رہی ہے! عالم بیٹوں نے نہیں بنائی۔

۱۹۷۶ء تک بھی "انوار رضا" میں ہزار کتابوں کے دعوے کے باوجود صرف ۵۴۸ کتابوں کی ہی فہرست آسکی، جن میں مطبوعہ صرف ۱۰۶ دکھائی گئی ہیں۔ رحلت کے بعد ۶۳ برس تک یعنی ۱۹۸۳ء میں بھی آپ کے بقول فتاویٰ کی ۱۲ جلدوں میں سے صرف ۵ جلدیں ہی چھپ سکیں۔ جب کہ یہ اس قسم کا کام ہے، کہ ایک جلد مکمل ہوتے ہی چھپ جایا کرتی ہے، اور دوسری کا انتظار شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگوں کو اپنے روز مرہ معاملات میں مسائل کے حل کی تلاش رہتی ہے۔ نئے مفتیوں کے کام کے ساتھ ساتھ ۱۹۸۳ء تک تو اردو میں ترجمہ ہو کر فتاویٰ عالمگیری کی بھی سب جلدیں آچکی تھیں۔ اسی طرح غیر بریلوی کتب خانوں پر چلے جایئے، سوانح سے لے کر حدیث، سیرت، صحابہ، اکابر، جدید مسائل، جدید معاشیات کے اسلامی حل، جدید ذہن کے شکوک وشبہات وغیرہ وغیرہ پر ڈھیر ساری کتابیں مل جائیں گی۔ دام بھی اچھے خاصے ہیں، لیکن ایڈیشن پر ایڈیشن شایع ہو رہے ہیں۔ اب تو قدیم کتب کے اردو تراجم کا بھی ذوق پیدا ہو چکا ہے۔ تازہ دور کے مولانا اشرف علی تھانوی کی سب کتب، مواعظ، ملفوظات، ان کی تلخیص، تشریح ہر جگہ موجود ملیں گی۔ ابوالحسن علی ندوی کی پچاس کی پچاس کتب کے ایڈیشن پر ایڈیشن شائع ہو رہے ہیں۔ کتنے مصنفوں اور کتنی کتابوں کے نام لئے جائیں۔ گذشتہ سو برس میں اردو میں اسلام پر کیا ہوا، اور ہر وقت شایع ہوتے رہنے والے کام جمع کرنے کے لئے آپ کی جیب ساتھ دے، تو ایک دو ہفتہ میں بڑی لٹریری تیار کر سکتے ہیں۔

لیکن اعلیٰ حضرت کی کتابیں حاصل کرنے کے لئے فرہاد والا حوصلہ چاہئے۔ پھر بھی الماری کا ایک ہی خانہ بھرا جا سکتا ہے۔

آخر یہ ماجرا کیا ہے؟

آخر بریلوی اعلیٰ حضرت کے ساتھ ہی یہ ماجرا کیوں ہے، کہ ڈھیر سارے کام کی بجائے ڈھیر بہانے ہیں، کہ اس وجہ سے یہ نہ ہو سکا، غیروں نے سازشیں کیں اور صورت مسخ کی، ناشر لالچی ہو گئے ہیں، اپنوں نے توجہ نہیں دی، وغیرہ وغیرہ! یار لوگ ہٹ دھرمی چھوڑیں اور حقیقت پسند بنیں، تو بات صاف سامنے پڑی ہے، کہ جہاں زندہ عملی مسائل پر جاندار مواد ہے، اس کو نہ مہنگائی روک سکی ہے نہ مخالفوں کی مہمیں۔ آخر آپ نے بھی تو دیوبندیوں کی صورت مسخ کرنے کی کتنی کوششیں کی ہیں، پھر کیا روک سکے! مشک کی خوشبو کو بھی کوئی چھپا سکا ہے۔ کچھ کام ہو، اور کام کا ہو، تو سامنے آئے، یا لایا جائے۔ باقی سب بہانے ہیں۔

خود نہ چل سکنے والے کو کیسے اڑایا جا رہا ہے

بہر حال اصل بات پر آیئے، کہ پچاس سال کی اس مکمل خاموشی کے بعد اچانک جو بریلوی اعلیٰ حضرت اور بریلویت میں نئی جان ڈالنے کی مہم شروع کی، یا کہیں سے شروع کروائی گئی، تو وہ بھی دلائل کے زور پر بریلوی تعلیمات اور احمد رضا کے کردار کو صحیح اور حق پر مبنی ثابت کرنے کی بجائے، صرف اس کے لئے ایک قسم کے طلسماتی، کراماتی بلکہ دیو مالائی قسم کے ہی کردار ثابت کرنے کے گرد گھوم رہی ہے۔ چند جملے، چند کرامتیں ہی ہر جگہ مختلف طریقوں سے ملیں گے۔ خود اعلیٰ حضرت کی لکھی ہوئی ایک ہزار میں سے پہلے شایع شدہ تقریباً ایک سَو رسالوں، کتابوں کے علاوہ، اس احیاءِ نو کے دور میں ان شکایتوں کے باوجود بھی پچیس سالوں میں اتنی ہی کتابیں بھی سامنے نہیں لائی جا سکی ہیں۔ جس سے یہ شبہ یقین میں بدلتا جا رہا ہے کہ وہ کتابیں اتنی جاندار، بامقصد اور چھاپنے کے لائق ہیں ہی نہیں۔ اسی لئے اچھی خاصی مالی پوزیشن کے باوجود اپنے عالم بیٹے اور خاندان والوں نے بھی باہر لانے کی بجائے الماریوں میں مٹی اور کیڑوں کے ساتھ میں رہنے دیں۔ اس کی مزید تفصیل ہم الگ فصل میں دیں گے۔

دیو مالائی کردار

یہاں آیئے دیکھیں، کہ تازہ دور میں اعلیٰ حضرت، جو خود اپنے دور میں اپنے پاؤں پر

نہ چل سکے، اس کو کیسے اڑا کر کہاں پہنچانے کی کوششیں کس طرح ہو رہی ہیں۔

اس رتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکا

اعلیٰ حضرت کی کتاب احکامِ شریعت کو تازہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے شایع کروایا ہے، اس کی تصحیح اور ترجمہ مولانا سعید احمد صاحب، امام مسجد داتا صاحب نے لکھا ہے۔ شروع میں ہی یہ الفاظ ہیں کہ ''ملتِ اسلامیہ کو اس کا اعتراف ہے، کہ اس فضل و کمال کی گہرائی اور اس علمِ راسخ کے کوہِ بلند کو آج تک کوئی نہ پا سکا''۔

یہاں مصنف نے پوری ملتِ اسلامیہ کا لفظ لکھا ہے، اور کسی دور کی نشاندہی بھی نہیں کی، تو صاف مطلب ہوا کہ پوری امت میں شروع سے لے کر آج تک کے علماء میں آج تک احمد رضا کے علمی رسوخ اور گہرائی کی بلندی کو کوئی نہیں پہنچ سکا۔! یہ اعتراف بھی پوری ملتِ اسلامیہ کو ہے، صرف بریلویوں کی بات نہیں۔

لغزشوں اور خطاؤں سے محفوظ!

(۲) اسی کتاب کے ص ۱۱ پر عنوان ہے ''اعلیٰ حضرت کا لغزشوں سے محفوظ رہنا''۔ نو عدد سطروں میں اس عنوان کی تشریح اس طرح شروع ہوتی ہے کہ ''علماءِ دین کے اعلیٰ کارنامے چودہ صدیوں سے چلے آ رہے ہیں۔ مگر لغزشِ قلم اور فلتتِ لسان سے بھی محفوظ رہنا اپنے بس کی بات نہیں...... اعلیٰ حضرت کی زبان اور قلم کا یہ حال دیکھا، کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ اور زبان اور قلم نقطہ کے برابر بھی خطا کرے، اس کو ناممکن فرما دیا ہے''۔

(۳) یہ عبارت بھی غور سے پڑھیں: ''مولوی صاحب (چھوٹے بچے احمد رضا کو) قرآن پاک پڑھا رہے ہیں، ایک جگہ کاتب کی غلطی سے زیر کی جگہ زبر آ گئی تھی۔ چھوٹے احمد رضا کی زبان سے زبر والا لفظ نکلے ہی نہیں۔ بار بار زیر والا پڑھیں۔ آخر تصدیق سے معلوم ہوا کہ منے میاں صحیح ہیں۔ قرآن پاک میں کتابت کی غلطی تھی۔ (اس سے معلوم ہوا کہ) غلط لفظ بچپن سے زبان مبارک پر نہیں آنے دیا گیا۔ جسم و جان و قالب کے مالک مولا تعالیٰ نے آپ کو بچپن سے، لغزش سے محفوظ رکھا''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، از حسنین رضا، صفحہ ۱۳۶ تجلیات امام رضا از قاری امانت رسول صفحہ ۴۴)

پردے کے پیچھے حضور بتاتے تھے، احمد رضا بولتے تھے

(۴) کتاب ''عرفان شریعت'' مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد کے دیباچہ میں محمد صادق قادری صاحب لکھتے ہیں، کہ ''حضرت میاں شرقپوری نے غوث اعظم کو خواب میں دیکھا، تو پوچھا کہ اس وقت آپ کا نائب کون ہے۔ فرمایا کہ بریلی میں احمد رضا۔ بریلی آ کر زیارت کی۔ بعد میں فرمایا کہ ''میں نے دیکھا کہ پردے کے پیچھے حضور کریم ﷺ بتاتے ہیں، اور احمد رضا بولتے ہیں''۔

(۵) ''اس زمانہ میں (آٹھ برس کی عمر میں) خواب میں دیکھا کہ حضور کریم ﷺ اپنی والدہ سیدہ آمنہ کی گود مبارک میں اپنی شان طفلی میں والدہ ماجدہ کا دودھ نوش فرما رہے ہیں۔ اپنے اس غلام خاص کو دیکھ کر اپنی والدہ مکرمہ سے فرمایا کہ میرا احمد رضا آ گیا''۔ (کرامات امام احمد رضا، صفحہ ۲۵)

(۶) ''درحقیقت اعلیٰ حضرت، غوث پاک (سیدنا جیلانی) کے ہاتھ میں ایسے تھے، جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم (اور) غوث پاک سرور عالم ﷺ کے ہاتھ میں ایسے تھے، جیسے کاتب کے ہاتھ میں قلم، اور کون نہیں جانتا کہ رسولِ پاک ﷺ رب پاک کی درگاہ میں ایسے تھے کہ قرآن پاک نے فرمایا ''وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی'' (وہ اپنی مرضی سے نہیں کہتے، ان کا سب کچھ اللہ پاک کی طرف سے وحی ہوتا ہے)۔ (سیرت امام احمد رضا، از اختر شاہ جہاں پوری، ص ۴۲)

سوچیں تو، کہ بات کہاں تک پہنچی!

قارئین کرام خود سوچیں، کہ اختر صاحب نے بات کہاں تک پہنچا دی۔ مطلب صاف ظاہر ہے، کہ حضور کریم ﷺ کی بات یعنی قرآن، حدیث و سیرت تو مکمل وحی تھی۔ اور اعلیٰ حضرت کی ہر بات بھی آپ ہی کی طرح تھی، کہ وہ تو صرف اس کے قلم سے نکلی تھی، ہاتھ تو حضور کریم ﷺ کا تھا۔ اور پردے کے پیچھے بتانے والے بھی آپ ﷺ ہی تھے۔

نمبر ۵ والا حوالہ پھر دیکھیں، کہ حضور نے ۸ سالہ عمر میں ہی آپ کو ''میرا احمد رضا آ گیا'' کے خطاب سے نوازا۔ نمبر ۲ اور ۳ میں کھلا دعویٰ ہے، کہ بچپن سے لے کر کوئی غلط لفظ آپ کی زبان پر آنے ہی نہیں دیا گیا۔ اور قلم اور زبان کو مولا پاک کی طرف سے خطا ہونے سے محفوظ

کر دیا گیا تھا۔ اس طرح ''امام معصوم'' ہونے میں کوئی بات رہ ہی نہیں گئی، لیکن احتیاطاً امام معصوم کی بجائے لفظ ''امام محفوظ'' دیا گیا۔ اس پر مزید مہر نمبر ۴ والے حوالے میں دیکھیں، کہ ''پردے کے پیچھے حضور کریم ﷺ بتاتے تھے، اور احمد رضا بولتے تھے''۔

اتنے حوالوں کے بعد بریلوی علماء پر اس سوال کا جواب دینا لازم ہو جاتا ہے، کہ چودہ سو سالہ تاریخ میں کسی دوسرے امام، عالم، ولی، غوث، مجتہد کے لئے کبھی کسی نے اس قسم کا کہیں ایک جملہ لکھا ہے۔ دوسرے فرقوں کے لئے البتہ ہم کو نہ معلوم ہے، نہ دلچسپی ہے، کہ وہ اپنے اماموں کے معصوم ہونے کے لئے کیا دلائل دیتے ہیں۔ یہ بھی دیکھیں، کہ خود احمد رضا کا بھی دعویٰ ہے، کہ مجھے غلطیوں سے محفوظ رکھا گیا، کئی علوم مجھے الہامی طور پر سکھائے گئے۔ بارگاہِ رسالت سے سکھانے کا بھی دعویٰ ہے۔ یہ عبارتیں تھوڑا آگے آ رہی ہیں۔

ہر طرح سب سے آگے اور اونچے

دوسری طرف دیکھیں، کہ آج کل کے بریلوی حضرات مسلسل اس مہم میں لگے ہوئے ہیں کہ یہ ثابت کیا جائے، کہ اس معیار کا عالم، اور اتنا وسیع علمی کام کرنے والا آج تک دوسرا پیدا ہی نہیں ہوا۔ اوپر پہلے نمبر پر داتا مسجد کے پیش امام کا حوالہ پڑھا، کہ ملتِ اسلامیہ کو اعتراف ہے، کہ علم کے اس فضل و کمال و گہرائی اور رسوخ کی بلندی کو کوئی نہیں پہنچ سکا۔ کچھ دوسری عبارتیں بھی غور سے دیکھیں:-

سب پچھلوں کے مجموعے سے بھی زیادہ فتوے لکھے

(۱) ''عالم اسلام کی تاریخ میں کوئی شخصیت اتنے علوم میں جامع پیدا نہیں ہوئی''۔ (شہنشاہ کون۔ از کاشف بٹ، صفحہ ۳)

(۲) ''ایک فتاویٰ رضویہ کو دیکھ لیجئے، جس کی نظیر عالم اسلام پیش نہیں کر سکا''۔ (سیرت اعلیٰ حضرت صفحہ ۵۲ از حسنین رضا)۔

(۳) ''آپ کے فتاویٰ حجم اور تحقیق میں علماء سابقہ کے مجموعی فتاویٰ سے کہیں زیادہ ہیں''۔ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، صفحہ ۹) واضح رہے کہ ۱۹۸۳ء تک بھی ان کی صرف پانچ جلدیں چھپ سکی تھیں)۔

یہ دو جملے دیکھ کر بریلوی حضرات جواب دیں، کہ ان کو اسلامی تاریخ کی جو فتاویٰ کی کتابیں معلوم ہیں، کیا وہ واقعی سب مل کر بھی حجم اور تحقیق میں فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدوں سے کم ہیں؟ عام بریلوی بھی سوچیں، کہ یہ خالص ڈینگیں ہیں، یا کسی عالم کے دعوے؟ اور کس معیار کے علماء اور محققوں سے ان کا پالا پڑا ہے!

علامہ شامی سے آگے نکل گئے

(۴) ''آپ کی علامہ شامی کی کتاب ردالمختار (شامی) پر لکھی ہوئی شرح دیکھ کر کوئی صاحب انصاف یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا، کہ امام احمد رضا واقعی فقہ میں علامہ شامی سے آگے نکل چکے ہیں''۔ (سیرتِ اعلیٰ حضرت صفحہ ۶۴) (یہ شرح ایک صدی گذرنے کے باوجود ابھی تک چھپی ہی نہیں، تو انصاف والے کیسے انصاف کریں۔ مصنف)

(۵) ''علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر فقہ میں مولانا بریلوی کے شاگرد لگتے ہیں۔ یہ تو امام حنیفہ ثانی معلوم ہوتے ہیں''۔ (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ از ڈاکٹر مسعود صفحہ ۲۰)۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ دونوں کتابیں پڑھی ہی نہیں ہیں۔ پھر بھی یہ لکھ بیٹھے۔

تاریخ میں کچھ لوگوں کی بلند صلاحیتوں کے اعتراف میں ان کے لئے نعمان ثانی، جنید ثانی جیسے لفظ تو ملتے ہیں۔ لیکن کچھ کے ساتھ مقابلہ کر کے اس طرح تعریف کہیں نہیں ملتی، اس سے مفہوم ہی دوسرا ہو جاتا ہے۔

(۶) ''آپ نے تفسیر، حدیث، اصولِ حدیث، فقہ اور تصوف کے ڈیڑھ سو ضخیم کتابوں پر حواشی لکھے۔ حالانکہ اتنی تعداد اور حجم میں بڑی کتابوں پر کوئی پوری جماعت بھی حواشی نہیں لکھ سکی''۔ (رسائل رضویہ اول کا مقدمہ۔ از عبدالحکیم اشرف، صفحہ ۷۱)۔ قارئین کرام یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ ان میں سے کوئی ایک کتاب بھی ابھی تک نہیں چھپ سکی ہے۔ پھر نہ معلوم لکھنے والے نے یہ فیصلہ کیسے کیا، کہ پوری جماعت بھی اتنے حواشی نہیں لکھ سکی۔ حواشی کی اس داستان کی حقیقت ہم حیاتِ اعلیٰ حضرت میں بھی بیان کریں گے۔

چودہ سو برس کی سب کتابیں یاد تھیں

(۷) ''احکامِ شریعت کے دیباچہ میں صفحہ ۳ پر یہ بھی حیرت انگیز مدح سرائی ہے کہ

''اعلیٰ حضرت کو ۱۴۰۰ برس میں لکھی ہوئی ساری کتابیں اس طرح یاد تھیں کہ پوچھنے پر کسی بھی عبارت کے لئے فوراً یہ بتا دیتے تھے، کہ فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر فلاں سطر پر ہے۔ اس طرح ساری کتابیں یاد تھیں۔ جبکہ کوئی بھی حافظ روزانہ پڑھتے رہنے اور ذہن میں نقشہ ہونے کے باوجود قرآن پاک کا صفحہ اور سطر نہیں بتا سکتا''۔

اس حیرت انگیز حافظے کے بارے میں یہ کہانی بھی سنئے:

وضو اور جماعت کے درمیان وقت میں روزانہ ڈیڑھ پارہ قرآن حفظ کیا!

(۸) قاری امانت رسول کتاب ''تجلیاتِ امام احمد رضا'' میں صفحہ ۵۹ پر اعلیٰ حضرت کے ایک ماہ میں قرآن پاک حفظ کرنے کا واقعہ لکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ''کسی نے آپ کو حافظ لکھ لیا۔ اس کی لاج رکھنے کے لئے حفظ قرآن کا مصمم ارادہ کیا۔ وقت نہیں تھا۔ تو صورت یہ بنی کہ رمضان مبارک میں عشاء نماز کے وضو فرمانے اور جماعت ہونے کے درمیانی وقت میں مولانا امجد علی تلاوت فرماتے تھے، اور اعلیٰ حضرت اس سے سن کر مصلے پر وہی تراویح میں سنا دیتے تھے۔ اس طرح ستائیس تاریخ کو حفظ قرآن کا عظیم کام پورا کر دیا۔ اس کہانی کو مکمل کر کے آخر میں اپنا یہ شعر لکھتے ہیں۔ آپ کا دورِ حاضر میں ثانی نہیں سیدی۔

نوٹ: یہ دونوں واقعات دیکھ کر، ادھر حقائق کی دنیا میں دیکھیں، کہ ملفوظات کی جلد دوم کے شروع میں اپنے دوسرے حج کے اہم ترین واقعات بیان کر رہے ہیں۔ جن میں ہی حسام الحرمین، دولۃ المکیہ اور ان پر تصدیقات کے اہم واقعات ہوئے۔ لیکن سلسلہ کے دوران کئی جگہ خود کہتے ہیں کہ یہ بھول گیا، یہ یاد نہیں، صحیح یاد نہیں، لکھ دیا جاتا تو اچھا ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ عملی طور پر یہ حالت ہے، کہ پورے واقعات ہی بھول گئے، لیکن کہا جا رہا ہے، کہ چودہ صدیوں میں لکھی گئی سب کتابیں، اس طرح یاد تھیں، کہ ہر ایک عبارت کا صفحہ اور سطر نمبر بھی بتا دیتے تھے! آپ ایسی باتوں سے خود فیصلہ کریں، کہ کیا یہ سوچا سمجھا منصوبہ نہیں لگتا؟

ڈاکٹر ضیاء الدین کا الجھا ہوا مسئلہ حل کر دیا

ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم ریاضی میں وقت کے ماہر ترین اور سند مانے جاتے تھے، اور علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔ اس کی اعلیٰ حضرت سے ایک ملاقات ہوئی، اس ملاقات

کی غرض اور اصل گفتگو یا مسئلہ کی صحیح خبر تو آج تک کوئی بھی بریلوی سوانح نگار اور محقق نہیں بتا سکا ہے۔ لیکن ہر ایک بریلوی، چھوٹا یا بڑا سوانح نگار یا مقالہ نگار اس کا ذکر اپنے اپنے ظرف کے مطابق مداحی کے الفاظ کے ساتھ ضرور کرتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہوتا ہے، کہ ڈاکٹر صاحب کو ایک پیچیدہ مسئلے میں ایسا اشکال پیش آیا، کہ اس کے حل کے لئے جرمنی جانے تک کا سوچنے لگے۔ سید سلیمان اشرف کے مشورے سے جرمنی جانے سے پہلے اعلیٰ حضرت سے اس بارے میں ملاقات کی۔ اعلیٰ حضرت نے مسئلہ سنتے ہی فوراً حل کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب حیران رہ گئے، اور پوچھا کہ اس پیچیدہ علم میں ایسی مہارت آپ نے کہاں سے حاصل کی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ والد ماجدؒ سے صرف جمع تفریق ضرب تقسیم کے چار قاعدے سیکھے تھے، مزید پڑھنا چاہا، تو والد ماجد نے فرمایا کہ اپنا وقت اس پر کیوں صرف کرتے ہو۔ مصطفیٰ پیارے ﷺ کی بارگاہ سے یہ علوم تمہیں خود سکھا دیئے جائیں گے۔

دربار مصطفیٰ ﷺ سے خالص دنیوی علم سکھانے اور حاصل ہونے کا ذکر ہم بعد میں کریں گے، پہلے اس ملاقات اور اس سے پیدا ہونے والی مداحیوں کو دیکھئے۔ جس طرح اس مسئلہ کو پیش کیا جا رہا ہے، اس کو دیکھ کر ایک سمجھدار آدمی یہی کہہ اٹھے گا، کہ اس پر ڈاکٹر صاحب مرحوم کی روح مبارک بھی پچھتا کر کہہ رہی ہوگی کہ ”یہ جانتا اگر تو۔“ یہ ہم اس لئے کہہ رہے ہیں، کہ اس ملاقات کی اصل غرض کیا تھی، کونسا مسئلہ زیر بحث آیا۔ یہ کسی کو معلوم نہیں، نہ کوئی سوانح نگار بتاتا ہے، اور نہ کوئی ایسا رکارڈ ہے۔ بس ایک بڑے کی ملاقات سے ہر ایک کو مداحی کے لئے ایک موقع مل گیا۔

ڈاکٹر ضیاء نے یہ کہا، وہ کہا!

اس بارے میں سب سے طویل بیان لمبے سات صفحات پر پہلے سوانح نگار اور طویل ساتھ والے ظفر الدین بہاری کا ”حیات اعلیٰ حضرت“ جلد اول میں صفحہ ۱۵۰ سے ۱۵۷ تک ہے۔ جس سے ہی اہم تعریفی اقتباسات ڈاکٹر مسعود صاحب نے بھی ”حیاتِ امام احمد رضا“ میں تین صفحات میں ص ۱۰۷ سے ص ۱۰۹ تک دیئے ہیں۔ اس نے یہ کہا، اُس نے یہ کہا، ڈاکٹر صاحب اس طرح آئے۔ ایسے مشکل مسئلے کا فوری جواب سن کر حیران ہو گئے۔ فرمایا کہ میں نے پوری عمر مغرب کے سفر کئے، علم سیکھا۔ لیکن ایسی مہارت نظر نہیں آئی۔ جرمنی کے جانے

سے بچ گیا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن صفحہ ۱۵۵ پر خود مسعود صاحب بھی لکھتے ہیں، کہ ”ڈاکٹر صاحب کے آنے اور ملاقات میں تو شک نہیں البتہ کب آئے، اور مسئلہ کیا تھا، اس کو کسی نے بیان نہیں کیا“۔ اب قارئین کرام ہی بتائیں کہ یہ بات اس طرح نہیں ہوئی، کہ بہت شور سنتے تھے سینے میں دل کا۔ جو چیرا تو ایک قطرۂ خون (بھی نہ) نکلا۔ مسئلہ کیا تھا، نہ کہیں ڈاکٹر ضیاء الدین نے حوالہ دیا ہے، نہ کہیں اعلیٰ حضرت کا بیان ہے، نہ کسی رکارڈ پر ہے۔ نہ کسی اخبار اور رسالہ میں چھپا۔ آج تک اعلیٰ حضرت کی ریاضی دانی پر لکھی کوئی کتاب شائع بھی نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن ہر جگہ مداحیوں کے طومار لگ گئے ہیں۔ (تو پھر یہ نہ کہا جائے کہ ڈاکٹر صاحب کی روح اس ملاقات پر پچھتا رہی ہوگی!)۔

اصل حقیقت کا انکشاف

ایڈیٹر ماہوار رسالہ ”فاران“ کراچی، جناب ماہر القادری نے جولائی ۱۹۷۶ء کے فاران میں لکھا، کہ اس نے اس مشہور داستان کے بارے میں ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کے شاگرد، رفیق اور علی گڑھ میں ریاضی کے استاد پروفیسر عبدالمجید قریشی سے پوچھا۔ وہ حیران ہوئے، اور پھر خیال ظاہر کیا کہ ڈاکٹر صاحب ریاضی کی قدیم کتاب ”قانون المسعودی“ کا ترجمہ چاہتے تھے۔ شاید اس لئے گئے ہوں! باقی کسی قدیم ریاضی دان سے تازہ مسائل پر مشورہ یا وضاحت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جدید ریاضی نہ معلوم کہاں تک پہنچ گئی ہے“۔ اس نکتے سے ہی یہ الجھی ہوئی گتھی کسی قدر سلجھ جاتی ہے۔ کیونکہ پہلے راوی ظفیر الدین بہاری صاحب بھی صفحہ ۱۵۲ پر یہ بھی لکھتے ہیں، کہ ”ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میری لٹریری میں ایک نایاب کتاب عربی میں ہے، جس کے دنیا بھر میں صرف چند نسخے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ اس کا ترجمہ ہو جائے“۔ گتھی سلجھ گئی۔ دوسرا کوئی مسئلہ تھا ہی نہیں، تو کسی بھی رکارڈ پر کیسے نظر آئے۔ البتہ دو بڑوں کی ملاقات نے جہلاء کو مداحی کے عجیب عجیب بہانے دے دیئے۔

نوبل پرائیز کے مستحق تھے۔ مسعودی تحقیق

(۱۰) ان میں تعجب صرف ڈاکٹر مسعود صاحب پر ہے۔ اپنی ۱۹۹۲ء میں لکھی ہوئی کتاب ”امام احمد رضا اور علومِ جدیدہ و قدیمہ“ میں صفحہ ۵ پر فرماتے ہیں کہ ”سید سلیمان اشرف استاد

دینیات علی گڑھ سے ڈاکٹر ضیاء الدین نے فرمایا کہ "صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے"۔

اتنے بڑے دعوے کے راوی ڈاکٹر مسعود صاحب کو نوبل پرائز کا معیار بھی معلوم ہوگا، اور یہ بھی معلوم ہوگا، کہ ریاضی کے مضمون پر ان کے ممدوح اعلیٰ حضرت کی ایک چھوٹی سی رسلیا بھی ابھی تک نہیں چھپ سکی ہے، پھر بھی ڈاکٹر صاحب نے یہ سب کچھ لکھ بھی دیا، اور جاہل مداحین کو ایک اور جملہ یا عنوان دے دیا۔ اس معیار کے کیا کہنے!!

کوئی بتلاوے، کہ ....

اسی بارے میں مداحیوں میں یہ بھی ہے، کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ مہارت دیکھ کر اعلیٰ حضرت کے لدنی علم کے قائل ہوگئے۔ بریلی سے لوٹنے پر ڈاڑھی بھی رکھ لی اور نماز کے بھی پابند ہوگئے۔

اپنا تجربہ یہ ہے کہ اپنی یا کسی کی بھی مداحی کے وقت خود احمد رضا خان بھی اور بعد والے اس کو اڑانے والے بھی عقل سے بالکل پیادہ ہو جاتے ہیں۔ اوپر کی کچھ مثالیں بمع ڈاکٹر مسعود کے، اس کی اچھی مثالیں ہیں۔

مصطفیٰ پیارے کی دربار سے یہ علم سکھا دیا جائے گا

(۱۱) اب اعلیٰ حضرت کے اس جملے پر آیئے، جو بہ قول بریلیوں کے اس نے ڈاکٹر ضیاء الدین کو کہا تھا، کہ والد صاحب نے اس علم کے لئے فرمایا تھا، کہ اس پر اپنا وقت کیوں صرف کر رہے ہو۔ یہ علوم تمہیں مصطفیٰ پیارے کی بارگاہ سے خود سکھا دیے جائیں گے۔

آپ ذرا غور فرمائیں، کہ کون کیا کیا کہہ رہا ہے

والد صاحب متقی عالم ہیں۔ وہ اپنے ہونہار بیٹے کو دینی علوم پڑھا رہے ہیں۔ اور علم ہندسہ اور ریاضی کے بارے میں کہہ رہے ہیں، کہ ان پر اپنا (یہ قیمتی) وقت صرف نہ کرو، یہ تمہیں مصطفیٰ پیارے کی دربار سے سکھائے جائیں گے۔ یعنی دینی علوم ہم سے حاصل کرلو۔ دنیوی علوم پیارے مصطفیٰ کے سکھانے کے لئے انحصار رکھو! جس ذاتِ مبارکہ نے زندگی میں کسی صحابی کو کسی دنیوی علم فلسفہ، ہیئت، منطق، ریاضی، فلکیات، ہیئت وغیرہ کی کوئی تعلیم نہیں دی،

اور نہ ضروری سمجھی۔ کھجور کی فصل کے بارے میں کہا کہ یہ دنیوی معاملات تم خود جانو۔ آپ سے چاند کے متعلق سوال ہوا، تو آیتِ مبارکہ نازل ہوئی، کہ انسان اس سے اپنے اوقات اور تاریخیں معلوم کیا کرتے ہیں۔ یہاں ضرورت سے زیادہ کچھ نہ بتانے کی وجہ ظاہر ہے، کہ نبی کا یہ منصب ہی نہیں، کہ وہ لوگوں کو مزید فلکیات کی تعلیم دیں۔ یعنی یہ دنیوی علوم انسان خود اپنی کھوج اور عقل سے معلوم کرتا رہے گا۔ یہ ضرورت اس کی جبلت میں رکھ دی گئی ہے۔ نبی کا کام خدا کی معرفت، خودشناسی، روحانیت کی بلندی، اخلاق کی پاکیزگی کی تعلیم اور تربیت ہے۔ قرآن میں آپ کی بعثت کی وجہ بھی خدائی احکام اور ان کی حکمت بتانا اور تزکیۂ نفس بتائی گئی ہے۔

یہ بھی کھلی حقیقت ہے، کہ امت میں کسی نے ایک پورا دینی علم بھی مصطفیٰ پیارے ﷺ سے حاصل کرنے یا اپنے علوم کے وہبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ البتہ یہ معلوم ہے، کہ کسی بلند مرتبہ بزرگ عالم نے کبھی کسی خاص مسئلہ میں روح مبارکہ کی طرف توجہ فرمائی، اور اس کی روحانی طور پر رہنمائی ہوئی۔ علمی دنیا میں مکمل لدنی اور وہبی علوم کا دعویٰ گمراہ ملنگوں کی خرافات ہی مانی جاتی ہیں۔ جن میں اب بریلوی حضرات باجماعت شریک ہوکر اپنے اعلیٰ حضرت کے لئے ہم آواز نعرے لگانے لگے ہیں۔ وہ بھی دنیوی علوم کے بارے میں! فیا للعجب۔

اٹھائیس علوم الہامی فیض سے

(۱۲) سونے پہ سہاگہ یہ ہے، کہ خود اعلیٰ حضرت نے ایک دو نہیں، پورے اٹھائیس علوم کے لئے خود دعویٰ کیا ہے، کہ وہ اسے الہامی فیض سے حاصل ہوئے۔

اعلیٰ حضرت کی ایک کتاب ہے "الاجازت المتینہ" جس کو تازہ ۱۹۷۶ء میں مکتبہ حامدیہ لاہور نے "رسائل رضویہ" جلد دوم میں شائع کیا ہے۔ اس میں خود اعلیٰ حضرت نے اپنی مہارت والے چوّن (۵۴) علوم گنوائے ہیں۔ اس مجموعہ رسائل میں ترتیب کے سلسلہ میں یہ رسالہ صفحہ ۲۲۷ سے ۴۰۴ تک اصل عربی مواد اور اردو ترجمہ کے ساتھ ہے۔ اس میں صفحہ ۳۰۱ پر اعلیٰ حضرت نے اُن اکیس علوم کی فہرست دی ہے، جو اس نے اپنے والد مرحوم سے حاصل کئے۔ یہ سب تقریباً وہ علوم ہیں، جو عام دینی مراکز میں سکھائے جاتے ہیں۔ پھر صفحہ ۳۰۳ پر دس علوم کے نام دے کر لکھا ہے، کہ میں نے یہ دس علوم کسی استاد سے بالکل نہیں پڑھے، لیکن

ناقدِ علماء سے مجھے ان علوم کی اجازت حاصل ہے۔ ان میں قرأت، تجوید، سلوک، لغت، تصوف، اخلاق وغیرہ شامل ہیں۔ پھر صفحہ ۳۰۷ پر چودہ علوم کے نام بتا کر لکھتے ہیں، کہ وہ بھی کسی استاد سے نہیں پڑھے، نہ سنے، نہ گفتگو کی، یہ سارے چودہ علوم دنیوی ہیں۔ جن میں ریاضی، الجبرا، جفر، نجوم، زیجات، توقیت، ارثماطیقی وغیرہ شامل ہیں۔ پھر صفحہ ۳۱۳ پر مزید پانچ علوم یعنی فرائض، حساب، ہیئت، ہندسہ، تکسیر، کے لئے لکھتا ہے، کہ یہ صرف اپنی فکر ونظر سے حاصل کئے۔ پھر صفحہ ۳۱۵ پر اول تو یہ لکھتے ہیں کہ ''گویا یہ انیس علوم ایسے ہیں کہ جن کی تعلیم صرف، آسمانی فیض سے مجھے حاصل ہوئی'' اس کے متصل ہی فارسی، ہندی، عربی نثر ونظم اور علمِ خط جیسے نو علوم گنا کر، لکھتے ہیں کہ ''پہلے انیس، اور اب یہ نو ملا کر اٹھائیس فنون بنتے ہیں، جنہیں میں نے محض رب تعالیٰ کے الہامی فیض سے حاصل کیا، یہ خود ستائی نہیں، بلکہ نعمت خداوندی کا اظہار ہے''۔

کیا آپ یہ مانیں گے؟

ہم نے مکمل حوالوں کے ساتھ یہ اعلیٰ حضرتی دعوے پیش کر دیئے ہیں۔ اب کوئی بریلوی محقق آگے آئے اور صرف کسی حوالے سے یہ بتائے، کہ اسلامی علمی تاریخ میں کسی نے پاگل ہو کر شعور کھو بیٹھنے کے بعد بھی اتنے تو کیا، صرف کچھ ہی دنیوی علوم کا الہامی فیض سے حاصل ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ یا کسی نے یہ ہونا ممکن بھی بتایا ہو، (ملنگوں کی بات اور ہے)۔ البتہ ہر ایک بریلوی مصنف، محقق، سوانح نگار، مقالہ نگار ہر جگہ اس کا تذکرہ دھوم دھام سے کرنے کو اپنی ایمان کی زیادتی کے لئے ضروری سمجھتا ہے۔ ڈاکٹر محمد مسعود صاحب نے بھی ''حیات امام احمد رضا'' میں اسی ''الاجازات'' والے حوالے سے ان ہی علوم کو اعلیٰ حضرت کا خصوصی علمی اعزاز گنوایا ہے۔ اکثر لکھنے والے اس کو اپنے مجدد کے صدی کا مجدد ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ دین کے مجدد کے لئے دنیوی علوم کی کوئی اہمیت اور ضرورت نہیں۔ مزید دلائل آگے بیان ہوں گے۔

قرآن پاک سے دلچسپی نہیں تھی

(۱۳) اعلیٰ حضرت کو قرآن پاک کے ترجمے اور تفسیر سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ کیونکہ

اس کے مسلک یا ان کے اپنے الفاظ میں ان کے دین و مذہب والے مسائل قرآن وحدیث سے حل نہیں ہوتے، اس لئے نہ تفسیر لکھی، نہ حدیث کی شرح یا انتخاب کوئی ابھی تک سامنے آ سکی ہے۔ عمرِ عزیز کے آخری عشرے میں ساتھیوں کے اصرار پر خانہ پری کے لئے ایک ترجمہ لکھا۔ جس کے لئے بھی وقت اور توجہ کے بارے میں سوانح نگار، بدر الدین نے سوانح اعلیٰ حضرت میں لکھا ہے، کہ ''آپ کے پاس وقت قطعی نہ تھا۔ اس لئے دوپہر کو یا رات سوتے وقت مولانا امجد علی سامنے بیٹھ کر آیات بتاتے تھے، اور آپ فی البدیہہ ترجمہ بتاتے جاتے تھے''۔

ایک ناخوشگوار فریضہ انجام دیا

تعجب ہے کہ دنیا جہاں کے علوم کے لئے وقت تھا اور خوب دیا، لیکن قرآنی ترجمہ وتفسیر اور حدیث وسیرت کے لئے نہیں تھا۔ لیٹتے لیٹتے جیسے ایک ناخوشگوار فرض ادا کر دیا۔ اصل وجہ وہی ہے، کہ بریلوی مسائل اور عقائد قرآن وحدیث اور سیرت پاک سے حل نہیں ہوتے۔ اس لئے اس پورے طبقہ کی ادھر توجہ نہیں رہی۔ اب بھی یہی حال ہے۔ آپ خود مشکوٰۃ شریف کا دعاؤں والا باب، اور خود کنز الایمان پڑھتے اور یہ نکتہ نوٹ کرتے جائیں، کہ کہاں کہاں پر اولیاء اللہ کے تصرفات، قوتوں، اور ان سے حاجتیں مانگنے کے وہ عقائد ملتے ہیں۔ جن کی اعلیٰ حضرت اور ہر ایک بریلوی ہر ایک وعظ میں بھرمار لگائے ہوئے نظر آتا ہے! بہرحال اس ترجمہ کو احیاءِ نو کی تازہ مہم سے پہلے پچاس سالہ دور میں قبولِ عامہ حاصل نہ ہو سکا۔ جس کی ڈاکٹر مسعود صاحب کو ''فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں'' صفحہ ۲۱ پر اس طرح شکایت ہے کہ ''ساٹھ سال ہوئے (۱۹۱۱ء میں) فاضل بریلوی نے قرآن کریم کا جیتا جاگتا اردو ترجمہ پیش کیا۔ ضرورت تھی، کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جاتی، مگر نہ معلوم کیوں یہ اتنی سست رفتاری سے چلا، کہ بعد والے آگے بڑھ گئے...... خدا خدا کر کے چند سال ہوئے، یہ پوری طرح منظرِ عام پر آیا ہے''۔ اس عبارت سے مقبولیت کا منظر صاف ظاہر ہے۔

ایک ترجمہ سب تفاسیر پر بھاری

تازہ مہم میں اس اکیلے ترجمہ کے لئے چاروں طرف سے یہ مہم چل رہی ہے کہ قرآن

پاک پر اب تک اس جیسی کتاب کسی زبان میں کہیں بھی نہیں لکھی گئی۔ مثلاً:

(۱۴) احکام شریعت کے دیباچہ میں صفحہ ۶ پر یہ الفاظ ہیں کہ "جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی میں ہے، نہ فارسی میں اور نہ اردو میں ..... جو بظاہر تو (صرف) ترجمہ ہے، لیکن درحقیقت صحیح ترین تفسیر اور اردو زبان میں قرآن کی روح ہے ــــــ خود اعلیٰ حضرت کو شیخ سعدیؒ کا فارسی ترجمہ پسند تھا، لیکن خود شیخ سعدیؒ اگر اس ترجمہ کو دیکھتے، تو کہہ اٹھتے کہ ترجمہ کرنا اور بات ہے، لیکن علم القرآن دوسری بات ہے"۔ مطلب ظاہر ہے کہ علوم القرآن کی مہارت اعلیٰ حضرت کو زیادہ تھی، جس کو دیکھتے تو شیخ سعدی بھی اعتراف کرتے۔

(۱۵) اسی ایک ترجمہ کے لئے کتاب "محاسن کنز الایمان" کے دیباچہ میں غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ "امام رازی اگر اسے دیکھتے، تو بے اختیار آفرین کہتے۔ ابن عطار اور جبائی کے سامنے یہ ترجمہ ہوتا، تو معتزلہ ہونے سے توبہ کر لیتے ــــــ غزالی دیکھتے تو وجد کرتے۔ ابن عربی .... کام ہوتے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ دعائیں دیتے۔ ترجمہ کے ضمن میں جو فقہی نگینے لائے گئے ہیں، ان کو اگر امام ابوحنیفہؒ دیکھتے۔ تو یقیناً مرحبا کہتے۔ اور اگر ابن عابدین شامی اور طحطاوی دیکھتے، تو اعلیٰ حضرت کے شاگرد ہونے کی آرزو کرتے"۔

ناطقہ سربہ گریباں ہے

ہم یہاں صرف ان دو پر اکتفا کرتے ہیں۔ باقی ہر ایک بھی اسی قسم کے الفاظ لکھتے رہتے ہیں؛ تو ہم مزید کیا دکھائیں۔ جب صرف ایک لفظی ترجمہ، جس میں کہیں کسی مقام پر کسی نکتہ کو حاشیہ میں مزید بیان نہیں کیا گیا، اس میں بھی یاروں کو فقہی تشریحوں کے بھی ایسے نگینے نظر آتے ہیں، کہ امام ابوحنیفہ اور شامی اور طحطاوی بھی ــــــ اور ایسے عقلی دلائل بھی ہیں، کہ معتزلہ فرقہ والے بھی مات ہو کر توبہ تائب ہو جاتے، تو ہم کیا کہیں۔ یہاں تو کسی عالمی ڈینگ بازی کے مقابلہ میں ہی کوئی ڈینگ باز مقابلہ کر سکتا ہے!

یہ دعوے بھی دیکھیں

(۱۶) مختلف علوم میں مہارت اور تصنیفات کے بارے میں بھی چند حوالہ جات دیکھ ہی لیں:۔

(الف) پچاس علوم وفنون پر ایک ہزار کے لگ بھگ کتابیں لکھیں۔ ان میں بعض علوم تو ایسے ہیں کہ آج کل کے نابغہ اور مجدد و محقق بننے والے ان کی ابجد سے بھی واقف نہیں"۔ (اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام صفحہ ۵۹)

ب:۔ "چون علوم میں دسترس حاصل کی، اور نہ صرف تحصیل، بلکہ ہر ایک علم میں اپنی کوئی نہ کوئی یادگار چھوڑی۔ عالم اسلام میں مشکل سے کوئی ایسا عالم نظر آئے، جو اتنے علوم میں دسترس رکھتا ہو"۔ (الامن والعلیٰ کا دیباچہ صفحہ ۱۸)

ج:۔ آپ نے ستر علوم وفنون پر ایک ہزار کتابیں لکھیں۔ ہر ایک کتاب اپنے موضوع پر علم وفکر کے جواہر کا مرقع ہے اور مستحکم دلائل کا بحر ذخار ہے۔ (تبرکات کے آداب۔ صفحہ ۵۴)

(د) اعلیٰ حضرت کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد کئی سو سے متجاوز ہے..... اور بہت کم کتابیں ایسی ہیں، جن کو علماء ہند اور عرب نے اپنے دستخطوں سے مزین نہ کیا ہو۔ (سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی، از مانا میاں، صفحہ ۸۷)

قارئین کرام خود غور کریں، ہر ایک محقق ایک قسم کی دوڑ کے مقابلہ میں نظر آتا ہے، کہ کس طرح مداحی، اور اعداد وشمار بڑھا چڑھا کر وہ دوسرے سے نمبر لیجائے۔ خود اعلیٰ حضرت اپنے علوم کی تعداد چون یا پچپن لکھیں اور ایک محقق ان کو ستر تک لے گیا۔ اور ڈاکٹر مسعود صاحب ان کو پچھتر تک لے گئے ہیں۔

تصدیقات کا جھوٹا دعویٰ

کوئی ہزار کی ہزار کتابوں کے لئے لکھے، کہ ہر ایک کتاب علم ودلائل کا بحر ذخار ہے۔ تو دوسرا لکھے کہ کچھ کے سوا سب کتابوں پر علماءِ ہند وعرب کی تصدیقات ہیں۔ جبکہ سب مخالفوں کو سب سے بڑی شکایت یہی ہے، کہ اہم مسائل اور اختلافات میں اعلیٰ حضرت کو کسی اہل زبان عالم کی تائید حاصل نہیں۔ کسی پر اپنے ہم مسلک علماء نے بھی تصدیق نہیں لکھی۔

یہ دعوے۔ اور موجود صرف یہ ہے

ادھر زمینی زندہ حقائق یہ ہیں، کہ ہم کو دس سال کی سرتوڑ کوشش کے بعد کراچی،

حیدرآباد اور لاہور کی بازاروں کی خاک چھاننے، اور کئی ذاتی لبریریوں اور ادارہ تحقیقات امام رضا کراچی کی لبریری چھاننے اور فوٹو اسٹیٹ کاپیاں حاصل کرنے کے بعد بھی فتاویٰ رضویہ کے علاوہ تقریباً پچھتر کے لگ بھگ ہی رسائل مل سکے ہیں۔ بعد میں انوار رضا میں مطبوعہ کتب کی تعداد ۱۰۶ دیکھ کر ہم کو تسلی ہوئی، کہ اب تک چھپی ہوئی سب اہم کتب ہمارے ہاتھ لگ چکی ہیں۔ باقی ان کے بہ قول بھی ابھی تک الماریوں میں کیڑوں کے حوالے ہیں۔ جن میں اکثر اختلافی موضوعات پر ہی ہیں۔ اس کتاب کے آخر میں ماخذ و مراجع کے عنوان کے تحت ہم ان کی لسٹ دے رہیں۔ اس پر ابھی سے نظر ڈال لیجئے، کہ یہ کتنی صفحات کی ضخامت والی ہیں۔ اور اتنے صفحات میں ترجمہ کی طرح علم و فکر کے کتنے جواہر اور دلائل کا کتنا بحر ذخار سما سکتا ہے!

ان وہبی علوم کا معیار۔

زمین ساکن ہے، کشش ثقل باطل ہے

اللہ اللہ کر کے سب دنیوی علوم میں سے ہیئت پر ایک چوبیس صفحہ کا تازہ شائع کیا ہوا رسالہ ملا بھی، تو اس کا نام ہی ہے "نزول آیات فرقان بہ سکون زمین و آسمان۔ عرف زمین ساکن ہے" اس میں ریاضی کے پروفیسر حاکم علی نے جدید نظریہ کشش ثقل اور زمین کی گردش کے بارے مین سوال پوچھا اور دلائل سے ثابت کیا، کہ قرآن پاک کی آیات زمین کی گردش کے ماننے میں مانع نہیں۔ اعلیٰ حضرت نے جواب میں مختلف قرآنی آیات اور احادیث سے اس کو ٹھکرا کر اپنا حتمی فیصلہ دیا، کہ زمین قطعی ساکن ہے اور سورج گردش کر رہا ہے۔ یہ ایسا ثابت ہے، کہ اس کو نہ ماننے والا قرآن و حدیث کا منکر اور کافر ہو جائے گا۔ ساتھ ہی کشش ثقل کا بھی انکار کیا ہے۔ اسی عنوان پر اعلیٰ حضرت کے دوسرے رسالہ بنام "الکلمۃ الملھمۃ" میں بھی شروع میں ہی یہ لکھا ہے، کہ فقیر نے جدید فلسفہ کے رد میں ایک تفصیلی کتاب بنام "فوزمبین در رد حرکت زمین ۱۳۳۸ھ میں لکھی۔ جس میں ۱۰۵ دلائل سے زمین کی حرکت کا رد لکھا۔ اور جاذبیت (کشش ثقل) نافریت وغیرہا جدید فلسفہ کی مزعومات کے روشن دلائل سے

رد لکھے"۔ ایک تیسری کتاب کا بھی حوالہ ملتا ہے، جس نام ہے، "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین"۔ یعنی سورج گردش کر رہا ہے اور زمین ساکن ہے۔

آیت میں اپنی جگہ سے نہ ہٹنے کا ذکر ہے، گردش کا نہیں

اس سوال و جواب کی اصل حقیقت یہ ہے، کہ قرآن پاک کی سورت فاطر کی آیت نمبر ۴۱ کے الفاظ ہیں کہ "ان اللہ یمسک السمٰوٰت"...... جس کا ترجمہ اعلیٰ حضرت نے بھی یہ دیا ہے، کہ "بیشک اللہ روکے ہوئے ہے آسمان و زمین کو کہ سرکنے نہ پائیں۔ اگر وہ سرکیں، تو اللہ کے سوا انہیں کون روکے"۔ حاکم علی صاحب نے تفسیر جلالین اور تفسیر حسینی کے حوالوں سے لکھا، کہ یہاں لفظ اَن تزولاً سے مراد ہے کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ یہ خالص اللہ پاک کی قدرتوں کے اظہار کے لئے ہے، کہ اسی کی قدرت سے ہر ایک اپنی جگہ پر قائم ہے، ورنہ تمہارے بس کی یہ باتیں نہیں۔ ان سے کسی بھی طرح زمین کی گردش کا انکار ظاہر نہیں ہوتا۔ سرکنے یا ہٹنے یا عربی لفظ زوال سے یہاں مراد یہ ہے کہ اپنے اماکن اور مدار میں جو چیز جس جگہ جس حالت میں ساکن یا متحرک ہے، اس سے بال برابر بھی نہ ہٹتی ہے، نہ سرکتی ہے۔

آج کل یہ قطعی مشاہدہ ہو چکا ہے

سائل نے یہ بھی عرض کی، کہ یہ حقائق اب مشاہدہ بن رہے ہیں۔ ان سے انکار سائنسدانوں کو اسلام سے دور لے جائے گا۔ اس لئے میرا نکتہ سمجھ کر قبول کریں، تو سائنس اور سائنس دانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں۔

اعلیٰ حضرت نے جو جواب دیا، اس کا خلاصہ تو ہم نے بتا دیا۔ وہ کسی نکتہ پر جب اڑ جاتے ہیں تو ادھر ادھر سے ہر بات اپنی ہی طرف نظر آتی ہے، اور دلائل کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ یہ ان کا مزاج ہے، کہ دلائل کا ڈھیر لگا کر سینکڑوں کا دعویٰ کیا جائے۔ اس بارے میں بھی ۱۰۵ دلائل دکھا ہی دیے! جو بہ قول ان کے قرآن و حدیث سے ہیں، اور ائل ہیں۔

اس دور میں ایسی تائیدیں!

اعلیٰ حضرت کو جاننے والے ہم جیسوں کے لئے تو اعلیٰ حضرت کا یہ جہل کچھ تعجب انگیز

نہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے، کہ اعلیٰ حضرت کے بعد والے پچاس سالوں میں خلائی دوڑ نے زمین کی گردش، کشش ثقل وغیرہ کو عام مشاہدہ، اور ناقابل تردید حقیقت ثابت کردیا ہے۔ پھر بھی اس دور کے رہنے والے روشن خیال محقق اپنے اعلیٰ حضرت کی کن الفاظ میں تائید کررہے ہیں، یہ قارئین کرام کے لئے بھی یقیناً حیران کن ہوں گے۔ آیئے ملاحظہ کیجئے:۔

اس میں سب سے آگے ڈاکٹر محمد مسعود صاحب جارہے ہیں۔ جو شاید اس کے قائل بن چکے ہیں، کہ احمد رضا خان کا علم الہامی ہے۔ اس لئے غلطی کا امکان نہیں، چاہے مشاہدہ کے خلاف معلوم ہو۔ آیئے دیکھیں، کہ اپنی کتاب ''حیات امام احمد رضا'' میں کیا رنگ دکھاتے ہیں۔ صفحہ ۱۱۲ کے حاشیہ میں اعلیٰ حضرت کی اس کتاب ''زمین ساکن ہے'' کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''یہ کتاب علالت کے دوران لکھی گئی۔ جب کہ اٹھنے بیٹھنے کے بھی لائق نہ تھے۔ ایسی حالت میں یہ حضوری طبع حیرت انگیز ہے۔ (حضوری طبع نے جو رنگ دکھایا، وہ آپ ہی دیکھیں، اور واہ ڈاکٹر کہیں!)

مؤمنانہ اندازِ فکر

اعلیٰ حضرت نے اخیر میں لکھا ہے کہ'' سائنس اس طرح مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیاتِ قرآنی اور نصوص دلائل میں (اپنی مرضی کے) تاویلات کے ذریعہ سائنس کے مطابق کیا جائے۔ اس طرح تو معاذ اللہ! اسلام نے سائنس قبول کی، نہ کہ سائنس نے اسلام قبول کیا''۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کا صفحہ ۱۱۲ پر ریمارک ہے کہ ''فلسفہ جدید و قدیم پر اعلیٰ حضرت کا اندازِ فکر مقلدانہ اور معذرتانہ نہ تھا، بلکہ مؤمنانہ و مجتہدانہ تھا۔ قرآن وحدیث پر ان کا یقین ایسا غیر متزلزل تھا، کہ زمانہ کا کوئی انقلاب اس کو متاثر نہ کرسکا''۔ اسی بحث میں آگے صفحہ ۱۱۳ پر یہ حیرت انگیز جملہ بھی غور سے دیکھیں کہ'' مولانا بریلوی کے فکر کو اگر اپنا لیا جاتا، تو آج ہمارا پڑھا لکھا نوجوان جدید افکار سے اتنا مرعوب اور اسلامی فکر وخیال سے اتنا بے گانہ نہ ہوتا۔ بلکہ راقم کے خیال میں اگر خود سائنس دان بھی قرآن سے (اس طرح) روشنی حاصل کرتے، تو وہ جہاں آج پہنچے ہیں، وہاں صدیوں قبل پہنچ چکے ہوتے''۔

اب یہ تو آج کے سائنس سے معمولی واقفیت رکھنے والے ہی سوچیں، کہ اگر سائنسدان اعلیٰ حضرت والی قرآن کی تشریح پر جم کر یہ فیصلہ ہی کرچکتے، کہ سورج گھوم رہا ہے، اور زمین

ساکن ہے، اور کشش ثقل پر سوچنا بھی گمراہی ہے، تو وہ کہاں پہنچتے اور خلائی دوڑ کہاں ہوتی۔ ہوائی جہاز اور راکیٹ کیسے اڑتے ہوتے، وغیرہ۔ چاہیں، تو ابھی تک زندہ ڈاکٹر صاحب سے بھی پوچھ لیں!

ان سب علوم پر صرف سترہ رسالے طبع شدہ ہیں

رضا خانیت پر ہی تحقیق پر کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کرنے والے پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کی ۱۹۹۷ء میں شائع شدہ کتاب ''قرآن، سائنس اور امام احمد رضا'' میں صفحہ ۱۸ سے ۳۲ تک اعلیٰ حضرت کی مختلف سائنسی علوم پر لکھے ہوئے مقالات اور رسائل کی فہرست ہے۔ جس میں ۸۹ میں سے طبع شدہ صرف ۱۷ ہیں۔ باقی آج تک غیر مطبوعہ ہیں۔ ان میں صرف علم ہیئت پر اکیس رسائل کے نام ہیں۔ جن میں سے ایک کے مواد کی ایک جھلک آپ نے اوپر دیکھی۔ یہ سب چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں۔

اب یہ گتھی تو پڑھنے والے خود ہی سلجھائیں، کہ سارے سائنسی علوم پر رسائل کی تعداد صرف ۸۹ ہے۔ آج اعلیٰ حضرت کی رحلت کے اسی سال بعد بھی ان میں سے طبع شدہ صرف سترہ ہی ہیں۔ جو چھوٹے چھوٹے ہی ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی سائنس میں سب قدیم علماء سے برتری، کئی آج کے ماہرین پر برتری، حتیٰ کہ نوبل پرائز کے استحقاق کے دعوے پہلے سے طے کرلئے گئے ہیں۔ بلکہ یہ سب اس وقت سے طے ہوکر ہر جگہ ہر ایک لکھنے لگا ہے، جب پچاس سالہ مکمل گمنامی کے بعد ۱۹۷۰ء کی احیاءِ نو کی مہم شروع ہوئی ہے۔ ادھر رسالے صرف سترہ، وہ بھی اس معیار کے!

مانے ہوئے سائنسدانوں میں کئی سے آگے ہیں

صفحہ ۶ اور ۷ پر تو مورخ کہلانے والے ڈاکٹر نے حد ہی کردی ہے۔ قرآن کریم نے فکرِ انسانی کا رخ کائنات کی تحقیقات کی طرف موڑ دیا اور قرونِ وسطیٰ میں مسلمان ہی سائنسی علوم کے امام بنے، یہ ذکر کرکے، آج تک پوری دنیا میں مانے ہوئے مفکر سائنسدانوں میں سے ان دس کے نام اور کام بتاتے ہیں۔ جابر بن حیان، جن کو جدید کیمیا کا ابا کہا جاتا ہے، امام رازی، مشہور ریاضی دان الخوارزمی، الفارابی، المسعودی، ابن الہیثم، البیرونی، ابن سینا، عمر

خیام، ابنِ رشد، الدمیری۔ اس کے بعد اپنی تحقیق پیش کرتے ہیں کہ امام احمد رضا مشاہیر اسلام کے اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں۔ وہ ان مشاہیر سے کسی طرح کم نہیں۔ اگر ان کے افکار تازہ پر تحقیقات کی جائے، تو وہ بہت سے مشاہیر سے آگے نظر آئیں گے"۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ تحقیق یقیناً قابلِ واہ ہے۔ جن سائنسدانوں کی ضخیم کتابوں کی آج تک یورپ میں دھوم ہے۔ اور جو جدید سائنس کے بانی مانے جاتے ہیں۔ جن کے مجسمے ماضی قریب تک مغربی یونیورسٹیوں میں نصب ہوکر داد وصول کر رہے تھے۔ چند چھوٹے غیر مطبوعہ رسالوں والے آپ کے اعلیٰ حضرت واقعی ان میں سے بہت سے آگے نظر آتے ہیں۔ واہ ڈاکٹر صاحب واہ! مداحی کے لئے ملے ہوئے ہدف کو پہنچنے کے لئے، اپنی پچھلی ساکھ کو کیسے داؤ پر لگا رکھا ہے! کوئی کیسے روئے!

بوعلی سینا پر جرح

صفحہ ۱۰-۱۱ پر ڈاکٹر صاحب نے احمد رضا کی ان عبارات کا بھی حوالہ دیا ہے، جن میں زمین کی گردش کے بارے میں "فوزِ مبین در ردِ حرکتِ زمین" میں بوعلی سینا پر سخت جرح اور رد لکھا ہے، اعلیٰ حضرت کے الفاظ یہ ہیں:- "اور یہاں جو ابنِ سینا نے فرضیت کی وجہ گھڑی ہے، وہ بالکل شیخ چلی کی کہانی ہے"۔ دوسرا حوالہ ہے کہ "بہ نگاہِ ایمانی اصل مقاصد کو دیکھیے، اور اگر حق پایئے، تو ابنِ سینا اور اس کے احزاب کی بات زبردستی بنانے کی ضرورت نہیں"۔ ان جملوں پر ڈاکٹر صاحب کا اپنا ریمارک یہ ہے کہ "امام احمد رضا نے اپنے خیالات ونظریات کو بڑی جرأت سے پیش کیا ہے، اگرچہ یہ اختلاف کسی محترم شخصیت سے ہو"۔ قارئین کرام ان دو حوالوں کے الفاظ دیکھیں، کہ ان میں محترم شخصیت والا احترام کہیں نظر آتا ہے! اور مسعودی تحقیق کو داد دیں۔

یورپ والوں کو استدلال اصلاً نہیں آتا!

کتاب "زمین ساکن ہے" میں احمد رضا نے صفحہ ۲۳ پر مغربی سائنسدانوں پر سخت جرح کی۔ اور لکھا "کہ یورپ والوں کو استدلال اصلاً نہیں آتا۔ انہیں اپنے دعوے کا ثبوت دینے کی کوئی تمیز نہیں۔ ان کے وہم ان کے دلیل ہوتے ہیں......" ڈاکٹر مسعود صاحب نے اس

عبارت کا بھی صفحہ ۲۱ پر حوالہ دے کر اپنے اعلیٰ حضرت کی تائید کی ہے۔

ڈاکٹر صاحب اعلیٰ حضرت کی سوانح پر لکھی گئی کتابوں میں سے ظفیر الدین بہاری کی حیاتِ اعلیٰ حضرت" کو واقعات کی صحت کے لحاظ سے سب سے معتبر مانتے ہیں (کیونکہ وہ اعلیٰ حضرت کے انتہائی قریبی ساتھی تھے)۔ ذرا اسی ساتھی سوانح نگار کا مداحی کا حال بھی دیکھ لیجئے:-

کوئی حرف قابلِ گرفت نہیں

صفحہ ۱۸۱ پر لکھتے ہیں کہ ماہ رمضان مبارکہ کا اوقاتِ نماز کا نقشہ تیار کر کے تصدیق کے لئے اندر بھیجا گیا۔ دس پندرہ منٹ میں واپس آیا۔ دیکھا کہ ایک جگہ نشان لگایا تھا۔ چنانچہ جانچ کرنے سے وہاں نقص دور کیا گیا، جو سیکنڈ کے ہزارویں حصہ کا تھا۔ اس کے بعد اس احتیاط کے لئے تعریفی الفاظ لکھتے ہیں کہ "اللہ اللہ! یہ ہیں وہ پاک و متبرک و بے مثل محتاط صادق القول نفوس قدسیہ، جن کی تحریر منیر اور تقریر دلپذیر کا کوئی جملہ کوئی لفظ کوئی حرف نعوذ باللہ قابلِ گرفت نہیں"۔

سیکنڈ کے بھی ہزارویں حصہ کا فرق

توقیت میں غلطی نکالنے پر ایسی تعریف کی کیا ضرورت تھی، یہ معیار پڑھنے والے خود سوچیں۔ ہم تو صرف سب بریلویوں سے یہ پوچھتے ہیں، کہ حقیقتوں کی دنیا میں اس کہانی کا کیا مقام ہوگا؟ کیا ایک سیکنڈ کا بھی ہزارواں حصہ حساب میں لگانا ممکن ہے۔ دوسرے یہ کہ کیا اعلیٰ حضرت کے دور میں اوقاتِ نماز وسحری وطلوع وغروب آفتاب کا جو نقشہ تیار کیا جاتا تھا، اس میں آج کی طرح صرف گھنٹہ اور منٹ کی بجائے سیکنڈ بھی لکھے جاتے تھے۔ یعنی ہر ایک وقت کا کالم اس طرح ہوتا تھا، کہ ۴-۴۵-۳۰۶۸، جس میں ہزارویں حصہ کی درستگی کر کے اس طرح لکھا گیا کہ ۴-۴۵-۳۰۶۷۔ تیسرے یہ کہ پورے مہینے کے تمیں دنوں کے روزانہ کے سات وقتوں کا مطالعہ صرف دس پندرہ منٹ میں کرنے سے ایک جگہ ایسی باریک غلطی سامنے بھی آ گئی! یہ کس طلسماتی دنیا کی کہانی بیان کی جارہی ہے! فرض کریں کہ اگر کہیں کبھی ڈینگ بازی کا عالمی مقابلہ ہو، تو کوئی کہانی اس سے بازی جیت سکتی ہے؟

اعلیٰ حضرت کی سیرت پر لکھی گئی یہ پہلی کتاب ہے، جو پہلی بار ۱۹۵۰ء میں یعنی رحلت کے تیس برس بعد شایع ہوئی۔ مصنف اعلیٰ حضرت کا طویل دور کا قریب ترین ساتھی تھا۔ اس لئے بعد والوں کے لئے اکثر کا بنیادی ماخذ یہی کتاب ہے۔ اسی میں ڈاکٹر ضیاء الدین کی ملاقات کی داستان بھی طویل سات صفحات میں بیان ہے۔ اور دوسرے بھی کئی مشہور حیرت انگیز واقعات کرامات وغیرہ شامل ہیں، جن کی معتبری اسی ایک وقت والی عبارت سے پرکھی جاسکتی ہے۔ معیار بھی دیکھیں، کہ اس کہانی کے لئے عنوان ہے "احتیاط فی الدین"۔ یعنی سیکنڈ کے ہزارویں حصے کا بھی احتیاط کرتے تھے۔ پھر اللہ والے الفاظ سے اس احتیاط پر مداحی کا معیار پرکھیں۔

سورج ستارے دیکھ کر بالکل صحیح وقت بتانا

اسی کی دیکھا دیکھی، اعلیٰ حضرت کی ایسی مہارت کی ایک داستان اختر شاہ جہان پوری نے بھی گھڑلی۔ اپنی کتاب "سیرتِ امام احمد رضا" میں صفحہ ۴۱ پر لکھتے ہیں کہ "توقیت میں اعلیٰ حضرت کی مہارت کا یہ عالم تھا، کہ رات میں ستاروں کو، اور دن میں سورج کا مقام دیکھ کر گھڑی کا وقت بتاتے تھے اور وہ اتنا صحیح ہوتا تھا، کہ ایک منٹ کا بھی فرق نہ ہوتا تھا"۔ (شکر ہے کہ یہ نہیں لکھا کہ سیکنڈ کے ہزارویں حصہ کا بھی فرق نہیں ہوتا تھا)۔

اس پر مزید سوچ یا حیرانی پڑھنے والے خود کریں۔ ہم تو ایسی ایسی طلسماتی داستانیں پڑھ چکے ہیں کہ اب کوئی حیرت یا...... نہیں آتی۔ بقولِ غالب:-

آگے آتی تھی ...... پر ہنسی   اب کسی بات پر نہیں آتی

یہی سب کچھ دیکھ کر نادانستہ یا ناخواہی کے۔ باوجود ڈاکٹر مسعود کے قلم سے بھی اپنے شروع کے دور میں یہ الفاظ نکل ہی گئے، کہ (اب تک) فاضل بریلوی پر جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ مشکوک واقعات اور مدلل مداحی کے ذیل میں تو آتا ہے۔ سوانح کا اطلاق اس پر مشکل سے ہی کیا جاسکتا ہے"۔ (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ مطبوعہ ۱۹۷۲ء۔ صفحہ ۲۲)۔ یہ اور بات ہے، کہ بعد میں خود بھی ایسی ہی دوڑ میں شامل ہونا پڑا!

خرافات میں مقابلہ کی ایک نئی دوڑ

یہ تو بریلوی ہی بتائیں، کہ ۸۰ برس کے بعد اب حقیقی معیاری سوانح کہاں سے کیسے جمع ہوگی۔ جبکہ احیاءِ نو کی مسلسل مہم میں اعلیٰ حضرت کے بھتیجے اور شاگرد سوانح نگار حسنین رضا، اور پہلے سوانح نگار ظفیر الدین بہاری بھی اپنی کتابوں میں ایسی خرافات کو ہی کرامات بتا سکے ہیں، جن کو دیکھ کر اس میدان میں بھی مقابلہ کی ایک نئی دوڑ شروع ہوچکی ہے۔ ۱۹۸۰ء میں قاری امانت رسول نے "تجلیات امام احمد رضا" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جو بہ قول اس کے اس نے اعلیٰ حضرت کے فرزند اور اپنے مرشد مصطفیٰ رضا مفتی اعظم ہند کو لفظ بہ لفظ سنا کر تصدیق کرائی۔ اس میں مردہ بچے کو زندہ کرنے، ملزم کے گلے میں پھانسی کے پھندے لگنے کے بعد بھی اس کو بچالینے، دعوے کے ساتھ بارش برسانے، ۲۶ دن تک کھانا نہ کھانے وغیرہ جیسی کئی ایسی کرامات بیان کی ہیں، جن کو اولیاء اللہ کی کرامات کو حق ماننے والے بھی خرافات کہنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ اب یہ سب مستند حوالے بن کر مختلف کتابوں میں نظر آنے لگیں گی۔ حالانکہ سیدھا سادا سوال اٹھ رہا ہے کہ یہ سب واقعات خود معاصر ساتھیوں، اپنوں، اور اس کتاب کی تصدیق کرنے والے بیٹے نے کیوں نہیں لکھے؟ یہ کس نے کہاں اور کیوں چھپا رکھے تھے؟

پیدائش اور موت کے سال کے اعداد سے خودسرائی

کسی کا سن پیدائش یا وفات کا سال کسی خاص لفظ یا قرآنی آیت یا الفاظ سے نکالنا، بھی ایک فن کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے۔ لیکن اس کو اکثر فنی مہارت یا اس کہنے والے شخص کی عقیدت ہی سمجھا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کو اس فن میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔ اکثر کتابوں کے نام بھی تاریخی سن کے حساب سے رکھے ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں بھی وہ پہلے عالم ہیں، جنہوں نے خود اپنے لئے اپنا سن ولادت سورۃ مجادلہ کی آخری آیت کے الفاظ سے نکالا: "اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منه"۔ (وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا ہے۔ اور روح القدس سے ان کی مدد کی"۔ یہ کھلی اپنی مدح سرائی بھی ہے یہ رواج اگر نکل پڑے، تو ہر ایک ملنگ موالی شاعر بھی اپنے لئے ایسے

سرٹیفکیٹ کو اپنی بڑائی میں استعمال کرتا رہے گا۔ تیسرے ان الفاظ سے ۱۲۷۲ کا سال نکلتا ہے، جس میں صرف احمد رضا تو پیدا نہیں ہوا۔ کئی کافر بھی پیدا ہوئے، جن کے ناموں کے عدد بھی یہی ہوں گے۔

لیکن یہاں ہر ایک مداح سوانح نگار اس کو اپنے اعلیٰ حضرت کی اللہ پاک کے ہاں خاص مقبولیت اور خصوصی مقام کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ مثلاً: اختر شاہ جہاں پوری کی ''سیرتِ امام احمد رضا'' میں صفحہ ۳ پر یہ الفاظ دیکھیں: ''آپ کی حیات اور سیرتِ مقدسہ کا خاکہ دیکھنا ہو، تو اس آیۂ کریمہ کے معانی ومطالب پر غور کیا جائے۔ جو خامۂ قدرت نے اپنے بندہ کی تاریخِ ولادت کے لئے اس کی زبان مبارکہ سے جاری فرمائی۔ یہ الہامی تاریخ والی آیت یہ ہے......... '' مصنف نے آیت کے مفہوم کو احمد رضا کی عملی سیرت کے لئے ایک دلیل بنا دیا ہے۔

اس طرح تو کئی نیک بندے جہنمی مانے جائیں گے

اگر اسی طرح عدد کے حساب سے قرآنی آیات کا اطلاق کیا جانے لگے، تو کئی عذاب والی آیات کا اطلاق اللہ کے نیک بندوں پر بھی ہو جائے گا۔ اعلیٰ حضرت کو یہ سب کچھ معلوم بھی ہے۔ مثلاً اپنی کتاب ''اجازات المتینہ'' میں بھی صفحہ ۳۶۸ پر خود بیان کیا ہے، اور ظفیر الدین بہاری نے ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں صفحہ ۱۴۹ پر یہ واقعہ دہرایا ہے، کہ اعلیٰ حضرت کے سامنے سوال پیش کیا گیا کہ ایک رافضی کہتا ہے، کہ آیت "اِنَّا من المجرمین منتقمون" (یعنی ہم مجرموں سے یقیناً انتقام لیں گے) کے عدد ۱۲۰۲ ہیں اور یہی عدد ''ابوبکر، عمر، عثمان'' کے بنتے ہیں۔ جواب میں اعلیٰ حضرت نے (ہماری اوپر والی دلیل دی اور) کئی مثالیں دے کر عذاب وثواب والی آیتوں کے غلط اور صحیح استعمال ہو سکنے کے امکانات گنوا کر ہیں، رافضی کے دعوے کو رد کیا۔

لیکن حیرت ہے کہ اس کے باوجود نہ صرف اپنی پیدائش کے لئے نکالی ہوئی آیت قائم رکھی، بلکہ اپنی موت کو قریب دیکھ کر اس سال کے لئے بھی اپنی ہی طرف سے یہ آیت منتخب کر لی:-

"ویطاف علیھم بآنیة من فضة" (یعنی ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا) جس کو بھی ایک الہامی بشارت کے طور پر ہر ایک بریلوی لکھنا اپنا فریضہ سمجھتا ہے۔ کوئی

نہیں سوچتا، کہ اس عدد کے ناموں والے اسی سال اور ہر سال پیدا ہونے اور مرنے والے موالی شعراء اور علماء سوء کو بھی شیطان اس طرح القاء کرتا رہے، تو کتنے اور کیسے ''مبشرین'' کی کتنی طویل لسٹ بن جائے گی۔ اور بنتی رہے گی۔ یہ بریلوی تو نہیں سوچتے، قارئین کرام ہی سوچیں، اور بریلویت کے نرالے رنگ دیکھیں، کہ تقریباً ہر کتاب میں سیرت کے اجمالی خاکے میں یہ حوالے بھی ملیں گے۔

اسلامی دنیا کا اکیلا ''اعلیٰ حضرت''

''اعلیٰ حضرت'' کا لقب احمد رضا خان کی خصوصی پہچان بن چکا ہے۔ یہ علماء اسلام میں صرف احمد رضا خان کے لئے لکھا اور بولا جاتا ہے۔ اس کی اصل تاریخ یہ ہے، کہ انگریز سرکار نے اپنے لئے خدمات کے صلہ میں حیدرآباد کے نظام کو ''ہز اگزالٹیڈ ہائی نیس'' کا خطاب دیا۔ جس کا اردو میں ترجمہ اعلیٰ حضرت کیا گیا۔ پھر بھوپال کے نواب کو بھی اعلیٰ حضرت کہا جانے لگا۔ یہ سیاسی القاب تھے۔ سیاست تک ہی محدود رہنے چاہئیں۔ وہاں ان القاب سے کوئی روحانی مرتبہ یا منصب یا عقیدت سامنے نہیں آتی۔ اس پر طنز بھی کیا جا سکتا ہے، دوسری طرف دینی شخصیات کے لئے لفظ حضرت سے روحانی عقیدت اور ادب واحترام ظاہر ہوتا ہے۔

نہ معلوم کسی نے طنز کے طور پر یا عقیدت کے طور پر احمد رضا کے لئے بھی اعلیٰ حضرت کا لقب لکھ دیا۔ مدح سرائی کے رسیا احمد رضا خان نے بھی کچھ نہ سوچا اور قبول کر لیا۔ اور یہ بدرسم ایسی چلی، کہ اب اعلیٰ حضرت کے معنی ہی احمد رضا خان ہیں۔ کسی کو بھی یہ خیال نہیں آتا کہ خود اعلیٰ حضرت کا بھی اور سب بریلویوں کا یہی عام معمول ہے، اور پوری امت کا یہ معمول رہا ہے، کہ ہر ایک پیغمبر، صحابی تابعی، ولی کے نام کے ساتھ صرف حضرت کا لفظ لکھتے ہیں۔ یہ لفظ صرف نام کو باادب بنانے کے لئے ہوتا ہے۔ اس سے کسی کے رتبہ کا اظہار اور درجہ مقصود نہیں ہوتا۔ اُس کے لئے دوسرے الفاظ یا القاب ہوتے ہیں۔ اب یہ کیا ظلم ہے کہ لکھا جائے کہ مجدد مائۃ...... اعلیٰ حضرت...... نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے......'' لیکن کوئی عقل سے پیادہ اس کو نہیں سمجھ سکا۔ اور اب بھی ہر ایک اس پر پھولے نہیں سماتا، کہ ہمارے بریلوی حضرت کو تو قوم نے اعلیٰ حضرت کے لقب سے نوازا! فیا للعجب - کوئی یہ بھی نہیں سوچتا، کہ لفظ حضرت میں چھوٹائی بڑائی کا اظہار نہیں۔ صرف ادب کا اظہار ہے۔ اعلیٰ کا لفظ ملالیں، تو جواب میں

اس کے ساتھ، ادنیٰ، درمیانہ، چھوٹا وغیرہ کے ملانے کی راہ بھی نکل آتی ہے۔ لیکن یہ سب علم و عقل اور فہم کی باتیں ہیں!

اتنے بڑے نام - اتنا غیر معیاری کام

قارئین کرام! اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی کافی طوالت ہوگئی۔ لیکن پھر بھی ہم مشتے از خروارے ہی دکھا سکے ہیں۔ جمع کرنے بیٹھیں، تو بجائے خود اچھی خاصی ضخیم کتاب ایسی مثالوں سے ہی تیار ہو جائے گی۔ جن کو معیاری علمی دنیا میں ''تماشے'' یا بازیچہ اطفال ہی کہا جائے گا۔ لیکن آپ نے ملاحظہ فرمایا، کہ ان کی تائید میں کس معیار کے کن کن محققین کے نام آتے ہیں۔ بات کو سمیٹنا بھی ہے، اس لئے ہم ان مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ قارئین کرام اب خود فیصلہ کریں، کہ یہ ایک مجدد عالم کی سوانح اور کام بیان کئے جا رہے ہیں، یا ایک نئی طلسماتی اور دیومالائی شخصیت پیدا کی جا رہی ہے۔ جس کی پہلے مثال نہیں ملتی۔ یا یہ ایک ایسی شخصیت کو جنم دیا جا رہا ہے، جس کی بدعت و شرک سے بھری تعلیم بغیر چوں چرا کے قابلِ تقلید مانی جا سکے۔

امام معصوم نہیں، تو امام محفوظ ضرور ہے

جو اگر صاحب وحی نبی یا امامِ معصوم نہیں مانا جا سکتا، کیونکہ یہ دروازہ کھولا نہیں جا سکتا، تو بھی امام محفوظ ضرور تھا، جس کو غلطیوں سے محفوظ کر دیا گیا تھا، جو صرف وہی بولتے تھے، جو پردے کے پیچھے سے حضور کریم ﷺ بتاتے تھے، جس کا صرف قلم تھا، اصل ہاتھ حضور کریم ﷺ کا تھا، جس کے قلم کے لئے نکتہ بھر خطا کو بھی مولائے پاک نے ناممکن فرمالیا تھا، جس کے سینہ مبارک کو خود مصطفےٰ پیارے ﷺ نے ایسی مشین بنا دیا تھا، کہ کسی بھی علم کا سوال ڈال دیجئے، اور چند منٹ میں اس کا صحیح جواب حاصل کر لیجئے، جس کی طبیعت غلطیوں کے حملوں سے محفوظ تھی، جس کو اکثر علوم کسبی نہیں، بلکہ وہبی تھے، جس کو پورے اٹھائیس علوم مصطفےٰ پیارے ﷺ کی دربار سے اور آسمانی فیض سے حاصل ہوئے، یہی شخصیت ہے، جس کی زندگی پاک و صاف اور روح القدس کی رہنمائی میں گذرنے کی قرآنی بشارت بھی الہام کی گئی اور مرنے کے بعد کی مغفرت کی زندگی بھی اسی پر الہام کر دی گئی، جس کو دنیوی علوم بھی آسمانی فیض سے سکھائے گئے، وغیرہ وغیرہ۔

کچھ نہ سوچے خدا کرے کوئی

تاکہ اس کو ماننے والا کبھی یہ سوچ بھی نہ سکے، کہ اس کی کسی تحریر، یا فتویٰ، یا فیصلہ، یا کسی عقیدے کی تشریح کو کیسے زیرِ بحث لایا جا سکتا ہے، اور کیسے مزید دلیل و بحث کی گنجائش نکالی جا سکتی ہے۔ عملی طور پر اب یہی ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے، کہ امام احمد رضا اگر کہیں، کہ قرآن کی آیت میں زوال سے مطلب اپنے مدار میں اپنے مقرر مقام سے سرکنا اور ہٹنا نہیں، بلکہ گردش نہ کرنا ہے، تو بھی سارے مشاہدے کو پھینک کر آمنا و صدقنا کہنا ہے اور کسی نہ کسی طرح کی کوئی تاویل نکال لینی ہے، کہ جب امامِ وقت فرما رہے ہیں، تو زمین ضرور ساکن ہے، اور کشش ثقل ضرور مردود نظریہ ہے، اور اگر مجدد امام فرمائیں، کہ ایک ایک عبارتوں کی وجہ سے اہم چار دیوبندی اکابر علما، ضرور کافر اور مرتد ہیں، اور ان کو کافر نہ ماننے والے سب بھی مرتد و کافر ہوں گے، اگر بغیر دلیل کے کہتے ہیں کہ شیعہ، غیر مقلد، نجدی سب کافر ہیں، تو بھی کہئے آمنا صدقنا، کیوں کہ امام محفوظ غلط تھوڑے ہی کہتے ہوں گے! جس کا قلم حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہو، اس میں شبہ کیسا بحث کیسی!

یہ سب کچھ پچاس برس بعد ہو رہا ہے

قارئین کرام یہ نکتہ بھی نوٹ کریں، کہ یہ سب انکشافات رحلت کے پچاس برس شروع ہونے والی احیاءِ نو کی زوردار مہم کے دور میں ہی ہو رہے ہیں۔ جب زندہ تھے، تو کسی نے نہیں لکھے اور چھپوائے۔ کیونکہ کردار سامنے تھا۔ بعد کے قریبی دور میں بھی سامنے نہیں لائے گئے، کیونکہ آنکھوں دیکھے گواہ موجود تھے۔ پچاس برس بعد یکایک یہ سب کچھ جو سامنے آنے لگا ہے، تو نت نئے روز ایسے نئے انکشافات کی ہر طرف ایک قسم کی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی ہے، جن کو اس کے علماء، بیٹوں، بھتیجوں نے بھی کہیں نہیں لکھا، اور نہ سوانح ہی لکھی۔ چچا غالب کی طرح یہ سوچ کر، اور یہ دیکھ کر، کہ:

لاگ ہو تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ ہو کچھ بھی، تو دھوکہ کھائیں کیا!

معاصر ساتھیوں کی حالت

ڈاکٹر محمد مسعود کو اس مانی ہوئی تاریخی حقیقت کا مکمل ادراک ہے، کہ کسی بھی شخصیت کے حالات وافکار میں اس کی اپنی تصانیف کے بعد معاصرین کی یادداشتیں اور خیالات بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ لیکن یہاں معاصرین کی یہ حالت ہے، کہ خود اعلیٰ حضرت کے بھتیجے، شاگرد اور تیس سال ساتھ رہنے والے حسنین رضا نے جو یادداشتیں قلم بند کیں، وہ بھی اپنی زندگی میں شایع نہ کروائیں۔ ان کو اب کہیں سے نکال کر ۱۹۸۳ء میں ڈاکٹر صاحب ہی کی اصلاح سے پاکستان میں شایع کیا گیا ہے۔ بہ قول ڈاکٹر صاحب ایک اہم ساتھی خلیفہ محمد برہان الحق جبل پوری کی یادداشتیں بھی "اکرام احمد رضا" کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب نے ہی مرتب کیں، اور مرکزی مجلس رضا لاہور نے شایع کیں۔ تیسرے ساتھی ظفیر الدین نے بھی رحلت کے تیس برس بعد ہی سوانح لکھی۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، از حسنین رضا، ابتدائیہ صفحہ ۵)

دوسرے معاصرین نے کیا سمجھا

دوسرے معاصرین نے احمد رضا خان کو کیا سمجھا، اس کی زندگی میں اس کی رحلت پر کم از کم تعزیتی پیغامات میں ہی کیا لکھا، یہ اہم خانہ اس طرح خالی ہے، کہ خود ڈاکٹر صاحب نے یہ خال پُر کرنے کے لئے قلم اٹھایا بھی، تو صرف علماء عرب کی وہ عبارتیں ہی ڈھونڈھ سکے، جو انہوں نے حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کی تقاریظ میں لکھی تھیں۔ جن کو کسی بھی طرح معاصرین کی آراء نہیں مانا جاسکتا۔ کیونکہ وہ احمد رضا کے مکمل کام اور مقام اور برِ صغیر کے حالات سے ناواقف تھے۔ ایک عالم نے جو حالات بتائے، ان پر ہی اعتماد کر کے تصدیق بھی کی، اور ایک مہمان عالم کے اعزاز میں اس کو کچھ اعزازی خطابات سے نواز دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ان ہی کو غنیمت جان کر دو کتابیں "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" اور "امام احمد رضا اور عالم اسلام" لکھ کر دکھا دیا، کہ ان کا اعلیٰ حضرت معاصرین کی نگاہ میں کیا تھا۔ خود اپنے ملک کے معاصرین کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کا پچیس سال سے انتظار ہے۔ شاید ان کو بھی کچھ بھی نہیں مل سکا!

خود اپنوں نے یہ مناسب سمجھا

معاصرین تو درکنار، خود اپنوں نے کیا کیا ہے؟ دو عالم جانشین بیٹوں نے سب تحریروں کے لئے مناسب جگہ۔ بند الماریاں سمجھی۔ خود حسنین رضا اور مفتی برہان الدین نے اپنی یادداشتیں خود شایع نہیں کروائیں۔ "دنیا جہاں کی فتووں سے بھی اعلیٰ فتوے" خود اپنے بیٹے اور مفتی اعظم ہند نے اس طرح نظر انداز کئے (یا اسی لائق سمجھے) کہ اپنی طویل زندگی، یعنی ۱۹۸۳ء تک: یعنی اعلیٰ حضرت کی رحلت کے ۶۲ برس بعد تک بھی بقول ڈاکٹر صاحب کے بھی بارہ میں سے صرف پانچ ہی جلدیں چھپ سکیں۔ حالانکہ یہ خاندان مالدار جاگیردار بھی تھا، اور بقول بریلیوں کے احمد رضا خان اکیڈمی وغیرہ ادارے اور مدرسہ بھی ان کے زیر سایہ چل رہے تھا۔

مزید قارئین خود سوچیں

اب یہ قارئین کرام کے سوچنے کا کام ہے، کہ اعلیٰ حضرت جیسے (بقول ڈاکٹر مسعود) "عبقری شرق یعنی Genius of East" کے ساتھ سب معاصرین، سب ساتھیوں، مریدوں، عقیدت مندوں اور خود اپنے اہل علم وارثوں کی طرف یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ نہ صرف اتنی قیمتی کتابوں کو شایع نہ کرایا گیا، لیکن صرف سب تحریروں کی فہرست بنا کر، سب مسودوں کو پوری حفاظت کے ساتھ محفوظ کر دینے کا انتظام بھی نہ ہوسکا، اور یہ کام بھی اب تیسری نسل کو کرنا پڑ رہا ہے، کہ کونسی اور کتنی کتابیں لکھیں، اور وہ آج کہاں کہاں کس حالت میں کس کس کے پاس موجود ہیں۔ یہ انکشافات بھی آج کل ہی ہو رہے ہیں، کہ فلاں سے اتنے مسودے ملے ہیں، جن کی چھان بین ہو رہی ہے۔ فلاں جگہ یہ امکان ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جاندار کام تھا، تو مولانا تھانویؒ کی سب آٹھ سو سے بھی زیادہ کتابیں بمع فہرست اس کی زندگی ہی میں چھپ چکی تھیں۔ پانچ رسائل ماہوار وعظ شایع کرتے رہے، جو سلسلہ برسوں بعد تک جاری رہا۔ رحلت فرماتے ہی مکمل سوانح سامنے آگئی۔

نئی فصل کے وقفہ کے دوران دم لیتے ہوئے قارئین کرام خود اس سب کچھ پر خوب سوچیں، اور پھر ہماری نئی فصل کی طرف بڑھیں۔

فصل چہارم

صفحہ ۱۰۳-۱۴۱

حیاتِ اعلیٰ حضرت - اصل حقائق

(اپنے بھتیجے، شاگرد اور آخر تک ساتھ رہنے والے رفیق، اور خاص الخاص شاگرد اور ساتھی کی سوانح کی روشنی میں)

اصل حالات وحقائق اور تازہ احیائی کردار میں زمین و آسمان کا فرق۔

فصل چہارم

حیات اعلیٰ حضرت

اصل حالات

ابھی تک کوئی معتبر ڈھنگ کی سوانح سامنے نہیں آئی

قارئین کرام!

ہم نے پچھلی فصل میں فاضل بریلوی کی زندگی اور کام کا وہ پہلو پیش کیا، جو ۱۹۷۰ء کے بعد کے بریلویت کی احیاءِ نو کی مہم کے دوران بنایا گیا ہے، جس کو خالص "ایجاد بندہ" ہی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی تائید میں خود احمد رضا خان کی زندگی میں اس کی اپنی طرف سے، اس کے اپنے بیٹوں اور خاندان کی تحریرات سے، اور کسی معاصر کی لکھی ہوئی معتبر سوانح سے، یا معاصر علماء کی تحریرات اور خود اعلیٰ حضرت کی اپنی اب تک چھپی ہوئی کتابوں سے بہت ہی کم تصدیق ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ یہ سب کچھ کھلی مداحی نظر آتی ہے۔

پھر اس بارے میں اعلیٰ حضرت کی رحلت کے ۵۱ برس بعد تک بھی یہ حالت رہی، کہ احیاءِ نو کی مہم کے آج کے خاص الخاص رکن ڈاکٹر محمد مسعود صاحب کو بھی بریلویت پر اپنی دوسری ہی کتاب "فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں" (۱۹۷۲ء میں) صفحہ ۲۲ پر یہ اعتراف کرنا پڑا، کہ "جدید اور متوسط دور کی سوانح پر نظر ڈالی جائے، تو قابلِ ذکر کتابیں انہیں (غیر بریلوی) حضرات کے ہاں نظر آتی ہیں۔ مثلاً یہ کتابیں .... (سترہ کتابوں کے نام دے کر) لکھتے ہیں کہ "الغرض بے شمار کتابیں ہیں، جن میں سے بیشتر فن سوانح نگاری کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں۔ لیکن اس کے برخلاف فاضل بریلوی کی سوانح پر جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ واقعات کے مشکول اور مدلل مداحی کے ذیل میں تو آتا ہے، (لیکن) سوانح کا اطلاق اس پر مشکل ہی سے کیا جا سکتا ہے"۔

اس تحریر کو آج مزید بتیس برس گذر چکے ہیں، اور اس دور میں ڈاکٹر صاحب جیسے زود

نویس محقق اور دوسرے کئی حضرات کی طرف سے بڑی عقیدت، لگن اور محنت کے ساتھ کام کرتے رہنے اور فنڈز کی فراوانی اور کئی خصوصی انجمنوں کی مدد حاصل ہونے کے باوجود نہ اعلیٰ حضرت کی ڈھنگ کی معیاری سوانح سامنے آسکی ہے، اور نہ ان طویل بتیس سالوں میں اعلیٰ حضرت کی صرف بتیس کتابیں ہی بند الماریوں سے نکل کر زندہ لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ سکی ہیں۔

ڈاکٹر مسعود کا بھی عاجزی کا اظہار

ڈاکٹر صاحب کی بھی اس بارے میں مجبوری کا اندازہ اس کی اس عبارت سے لگائیے، جو اس نے مجوزہ "دائرہ معارف امام رضا" کے عنوان سے لکھے جانے والے مقالے، کے حرف آغاز میں ۱۹۸۳ء میں لکھا، جو آئینہ رضویات حصہ دوم میں صفحہ ۷۷ پر اس طرح ہے، کہ:

"راقم کی دو کتابوں "فاضل بریلوی اور ترک موالات" اور "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" شائع ہوئیں، تو مسلسل تقاضے آنے لگے، کہ امام احمد رضا کی ایک مبسوط سوانح لکھی جائے، راقم سطور نے اس کا وعدہ کیا۔ ابتداء میں اندازہ تھا، کہ امام احمد رضا کی شخصیت اتنی وسیع اور ہمہ گیر ہے، کہ اس کے لئے اتنی وافر مقدار میں مواد مل جائے گا، جس کا سنبھالنا مشکل اور سمیٹنا اس سے زیادہ مشکل ہو جائے گا، خیال یہی تھا، کہ ایک ہزار صفحات کی سوانح لکھ لی جائے گی۔ لیکن دس برس مسلسل تلاش و جستجو کے بعد اب یہ انکشاف ہوا، کہ جس کام کو اتنا آسان سمجھتا تھا، وہ اتنا آسان نہ تھا"۔

ایک مزید مدلل مداحی

اس کے کچھ عرصے ہی بعد خود ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۸۳ء میں اپنی طرف سے "حیات امام احمد رضا بریلوی" کے نام سے ایک سوانح لکھی۔ جن میں سوانحی مواد صفحہ ۸۳ سے ۲۳۰ تک، یعنی ۱۴۸ چھوٹے سائز کے صفحات میں ہی [illegible] سکے۔ جن میں حیات، علوم قدیمہ و جدیدہ، درسیات، فقہیات، ادبیات، سیاسیات، رسائل، اوراد، تصنیفات، تحقیقات سب عنوان شامل ہیں۔

پڑھا جائے، تو ۱۴۸ صفحات کا یہ مواد بھی "مدلل مداحی" میں ایک اور اضافہ ہی ثابت

ہوا۔ جس میں اکثر واقعات اور ان کے پیش کرنے کی طرز وہی ہے، جن کو پہلے خود واقعات کا مشکول اور مدلل مداحی قرار دیا تھا اور ماخذ بھی زیادہ تر وہی رہے۔

اس طرح مزید بتیس برس تقریباً اس حالت میں گذر گئے ہیں۔ اب رحلت کے ۸۳ سال بعد، اور احیاء نو کے انتہائی متحرک ۳۵ برس کے دور کے بعد بھی اگر یہی حالت ہے، تو کوئی کیا اور کیسے امید رکھے، کہ کہیں یہ مواد ضرور موجود ہوگا، ملے گا، چھپے گا، اور ایک مکمل مستند، مدلل، محقق سیرت دیکھنی ضرور نصیب ہوگی۔ اسی لئے اب ایسے وعدوں پر کم از کم ہمارے جیسے لوگوں کی تو حالت چچا غالب والی ہی ہوگئی ہے کہ:

تیرے وعدے پر ہم جئے، تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے، اگر اعتبار ہوتا

اسی مقالے میں ڈاکٹر صاحب نے پہلے لکھی ہوئی ان سات سوانح کے لئے بھی خود یہ لکھا ہے کہ ان میں کوئی ایسی نہیں، جن کو فنی اعتبار سے مکمل سوانح کہا جا سکے۔ یعنی ظفیر الدین بہاری، نسیم بستوی، بدر الدین قادری، شاہ ماناں میاں، حافظ انور قادری، غلام سرور قادری، مفتی شجاعت علی قادری کی لکھی ہوئی سوانح، جو ہی آج تک موجود ذخیرہ ہے۔

دو ساتھی سوانح نگار

اس طرح ابھی تک چھپے ہوئے موجود ذخیرے میں بریلوی اعلیٰ حضرت کے اصل حالات اور حقائق کے مستند ذرائع صرف دو کتابیں ہی کہی جا سکتی ہیں:

۱- "حیات اعلیٰ حضرت" حصہ اول، از ظفیر الدین بہاری، جس [illegible] جلدیں ۵۴ برس بعد بھی سامنے نہ آسکیں۔ جس میں مدلل مداحی کے باوجود، کچھ حقائق بھی ہیں۔

۲- "سیرت اعلیٰ حضرت اور کرامات" از مولانا حسنین رضا خان۔

پہلی کتاب کے مصنف مولانا ظفیر الدین بہاری احمد رضا خان کے شاگرد اور خلیفہ اور آخر تک ساتھ رہنے والے معتمد ساتھی اور رفیق تھے۔ جس کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت نے ۱۳۲۹ھ میں خلیفہ تاج الدین کو لکھا، کہ "مولانا ظفیر الدین قادری سلمہ" "فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ میں سے ہیں، اور بجان عزیز۔ یہیں تحصیل علوم کی، اور اب کئی سال سے میرے مدرسہ میں میرے معین ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۲۴)

دوسری کتاب کے مصنف مولانا حسنین رضا خان، خود اعلیٰ حضرت کے گھر کے آدمی یعنی بھتیجے بھی ہیں اور شاگرد بھی، اور تیس برس کا عرصہ اعلیٰ حضرت کے دست راست ہو کر گذرا۔ اُن کی ان سوانحی یادداشتوں کو قلمی مسودہ سے ۱۵۲ صفحات کی سوانحی کتاب کا روپ بھی ڈاکٹر محمد مسعود خان نے ۱۹۸۳ء میں دیا، جس کو مکتبۂ اسلامیہ لاہور نے شائع کروایا ہے۔ جس کو نہ معلوم موصوف نے اپنی زندگی میں، مربوط شکل دے کر شایع کروانا مناسب کیوں نہیں سمجھا!

والد ماجد بڑے جاگیردار تھے۔ جائداد کے جھگڑے

اسی مولانا حسنین رضا کے مطابق اعلیٰ حضرت کے والد ماجد مولانا نقی علی خانؒ سات گاؤں کے جاگیردار زمیندار تھے۔ وہ بڑیچ قبیلے کے پٹھان تھے، جو شہر کے رؤسا میں شمار ہوتا تھا۔ احمد رضا خان کے علاوہ ان کو دو بیٹے حسن رضا خان اور محمد رضا خان اور دو بیٹیاں تھیں۔ آخر عمر میں اس نے سات گاؤں میں سے دو گاؤں اپنی بیٹیوں کے نام کر کے، باقی سب پانچ گاؤں احمد رضا خان کے نام لکھ کر، ان کی آمدنی سے پچاس پچاس روپے ماہوار باقی دونوں بیٹوں کو ملتے رہنے کی وصیت لکھی۔ احمد رضا خان نے اپنے دونوں بھائیوں کی وکالت کرتے ہوئے اس وصیت نامہ کو منظور نہ کیا۔ آخر میں آدھی جائیداد احمد رضا خان کے نام اور باقی آدھی دوسرے دونوں بیٹوں کے نام کر کے وصیت رجسٹر کروالی، اور کچھ عرصہ بعد رحلت فرمائی۔ حسنین رضا صاحب اپنے دادا کی شکایت کئے بغیر اس کو اپنے محترم چچا اعلیٰ حضرت کا ایثار قرار دیتے ہیں، کہ ان کے اس ایثار سے ان کا باپ اور چچا بھی زمیندار بن گئے، ورنہ پچاس پچاس روپے سے دنیا کی کش مکش میں ہی رہتے۔ (صفحہ ۸۵)

حالانکہ عام انصاف اور شرعی حکم ''لا وصیۃ للوارث'' کے تحت ہر ایک کو اپنا شرعی حصہ ہی ملنا اور لینا چاہئے تھا، حسنین رضا نے یہ بھی لکھا ہے، کہ اعلیٰ حضرت کے چاروں چچا (شاید اعلیٰ حضرت ہی کے دادا رضا علی خان کی ایسی ہی کسی وصیت کی وجہ سے) برسوں تک اعلیٰ حضرت اور ان کے بھائیوں کے ساتھ جائیداد کی مقدمہ بازی میں مصروف رہے۔ کم جائیداد اور زیادہ خرچ اور پھر مقدمہ بازی کی وجہ سے وہ جائیداد کے کچھ حصے بیچنے پر مجبور ہوتے رہے، اور اعلیٰ حضرت کی والدہ ماجدہ اپنے ہونہار بیٹے احمد رضا کی ہدایت کے تحت خرچ میں کفایت کرتے ہوئے جائیداد کے وہ ملحقہ حصے خریدتی رہیں۔ مقدمات کا یہ سلسلہ

سات آٹھ برس چلتا رہا۔ (صفحہ ۸۵ اور ۹۴)۔

بیٹوں نے بھی احمد رضا سے یہی کیا

جائیداد کے یہ جھگڑے شاید اس خاندان کے مزاج کا حصہ بن چکے تھے۔ آخر عمر میں اعلیٰ حضرت نے چاہا، کہ کچھ حصہ بیچ کر جا کر مدینہ منورہ میں رہیں، لیکن بیٹوں نے شدید مخالفت کی۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت نے ۱۳۳۲ھ میں اپنے رازدار دوست مولوی عرفان علی کو جو خط لکھا، اس میں اس بارے میں شکایت کے الفاظ یہ ہیں، ''وقت مرگ قریب ہے، اور میرا دل ہندوستان تو کیا، مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا۔ اپنی خواہش یہی ہے، کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو، مگر جائیداد کی جدائی یہ لوگ کسی طرح نہ کرنے دیں گے، خریدار کو مجھ تک پہنچنے بھی نہیں دیں گے۔ کوئی منقولہ چیز نہیں، کہ بازار بھیج کر نیلام کردی جائے۔ بھیک پر گذر کرنے کے لئے جانا نہ شرعاً جائز نہ دل کو گوارا۔ دعا کیجئے''۔ (یہ خط ''حیات اعلیٰ حضرت'' میں مولانا ظفیر الدین نے صفحہ ۳۱۶ پر دیا ہے)۔ اتنے عظیم والد کے دونوں عالم بیٹوں کی یہ کوئی اچھی شناخت نہیں۔

عشق کا ثبوت نہیں دیا

اُدھر مجدد کہلانے والے عالم نے بھی عشق کا اچھا ثبوت نہ دیا۔ عشق اسباب کی حدود نہیں دیکھتا۔ خود اپنے بہ قول بھی عرب کے علماء میں حدیث کی سب سے بلند سند رکھتے تھے (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۷۷)۔ اپنے ہی بہ قول عرب کے ۲۸ جید علماء نے آپ سے بیعت اور اجازت حاصل کی تھی۔ آپ کے شاگردوں میں بھی سوانح نگار ۳۰ عرب علماء کے نام گنواتے ہیں۔ وہاں مقبول بھی اتنے تھے، کہ سوانح نگار لکھتے ہیں کہ ۱۳۲۳ کے حج کے دوران مکہ مکرمہ میں کچھ زیادہ رکنا پڑا تھا، تو مدینہ پاک کے علماء بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

ایسی حیثیت والی شخصیت اگر ہمت سے کام لیتی، تو دونوں کریم ہستیوں (اللہ اور رسول) کا یہ کریم شہر اس سے سرد مہری نہیں برتتا۔ آخر اسی کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی آپ اور ہمارے سامنے کتنی ایسی مثالیں ہیں، کہ کئی عالم ایسے انتظام کے بغیر مدینہ طیبہ گئے،

رہے، اور بقیع میں مدفون ہوئے (جس میں اکثریت دیوبندی علماء کی ہے)۔ دعوے اور عمل کا یہ فرق کچھ اچھی مثال پیش نہیں کر رہا۔(۱)

یہ جھگڑے نپٹ نہ سکے

خود احمد رضا خان اپنے خاندان کے یہ جھگڑے اپنی زندگی میں نپٹا نہ سکے۔ رحلت سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے جو وصیت نامہ لکھوا کر اس پر ''بقلم خود بحالت صحت'' کے الفاظ کے ساتھ دستخط کیے، جس کی تفصیل لفظ بہ لفظ حسنین رضا خان نے وصایا شریف میں دی ہے، اس کے نمبر ۱۳ کے الفاظ دیکھیں: ''ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خان کے ہیں، میں نے تحقیق کیا، سب غلط ہیں۔ اور وہ احکام بے اصل۔ یہ شرعی مسئلہ سے کہتا ہوں، نہ رو رعایت سے، ان کی غلط فہمی ہے، ان پر ان کی اطاعت و محبت واجب ہے، اور ان پر ان سے محبت و شفقت لازم۔ جو اس کے خلاف کرے گا، اس سے میری روح ناراض ہوگی''۔

انگریز سے بہت اچھے مراسم تھے

ہم نے اس کتاب میں مختلف مواقع پر تفصیل سے ذکر کیا ہے، کہ احمد رضا خان نے بھی کسی موقعے پر انگریز سرکار کی مخالفت میں کچھ بھی نہیں لکھا۔ یہ اس کا خاندانی ورثہ تھا۔ والد صاحب مولانا نقی علی خان کے بھی سرکار سے مراسم جاگیردارانہ قسم کے، یعنی بہت اچھے رہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں بریلی ایک اہم مرکز تھا۔ جنرل بخت بہادر خان، اور سادات نو محلہ بریلی، اور کافی عوام سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ مولانا نقی علی خان اور ان کے والد رضا علی خان نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ جنگ کے خاتمے کے بعد انگریز نے مسلمانوں کی جان، مال و عزت کے ساتھ جو کچھ کیا، وہ ہر ایک کو معلوم ہے۔ خصوصاً علماء کی تو جان پر بنی

---

(۱) عملی حقائق کے بارے میں یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے:

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے جلد دوم کے شروع میں اپنے دوسرے حج کا ذکر کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں، کہ سب سے بڑا مرحلہ یہ تھا، کہ والدہ صاحبہ سے کیسے اجازت لی جائے، جس نے پہلے حج سے لوٹنے کے بعد پہلا وعدہ یہ لے لیا تھا، کہ حج کا فرض اللہ نے ادا کرا دیا۔ اب میری زندگی بھر دوبارہ ارادہ نہ کرنا۔ اس سے گھر کی دینی حالت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ہوئی تھی۔ ہر ایک بمع اہل و عیال اپنے مقام کو چھوڑ کر ادھر ادھر جان اور عزت چھپاتا پھرتا تھا۔ ایسے میں یہ پورا خاندان مکمل سکون سے اپنے گھر پر موجود اور ادھر ادھر گھوم پھر رہا تھا۔ سوانح نگار مانا میاں ''سوانح اعلیٰ حضرت'' میں صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں کہ ''مسلمانوں کو گرفتار کر کے تختۂ دار پر چڑھایا جا رہا تھا، شہر کے بااثر بڑے بڑے لوگ گھروں کو چھوڑ کر دیہاتوں میں جا کر روپوش ہو گئے تھے۔ مولانا نے لوگوں کے اصرار کے باوجود بریلی نہ چھوڑی''۔ سوانح نگار اس کو ہمت و جرأت اور ایمان و توکل یا کرامت قرار دیتے ہیں، لیکن یہ نہیں بتاتے، کہ ایسے ایمان و کرامت والے ملک بھر میں اور کتنے اور کون تھے۔ اور ایسے وحشی صفت دشمنوں کے سامنے اس کی شرعی اجازت ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ اپنے مراسم پر ہی بھروسہ تھا۔

تحصیل علم

علمی دنیا کا دستور ہے، کہ ہر ایک کو اپنے تعلیمی ادارے اور اساتذہ کی علمی حیثیت پر فخر ہوا کرتا ہے، اور اسی سے اس کی علمی حیثیت اور باریک بینی کا معیار پرکھا جاتا ہے۔ شرعی علوم میں تو ہر ایک علمی سند کے مکمل سلسلہ کو خاص اہمیت دی جاتی ہے، کہ اس طرح ان کا روحانی تعلق حضور کریم ﷺ تک جو جاتا ہے۔ جس کو خصوصی برکت کا سبب مانا جاتا ہے۔

لیکن اعلیٰ حضرت کو یہ فخر ہے، کہ وہ اپنے دینی علوم کے بارے میں اپنے والد کے علاوہ کسی کے مرہونِ منت نہیں۔ اور ان سے ہی یہ سارے علوم گھر پر حاصل کیے۔ باقی اکھائیس علوم کے لئے خود ان کا اپنا دعویٰ ہے، کہ وہ ان کو وہبی طور پر محض رب تعالیٰ سے الہامی فیض سے حاصل ہوئے۔ جن کا حوالہ اور تفصیل ہم اس کتاب کی فصل سوم میں لکھ آئے ہیں۔

ادھر والد مرحوم کے اساتذہ اور سند کی خود اعلیٰ حضرت سے لے کر آج تک کسی نے کہیں کوئی تفصیل نہیں دی ہے، پھر علمی سلسلہ جو بھی ہو، لیکن اس کو بہرحال ٹھہرا ہوا پانی تو کہا ہی جائے گا۔ کیونکہ اپنی سات گاؤں پر مشتمل جاگیر کی مشغولیوں نے ان کو کہیں پڑھانے کا موقعہ نہیں دیا۔ مطالعے کا وقت بھی کم ہی ملتا ہوگا۔

مدارس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی

پڑھانا تو الگ چیز ہے، اس خاندان کو اتنے بڑے رئیس اور مالی خوشحالی اور عالم ہونے

کے باوجود دینی تعلیم کے مدارس سے بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اعلیٰ حضرت کے والد مرحوم نے احمد رضا خان کی گھر پر تعلیم مکمل کرانے کے بھی تین سال بعد ۱۲۸۹ھ میں ایک مدرسہ ''مصباح التہذیب'' کے نام سے قائم کیا، تو اس سے عملی دلچسپی اتنی رکھی، کہ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' کے مصنف ظفیر الدین بہاری کے بہ قول وہ تنزل کرتا کرتا آخر مخالفوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔ آخر خانہ پُری کے لئے اپنی علمی فراغت کے ۳۵ ویں سال اور عمر عزیز کے انچاسویں سال یعنی ۱۳۲۲ھ میں ایک مدرسہ ''منظر الاسلام'' قائم کیا۔ جس کی حالت بھی یہ رہی، کہ مدرسہ کے قیام کے بارہ سال بعد ۱۳۳۴ھ میں اپنے اس ساتھی اور مدرسہ کے کرتا دھرتا کو جو خط لکھا، وہ مولانا ظفیر الدین نے ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' میں صفحہ ۲۷۰ پر دیا ہے۔ اس میں خود اعلیٰ حضرت کے الفاظ یہ ہیں کہ ''افسوس! ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفیر الدین کہاں جائیں، اور ایک لال خان (کلکتہ کے مالدار ساتھی) کیا بنائیں''۔ یہ خط اعلیٰ حضرت کی رحلت سے صرف چھ برس پہلے کا ہے۔

ان مستند حقائق کے باوجود احیائے نو کے دور کے پُرجوش محقق ڈاکٹر محمد مسعود ان ہی دو کتب کے ان بنیادی حقائق کے مقابلے میں بغیر کسی دوسرے حوالے کے اپنی طرف سے یہ اضافہ مناسب سمجھتے ہیں، کہ ''دار العلوم منظر الاسلام'' میں بنگال بہار پنجاب سرحد وغیرہ کے سینکڑوں طلبہ تحصیل علم کے لئے آتے تھے''۔

درس و تدریس

یہی دونوں ساتھی سوانح نگار اس پر بھی متفق ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے فراغت کے بعد چند سال پڑھایا۔ پھر مکمل طور پر تصنیف اور فتویٰ نویسی میں مشغول ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ یہ چند سال بھی اپنے گھر پر آنے والے طلباء کو ہی پڑھایا ہوگا، جیسے خود اپنے والد سے گھر پر پڑھا تھا۔ کیونکہ والد صاحب مرحوم نے جو پہلا مدرسہ مصباح العلوم قائم کیا، وہ احمد رضا کی فراغت کے تین سال بعد ہی شروع ہوا۔

طلبہ کی تعداد

طلبہ کی تعداد کے بارے میں بھی ظفیر الدین صفحہ ۲۱۲ پر لکھتے ہیں کہ ''اعلیٰ حضرت نے

چونکہ باضابطہ کسی مدرسے میں نہیں پڑھایا، جو داخلہ رجسٹر سے طلبہ کے نام معلوم کئے جائیں، اس لئے ان کے طلبہ میں جو مشہور ہوئے، ان کے نام بتاتا ہوں۔ پھر ۱۶ طلبہ کے نام لکھے ہیں۔

ادھر حسنین رضا خان نے صفحہ ۱۲۰ پر صرف نو عدد نام لکھے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے بھی درس و تدریس کے معاملے میں اپنی کتاب ''حیات احمد رضا خان'' میں صفحہ ۱۱۹ پر یہ دو حوالے دیئے ہیں: (۱) خود احمد رضا خان نے اپنی کتاب الکلمۃ الملہمۃ'' میں صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ فقیر کا درس بحمدہ ...... کی عمر میں ختم ہوا، اس کے بعد چند سال تک طلبہ کو پڑھایا''۔ (۲) آپ کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خان نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے زمانہ طالب علمی میں طلبہ کو پڑھایا۔ لیکن ساتھ ہی نیچے حاشیہ میں اپنے اعلیٰ حضرت کی مداحی کا حق ادا کرنے کے لئے یہ بھی لکھ ہی دیا، کہ مولانا سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں طلبہ مستفید ہوئے۔

اب قارئین کرام ہی یہ فیصلہ کریں کہ سب اس نکتے پر متفق ہیں، کہ صرف شروع میں چند سال پڑھایا۔ دونوں ساتھی سوانح نگار طلبہ کی تعداد ۱۶ یا نو لکھتے ہیں۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ خود اپنے لئے یہ لکھا، کہ فراغت کے بعد چند سال تک پڑھایا۔ پھر بھی ڈاکٹر مسعود صاحب نے لکھ دیا، کہ ہزاروں نہیں، لاکھوں طلبہ تھے! حالانکہ لاکھوں کو تو آپ کا وعظ سننا بھی نصیب نہیں ہوا ہوگا!

اچھے مقرر بھی نہیں تھے

کیونکہ دونوں ساتھی سوانح نگاروں کی مذکورہ دونوں مستند سوانح کی کتابوں میں یہ نکتہ بھی متفق علیہ بیان کیا ہوا ہے، کہ احمد رضا خان وعظ و تقریر سے احتراز کرتے تھے، سال میں صرف تین وعظ فرماتے تھے۔ ایک جلسۂ دستار بندی، دوسرا میلاد النبی اور تیسرا مرشد کے عرس پر۔ وعظ و تبلیغ و ہدایت کے جلسوں جلوسوں میں بھی بریلی سے شاذ و نادر ہی باہر نکلے۔ پانچ وقتہ نماز کے علاوہ باقی وقت گھر پر ہی گذرتا تھا۔ البتہ عصر کے بعد باہر کے صحن میں آنے جانے، کام کاج والوں کی محفل جمتی تھی۔ جن کی خاطر تواضع حقے اور پان سے کی جاتی تھی۔ حوالہ تھوڑا آگے آئے گا۔ رشد و ہدایت کی کسی مجلس کا کسی نے کوئی ذکر نہیں لکھا۔

تصوف سے بھی دلچسپی نہیں تھی

پیر و مرشد بن کر باقاعدہ مسند پر بیٹھ کر لوگوں کی رشد و اصلاح اور تزکیہ نفس کے لئے ذکر و فکر و مراقبہ اور ہدایت و تلقین کا بھی کوئی انتظام کسی نے نہیں لکھا۔

تصوف اور اس کے ذریعے اول اپنی اور پھر دوسروں کی قلبی اصلاح سے بھی اس پورے خاندان کی کسی دلچسپی اور مشغولیت کا کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ خود والد صاحب مولانا نقی علی خان بھی ۴۸ برس کی عمر تک بغیر مرشد ہی رہے۔ آخر ۱۲۹۴ھ میں مولانا عبد القادر بدایونی کی ایماء پر اسی کے ساتھ خانہ پُری کے طور پر دونوں باپ بیٹے اکٹھے مارہرہ شریف گئے، جب کہ احمد رضا خان کی عمر ۲۱ برس تھی اور والد صاحب کی ۴۸ برس۔ وہاں دونوں کی شاہ آل رسولؒ سے ایک ہی دن بیعت بھی ہوئی اور اسی دن دونوں کو بغیر کسی تعلیم و تربیت کے تمام سلسلوں کی اجازت (دوسروں کو بیعت کرنے کی اجازت) بھی ملی۔ اور سند حدیث بھی عطا فرمائی (۱)۔

حسنین رضا صاحب کے بہ قول وہاں پر حاضر مریدوں نے عرض کی، کہ اس بچے پر یہ کرم، کہ مرید ہوتے ہی، تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا ہوگئی، نہ کسی ریاضت کا حکم ہوا، نہ کوئی چلہ کشی اور مجاہدہ کروایا گیا۔ جواب میں حضرت سیدنا آل رسولؒ نے فرمایا کہ تم کیا جانو، یہ بالکل تیار آئے تھے۔ صرف نسبت کی ضرورت تھی، تو یہاں آکر وہ ضرورت پوری ہوگئی۔ (صفحہ ۴۰)

واضح رہے کہ مولانا عبد القادر اور دوسرے بدایونی علماء بھی اسی خانوادہ کے مرید تھے۔ جو اس وقت بدعات میں سب سے آگے تھا، جن کا مستند تفصیلی ذکر ہم نے فصل ہفتم میں کیا ہے۔ یہ بھی واضح رہے، کہ مارہرہ کے اس خاندان نے ملکی سیاست میں بھی بھرپور کردار ادا کیا، اور مسلم لیگ اور مطالبۂ پاکستان کے خلاف کٹر قسم کی مخالفت میں پیش پیش رہا، جس کی مزید تفصیل "تحریکِ پاکستان میں بریلویوں کے کردار" کی الگ فصل میں دیکھیں۔ ہم کو نہ تو اس

---

(۱) اسی اعزازی سند کی وجہ سے بعد والے سوانح نگار اپنے اعلیٰ حضرت کے علم حدیث کا سلسلہ شاہ عبد العزیزؒ اور شاہ ولی اللہؒ سے ملاتے ہیں۔ اور خود اعلیٰ حضرت نے بھی "الاجازات المتینہ" میں اپنا یہ سلسلہ دکھایا ہے۔ پھر اپنے والد کی وجہ سے وہ اپنا سلسلہ مولانا عبد العلی سے اور سید حسنین بن صالح کمی کی اعزازی سند کی وجہ سے شیخ عابد سندھی سے دکھاتے ہیں۔

تحریک پر اعتراض ہے، اور نہ سیاسی کردار پر۔ لیکن اس مخالفت میں جو زبان استعمال کی گئی، اور پھر جس طرح پاکستان کے وجود کے سامنے آنے پر مکمل پلٹا کھایا گیا، اس سے یہ واضح ہے، کہ یہ اس دور کا ایک خالص سیاسی اور آج کل جیسا دنیوی قسم کا پیری مریدی کا سلسلہ تھا۔ اصلی روحانی تربیت اور اصلاح والے تصوف اور پیری مرشدی کا مرکز نہ تھا۔ جہاں اعلیٰ حضرت نے بھی صرف خانہ پُری ہی کی۔

تصوف میں مجاہدے اور ریاضت کی اہمیت

حالانکہ صحیح تصوف میں قلبی اصلاح کے لئے کسی کامل مرشد کی رہبری میں ریاضت اور مجاہدہ اتنا ضروری ہے، کہ سہروردی سلسلے کے بانی بننے والے شیخ شہاب الدین سہروردی جب شیخ الشیوخ مرشد سید عبد القادر جیلانیؒ کی خدمت میں آئے، تو اپنی ہمہ گیر روحانی صلاحیتوں، بلند علمی لیاقت اور کردار کے باوجود بھی کم از کم ستر دن شیخ کی تربیت میں سخت ریاضتوں کے بعد شیخ نے اس کو اجازت بیعت کے لائق سمجھا۔ خود سیدنا جیلانیؒ، امام غزالیؒ، جنید بغدادیؒ، سری سقطیؒ، ذوالنون مصریؒ اور ان جیسے سب جید صوفیوں کی ریاضتوں، مجاہدوں، اور ذکر و فکر اور مراقبوں کے ذریعے قلبی کیفیات حاصل کرنے کی حیران کرنے والی تفصیل سے ان سب کی سوانح کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

اب کوئی بریلوی اگر اپنے اعلیٰ حضرت کی قلبی کیفیت اور صلاحیت کو ان سب سے بھی اونچا مانے، تو وہ جانے۔ ہم کو تو یہ مرشد اور مرید اور یہ افسانے، صرف افسانے اور خانہ پریاں ہی نظر آتی ہیں۔ خصوصاً جب کہ ہر ایک سوانح میں اعلیٰ حضرت کے ذکر و فکر، مراقبے و مجاہدے، سحر خیزی، نفلی عبادات، درود و وظائف، لوگوں کی قلبی اور اخلاقی اصلاح کے لئے مجلسوں اور ارشادات کا خانہ قطعی طور پر خالی ہی نظر آتا ہے، تو یہ رواجی پیری مریدی اور صوفی پن کا دعویٰ کیا ثابت ہوا۔

مغفرت کی بشارت کا افسانہ

اسلامی علمی تاریخ میں جہلاء کی طرح اپنی ایک کھلی گمراہی کو بھی عین حق سمجھ کر فخریہ انداز میں بیان کرنے کا انوکھا اعزاز بھی بریلویوں کے اس مجدد کو حاصل ہے۔ ملفوظات کے لکھنے

والے اس کے عالم بیٹے اور بریلویوں کے ''مفتی اعظم ہند'' مولانا مصطفیٰ رضا خان نے یہ لکھنا اور چھپوانا بھی مناسب سمجھا، جو ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ چہارم (مطبوعہ محمد علی کارخانہ کتب کراچی) میں صفحہ ۴۲۱ پر اس طرح موجود ہے، کہ:

''پہلے حج کے موقع پر (۱۲۹۵ھ) میں منیٰ شریف کی مسجد خیف میں اکیلا موجود تھا، اور وظیفہ میں مشغول تھا، اندر مسجد میں ایک صاحب کو وظیفہ میں مشغول دیکھا، ایک دم شہد کی مکھیوں جیسی گھنگھناہٹ کی سی آواز محسوس ہوئی، میں سمجھ گیا کہ بلند مرتبہ ولی اللہ ہیں، کیونکہ وہ حدیث یاد آگئی، کہ اللہ والوں کے قلب سے شہد کی مکھیوں جیسی آواز نکلتی ہے۔ میں دعائے مغفرت کے لئے دو ہی قدم آگے چلا تھا، کہ اس بزرگ نے میری طرف منہ کر کے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر تین بار فرمایا کہ اللھم اغفر لاخی ھذا (اے اللہ میرے اس بھائی کی مغفرت فرما)۔ میں نے سمجھ لیا، کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تیرا کام کر دیا، اب ہمارے کام میں مخل نہ ہو۔ اس واقعہ کے شروع کے الفاظ ہیں، کہ ''اس دور میں وظائف بہت پڑھا کرتا تھا، اب تو بہت کم کر دیا ہے۔ بحمد اللہ اپنی حالت وہ پاتا ہوں، کہ جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے، کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں۔ لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں، نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں''۔ (خلاصہ)

اس واقعے سے اکثر سوانح نگاروں نے یہ نتیجہ نکالا اور لکھا ہے، کہ اعلیٰ حضرت کو پہلے حج کے موقعہ پر مغفرت کی بشارت دی گئی۔ خود اعلیٰ حضرت نے بھی اس سچے اہل اللہ کی طرف سے دعاؤں کے لئے ہاتھ اٹھانے کو، اپنے لئے مغفرت کی بشارت ہی سمجھا، اور اس کو ایسا یقینی اعزاز سمجھا، کہ یہ الفاظ فرمائے، کہ ''اپنے آپ کو اس حالت پر پاتا ہوں کہ جس میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ایسے شخص کی سنتیں بھی معاف ہیں۔ لیکن سنتیں نہیں چھوڑیں۔ نفل البتہ اسی دن سے چھوڑ رکھے ہیں''۔

یہ بشارت تھی، یا شیطانی فریب!

کسی بریلوی محقق نے ابھی تک اس کی تشریح نہیں کی، کہ کسی اہل اللہ کی طرف سے دعائے مغفرت کے لئے ہاتھ اٹھانے سے یہ یقین کر لینا کس طرح درست ہے، کہ مغفرت کی بشارت مل گئی۔ جس کے بھروسہ پر ورد وظائف کو کم کر دیا جائے، کہ مغفور کو ان کی کیا ضرورت!

تیسرے یہ کہ اسی بناء پر نفل چھوڑ دینے چاہئیں۔ حالانکہ ایک صحیح حدیث ہے، کہ بندہ نوافل سے ہی اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ خود حضور کریم ﷺ بھی رات کا کافی حصہ نوافل میں گذارتے تھے۔ پھر جن کو حضور ﷺ کی طرف سے یقینی جنت کی بشارت حاصل ہوئی تھی، کیا انہوں نے اس کے بعد نوافل چھوڑ دیئے تھے؟ پھر سب سے اہم نکتہ یہ کہ ''کونسے فقہاء کرام نے تقویٰ اور قلب کی کس کیفیت پر پہنچنے والوں کے لئے سنتوں کو معاف ہونے کا حکم لکھا ہے؟ جس پر اپنے کو پاکر اعلیٰ حضرت نے یہ دعویٰ کیا ہے۔

ان سب نکات پر سب کی طرف سے مکمل خاموشی ہے۔ علمی بات کی جائے، تو یہ ایک شیطانی مکر واستدراج تھا، جس نے اکیلی مسجد دیکھ کر اہل اللہ کا روپ دھار کر احمد رضا کو بھی وہی دھوکہ دیا، جس کے ذریعے سے وہ بے شمار جاہل عبادت گذاروں کو گمراہ کر چکا ہے، اور صرف راسخ العلم والعقیدہ عابد اور صوفی بزرگ ہی اس سے بچ سکے۔ جن کی کئی مثالیں مختلف کتابوں میں موجود ملتی ہیں۔ مثلاً خود حضرت پیرانِ پیرؒ کی سوانح کا مشہور واقعہ ہے، کہ شیطان نے بادل کی شکل میں آکر، اپنے کو اللہ بتا کر، حضرت جیلانی کو یہ بشارت دی، کہ اب آپ مکمل مغفور ہیں، آپ کو مزید عبادات اور ریاضت کی ضرورت نہیں، لیکن آپ نے اس کو دھتکار دیا، کہ جا ملعون! انبیاء کرام ہی کو یہ معافی نہیں ملی، تو میں کیا چیز ہوں!

بریلوی علماء کو ان سب نکات کی وضاحت کرنی لازم ہے، کہ آخر سب کچھ کیسے اور کیوں درست مانا جائے! اور یہ منکوں مستوں والی کہانی کیوں نہیں ہے؟

تشریح آپ خود کریں

ایسی ایسی باتوں اور بریلویوں کے یہ قول اعزازی اور کراماتی نکتوں کو اگر ایک جگہ جمع کیا جائے، اور ہر ایک کی تشریح بھی کی جائے، تو ایک الگ ضخیم کتاب بنے گی۔ اس لئے ہم اس کتاب کے حجم کی رعایت کرتے ہوئے، صرف چند اہم عبارات ہی دیتے ہیں۔

ہمارے منتخب کئے ہوئے دونوں سوانح نگار معتبر بھی ہیں، اور اچھے خاصے تجربہ کار عالم بھی، جیسے ہم نے ان کا تعارف کرایا ہے، لیکن ان کے کچھ نکتے تو اس خاندان کے ایسے جاگیردارانہ ٹھاٹھ باٹھ دکھارہے ہیں، اور کچھ ایسے مزاجی اور علمی حالات بتارہے ہیں، کہ بہتر لگتا ہے، کہ ہم صرف حوالہ جات پیش کریں، اور مزید تشریح اور عنوانات، تضادات، مدح

سرائیاں، بے عیب بنانے کی کوششیں اور بے علمیاں وغیرہ کے ریمارکس اور آرا، قارئین کرام کی اپنی سمجھ پر چھوڑ دیں۔ دونوں حوالہ جات کے لئے ہم حسنین اور بہاری کی ترتیب سے صرف ان کی دونوں کتب کے صفحات لکھیں گے، مزید غور و فکر آپ کا اپنا۔

عنوان آپ ہی دیں

۱- رمضان مبارک کا مقدس مہینہ ہے۔ حضور پُر نور اعلیٰ حضرت کی روزہ کشائی کی تقریب میں کاشانہ اقدس میں افطار کا بہت تم کا سامان ہے۔ خوب گرمی ہے۔ آپ کے والد ایک کمرے میں لیجا کر کمرہ اندر سے بند کر کے فیرنی کا پیالہ دیتے ہیں۔ بچے کو کہتے ہیں کہ بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ کھالو، کوئی نہیں دیکھے گا۔ بچے نے کہا کہ جس کے لئے روزہ ہے، وہ تو دیکھ رہا ہے۔ والد کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تانتہ بندھ گیا۔ (صفحہ ۱۳۵-۲۹) یہ واقع دونوں کتابوں میں لفظ بہ لفظ ایک طرح روایت ہے۔ (اس میں آنسو کے تانتہ جیسی کیا بات تھی!)

۲- ساڑھے تین سال کی عمر تھی۔ صرف ایک کرتہ پہنے ہوئے تھے۔ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں جلوہ افروز ہوئے۔ انہوں نے آپ سے عربی زبان میں گفتگو کی، آپ نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی۔ اس ہستی کو پھر کبھی نہیں دیکھا۔ (۱۳۵-۲۲)

۳- چھ سال کی عمر شریف میں ربیع الاول کے مبارک مہینے میں منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور بہت بڑے مجمع کے سامنے سب سے پہلی تقریر فرمائی۔ جس میں کم از کم دو گھنٹے علم و عرفان کے دریا بہا دیئے۔ (۱۳۸-۱۱)۔ (ایسی کرامت پیران پیرؒ نے بھی نہیں دکھائی!)۔

کیا عمر، کیا بات!

۴- عمر شریف پانچ چھ سال ہوگی۔ صرف ایک کرتہ پہنے ہوئے تھے۔ باہر تشریف لائے، کہ سامنے سے چند طوائفیں گذریں۔ آپ نے فوراً کرتے کا اگلا دامن اٹھا کر چہرہ مبارک چھپا لیا۔ یہ دیکھ کر ایک طوائف بولی، کہ واہ صاحب! منہ تو چھپا لیا اور ستر کھول دیا۔ بچے نے برجستہ جواب دیا، کہ جب نظر بہکتی ہے، تب دل بہکتا ہے، جب دل بہکتا ہے، تو ستر بہکتا ہے۔ جواب سن کر طوائف سکتے میں آ گئی۔ (ظاہر ہے کہ اس لئے کہ کیا بچہ کیا جواب)۔

بہاری صفحہ ۲۳۔ اس حکایت کے لئے دوسرے سوانح نگار مانا میاں نے عنوان باندھا ہے ''جواب کی لذت''! اور عابد نظامی صاحب نے ''انوار رضا میں صفحہ ۳۹۱ پر اس کو ''بچے کی حکمت و دانائی کی باتیں'' کہا ہے۔ آپ کیا عنوان مناسب سمجھتے ہیں؟

جاگیردارانہ ٹھاٹھ

۵- اعلیٰ حضرت پر بدایون والوں نے ایک لائبل کیس چلا دیا، جب وہ مقدمہ (بڑوں اور بہت سوں کی مدد سے) خارج ہوا، تو بریلی والون نے مبارک بادیاں بھیجنی شروع کیں۔ پوری بریلی میں جشن کا سماں تھا۔ مبارک بادیوں کے جلوس ایک مہینے تک نکلتے رہے۔ اس طرح کہ نعت خوان حضرات کی ٹولیاں نعت و منقبت کے نغموں کے ساتھ شہر کا گشت کرتے ہوئے، جلوس کی شکل میں اعلیٰ حضرت کے گھر تک پہنچتے تھے، جن کے ساتھ مٹھائیوں کے خوان ہوتے تھے۔ بعض مبارکی کے جلسوں میں اسی اسی نوے نوے مٹھائیوں کے خوان ہوتے تھے۔ لوگوں کا کہنا تھا، کہ ایسی شاندار مبارک بادیاں کسی بادشاہ کے دور میں بھی نہیں ہوئیں۔ (صفحہ ۹۰)

۶- اعلیٰ حضرت کے دادا کے زمانے سے بارہ ربیع الاول کو صبح و شام بڑے پیمانے پر مجلس میلاد منعقد ہوتی تھی۔ عام طور پر مشہور تھا، کہ بریلی میں سب سے پہلے میلاد اسی خاندان میں منایا گیا۔ (صفحہ ۱۰۶)

قلیل الغذا تھے

۷- آپ کی غذا زیادہ سے زیادہ ایک پیالی بکری کا شوربہ بغیر مرچ کے اور ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا۔ وہ بھی روزانہ نہیں، بلکہ بسا اوقات ناغہ بھی ہو جاتا تھا۔ روزے میں افطار صرف پان سے کرتے، اور سحری کو ایک چھوٹے سے پیالے میں فیرنی اور ایک میں چٹنی آتی تھی۔ پوچھنے پر فرمایا کہ کھانا نمک سے شروع کرنا اور نمک پر ختم کرنا سنت ہے۔ (صفحہ ۴۴-۴۷)

صحیح یہ لگتا ہے

دوسری طرف پروفیسر مختار الدین صاحب لکھتے ہیں، کہ نحیف الجثہ اور قلیل الغذا تھے، عام غذا چکی کے آٹے کی روٹی اور بکری کا قورمہ تھی۔ ایک واقعہ بھی لکھتے ہیں، کہ دستر خوان

میں روٹیاں نظر نہ آئیں، تو بوٹیاں کھا کر شوربہ پی لیا، اور کہا کہ میں سمجھا کہ شاید چپاتیاں نہیں تھیں، اس نے شوربہ اور بسکٹ کا ذکر اخیر عمر کی غذا میں لکھا ہے۔ (انوار رضا ۳۶۶) (اور یہاں بیان صحیح اور قابلِ عمل لگتا ہے)۔

روزانہ حقہ کی عام محفل

۸۔ عصر کے بعد صحن میں آپ چارپائی پر ہوتے اور صحن میں کرسیوں اور صوفوں پر لوگ بیٹھتے، اور اپنی حاجتیں پیش کرتے۔ ان کی تواضع حقہ اور پان سے کی جاتی۔ (بہاری، صفحہ ۶۷)

نوٹ: ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۵۱ پر خود اعلیٰ حضرت کا بیان ہے، کہ کھانے پر بسم اللہ کا خصوصی اہتمام کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ پان منہ میں ڈالا تو بسم اللہ اور چھالیہ ڈالی تو بسم اللہ۔ البتہ حقہ پیتے وقت نہیں پڑھتا، تاکہ خبیث شیطان اس میں شریک ہو، تو اس کا کلیجہ جلے۔ عمر بھر کا پیاسا، پھر دھویں سے کلیجہ جلنا۔

۹۔ عصر کی نماز پڑھا کر گھر گئے۔ واپس آ کر نماز پڑھی۔ سوچا کہ عصر کے بعد نفل تو نہیں ہوتا۔ پوچھنے پر بتایا، کہ اخیر قعدہ میں تشہد کے بعد "سانس کی حرکت" سے .... ازار بند ٹوٹ گیا تھا، گھر جا کر درست کروا کر لوٹا، اور اپنی نماز احتیاطاً لوٹالی۔ جماعت کو لوٹانے کے لئے نہیں کہا، کیونکہ تشہد پر نماز تو ختم ہو جاتی ہے (اس لئے جماعت کی تو ہوگئی۔ اپنے لئے احتیاطاً لوٹا دی)۔ یہ واقعہ بہاری صاحب نے احتیاط فی الدین کے عنوان میں اور حسنین صاحب نے عبادت کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ (صفحہ ۱۸۱-۱۸۳)

۱۰۔ نقشہ اوقاتِ نماز رمضان المبارک دیکھنے کو بھیجا گیا۔ دس پندرہ منٹ میں واپس بھیجا، دیکھا کہ ایک جگہ نقص تھا، جو سیکنڈ کے ہزارویں حصے کا تھا۔ (بہاری صفحہ ۱۸۱) اس کا عنوان ہے "احتیاط فی الدین"۔ (کیا سوانح نگاری کا معیار ہے! سیکنڈ کا ہزارواں حصہ!)۔

دونوں سوانحی کتابوں میں اتباعِ شرع، احتیاط فی الدین، تقویٰ، عبادت وغیرہ جیسے اہم عنوانات میں ایسے ہی واقعات ملتے ہیں۔ روزانہ کے معمولات، وظائف، درود و تلاوت، تسبیح وغیرہ کا کہیں کوئی ذکر نہیں۔

مجدد ہونے کے ثبوت۔ (جہالت کی انتہا)

۱۱۔ پہلی محرم ۱۳۰۱ کو چاند ہونے پر فرمایا، کہ بھئی آج تو صدی ہی بدل گئی۔ ساری محفل پر یکایک سکوت طاری ہوگیا۔ پھر کسی کو بولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ہر ایک آہستہ اٹھ کر چلا گیا۔ دوسرے روز فجر نماز سے ان کے مجددانہ رعب و جلال سے واسطہ پڑا، تو .... وہ دن اور آج کا دن، ہم کو بات کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ جب بعد میں دنیا ان کو مجدد ماننے لگی، تو سمجھ میں آئی، کہ یہ وہی دن تھا، جس دن ان کو مجددی کے منصب سے نوازا گیا تھا، اور ساتھ ہی ساتھ وہ رعب عطا ہوا۔ (خلاصہ ۴۸-۴۹)

۱۲۔ برہنہ رہنے والے مجذوب ان کے سامنے آتے جاتے نہیں دیکھے۔ ایک مجذوب دینا نامی سے یہ راز کھلا، کہ ان کا اتنا احترام آپ کے مجدد ہونے کی وجہ سے ہے۔ (صفحہ ۹۹)

۱۳۔ تیرھویں صدی کے آخر تک (یعنی ۲۸ برس کی عمر تک) تو کسی وقت جلسۂ احباب میں بھی رونق افروز ہوتے، لیکن چودھویں صدی کے شروع ہوتے ہی احباب سے یہ کہا، کہ اب ہم کو بھی رنگ بدلنا چاہئے، یہ کہہ کر گوشہ نشینی اختیار کی، اس سے صاف ظاہر ہے، کہ اللہ پاک نے صرف احیاءِ دین اور علوم کے لئے مخصوص فرما دیا تھا...... علالت کے زمانے میں بھی اگر کسی طبیب کے اصرار سے چند گھڑیوں کے لئے علمی مشاغل سے الگ ہوئے، تو مرض کا غلبہ ہونے لگا، کیونکہ خدمتِ دین ہی ان کے روح کی غذا تھی۔ (وصایا شریف۔ آخر صفحہ ۲۴)

۱۴۔ دس سال عمر تھی۔ والد صاحب سے پڑھ رہے تھے۔ کتاب مسلم الثبوت پر والد صاحب کے ایک اعتراض کو دفع کر کے دکھایا۔ اس نے کہا، کہ احمد رضا! تم مجھ سے پڑھتے نہیں پڑھاتے ہو۔ "یہ تھا اعلیٰ حضرت کا خداداد علم، کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے سچے نائب کو پیدا ہوتے ہی اپنے علم کا سچا وارث بنا دیا تھا۔ العلماء ورثۃ الانبیاء"۔ (ص ۱۳۹)

۱۵۔ جب کوئی صاحب حج بیت اللہ کے بعد حاضر ہوتا، تو پہلے پوچھتے کہ سرکار رسالت میں حاضری دی؟ جواب ہاں میں ہوتا، تو فوراً اٹھ کر ان کے پاؤں چوم لیتے۔ (صفحہ ۲۰۹ از بہاری)

۱۶۔ منگل کے دن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ (منحوس ہونے

کی وجہ سے) جو کپڑا اس دن کٹے گا، وہ جلے گا یا ڈوبے گا، یا چوری ہوگا۔ (ملفوظات دوم صفحہ ۲۲۳)

حسنین رضا خان نے جو بقلم خود وصایا شریف لکھے، اس کے آخری دو صفحات نمبر ۲۳-۲۴ میں مختصر حالات میں یہ نکات بھی خصوصی قابل توجہ ہیں:

مجدد ہونے کا مزید ثبوت

۱۷- تھوڑا پہلے چودھویں صدی بدلتے ہی، اعلیٰ حضرت کے بدلنے کا ذکر جو ص نمبر ۱۱ کے ساتھ دیا ہے، وصایا میں اس کا پھر ذکر کر کے، ص ۲۴ پر اس کے فوراً بعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ "اس وقت ہندوستان میں کوئی باطل فرقہ ایسا نہیں ہے، جس کے رد میں ان کی بہ کثرت تحریریں موجود نہ ہوں۔ جب دین میں کوئی نیا فتنہ اٹھتا، تو سب سے پہلے حضور کی زبان وقلم کو حرکت ہوتی، اور اس کا کامل استیصال کر کے چھوڑتے۔ میں خیال کرتا ہوں، کہ ہر ایک فتنہ انگیز کو فتنہ پھیلانے سے قبل مدتہا مدت تک یہ خیال اس سے باز رکھتا، کہ اعلیٰ حضرت کی سیف زبان اور نیزۂ قلم کا کیا جواب دوں گا۔

صحابہ کی زیارت کا شوق کم ہوگیا

۱۸- وصایا کے ہی ص ۲۴ پر یہ جملہ بھی ہے، کہ "زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا، کہ میں نے (حسنین رضا نے) بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے، کہ ان کو (اعلیٰ حضرت کو) دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہوگیا۔ علوم میں وہ مقام پایا، کہ اجلۂ علماء فرماتے تھے، کہ گذشتہ دو صدی کے اندر کوئی ایسا جامع عالم نظر نہیں آتا۔ (نوٹ: ان ہی دو صدیوں میں شاہ ولی اللہ اور اس کا پورا خاندان شامل ہے)۔

رحلت کا مکمل ٹائم ٹیبل

اسی سوانح نگار بھتیجے حسنین رضا خان نے اپنے چچا اعلیٰ حضرت کے آخری رحلت کے حالات اور وصیتیں "وصایا شریف" کے نام سے ۲۴ صفحات میں قلمبند کئے، وہ الگ بھی موجود ہیں، اور "ملفوظات اعلیٰ حضرت" کے ساتھ بھی آخر میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ ان میں اخیر

دو صفحات کے کئی جملوں پر بعد میں ناقابل جواب اعتراضات اٹھے۔ اس لئے ان کو بعد میں نکال دیا گیا۔ لیکن ہمارے پاس اصل وصایا شریف بمع یہ آخری دو صفحات بھی موجود ہے، جس سے اوپر کچھ حوالے دیئے ہیں۔ اور "صحابہ کو دیکھنے کا شوق کم ہوگیا" کے الفاظ بھی ہیں۔ ان الفاظ کو صحابہ کرامؓ کی شان میں کھلی گستاخی قرار دیا گیا، اس لئے ان دو صفحات کو ہی نکالنا پڑا۔ لیکن اب پھر ۱۹۹۶ء میں پروگریسو بکس لاہور نے وصایا شریف کے نام سے، یٰس اختر اصلاحی کی اصلاح کے ساتھ الگ شائع کئے ہیں۔ اس میں یہ دونوں آخری صفحات لفظ بہ لفظ شامل ہیں۔ لیکن صحابہ والے جملے کو بغیر کسی اپنے ریمارکس کے ان الفاظ میں بدل دیا ہے، جیسے اصل الفاظ یہی تھے۔ بدلے الفاظ اس طرح ہیں:-

"میں نے خود بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا، کہ اعلیٰ حضرتؒ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرامؓ کی زیارت کا لطف آ گیا۔ یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرامؓ کے زہد وتقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم ہیں"۔ قارئین کرام خود سوچیں، کہ یہ جو اب سمجھ رہا ہے، کہ یہ جملہ قابل اعتراض نہیں۔ حالانکہ حقیقتاً پہلے سے بھی زیادہ گستاخی ہے۔

ان وصایا کا بھی اپنا انداز ہے۔ ہر ایک جگہ یہ احساس ہوتا ہے کہ جانے والے کو معلوم تھا، کہ اس کو اس دن کس وقت پر آخری سانس لینی ہے۔ بقول حسنین رضا (ص ۱۷) وصیت نامہ کے بعد وصال تک کے تمام کام گھڑی دیکھ کر ٹھیک وقت پر ارشاد ہوتے رہے، "فرمایا گھڑی سامنے رکھ دو۔ اب تصویریں ہٹا دو۔ اب وضو کر آؤ۔ یٰس شریف شروع کرو، کہ اب عمر کے چند منٹ رہ گئے ہیں۔ اس کی زیر زبر درست کرواتے رہے۔ سفر کی مسنون دعائیں تمام تر پڑھیں۔ پھر پورا کلمہ پڑھا، پھر...... دو بجکر ۳۸ منٹ پر رحلت فرمائی، جبکہ مؤذن کی حی علی الفلاح کی آواز کمرے میں آرہی تھی۔

ان دو گھنٹہ سترہ منٹ کے عرصے کو حسنین رضا خان نے جس طرح بیان کیا ہے، ہم کو کسی کی کسی سوانح میں کہیں نظر نہیں آیا۔ پڑھ کر فوراً خیال آیا کہ بستر مرگ پر گھڑی سامنے رکھوا کر مکمل ٹائم ٹیبل کے مطابق رحلت فرمانا بھی ایک اعلیٰ حضرتی ادا ہی نکلی۔ خود کاتب حسنین رضا کے الفاظ آپ پھر دیکھ لیں۔ ہم پورے صفحے کا عکس دیئے دیتے ہیں۔

قارئین کرام خصوصاً بریلوی علماء لفظ بہ لفظ پڑھ کر ہماری رہنمائی فرمائیں، کہ "مرنے کی اس ادا پر قربان جائیے" کہنا تو ہم آپ سب پر حق ہوا، لیکن کس کی ادا پر؟! رحلت فرمانے

والے کی، یا بیان کرنے اور لکھنے والے کی!

یہ کھانے بھیجتے رہنے کی وصیت

مرنے سے دو گھنٹہ سترہ منٹ پہلے قلمبند کرائے، اور بحالت صحت حواس دستخط کئے اس وصیت نامہ میں نمبر ۱۲ میں ایک خالص اعلیٰ حضرتی قسم کی وصیت کے یہ الفاظ بھی دیکھیں:

"اعزاء سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو، تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں: دودھ کا برف خانہ زاد، اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرنی، ارد کی پھریری دال بمع ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف، اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے، تو یوں کرو، یا جیسے مناسب سمجھو، مگر بطیب خاطر، مجبورانہ نہ ہو"۔

اس کے نیچے حاشیہ میں ہے کہ "جب دودھ کا برف دوبارہ بھی پھر لکھوایا، تو چھوٹے مولانا نے عرض کیا، کہ اسے تو حضور پہلے ہی لکھا چکے ہیں۔ فرمایا پھر لکھو۔ انشاء اللہ میرا رب سب سے پہلے مجھے برف ہی عطا فرمائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا، کہ ایک صاحب دفن کے وقت بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے"۔

کئی اہم سوال

وصیت کے اس حصے کے بارے میں بریلوی علماء پر عام سنجیدگی خواہ شرعی لحاظ سے کئی وضاحتیں لازم ہیں۔ ایک تو یہ کہ دنیا جہان کی سوانح میں کسی نے مرنے سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے والی عین موت کو سامنے یقینی دیکھنے کی حالت میں اس قسم کی وصیت کی کہیں کوئی ایسی مثال ہے؟ مزید یہ کہ کیا لفظ "بھیج دیا کریں" سے یہ واضح ثابت نہیں، کہ بریلویوں کا اعلیٰ حضرت ہندوؤں کے اس عقیدے کو مانتے تھے، کہ میت کے نام پر دیے گئے کھانوں کی لذت مردے کو پہنچتی ہے۔ جب کہ ان کے ہی ایک عالم صوفی ظہیر الحسن، اپنی کتاب "جوہر تصوف" صفحہ ۶۱ پر لکھتے ہیں، کہ "یاد رہے، کہ بالوشاہی، پیڑے، بریانی، زردہ، نان، قورمہ، فیرنی کے خونچے اٹھ کر عالم آخرت کو نہیں جاتے، بلکہ ان کا ذائقہ اور لذت پہنچتی ہے"۔ اور اسی وصیت نامہ لکھنے والے حسنین رضا نے بھی حاشیہ میں لکھا ہے، کہ "اعلیٰ حضرت نے دودھ کے برف خانہ

ساز دوبارہ لکھوانے پر فرمایا، کہ انشاء اللہ مجھے میرا رب سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا۔ اور پھر یہ بھی اپنی طرف سے (جیسے اس عقیدے کی تصدیق کے طور پر) لکھا ہے، کہ ایسا ہی ہوا، دفن کے وقت ایک صاحب دودھ کا برف خانہ ساز لے آیا۔ البتہ یہ نہیں لکھا، کہ مرنے والے کی خواہش پر (کرامت کے طور پر) آئی ہوئی یہ پسندیدہ غذا اس کو کیسے پہنچائی گئی؟! قبر میں رکھی، یا کسی دوسرے مرنے والے کے کفن میں رکھ دی۔

پرانے مردے کو نیا کفن بھیجنا

کیونکہ اعلیٰ حضرت تو مردے کو اسی طرح چیزیں بھیجنے کا بھی عقیدہ رکھتے تھے، مثلاً ان کے ملفوظات جلد اول میں خود ان کا اپنا بیان صفحہ ۱۲۰ پر صریح الفاظ میں موجود ہے، کہ ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے بیٹے کو کہا، کہ میرا کفن ایسا خراب ہو گیا ہے، کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔ پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے، اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا اچھا کفن رکھ دینا .... لڑکے نے ایک اچھا کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا، اور کہا کہ یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔ رات کو اس کی ماں نے خواب میں آ کر بیٹے کو کہا، کہ خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔ (۱)

عجیب دعویٰ - یہ غریب پروری تھی

نئے نئے محقق بریلویوں نے اب اس کی اس طرح تشریح شروع کر دی ہے، کہ اس وصیت سے اعلیٰ حضرت کی غریب پروری ظاہر ہوتی ہے، کہ اس کو مرتے وقت بھی غریب یاد تھے، کہ سوکھی روٹی سے بھی محروم ان لوگوں کو بھی اسی بہانے یہ اچھے کھانے نصیب ہوتے رہیں۔ نئے بریلوی بنے ڈاکٹر مسعود صاحب نے تو اس پر ایک سولہ صفحات کا الگ رسالہ ہی لکھ مارا ہے، جس کا نام ہی ہے "غریبوں کے غم خوار"۔ کیا کیا کس انداز میں لکھا گیا ہے، کیسے اس کو کیا کیا بنایا ہے، پانچ روپے خرچ کر کے ضرور خریدیں اور خود پڑھیں۔ بہت علم و فہم بڑھے گا۔ ہم صرف صفحہ ۹ کے درمیان کی یہ سطریں دے کر آپ کا اشتیاق بڑھاتے ہیں:

---

(۱) بریلویوں نے اپنی موج کے لئے اچھے اچھے کھانوں سے فاتحہ کو تو خوب رواج دیا۔ لیکن کفن والی اس روایت اور عقیدے کو رواج نہیں دیا۔ بیچارے کفن چوروں کی بھی موج ہو جاتی!

"ہمارے ہاں میت کے کھانے سے غریب و مسکین محروم رہتے ہیں۔ کھاتے پیتے لوگ سب کھا جاتے ہیں، امام احمد رضا خان نے اس بری رسم کی بیخ کنی فرمائی اور اپنی وصیت سے ایک مردہ سنت کو زندہ کیا، جس نے غریبوں کے حقوق کو پامال کر رکھا تھا۔ شاید اسی لئے پاک و ہند اور عالم اسلام کے علماء کرام نے آپ کو مجدد تسلیم کیا ہے"۔ یہ ہے بریلوی تحقیق! کس بات کو ایک مردہ سنت کا احیاء، اور مجدد کی دلیل بنا دیا۔ (۱)

اصل وصیت میں ایسا اشارہ بھی نہیں

مداحی کے بے لوث شوق میں ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی نہیں سوچا، کہ وصیت میں سنت، ایصالِ ثواب اور غرباء کا ذکر تک نہیں۔ "یہ بھیجتے رہنے" کی وصیت بتا رہی ہے، کہ ان کی لذت پہنچنے کا ہی عقیدہ تھا۔ اگر ایصالِ ثواب کے لئے اتنا خیر خیرات کرتے رہنے کی وصیت ہوتی، تو اس میں غرباء خود بہ خود ہی آ جاتے، اور اس کو بریلوی بھی کسی نہ کسی طرح سنت کی طرف بھی موڑ سکتے تھے۔ کیونکہ اس کی بہر حال شریعت میں اصل موجود ہے۔ پھر یہ بھی سوچیں، کہ کئی غرباء کو مرغ پلاؤ اور بریانی اور بالائی فیرینی سے زیادہ سوکھے اناج، کپڑے، دوائیوں، بیٹیوں کی شادی، اور قرض اتارنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، جن سے ہی زیادہ ثواب اور دعائیں حاصل ہوں گی۔ جن کی بجائے بریلویوں نے مرغی بریانی اور فاتحہ کے طریقوں کی کتابوں اور زیادہ تاکیدوں اور رسوم سے ایصالِ ثواب کو تو تقریباً ختم ہی کر دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت اگر واقعی ایسی وصیت کرتے، تو یہ ان کا صدقہ جاریہ ہوتا، لیکن وہ علم کے اعلیٰ حضرت تو تھے نہیں!

بہر حال ان چند واقعات اور حقائق سے آپ نے اعلیٰ حضرت اور ان کے نیارے رنگ کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔ اس سے زیادہ مثالیں یہاں ہمارے لئے ممکن نہیں۔

---

(۱) ڈاکٹر صاحب کو چاہئے، کہ اعلیٰ حضرت کی کفن والی کہانی کو اس رنگ میں لا کر ایک رسالہ اور بھی لکھ لیں۔ بہت سے بے روزگاروں کو روزگار نصیب ہو جائے گا۔ اور احمد رضا کے حقانی مجدد ہونے کی ایک مزید دلیل سامنے آ جائے گی۔

اعلیٰ حضرت کے علوم اور تصانیف کے افسانے

مجدد کے کام اور پرکھ اصل کا معیار

اپنے مجدد اور اعلیٰ حضرت کے علوم اور کتابوں کی تعداد کو بھی یار لوگوں نے خواہ مخواہ غیر معیاری سطح کی مداحی (بلکہ ڈینگ بازی) کا موضوع بنا رکھا ہے۔ یہ نری جہالت بھی ہے۔ کیونکہ اسلامی علمی دنیا میں کسی نے دین کے مجدد ماننے کے لئے اس کو معیار نہیں سمجھا اور بنایا۔ بلکہ مجدد اُس کو مانا، جس نے پچھلی صدی کے عرصہ میں دین میں شامل ہونے والی بدعات، غیر شرعی رسوم و رواج، وقت اور حالات کے لائے ہوئے نئے فتنوں، عقائد، عبادات، اخلاق، کردار اور معاش اور معاشرت میں پیدا ہونے اور داخل ہونے والے نئے مسائل اور فتنوں کا بھرپور مقابلہ کر کے، اپنے اعلیٰ علمی رسوخ، بے مثال کردار، روحانی بلندیوں، اور ہمہ گیر صلاحیتوں سے سب کا تحریری خواہ تقریری، خواہ علمی میدان میں پورے عزم و استقلال سے بھرپور مقابلہ کیا۔ اور بھرپور جد و جہد سے ان سب کمزوریوں کو دور کر کے، دین کو اپنی اصلی روح اور شکل میں واپس جاری ساری کیا۔ اسی معیار پر پورا اترنے والے کو بعد میں مجدد کا لقب ملا۔ یہ نہیں کہ نئی صدی کا چاند دیکھتے ہی اس پر مجددیت نازل ہو جاتی تھی۔ اس میں مکمل تبدیلی آ جاتی تھی، جیسے حسنین رضا نے جہالت دکھائی ہے، اور اس کے دلائل میں خرافات بیان کر کے، اپنی جہالت کا مزید ثبوت دیا ہے۔ یا ڈاکٹر مسعود صاحب نے کھانوں کی وصیت کو بھی مجدد ماننے کا ایک معیار قرار دیا ہے۔

دنیوی علوم ضروری نہیں

اس ہمہ گیر کام کے لئے ہر ایک مانا ہوا مجدد اپنی تقویٰ، عملی بے لوث کردار، روحانی بلندی، پُر اثر محبوب شخصیت، تزکیۂ نفس، خلوص، دین کی تڑپ وغیرہ خوبیوں میں اور شرع کے علوم میں گہرے رسوخ میں تو بہر حال سب سے بلند نظر آتا ہے، اور یہ سب کچھ اس کے لئے ضروری ہوا کرتا ہے۔ لیکن دنیوی علوم میں مہارت، دین کے شارع یعنی انبیاء اور اس کے

پہلے عملی نافذ کرنے والوں کی طرح اس کے لئے قطعی ضروری نہیں۔ کبھی مناسب سمجھے بھی گئے،
تو امام غزالی کی طرح صرف فلسفہ اور منطق، یا ایسے علوم جن سے اس دور کی گمراہیاں قوت لے
رہی تھیں، یا سیاسی حالات، جن سے امام ربانی کو پالا پڑا تھا۔ یا نیا جنم لیتا ہوا معاشرہ اور
معاش، جیسے شاہ ولی اللہ کو نظر آئے اور آئندہ نظر آرہے تھے۔ جفر، توقیت، لوگارثم، ہیئت
وغیرہ دنیوی ہنری علوم سے ان کا نہ واسطہ نہ ضرورت۔ حتیٰ کہ حضور کریم ﷺ والی یہ سنت بھی
سب مانے ہوئے مجددین میں نظر آتی ہے، کہ ان کو شعر و شاعری بھی نہیں آتی تھی۔

زیادہ تحریرات بھی ضروری نہیں

تحریر اور کتابوں کی تعداد بھی وقت کی ضرورت اور حالات پر منحصر تھی۔ سیدنا
عبدالقادر جیلانی کو زیادہ کام وعظ و تقریر اور تزکیہ نفس کی محفلوں اور تربیتی نظام سے کرنا پڑا۔
ان کے مواعظ کی دو کتابیں ہی ان کا سارا علمی ذخیرہ ہیں۔ دینی مسائل کے بارے میں ایک
کتاب "غنیۃ الطالبین" میں بھی اختلاف ہے، کہ ان کی لکھی ہوئی ہے یا نہیں۔ مانے ہوئے
ہزار سالہ مجدد کے اتنے وسیع اور ہمہ گیر اصلاحی کام کے باوجود ان کا تحریری ذخیرہ صرف ان کے
مکتوبات کی تین جلدیں اور تصوف کے مختلف نکات پر چند چھوٹے رسالے ہی ہیں۔

یہ خالص جاہلانہ سوچ ہے

جب ان مانے ہوئے عظیم ترین مجددوں کے لئے یہ کم تعداد میں کتابیں اور علوم، ان
کے مجدد تسلیم ہونے میں رکاوٹ یا کسی قسم کا عیب نہیں بنیں، تو پھر ہر ایک بریلوی کی طرف
سے اپنے مجدد کے لئے سب پچھلوں سے زیادہ اور سب علوم میں لکھنے پر زور دیتے رہنا،
خالص جہالت اور مجدد کے صحیح منصب سے ناواقفیت نہیں، تو اور کیا گنا جائے۔
بہرحال یاروں نے جب اس کو ہی معیار بنالیا ہے، تو پھر آیئے، کہ ان کی زبانی
دیکھیں، کہ کس کس طرح یہ "سعی ناکام" شروع سے آج تک کی جارہی ہے۔ جس کی ابتدا بھی
نام نہاد مجدد نے خود ہی کی تھی، کہ مجھے یہ علوم اس طرح حاصل ہوئے۔ اور میں ہر ایک فن
میں یگانہ ماہر ہوں۔ کیونکہ مجھے یہ علوم لدنی اور الہامی طرح سے سکھائے گئے تھے۔ یہ تفصیلی
ذکر فصل سوم میں پھر سے دیکھ لیں، تو بہتر ہوگا۔

فتویٰ نویسی اور ردِ وہابیت مشکل ترین فن ہیں

ظفیر الدین بہاری "حیات اعلیٰ حضرت" میں صفحہ ۲۱۳ پر اعلیٰ حضرت کا اپنا ارشاد لکھتے
ہیں کہ آپ نے فرمایا، کہ "وہابیت کا رد لکھنا اور فتویٰ نویسی دونوں ایسے (مشکل) فن ہیں، کہ
علم طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے۔ کسی حاذق طبیب کے مطب میں بیٹھنے
کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں بھی سات سال ایک طبیب حاذق (اپنے والد) کی خدمت میں
بیٹھا، تب سیکھ پایا"۔

لیکن عملی طور پر دیکھا جائے، تو اس استاد اور حاذق طبیب (یعنی ان کے والد مرحوم)
کی نہ تو کوئی قابل ذکر فتووں کی کتاب اب تک سامنے آئی ہے، اور نہ وہابیت کے رد میں۔
شاید اسی کا یہ نتیجہ ہے، کہ ان دونوں موضوعات پر اس نام نہاد مجدد نے جو کچھ لکھا، وہ قبول عام
حاصل نہیں کر سکا۔ وہابیت پر جو کچھ لکھا، اس کی وقت کے بدعتی حلقوں نے بھی تائید نہیں کی۔
فتاویٰ کی یہ حالت ہے، کہ زندگی میں بھی صرف دو ہی جلدیں چھپ سکیں، اور انتقال کے بعد
بھی جانشین عالم اولاد، (ایک مفتی اعظم ہند کا رتبہ پانے والے) اچھے مالدار خاندان اور مختلف
انجمنوں کے ہوتے ہوئے بھی ارتحال کے ۶۳ برس بعد تک یعنی ۱۹۸۳ء تک بھی گیارہ میں
سے صرف پانچ ہی جلدیں شائع ہوسکیں۔ اب پھر نئی کوششیں اور نئے عزم ہیں۔

وہ عوام کے کام کی نہیں

کیونکہ یہ عوام کے کام کی نہیں، جو اپنے روز مرہ کے مسائل میں مختصر اور سادہ جواب
چاہتے ہیں۔ ادھر اکثر طویل لمبی بحثیں ہیں، جو کئی صفحات، بیس تیس صفحات تک چلتی رہتی
ہیں، جن میں کہیں بھی اصل مسئلہ کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ جس کو ان ڈھیر بحثوں اور طویل بلا ترجمہ
کی عربی عبارات سے چن نکالنا بھی "کارے دارد" ہوتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں ہوتا، کہ فلاں
موضوع پر مختلف مسائل، سوالات، جوابات، پھر ان پر اشکال اور ان کے جوابات، یعنی مسئلے
کے سب پہلو کس حصے میں کہاں اکٹھے ملیں گے، جن سے پورا مسئلہ حل ہو کر سمجھ میں آجائے۔
یہ فتاویٰ کی کتابوں کا عام دستور ہے۔ جن کی ایک مثال مفتی کفایت اللہ کی نو جلدوں پر مشتمل
"کفایۃ المفتی" ہے۔ گو حساب لگایا جائے، تو مسائل اور جوابات کی تعداد کفایت المفتی کی ۹

جلدوں میں ان بارہ جلدوں سے کہیں زیادہ ہی ملے گی۔ ادھر تفصیل میں طوالت کی یہ حالت ہے، کہ پہلی ضخیم ۹۰۰ صفحات کی جلد میں صرف وضو اور غسل کے لئے پاک، مکروہ، ممنوع پانی کی قسمیں مکمل نہیں ہوئیں۔ جس میں درمیان میں کئی صفحات کی بغیر ترجمہ کے عربی عبارات، اور درمیان میں الم غلم کئی اور مسائل اور رسائل بھی شامل ہیں۔ اب ان سے عوام کیا حاصل کریں۔ یہ صرف لائبریریوں کی علمی زینت بننے کے ہی لائق ہو سکتی ہیں۔ مزید تماشہ یہ ہے کہ ہر ایک جلد میں درمیان میں مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے رسائل بھی شامل ہیں، جو الگ رسائل کی شکل میں بھی چھاپے گئے تھے اور یہی صحیح طریقہ تھا۔ اور مزید ابھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ تصنیف شدہ کتابوں کی فہرست میں بھی ان کے الگ نام گنائے گئے ہیں۔ مثلاً فتاویٰ رضویہ جلد اول میں ۳۱ رسائل اور جلد ششم میں ۲۶ رسائل شامل ہیں (جس میں مشہور رسالہ تجلی السبوح ۶۳ صفحات میں اور قادیانیوں پر کتاب السوء العقاب بھی شامل ہیں)۔ یہی حالت جملہ آٹھ شائع شدہ جلدوں کی ہے۔ درمیان میں کئی کئی صفحات کی طویل عربی عبارات بغیر ترجمہ بھی ہیں۔ اب ان سے عام سوال پوچھنے والے عوام کو کیا حاصل۔ مسئلہ ڈھونڈھنے لگے گا، دن بھر کی تلاش کے بعد مزید الجھا ہوا اٹھے گا۔

اپنی کمزور ترین سند کو سب مکی علما سے عالی جانا

بریلوی اعلیٰ حضرت ہی کو یہ انوکھا اعزاز بھی حاصل ہے، کہ علمِ حدیث جیسا وسیع اور نزاکتوں والا علم صرف اپنے والد سے ہی پڑھا، جس کی اس علم میں سند کہیں بیان نہیں کی گئی، کہ کہاں اور کس سے حاصل کیا اور اس کا سلسلہ کیا ہے۔ باقی بے پڑھے اور صحبت میں بیٹھے اور سیکھے ہوئے والی اعزازی سندیں ہیں۔ جیسے مارہرہ کے شاہ آل رسولؒ نے ایک ہی محفل میں مرید بھی کیا، اجازتِ بیعت بھی دی، اور علمِ حدیث کی سند بھی عطا کی۔ (جس کی سند میں شاہ عبدالعزیز اور شاہ ولی اللہ کے نام ہیں)۔ اسی طرح سید حسین مکی نے بھی بغیر پڑھائے صرف اعزازی سند عطا کی، جس کی سند کے سلسلے میں شیخ عابد سندھی کا بھی نام آتا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنے دوسرے حج کے واقعات میں ملفوظات جلد دوم میں صفحہ ۱۷۷ پر خود اپنی تعریف میں مکہ پاک کے سب علماء کی حدیث کی اسناد اور علم کو اپنے سے کم سمجھ کر لکھتے ہیں کہ ''تقریباً تین مہینے کے قیام میں خیال آیا، کہ حدیث میں کسی کی سند میری سند سے عالی ہو، تو اس سے سند لے کر

(برتری) حاصل کروں، مگر بفضلہٖ تعالیٰ تمام علماء سے میری ہی سند عالی تھی۔ تو پھر خیال کیا، کہ تمام جہاں کے ملجا و ماویٰ اس شہر میں کوئی علم جفر کا ماہر ملے، تو اس سے وہ سیکھوں''۔ (پھر اس علم کے ماہر ملے اور ان سے یہ علم سیکھا)۔ **جس کا** تفصیل سے بیان لکھا ہے) ادھر ''الاجازات المتینہ'' میں ص ۳۰۷ پر علم جفر ان چودہ علوم میں گنایا ہے، جو کسی سے نہیں سیکھے، لدنی طور پر حاصل ہوئے۔ **تضادات تو دیکھیں.**

جبکہ علمِ حدیث پر کوئی کتاب موجود نہیں

یہ بھی واضح رہے، کہ پورے عرب سے اپنی حدیث کی سند کو عالی بتانے والے اس مجدد یا اس کے کسی شاگرد کی علمِ حدیث کے کسی موضوع پر کوئی کتاب آج تک شایع ہو کر سامنے نہیں آ سکی ہے۔ البتہ مداحوں کے دعوے ہیں، کہ آپ نے حدیث کی ۳۸ کتابوں پر لاجواب قسم کے حاشیے لکھے، ادھر آج کل اعلیٰ حضرت کے سب سے بڑے مداح ڈاکٹر مسعود صاحب بھی ''حیاتِ امام احمد رضا خان'' میں صرف ایک ہی صفحہ میں مولانا بریلوی کا علمِ حدیث میں نام نہاد تبحر دکھا سکے ہیں، کہ صرف ایک صفحے میں پانچ چھوٹے چھوٹے رسائل کا ہی حوالہ دے سکے ہیں، جن میں ہر ایک میں ایک ایک مسئلہ پر بحث ہے، جبکہ ڈاکٹر ضیاء الدین اور پروفیسر حاکم علی سے ریاضی اور علمِ ہیئت پر بحث بازی کی تفصیل میں سات صفحات پر تفصیل ہے۔

علومِ قدیمہ وجدیدہ کی بحث پر انیس صفحات ہی ہیں۔ جن میں مدح سرائی والے جملے الگ کر کے دکھائے جائیں، تو تین چار صفحات ہی بن سکیں گے۔ یہی حالت فقہیات کے لئے مخصوص ۱۲ صفحات میں ہے، کہ کام کی باتیں چند صفحات میں ہی نظر آتی ہے، جن میں اکثر ذکر فتاویٰ رضویہ کی مدحیات کا ہی ہے۔ اس طرح پوری سوانح میں علمی حصہ یعنی علوم قدیمہ وجدیدہ اور درسیات کے اہم ابواب صفحہ ۹۷ سے ۱۳۲ تک ۳۵ صفحات میں ہے۔ جبکہ مختلف تحریرات اور کتابوں کے عکس کے لئے ۶۸ صفحات ہیں۔ اور سیاسیات کے لئے تقریباً چالیس صفحات ہیں، اس طرح ڈاکٹر صاحب نے عجیب بے بسی دکھائی ہے، کہ علمی برتری بیان کرتے ہیں، تو پچھتر علوم میں سب سے اونچی مہارت اور ایک ہزار کتابوں کے دعوے کر جاتے ہیں۔ تفصیل دکھانے بیٹھتے ہیں، تو پورا مواد ۳۵ چھوٹے صفحات میں ہی ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک کے بارے میں تو یہ مدحیات بھی ممکن نہیں، کیونکہ ساری پونجی صرف ایک

ترجمہ ہی ہے۔ پھر بھی اس کو سب تفسیروں کا جامع بتانا نہیں بھولتے۔

ہزار کتابوں کی خیالی داستان

دوسری طرف دیکھئے، تو ہر ایک نے یہ جملہ یاد کر رکھا ہے، کہ اعلیٰ حضرت نے ایک ہزار سے بھی زائد کتابیں لکھیں۔ اللہ اللہ کر کے ۱۹۷۶ء میں کتاب انوار رضا میں صفحہ ۳۳۲ سے ۳۵۴ تک ادھر ادھر سے نام اکٹھے کر کے ۵۴۸ کتابوں کی فہرست دی بھی، تو ان میں بھی کیفیت کے خانے میں مطبوعہ صرف ایک سو کے قریب ہی ہیں، جو کہ سب وہ چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں، جن میں سے اکثر ہمارے پاس بھی ہیں۔ کچھ چھوٹے چھوٹے تازہ بھی چھپے ہیں۔ باقی سب ابھی تک باتیں اور خالی بے ثبوت دعوے ہی ہیں۔

مزید تعجب یہ ہے کہ اس کتاب میں علم حدیث کی ۳۸ کتب، اور فقہ کی ۴۲ کتابوں پر حاشیہ لکھنے کا دعویٰ ہے۔ جن میں حدیث اور فقہ کی وہ سب مشہور کئی کئی جلدوں والی ضخیم کتابیں شامل ہیں، جو کوئی بھی بڑا عالم صرف اس ضمن میں بیان کرسکتا ہے، کہ اسلامی علوم کی وسعت تو دیکھو، کہ حدیث وفقہ پر اتنی بڑی عظیم الشان ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مزید تماشہ یہ ہے، کہ ان سب کتب کے سامنے کیفیت کا کالم بالکل خالی ہے کہ مطبوعہ ہے، یا مسودہ یا مبیضہ ہے، اور کہاں کس حالت میں موجود ہے۔ پانچواں تماشہ یہ ہے، کہ حیات اعلیٰ حضرت میں بہاری صاحب نے اعلیٰ حضرت کے اپنی طرف لکھے ہوئے جن چند خطوط کی نقل دی ہے، ان میں یہ ذکر بھی ملتا ہے، کہ عمر کے اخیر حصے تک وہ کئی اہم کتابوں کو دیکھنے سے محروم تھے، مثلاً:

یہ اہم کتابیں ان کے پاس آخر تک تھیں ہی نہیں

صفحہ ۲۶۲ پر ذوالحج ۱۳۳۳ء، لکھے ہوئے خط میں ہے، کہ آپ کی طرف سے بھیجی ہوئی عبارات تفاسیر ملیں۔......... یہ روح المعانی کیا ہے، اور یہ آلوسی بغدادی کون ہے۔ بہ ظاہر کوئی نیا شخص ہے۔ مصنف کا مزید تعارف یا کتاب کا سال تالیف معلوم ہو، تو اطلاع دیجئے۔ (تفسیر) مدارک کا کوئی حاشیہ ہو، تو اس کی عبارتوں کی زیادہ ضرورت ہے"۔

عمر عزیز کے باقی چار سال رہتے تھے، کہ شوال ۱۳۳۶ کے خط میں لکھا کہ، خضاب کے مسئلے میں ان چند (۱۹) کتابوں کی ضرورت ہے۔ آپ کے پاس ہوں، تو بہتر، ورنہ چند

جا کر حوالات نقل کر کے بھیجئے: تاتارخانیہ، زاد المعاد، عقد الفرید، نزھۃ المجالس، تاج العروس، صراح وقاموس، خالق زمخشری، مغرب مطرزی، نہایہ ابن کثیر، مصباح المنیر، مختار الصحاح مجمع البحار، فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری، شرح مسلم نووی، شرح شمائل ترمذی للقاری، السراج المنیر، شرح جامع الصغیر، مرقاۃ، اشعۃ اللمعات۔

بریلوی محقق مداح حضرات کو چاہئے، کہ یہ دیکھیں، کہ ان میں کون سی کتب وہ ہیں، جن پر انوار رضا میں حاشیہ لکھنے کا بھی دعویٰ ہے اور شرح مسلم از نووی، عمدۃ القاری اور ملا علی قاری کی شرح شمائل ترمذی جیسی عام کتابیں تھی، رحلت سے چار برس پہلے تک بھی ان کے مجدد صاحب کے پاس نہیں تھیں۔ تفسیر مدارک، اور روح المعانی سے قطعی ناواقف ہی رہے۔ مزید ہم کیا کہیں! قارئین کرام خود سوچیں، کہ کچھ نہ سے کیا کیا کس طرح بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔

قارئین کرام یہ نکتہ بھی نوٹ کریں، کہ انوار رضا کی فہرست میں صفحہ ۳۳۲ پر تفسیر بیضاوی اور خازن پر حاشیہ لکھنے کا دعویٰ ہے۔ حالانکہ اعلیٰ حضرت خود ملفوظات میں جلد سوم صفحہ ۲۸۳ پر لکھاتے ہیں، کہ "قاضی بیضاوی اور خازن وغیرہ (نہ معلوم وغیرہ والے دوسرے کون ہے) ائمہ تفسیر نہیں" تو پھر ان پر حاشیہ کیوں لکھا ہوگا! اس تفصیل سے قرآن پاک اور تفسیر اور حدیث سے اس مجدد کی دلچسپی بھی صاف عیاں ہے، کہ آخر تک عام کتابیں بھی اس کے پاس نہیں تھیں۔

ان میں سے کوئی طبع نہیں ہوسکی

قارئین کرام یہ نکتہ بھی نوٹ کریں، کہ انوار رضا میں دکھائے ہوئے جن ۸۶ ضخیم اور ائمۂ اسلام کی مشہور ضخیم کتابوں کے حواشی لکھنے کا دعویٰ کیا گیا ہے، ان میں سے رحلت کے ۸۳ برس بعد بھی آج تک ایک بھی شائع نہیں ہوسکی ہے، اور نہ خود فہرست بنانے والے نے کیفیت کے خانے میں مطبوعہ، مسودہ وغیرہ کچھ بھی لکھا ہے۔

اس طرح تو ہم بھی بڑے علامہ اور حاشیہ نویس بنتے ہیں

چونکہ، ماسٹر یا ڈاکٹر مسعود کے تازہ دعوے کے مطابق پچھتر علوم میں سے بھی ابھی

آدھے سے بھی زیادہ علوم ایسے رہتے ہیں، جن پر کوئی محقق کسی تحریر کا نام تک نہیں لکھ سکا ہے، پھر بھی دعوے ہر ایک کا اتنے علوم، اور ہزار کتابوں کا لکھنا پہلے سے طے شدہ نظر آتا ہے۔ اس پر ہم کو ایک لطیفہ کے طور پر اپنی مثال نظر آتی ہے، کہ ہمارے پاس پانچ الماریوں میں جو بھی کتابیں ہیں، اپنی عادت ہے، کہ ہر ایک پر پڑھنے کے وقت حاشیہ میں اپنی طرف سے اہم نکات کی نشان دہی، یا دوسرے قسم کے کچھ نوٹ لکھ دیتے، شاید یار لوگوں نے ایسے ہی نکتوں کو حاشیہ گنایا ہے۔ تو اس طرح تو یہ کم علم بھی سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابوں پر حاشیہ لکھنے والا گنا جائے گا! لیکن یہاں تو یاروں کی زیادتی یہ بھی ہے، کہ ایسی کتابوں پر بھی مبسوط حاشیہ لکھنے کا دعویٰ کر دیا ہے، جو رحلت کے چار سال پہلے تک بھی ان کے اعلیٰ حضرت کے پاس تھی ہی نہیں! یا جن کو وہ کسی گنتی میں ہی نہیں لاتے تھے! بس سب اسلاف علماء کی اہم کتابوں کی فہرست بنا کر، سب گنوا دیں کہ ان پر مبسوط حاشیے لکھے۔ جہلاء کو ہی تو منوانا ہے۔ نحاشھ ہو گئے۔

باطل فرقوں کی عام نفسیات

اکثر باطل فرقوں اور جہلاء کی یہ فطری نفسیات ہے، کہ وہ اپنے اماموں اور قائدین کے مناقب وفضائل بیان کرتے وقت بہت سی جھوٹی حکایت، اپنی گھڑی ہوئی داستانوں، اور بے جا مدحیات کا ہی سہارا لیتے ہیں۔ بریلوی بھی اسی راہ پر نظر آتے ہیں۔ لیکن وہ یہ خیال نہیں کرتے، کہ حقائق کی دنیا میں یہ استہزاء اور تذلیل کا باعث بنتا ہے، اور سمجھ دار لوگ اس کو جہلاء کے کارنامے ہی قرار دیتے ہیں۔ جیسے آج کے محقق بریلوی ڈاکٹر مسعود صاحب نے بھی یہ اقرار کیا ہے، کہ اس نے خود سنا، کہ کوئٹہ کے فضلاء کے ایک مجمع میں احمد رضا خان کا ذکر آیا، تو ایک صاحب نے کہا کہ وہ تو جہلاء کے پیشوا تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے یہ قول ان کا اسی جملے سے رخ مڑا۔ لیکن اب پھر سوچیں، کہ اپنی پچیس سالہ محنت میں وہ کیا کیا ایسا مواد پیش کر سکے ہیں، کہ کوئی سمجھدار علم والا اس کو غلط فہمی قرار دے سکے، یا اس کوشش میں وہ خود کس علمی سطح پر آ پہنچے ہیں۔

شافعِ محشر، صاحبِ کوثر بھی احمد رضا

جہاں تک بے جا مداحی کا ذکر ہے، ہم کئی جگہ اور اس فصل کے شروع میں بھی ڈاکٹر

صاحب کا حوالہ دے چکے ہیں۔ دوسری قسم کے مناقب وفضائل کے لئے ہم ایک پوری کتاب سے صرف چند شعر ہی یہاں پیش کر رہے ہیں، جو اعلیٰ حضرت کے ہی قریبی ساتھی ایوب علی رضوی نے اپنے ممدوح کی رحلت کے بعد اُسی سال شعر کے دو مجموعوں میں اکٹھے سلسلہ وار شائع کروائے۔ جن کے نام مدائحِ اعلیٰ حضرت اور نغمۃ الروح تھے۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے ہم اس میں سے صرف یہ چند مدائح پیش کرتے ہیں۔ جن میں اس گمراہ جاہل ساتھی نے شافعِ محشر ﷺ کے دو خصوصی اعزازات یعنی شفاعت، اور صاحبِ کوثر بھی اپنے اعلیٰ حضرت کے لئے بیان کر دیئے۔ اس بدبخت مداح کے ۴۲-۴۷-۴۸ صفحات کے یہ شعر پڑھیں:

حشر میں جب ہو قیامت کی تپش — اپنے دامن میں چھپا احمد رضا
جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے — جام کوثر کا پلا احمد رضا
حشر کے دن جب کہیں سایہ نہ ہو — اپنے سائے میں چلا احمد رضا
سرِّ شیطان سے بچاؤ وقتِ نزع — میرے ایمان کو بچا احمد رضا
قبر و نشر و حشر میں تو ساتھ دے — ہو میرا مشکل کشا احمد رضا
دل ملا، آنکھیں ملیں، ایمان ملا — جو ملا تم سے ملا احمد رضا

یہ مجموعہ حسنین رضا خان اور اور اعلیٰ حضرت کے فرزندوں نے چھپوایا، اور سب نے واہ واہ کی۔ بعد میں اس پر سخت تنقید ہوئی، لیکن کوئی جواب نہ دے سکے۔ حتیٰ کہ ۱۹۷۶ء میں ضخیم کتاب انوار رضا میں بھی صفحہ ۲۰ پر اس کا ذکر آیا، تو اس طرح سے لکھا، کہ "نذرِ عقیدت کے یہ پھول احمد رضا خان نے تو نہ معلوم قبول کئے یا نہیں، لیکن مخالفوں کو ایک ہتھیار مل گیا۔ بہتر ہوتا، اگر وہ نہ چھپتے (خلاصہ)۔ اس سے صاف ظاہر ہے، کہ بریلوی آج تک اس کو غلط نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اس کے دلیل میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ پہلے کبھی کسی نے کسی کو شافعِ محشر، صاحبِ کوثر کہا ہے!

بہرحال اب یہ قارئین کرام اور عام بریلوی ہی سوچیں، کہ شفیع المذنبین، اور صاحبِ کوثر کی یہ دونوں خصوصی صفتیں اور اپنی ایسی تمنائیں اور امیدیں وہ بریلوی مجدد سے بھی وابستہ رکھنے کو تیار ہیں یا نہیں۔ ہم تو دوسرے کسی امتی تو کیا، کسی پیغمبر سے بھی ایسی مدد ملنے، یا اس سے امید رکھنے کے روادار نہیں۔

شیعی اثرات

یہ بھی واضح رہے، کہ بریلوی اعلیٰ حضرت کے خاندان، ان کی تعلیم، ان کے خصوصی شاگردوں، سوانح نگاروں، اعلیٰ حضرت کے کام کے طریقوں، ان کے تحریری کام وغیرہ پر غور کرنے سے ان میں کئی ایسے جھول نظر آتے ہیں، جن سے کچھ محقق اس نتیجے پر پہنچے ہیں، کہ اس خاندان میں شیعی اثرات ضرور موجود تھے۔

مختلف اطراف سے مختلف مقامات پر مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں یہ شبہات بیان کر کے یہ الزام لگایا گیا، کہ یہ شیعہ اثرات ہی تھے، جن کے تحت، شیعہ حضرات کے اہم دینی رکن تقیہ سے کام لے کر، سنی لباس اوڑھ کر، امت کے مضبوط ترین فعال طبقے اہل سنت والجماعت میں تفریق کا کام کیا گیا۔ حتیٰ کہ دو مسلسل طبقے پیدا کئے گئے، جن کی آج کل مساجد بھی الگ، اور اذان بھی الگ اور جمعہ کے صلوٰۃ وسلام اور قیام جیسے الگ شعائر قائم ہو چکے ہیں، اور بات اختلاف سے کہیں آگے بڑھ کر مکمل تفریق تک پہنچ چکی ہے۔ حتیٰ کہ سوانح نگار قاری احمد پیلی بھتی نے بھی اپنی سوانح اعلیٰ حضرت میں صفحہ ۸ پر یہی لکھا، کہ اعلیٰ حضرت نے پچاس سال مسلسل محنت کی۔ یہاں تک کہ دو مستقل مکتب فکر قائم ہوئے۔

ہم یہاں کچھ ایسے ہی نکات پیش کر رہے ہیں اور ان کے مکمل حوالے بھی دے رہے ہیں، جن سے ان شبہات کو تقویت ملتی ہے۔ اب یہ بریلویوں کی ذمہ داری ہے، کہ ان کی وضاحت کریں۔ لیکن مکمل دلائل سے۔

یہ نام غور سے دیکھیں

(۱) خاندان کے ناموں پر نظر ڈالئے: احمد رضا خان ابن نقی علی خان، ابن رضا علی خان، ابن کاظم علی خان۔ خود احمد رضا خان کی پانچ بیٹیوں میں سے تین کے نام کنیز حسن، کنیز حسین اور کنیز حسنین۔ باقی دو مصطفائی بیگم و مرتضائی بیگم۔ دونوں بیٹوں کے نام حامد رضا اور مصطفیٰ رضا۔

بریلوی اعلیٰ حضرت کے پہلے سوانح نگار اور ان کے معتمد ترین شاگرد اور رفیق غار کے طرح ساتھی ظفیر الدین بہاری رضوی نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' میں صفحہ ۱۴ سے ۲۱ تک ۸ مکمل

صفحات میں احمد رضا خان کے پردادا حافظ کاظم علی خان سے لے کر احمد رضا کے بیٹوں، بھتیجوں تک میں سے ہر ایک کی اور ان کی بھی اولاد کے مکمل شجرے دیئے ہیں۔ ان پر غور سے نظر ڈالنے پر تعجب ہی رہتا ہے، کہ پانچ پشتوں کے اس وسیع خاندان میں ایک بھی نام ابوبکر، عمر، عثمان یا کسی صحابی کے نام پر نہیں۔ بہت بڑی اکثریت کے ساتھ لفظ علی شامل ہے، جیسے مہدی علی، یا ہادی علی، فتح علی، فدا علی، تقدس علی وغیرہ۔ انبیاء کرام کا نام بھی دو یا تین جگہوں پر نظر آتا ہے۔ نسواں کی لمبی فہرست میں بھی حضور کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی ایک جگہ پر ہے۔ سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ آپ کی باقی تینوں بیٹیوں اور صحابیات میں سے بھی کسی کا نام اس پانچ پشت کی طویل فہرست میں کہیں نظر نہیں آتا۔ صرف ایک جگہ حامد رضا خان کی ایک بیٹی کا نام ام کلثوم ہے۔

خود احمد رضا خان کے بھائی کا نام حسن رضا خان، تو اس کے دو بیٹوں کے نام حسین رضا خان اور حسنین رضا خان۔ اعلیٰ حضرت کے پردادا جس سے شجرہ چلتا ہے، اس کا نام کاظم علی خان، اس کے دونوں بیٹوں کے نام رضا علی خان اور نقی علی خان۔

پنج تنِ پاک کے عشاق

۲- یہی سوانح نگار اسی سوانح میں صفحہ ۳۵ پر اپنے اعلیٰ حضرت کے پانچ استادوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز کے علاوہ پنج تن پاک کے عشاق صرف یہ پنج نفوس قدسیہ ہیں''۔ پھر ان پانچ استادوں کے نام گناتے ہیں۔ اہل بیت کرام کی محبت واحترام ہر سنی مسلمان کی بنیادی تعلیم میں شامل ہے۔ لیکن لفظ پنج تن اور پنجتنی کا خصوصی مقصد اور مفہوم اور استعمال جو شیعہ حضرات کے پاس ہے، اس کے مدنظر اعلیٰ حضرت کے اس خصوصی شاگرد اور رفیق کے یہ الفاظ اور انداز بیان کچھ اور ہی تاثر دے رہے ہیں۔

''نادِ علی'' کی زوردار حمایت

۳- ''نادِ علی'' شیعہ حضرات کی ایک مخصوص دعا ہے، جس کو وہ ''دعاءِ سیفی'' بھی کہتے ہیں۔ یہاں لفظ ''سیفی'' سے ان کی مراد ''لاسیف الا ذوالفقار'' یعنی حضرت علیؓ کی تلوار ہے، جو ہر دشمن کو کاٹ دیتی ہے۔ اہل سنت کے جلیل القدر محدث اور فقیہ حضرت ملا علی قاریؒ نے اپنی

کتاب ''موضوعات'' میں اس کو بے اصل حدیث گنوا کر اس کو شیعہ کی نہایت بری باتوں میں سے ایک لکھا ہے۔

لیکن بریلوی اعلیٰ حضرت اپنی کتاب ''الامن والعلیٰ'' میں (مطبوعہ مکتبہ رضویہ سکھر صفحہ ۳۸) پر یہ فرماتے ہیں: ''جواہر خمسہ کی سیفی میں وہ جوہردار سیف خونخوار، کہ جس کو دیکھ کر وہابیت بیچاری اپنا جوہر کرنے کو تیار، وہ کیا، یعنی نادِ علی، کہ بے ایمان طائفہ پر شرک جلی۔ جواہر خمسہ میں ترکیب دعاءِ سیفی میں فرمایا کہ نادِ علی سات بار یا تین بار ایک بار پڑھنا چاہئے اور وہ یہ ہے ''نادِ علیا مظهر العجائب تجده عونا لک فی النوائب کل هم و غم ..... یا علی'' یعنی: علیؓ کو پکارو کہ وہ عجائب کے مظہر ہیں۔ تو انہیں مصیبتوں میں اپنا مددگار پاؤ گے۔ ہر ایک غم آپ کی ولایت کے صدقے فوراً دور ہو جاتا ہے''۔ پھر خوب جوش میں آ کر اعلیٰ حضرت اپنی طرف سے تین بار نعرہ لکھتے ہیں، کہ پکارو یا علی یا علی، یا علی۔

یہ بھی لکھتے ہیں، کہ اس دعا کی مزید تفصیل اور سند ان کی تین کتابوں ''انہار الانوار، حیات الاموات، انوار الانتباہ میں بھی ملاحظہ کی جائیں'' یعنی بریلوی اعلیٰ حضرت اس کو بڑے اہتمام سے کئی جگہ پیش کر چکے ہیں، اور عادت پوری کرتے ہوئے یہ لفظ بھی لکھتے ہیں، کہ اس کو دیکھ کر وہابیت بیچاری اپنا جوہر کرنے کو تیار، یعنی اس سے وہابیت کا گوبر نکلا جاتا ہے۔ اس طنز سے اس کے پختہ یقین کی مزید تصدیق ہوتی ہے۔

جفر اور جامعہ پر یقین

۴۔ یہ مشہور شیعی عقیدہ ہے، کہ حضرت امام جعفر صادق نے ایک کتاب لکھی، جس میں جملہ حلال اور حرام اور ہر اس چیز کا ذکر ہے، جس کی لوگوں کو ضرورت ہو۔ اور جفر ایک کی کتاب ہے، جس میں تمام انبیاء کا علم درج ہے۔ شیعوں کی مشہور کتاب ''اصول کافی'' جلد اول میں ایک الگ عنوان کے الفاظ ہیں ''باب فیہ ذکر الصحیفۃ والجفر والجامعۃ و مصحف فاطمہ علیہا السلام''، اس کتاب میں اس باب میں ان کتابوں کی مکمل تفصیل ہے۔

ادھر بریلوی اعلیٰ حضرت کی تصنیف ''خالص الاعتقاد'' یعنی ''مسئلہ علم غیب'' مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی کے صفحہ ۳۷-۳۸ پر دو عبارتیں ملاحظہ فرمایئے:

''جفر ایک جلد ہے، کہ امام جعفر صادقؓ نے لکھی اور اس میں اہل بیت کرام کے لئے،

جس چیز کے علم کی انہیں ضرورت پڑے، اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، وہ سب کچھ تحریر فرمایا''، ساتھ ہی یہ عبارت ہے:

جفر اور جامعہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ کی دو کتابیں ہیں۔ ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں، سب ذکر فرما دیئے ہیں۔ اور ان کی اولاد و امجاد سے ائمہ مشہورین رضوان اللہ عنہم ان کتابوں کی رموز کو پہچانتے اور ان سے احکام لگاتے تھے۔ خلیفہ مامون الرشید نے جب امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم رضا کو اپنے بعد ولی عہد کیا، اور خلافت نامہ لکھ دیا، تو امام صاحب نے وہ قبول تو کیا، لیکن یہ بھی کہا، کہ جفر اور جامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا۔ چنانچہ امام صاحب نے مامون الرشید کی حیات میں ہی شہادت پائی............الی آخر''۔

آگے احمد رضا خان مزید زور دے کر لکھتے ہیں، کہ اس ''علم علوی'' شریف مبارک کی بحث اور اس کے حکم شرعی کی جلیل تحقیق بحمد اللہ اس فقیر نے اپنے ''جتلی العروس اور مراد النفوس'' میں ایسی لکھی ہے، جو اور کہیں نہیں ملے گی۔

اہلِ سنت کے ہاں یہ جعلی روایات ہیں

بریلویوں کے اہلِ سنت اعلیٰ حضرت نے ان دونوں روایتوں کو ایک جلیل تحقیق کیسے مانا، جب کہ اصح الکتاب بعد کلام اللہ یعنی صحیح بخاری میں جلد دوم میں صحیح حدیث موجود ہے، کہ حضرت علیؓ نے قسم کھا کر فرمایا، کہ ''خدا کی قسم ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں، سوائے کتاب اللہ کے، جسے ہم پڑھتے ہیں، اور ایک یہ صحیفہ ہے۔ آپ نے اسے کھول کر دکھایا۔ اس میں اونٹوں کی عمروں کے متعلق کچھ روایات تھیں اور اس میں مدینہ پاک کے حرم ہونے کی روایتیں تھیں''۔ اس طرح کی دو اور روایتیں صحیح مسلم جلد اول اور بخاری جلد اول میں بھی موجود ہیں کہ ''علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے علاوہ کچھ نہیں''۔ دونوں روایتوں میں یہ اُس صحیفہ کے بارے میں وضاحت کے طور پر ہے، کہ اس میں کچھ حدیثیں تھیں، جو آپ نے روایت کی تھیں۔ مزید یہ کہ بخاری شریف میں کتاب الفرائض، کتاب فضائل مدینہ، کتاب الجہاد، باب ذمۃ المسلمین، کتاب الاعتصام جیسی صحیح مسلم میں کتاب الحج، باب فضل المدینۃ، سنن ابی داؤد میں کتاب المناسک، نسائی میں کتاب القیامۃ، میں سیدنا علی المرتضیٰ سے اسی

بارے میں کئی صحیح روایات موجود ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے ایک سنی عالم احمد رضا نے جفر اور جامعہ والا یہ عقیدہ کہاں سے لیا۔ ان احادیث کے مقابلے میں یہ کیسے مان لیا، کہ فلاں عالم نے فلاں جگہ یہ لکھا ہے کہ جفر اور جامعہ..........."۔ (حوالے "مطالع بریلویت"، حصہ دوم، از ڈاکٹر خالد محمود)۔

یہ بھی واضح رہے کہ اہلِ سنت کا کبھی یہ عقیدہ نہیں رہا، کہ جفر اور جامعہ کے ذریعہ حضرت علیؓ نے اپنی اولاد کے لئے الگ ہدایات اور معلومات لکھیں۔ خود اعلیٰ حضرت نے اپنی تائید میں اہل السنّت کے کسی معتبر عالم یا کتاب کا حوالہ نہیں لکھا۔

تعزیہ کی تائید

۵- تعزیہ بنانا اور ان کو تبرک سمجھ کر گھر میں رکھنا خالص شیعی شعار ہے۔ کچھ جاہل سنی اگر اس میں حرج نہ سمجھیں، تو ان کو سمجھانا یا حالات کے تحت درگذر کرنا یا خاموش رہنا الگ بات ہے۔ لیکن امام احمد رضا اپنی طرف سے فتویٰ دیتے ہیں کہ "تبرک کے لئے حضرت حسینؓ کے مقبرے کا نمونہ بنا کر گھر میں رکھنے میں کوئی حرج نہیں"۔

نور اور ما کان و ما یکون شیعی تعلیم ہے

۶- حضور کریم ﷺ کے علم مبارک کے لئے لفظ "ماکان و ما یکون" کے الفاظ بھی خالص شیعی اصطلاح ہے۔ جن کا پہلا استعمال بھی اصول کافی میں ملتا ہے۔ جس میں ہے، کہ "ان الائمة علیھم السلام یعلمون علم ماکان وما یکون و ان لا یخفی علیھم الشیء"۔ کسی معتبر اہل سنۃ والجماعۃ کے مفسر، محدث یا فقیہ نے یہ الفاظ استعمال نہیں کئے۔ جبکہ علم غیب رسول کے عنوان کے تحت یہ الفاظ احمد رضا خان نے ہر جگہ استعمال کئے ہیں۔

۷- اسی طرح حضور کریم ﷺ کے لئے نور من نور اللہ کا عقیدہ بھی شیعی عقیدہ ہے۔ اصول کافی میں امام جعفر صادقؒ کی روایات سے یہ عقیدہ دیا گیا، کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے اپنے نور سے محمد ﷺ اور علیؑ کو پیدا کیا۔

احمد رضا خان نے ان روایتوں کی بجائے عبدالرزاق سے روایت لی۔ جس کی اب تازہ تحقیق تو یہ ہے، کہ تفصیلی تلاش سے بھی اس میں کہیں یہ روایت نظر ہی نہیں آتی۔ لیکن اگر مل

بھی جائے، تو بجائے خود عبدالرزاق اکابر شیعہ میں سے تھے۔ امت کے دوسرے ہزار سالہ دور کے مانے ہوئے مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات کے جلد سوم کے مکتوب نمبر ۲۴ میں صاف الفاظ لکھتے ہیں، کہ "عبدالرزاق، جو اکابر شیعہ میں سے تھے..........."۔ واضح رہے، کہ بدعات کے بارے میں بہت زیادہ سخت ہونے کی وجہ سے احمد رضا خان نے امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی بھی حیثیت اور اثر ختم یا بہت کم کرنے کے لئے یہ انوکھی جرأت بھی کر ہی ڈالی، کہ یہ لکھا کہ امام صاحب کی پہلی دو جلدوں میں جو مکتوبات ہیں، وہ سکر کی حالت میں لکھے گئے تھے، البتہ تیسری جلد......"۔ (دیکھئے ملفوظات اعلیٰ حضرت جلد اول، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی) لیکن اس کا کیا جائے، کہ امام صاحبؒ نے عبدالرزاق کو جو اکابر شیعہ میں سے لکھا ہے، وہ اسی جلد سوم کے مکتوب نمبر ۲۴ میں ہے۔ البتہ وہ غالی نہیں تھے۔ اور شیخین کی فضیلت کے اس لئے قائل تھے، کہ اس کے بقول خود سیدنا علیؓ اس کے قائل تھے۔ اور اس کے بقول اس کے لئے یہ گناہ کافی ہوتا، کہ وہ خود حضرت علیؓ کی اس قول میں مخالفت کرتے۔

بہر حال اگر صرف حضور کریم ﷺ کی ایک وصف کے طور پر یہ روایت بھی لی جاتی، تو بات اتنی اہمیت نہ پکڑتی۔ اس طرح کچھ دوسروں نے بھی کیا ہے۔ لیکن اس کو عقیدہ کے طور پر لینا، اور وہ بھی اس شدومد کے ساتھ، کہ اب یہ بریلویوں کے خاص اعتقادی اختلاف کی حیثیت کر چکا ہے، کہ وہ کہتے ہیں، کہ حضور کریم ﷺ اصل میں نور تھے۔ بشریت ان کا ظاہری جامہ تھا، جب کہ اہلِ سنت والجماعۃ کا چودہ سو برس سے متفق علیہ عقیدہ ہے، کہ سب انبیاء کرام پیدائش اور زندگی کے لحاظ سے بشر تھے۔ قرآن پاک نے ساٹھ سے زیادہ مقامات پر مختلف دلائل اور طریقوں اور مثالوں سے ان کو بشر کہا ہے۔ البتہ نور ان کی ایک صفت تھی۔

ایسے اہم عقیدہ میں، جس کے بارے میں آپ کے نور مبارک کے متعلق صحاح ستہ اور سب اہم حدیثوں کے کتابوں میں کوئی ایک روایت بھی نہ ہو، ایک شیعی روایت لینا، اور اس کی بنیاد پر اتنا بڑا اختلاف پیدا کر دکھانا، کیا ثابت کر رہا ہے، اس پر مخلص بریلوی علماء بھی پھر سوچیں کہ یہ ایک خفیہ شیعہ کا تقیہ کے لباس میں اہل سنت پر حملہ کیوں نہیں۔

لفظ رضی اللہ عنہ کا استعمال

۸- قرآن پاک میں انبیاء کرام کے لئے دو جگہ پر ہے کہ "سلام علیٰ عبادہ

الذین اصطفی" اور "سلام علی المرسلین"۔ ہمارے ہادی امام الانبیاء ﷺ کے لئے ہے، کہ "صلوا علیه وسلموا تسلیما" اور صحابہ کرام اور ان کے تابعین کے لئے ہے کہ "والسّٰبقون الاولون من المهاجرین والانصار واتبعوهم باحسان۔ رضی الله عنهم" انہیں آیات کے مدنظر شروع سے لے کر باادب اور باالقاب نام لکھنے اور بولنے میں حفظ مراتب کے لئے، گفتگو یا تحریر میں آنے والی شخصیت کی پہچان کے لئے یہ مبارک رسم وجود میں آ گئی، کہ ہر نبی کے نام کے ساتھ علیہ السلام، تاجدار انبیاء کے لئے ﷺ یا علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور صحابی یا تابعی کے لئے رضی اللہ عنہ اور باقی سب محترم شخصیات کے لئے رحمۃ اللہ یا نور اللہ مرقدہ، یا قدس سرہ جیسے الفاظ تحریر زبان پر لائے جانے لگے۔ یہ ایک عام مبارک دستور ہوگیا۔ جس پر ہر دور میں سختی سے عمل ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس سے ادب واحترام کے ساتھ ساتھ شخصیات کی عام پہچان بہت آسان ہوگئی۔ البتہ شیعہ حضرات نے اپنے اماموں کے لئے بھی نبیوں والا مخصوص لقب علیہ السلام اختیار کیا۔ صحابہ کرام اور تابعین کے تو وہ قائل نہیں۔ اس لئے باقی القاب میں وہ ایک راہ پر نظر نہیں آتے۔ اہلِ سنت والجماعۃ کی قائم کی ہوئی یہ مبارک رسم اس مصنف کے مطالعہ کے مطابق احمد رضا نے ہی توڑی۔ جس نے غالباً اپنے آپ کو بھی نمایاں رکھنے کی خواہش میں صحابہ کے لئے مخصوص لقب "رضی اللہ عنہ" اپنی پسند کے غیر صحابہ اولیاء کرام، ائمہ کرام کے لئے بھی استعمال کر کے، نوبت یہاں تک پہنچائی ہے، کہ ہمارے مطالعے کے مطابق بریلوی تصنیفات میں کم از کم پچانوے فی صد مقامات پر احمد رضا کے لئے رضی اللہ عنہ کا ہی لقب نظر آتا ہے۔ ساتھ ہی "حضور پُرنور" کا بھی۔

صحابہ کے ساتھ مشابہت

۹- یہ نکتہ بھی مدنظر رہے، کہ حسنین رضا خان آپ کے بھتیجے ہیں، آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے سوانح نگار ہیں۔ آپ کے وصایا شریف اس نے ہی قلمبند کر کے ابوالعلائی پریس آگرہ سے چھپوائے۔ ان کے آخری صفحہ پر اسی کے یہ الفاظ ہیں، کہ "تقویٰ کا یہ عالم تھا، کہ میں نے خود بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے، کہ ان (احمد رضا خان) کو دیکھ کر صحابہ کرام کی زیارت کا شوق کم ہوگیا"۔ بعد میں اس جملہ کی خطرناکیت کی نشاندہی کی گئی، تو کافی بعد میں ملفوظات میں شامل، ان الفاظ اور الگ اشاعت میں وصیت نامہ کے آخر والے ان دو

صفحات کو ہی غائب کر دیا گیا ہے، "جو حضور پُرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مختصر حالات" کے عنوان کے تحت اصلی آگرہ والی اشاعت میں شامل تھا اور ہمارے پاس بھی موجود ہے۔ اور کچھ نے ان کی تشریحات میں عذر لنگ بھی پیش کئے، بہرحال خاندان کے فرد، اور خصوصی شاگرد کے یہ الفاظ اس خاندان کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اصل ذہنیت کی کچھ دوسری ہی غمازی کر رہے ہیں۔

علی دا پہلا نمبر پر اعتراض نہیں

۱۰- بریلوی اعلیٰ حضرت کی اولیاء اللہ کے بارے میں انتہائی غلو کی تعلیم نے عام بریلوی علماء اور عوام کا ذہن اس طرح کا بنا دیا ہے، اور ان کو شیعوں کے اتنے قریب کر دیا ہے، کہ اب ان کو شیعہ حضرات کے مجموعی عقائد کے بارے میں کافی نرم گوشہ پیدا ہوگیا ہے۔ یا کم از کم بھی عام بے توجہی پیدا ہوگئی ہے۔ اب ان کے مواعظ اور تصانیف میں یہ مسئلہ خال خال ہی بیان ہوتا ہے۔ محرم کے دنوں میں بھی سُنی مسلمانوں کی شرکت بڑھ رہی ہے۔ اور ان کے خلاف بریلی مساجد میں خاموشی ہوا کرتی ہے۔ ایک اور مثال لے لیں، کہ سندھ کے شہباز قلندرؒ کے سالانہ عرس میں اب پورے پاکستان سے بریلوی عوام اور علماء بھی شریک ہوتے ہیں۔ اس کی دھمال میں سندھی اور سرائیکی، پنجابی میں عموماً یہ نعرہ اور گیت ہوتا ہے، "دما دم مست قلندر، علی دا پہلا نمبر"۔ علی دا پہلا نمبر خالص شیعی عقیدہ ہے، اور کسی سُنی کے لئے یہ عقیدہ کسی قیمت پر قابلِ قبول نہیں۔ اس میں پہلے تین خلفاء رضوان اللہ علیہم کی حقانیت کا کھلا انکار اور ان کی کھلی توہین ہے۔ لیکن کسی بریلوی عالم کی طرف سے کبھی کوئی معمولی احتجاج تو درکنار، اختلاف بھی کسی کی نظر سے نہیں گذرا ہوگا۔ یہ منقبتی گیت خوب ڈھول باجوں کے ساتھ اب سنی عوام اور علماء سینوں کے لئے بھی بجانا اور سننا عیب نہیں رہا۔ عام بسوں میں، ہوٹلوں میں خوب بج رہا ہوتا ہے، اور ہر ایک جھوم رہا ہوتا ہے۔

اذان میں اضافہ

۱۱- پوری امت اور مسلم دنیا پہلے دن سے بلالی اذان کے الفاظ پر متفق رہتی آئی ہے۔ اس میں ایک اضافہ شیعوں نے کیا۔ تو تیرہ سو سال بعد دوسرا اضافہ بریلویوں کی طرف

سے ہی کیا گیا۔ اس میں جواز کی ان کے پاس کوئی معقول دلیل نہیں۔ نہ کوئی فقہ کی کتاب تائید میں ہے، نہ کوئی حدیث، لیکن ان کو شیعہ کی طرح اپنی مساجد کی الگ پہچان قائم کرنی تھی۔

قارئین کرام اپنے بریلوی علماء سے ان نکات کی وضاحت طلب کریں۔

فصل پنجم

صفحہ ۱۴۳-۱۷۴

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھلا

تازہ احیاءِ نو کی مہم میں انتہائی غیر معیاری تائیدیں اور میڈیائی قسم کے حربے۔ کھلے اور تحریر میں موجود عیوب کا بھی انکار۔ اللہ پاک کے بارے میں ایسے خیالی عقائد کا گھڑا ہوا خاکہ، جو کسی خدا دشمن کٹر ملحد نے بھی نہ سوچا ہوگا۔ تازہ اشاعتوں سے ان کے مکمل عکس۔ پھر بھی انکار کی حیرت انگیز جرأت۔

فصل پنجم

دیتے ہیں دھوکہ، یہ بازیگر کھلا

پچھلی بات کا خلاصہ

قارئین کرام!

دوسری فصل میں ہماری بات کا سلسلہ یہ چل رہا تھا کہ کسی مسلمان پر کفر کے الزام یا فتوے کے بارے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور اس بات پر قدیم دور سے ہر ایک طبقہ بلکہ ہر ایک عالم کا اتفاق ہی رہا ہے۔ حتیٰ کہ بریلوی اعلیٰ حضرت بھی کہنے کی حد تک اس نکتہ پر اتفاق کرنے کے لئے مجبور ہی ہیں۔

اس بات کو ہم نے مکمل نہیں کیا۔ کیونکہ درمیان میں یہ نکتہ آ گیا کہ عملاً فاضل بریلوی نے یہ احتیاط نہیں دکھائی۔ اور اب تو بریلوی حضرات کا اکثر عمل یہ ہے، کہ جس کے لئے ان اعلیٰ حضرت نے کفر کا فتویٰ دے دیا، تو اس میں وہ مزید کسی تحقیق یا دلیل کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ معاملہ تقلیدی نہیں۔ اس میں بہت بڑی شخصیات سے خود ان کے شاگردوں نے بھی اتفاق نہیں کیا۔ کیونکہ ایسی تقلید صرف قرآن پاک اور صاحب وحی ذات پاک ﷺ کے لئے ہی مخصوص ہے۔ جو خدا کے امکان سے بھی معصوم ہیں۔

پھر یہ ذکر آیا کہ بریلوی رویہ سے ظاہر نظر آنے لگا ہے، کہ وہ اپنے اعلیٰ حضرت کو امام معصوم نہیں، تو امام محفوظ کے مقام پر لیجانے لگے ہیں۔ اس نکتہ پر وہ فصل روک کر ہم نے جملہ معترضہ کے طور پر ایک پوری تیسری فصل لکھ دی۔ جس میں آپ نے اصل حالات، اعلیٰ حضرت کے اصل کام، اس کے منطقی نتائج، احمد رضا کی مکمل کسمپرسی، بریلویت کی پچاس سالہ کسمپرسی کا نقشہ خود ان کی زبانی دیکھا۔

پھر اس طویل دور فترت کے بعد گذشتہ تیس سالوں میں بریلویت کے احیاء نو کے لئے نیا جوش، نیا طریقہ اور نیا حدف واضح نظر آنے لگا ہے۔ ہم نے بہت ساری تحریروں میں سے صرف چند کے ذریعے ان ہی کی زبانی یہ دکھایا ہے، کہ احمد رضا خان کو غلطیوں سے محفوظ ایک الہامی کردار دیا جانے لگا ہے۔ جو اسلامی علم کی تاریخ میں شیعہ حضرات کی طرف سے اپنے

اماموں رحمہم اللہ علیہم کے علاوہ کسی دوسرے عالم، مجتہد یا مجدد امام کے لئے کسی نے تصور بھی نہیں کیا۔

پھر ہم نے الگ فصل چہارم میں اعلیٰ حضرت کے ساتھیوں کی لکھی ہوئی، معتبر سوانح سے اعلیٰ حضرت کے اصل حالات، علم، مزاج، ماحول وغیرہ کا اجمالی خاکہ پیش کیا۔

انتہائی غیر معیاری تائیدیں

تھوڑا پیچھے مڑ کر آپ خود اس سب کچھ پر پھر ایک دفعہ پورے غور وفکر سے نظر ڈالیں، کہ خود احمد رضا خان نے اپنے علوم، اپنی الہامی تعلیم اور اپنے غلطیوں سے محفوظ ہونے کے لئے کیا کہا ہے۔ اور پھر کس کس معیار کے نظر آنے والوں نے تحقیق کے نام پر اس بارے میں کیا کیا کہا ہے، اور کس کس طرح تائیدیں کی ہیں۔ کئی تائیدی دلائل تو ایسے بھی دیئے گئے ہیں، جن سے فارسی والا وہ مقولہ اور شعر یاد آتا ہے، کہ وقت کا حاکم اگر دن کو رات کہے، تو تم کو کہنا چاہئے، کہ جی حضور! آج جیسی صاف چاندنی بھی دیکھنے کو کبھی کبھار ہی کسی نصیب والے کو ملتی ہے۔ اسلامی علمی تاریخ جلیل القدر جید علما، فقہا، صوفیاء کرام اور مجدد حضرت کے کارناموں میں سب قوموں سے زیادہ مالا مال ہے۔ لیکن ان سب ہستیوں نے اپنے کمالات کی وجہ سے خود ہی اپنا مقام پیدا کیا۔ کسی کو اس قسم کے مصنوعی پَروں سے اڑانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ بھرپور تنقیدوں اور تعریفوں کے درمیان انہوں نے اپنا مقام خود ہی حاصل کرلیا۔

یہ مسلسل پروپیگنڈہ ہو رہا ہے

یہ عبارتیں ایک آدھ جگہ کسی ایک مصنف کی نہیں، بلکہ اس تازہ دور میں احمد رضا پر کام میں جو تیزی آئی ہے، اس کی تقریباً ہر ایک رسالہ یا کتاب میں سیرت کے طور پر، یا حرف آغاز یا دیباچہ میں تعارف کے طور پر رٹے رٹائے جملوں کے طور پر ملیں گی۔ آخر اس سب کچھ سے کیا نتیجہ نکالا جاسکتا ہے؟ جب کہ چودہ صدیوں میں اہل سنت والجماعت میں سے کسی نے کسی ہستی کے لئے اس قسم کی معصومیت یا محفوظیت اور الہامی علوم کو منسوب کرنے کی جرأت بھی نہ کی، بلکہ خود امام شافعیؒ اور درالمختار شامی وغیرہ نے یہ تاکید ضروری سمجھی، کہ ہماری کتابوں کو غلطیوں سے محفوظ نہ سمجھا جائے، کیونکہ یہ شرف صرف کتاب اللہ کو حاصل ہے۔ یہ حوالے بھی

ہم نے دوسری فصل میں دیئے ہیں، وہاں پھر دیکھ کر اپنے ذہن کو تازہ کرلیں تو بہتر ہوگا۔

نتیجے میں اندھی تقلید جنم لے رہی ہے

بریلوی اعلیٰ حضرت کے بارے میں اس طلسماتی مہم کے تسلسل کا لازمی نتیجہ یہ نکلا ہے، کہ نہ صرف عام بے علم، بلکہ عام بریلوی عالم بھی اسماعیلی شیعوں کی طرح ان کی ہر ایک بات کو نکتہ چینی یا مزید سوچ سے اوپر سمجھنے لگا ہے۔ یا کم از کم بھی یہ مناسب نہیں سمجھتا، کہ ایسی الہامی رحمتوں سے نوازی گئی ہستی کے بتائے ہوئے مسائل اور دلائل پر دوسروں کی نکتہ چینیوں میں بھی کوئی وزن ہوسکتا ہے، یا یہ سوچے، کہ آخر انسان سے غلطی ہوسکتی ہے، دوسروں کو بھی سننا اور پڑھنا تو چاہئے۔ اچھے خاصے سمجھدار اور پڑھے لکھوں، اور کئی عام مولویوں کو دیکھیں، کہ وہ دوسرا پہلو سننے کو بھی وقت کا زیان اور مفت کی بے سود محنت سمجھتے ہیں۔ یعنی آخر کار بقول غالب:

ہوگئی ہے غیر کی شیریں زبانی کارگر

اس کے پیچھے کچھ نظر آتا ہے

جو شخص اپنے دور میں اپنے زور سے اڑنا تو کیا، چل بھی نہیں سکا، اس کے لئے پچاس برس کے بعد یکایک ہر طرح سے اتنا اونچا اڑانے کی کوششیں دیکھ کر، اس میڈیائی دور میں اگر کوئی یہ کہے، کہ یہ مسلمانوں میں بھائی چارہ اور سکون کو ختم کرنے، اور اسلام کو عملی روح کی بجائے صرف چند رسوم کا دین بنانے اور بیسویں صدی کے ابتدائی دور والی ہنگامہ آرائی کو پھر سے نئی زندگی دینے کے لئے اس خاص میڈیائی مہم کا ایک حصہ ہے، جو تازہ دور میں مغربی قوتوں نے مسلم دنیا میں چالو کر رکھی ہے، تو یہ نکتہ کم از کم سنجیدہ غور کرنے کے لائق ضرور نظر آتا ہے۔

اسی دور میں مسلم دنیا میں میڈیا کی چابکدستی

ماضی قریب کے عالمی حالات اور مسلم دنیا کے حالات پر نظر ڈالی جائے، تو صاف نظر آتا ہے، کہ ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۰ء کی عرب اسرائیل جنگوں، اس دور میں چند بیدار مغز مسلم

لیڈروں کے ابھرنے اور ان کی طرف سے مضبوط مسلم بلاک کے وجود میں لانے، تیل کو ہتھیار بنا کر مغربی استعمار پر کاری ضرب لگانے، اور گھٹنوں کے بل جھکانے کے کامیاب منصوبوں اور اس طرح کی عام مسلم بیداری کی جو لہر اٹھی، اس کے توڑ کے لئے صیہونی اور مغربی استعماری قوتوں نے اپنی پالیسی کو۔ نئے سرے سے وسیع بنیادوں پر وضع کیا۔ سب بیدار مغز اور ہمت و جرأت کے پیکر لیڈروں کو آخر کار ٹھکانے لگا کر، وہاں اپنی پسند کے حکمران بٹھائے۔ اور پوری مسلم دنیا میں مسلمان عوام، اسلام کی تعلیم، اسلام پر عمل کے جذبے، احیاء کی مہموں، اسلامی طرز حکومت کے خلاف طویل المیعاد اور قلیل المیعاد منصوبے بنائے۔ یہ ہر ایک ملک کے حالات کے تحت الگ کثیر المقاصد اور کثیر جہتی تھے، جن پر آج تک ہر جگہ عمل ہو رہا ہے، ان میں اسلامی نظام حکومت کا راستہ روکنا، اسلامی تعلیم اور نظامِ تعلیم سے فعالیت ختم کرنا، ہر ملک میں موجود مذہبی فرقوں میں کشیدگی پھیلانا سر فہرست ہے۔ ان میں سے وقت نے کافی سے پردہ اٹھا دیا ہے اور صحیح تصویر سامنے آنے لگی ہے اور کافی منصوبوں سے ہر ایک واقف بھی ہو چکا ہے۔

اسی دور میں فرقہ واریت میں یکا یک تیزی

ایسے ہی دور میں برصغیر پاک و ہند میں بیک وقت شیعہ سنی کشمکش نے شدت پکڑی اور بات فسادات اور قتل و غارت تک پہنچی۔ بھارت کا مسلمان تو اقلیت میں ہونے کی وجہ سے جلد سمجھ اور سنبھل گیا، لیکن پاکستان میں ابھی تک یہ شدت اور قتل و غارت گری ہر ایک کو معلوم ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے ہر ایک اپنی طرز پر سکون سے چل رہا تھا۔ اسی دور مین دونوں جگہ یکا یک دیوبندی بریلوی مسئلہ میں بھی شدت آئی۔ جس میں پہل اور شدت بہر حال بریلویت کی طرف سے ہوئی۔ تبلیغی جماعت جیسی درود و ذکر کی پابند اور (اعتراض کی حد تک) مسلکی مسائل سے دور جماعت پر بھی بریلوی مساجد میں داخلہ پر زبردستی پابندی کے واقعات بڑھنے لگے۔ مساجد پر زبردستی قبضے کرنے کی رسم پڑی، جس میں ۹۹ فیصد حصہ بریلویوں کا تھا۔ بریلوی دیوبندی مساجد الگ ہوئیں، اہل سنت والجماعت (بریلوی مسلک) کی تختیاں لگنی شروع ہوئیں۔ ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں نہ ہونے، حرمین میں باجماعت نماز ادا نہ ہونے کے

مسائل پر زوردار لکچر بازی، فتویٰ بازی، اور وعظ بازی شروع ہوئی۔ بھارت میں تو کچھ توازن آ ہی گیا، کہ وہاں کے مسلمان کو ”اور بھی غم ہیں زمانے میں اس فتنے کے سوا“۔ لیکن پاکستان کی حالت ہر ایک کو معلوم ہے۔ ۱۹۷۸ء میں ۴۸ بریلوی مرکزوں میں سے ۴۷ لکھتے ہیں، کہ حرمین میں جماعت سے نماز ادا نہیں ہوگی، اکثر کی طرف سے دلیل صرف یہ، کہ اعلیٰ حضرت نے ان کو کافر قرار دے دیا تھا۔

یکا یک یہ سب ذرائع کیسے پیدا ہو گئے

اسی دور میں بریلویت تحریری میدان میں بھی یکا یک فعال ہوئی۔ جس کا پچاس برس کا حال کام، ولولہ، خود ان کی زبانی آپ نے دیکھ لیا، جن کی ۱۹۶۹ء تک صرف لاہور کے ایک چھوٹے سے نوری بک ڈپو سے چھوٹی چھوٹی کتابیں چھپ رہی تھیں، ان کو یکا یک لکھنے والے بھی مل گئے، چھاپنے والے بھی، اور کتب خانے بھی قائم ہو گئے، بارہ عدد مجلسیں، بزمیں اور تحقیقاتی ادارے بھی مل گئے، لکھنے والے بھی مل گئے، مالی مدد کرنے والے بھی ایسے مل گئے، کہ ۱۹۷۱ء ہی میں نئے بریلوی بننے والے محقق ڈاکٹر مسعود نے کتاب ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ لکھی، تو مرکزی مجلسِ رضا لاہور نے اس کے چھ ایڈیشن مفت تقسیم کئے اور ”فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں“ کے دو ایڈیشن مفت تقسیم کئے گئے۔ آخر یہ سب مخیّر حضرات پچاس سال تک کہاں اور کیوں چھپے ہوئے تھے۔ نئے شوق و جوش کا یہ عالم ہے، کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھیوں حسنین رضا اور برہان الحق جبل پوری کی سیرت پر لکھی ہوئی یادداشتیں بھی یہاں منگوا کر، ترتیب دے کر یہاں ۱۹۸۳ء میں چھپوائی گئیں۔ اعلیٰ حضرت کی فتاویٰ رضویہ کی اپنوں کے ہاتھوں ۱۹۸۳ء تک صرف پانچ جلدیں ہی چھپ سکیں، لیکن ان کو اب نئی ترتیب، عربی عبارات کے ترجمے اور عنوانات کے ساتھ تیس ضخیم جلدوں مین شایع کروانے کا کام بہت تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ تائیدی جوش اور دلائل کے کچھ نمونے بھی آپ نے دیکھے۔ قدیم مسودے بھی یہاں لا کر تحقیق و تصویب ہو رہی ہے۔

مانے ہوئے تحریری عیوب کا بھی کھلا انکار

احیاءِ نو کی اس تازہ مہم کا ایک حیرت انگیز پہلو یہ بھی ہے، کہ بریلوی محقق صاحبان

اپنے اعلیٰ حضرت کے ان کھلے عیوب کا بھی بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ انکار کرنے لگے ہیں، جو عیوب ہی ان کی مقبولیت کا گراف گراتے گراتے زیرو کے نقطہ تک لے گئے۔ سب سے بڑا عیب یہی تھا، کہ کفر کے فتوے صادر کرنے میں وہ بہت بے باک جرأت مند تھے۔ ملک میں اس وقت موجود تقریباً سب مسلم ادارے، اہم شخصیات، اور تقریباً سب فرقے اس کے کفر کی زد میں آئے۔ ساتھ ہی وہ کفر کے الزام اور اس کی وضاحت میں جو زبان استعمال کرتے تھے، وہ اس وقت کے عام بازاری لوگوں سے بھی کافی گری ہوئی اور بعض اوقات تو انتہائی غلیظ ہوتی تھی۔

یہ دو عبارات دیکھیں

تیسرے یہ کہ تنقید یا حق کا فریضہ ادا کرنے کی بجائے وہ مسلسل پیچھے ہی پڑ جاتے تھے۔ چوتھے یہ کہ مخالف کو بدشد کہنے سے اس کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا تھا، کوئی توازن نہیں ہوتا تھا۔ کوئی حد نہیں ہوتی تھی۔ اپنی کتاب ''سُبحٰن السبوح'' میں سید اسماعیل شہید کی صرف ایک تین سطری عبارت پر پچھتر کفری الزامات لگائے۔ پھر بھی تسلی نہیں ہوئی اور لکھتے لکھتے آخر صفحہ ۹۵ پر مزید یہ لکھ کر اپنے غصہ کی آگ کو ٹھنڈا کیا، کہ ''پچھتر کفر کیا کم ہیں، پھر یہ تو صرف ایک قول پر لگتے ہیں۔ باقی کفریات تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم میں ایسے اہلے گہلے پھر رہے ہیں۔ جن کی تفصیل کرتے ہوئے، فی کفر ایک نکتہ ان کی قبر لگاتے جایئے، تو دم بھر میں ساری قبر کا منہ کالا ہو جائے گا۔ یہ اس کی سزا ہے کہ کفر و شرک دھڑی دھڑی کر کے بیچا''۔ اسی کتاب میں صفحہ ۷۵ پر حاشیہ میں یہ الفاظ بھی دیکھیں کہ ''کسی عاقل کے نزدیک دیوبندیوں کی کتابیں تھوکنے کے قابل بھی نہیں۔ بلکہ ان پر پیشاب کرنا پیشاب کو مزید ناپاک کرنا ہے۔ الٰہی! ابلیس اور اولادِ ابلیس سے تیری پناہ!'' ظاہر ہے کہ یہ سب دینی کتابیں ہیں۔ ان میں اللہ رسول اور علماء کرام کے نام اور حوالے بھی ہوں گے۔ تہذیب کا دعویٰ کرنے والے ان الفاظ پر غور کریں۔

ایک شخصیت کا مسلسل پیچھا

۱۳۱۲ھ میں ایک اور کتاب ''الکوکب الشہابیہ'' کے نام سے لکھی۔ ساٹھ صفحات کی اس کتاب میں سید شہید پر ستر کفری الزامات گنوانے کے بعد بھی پیٹ نہ بھرا۔ تو صفحہ ۵۷ پر لکھا،

کہ ''ایک ایک قول میں ہزار ہزار کفریہ بول جانا کوئی بات نہ تھی۔ ان کو گننا دریا کے پانی کو ناپنا اور ریت کے دانوں کو گننے جیسا ہے''۔

۱۳۱۷ھ میں ایک اور کتاب ''سل السیوف الہندیہ'' لکھی۔ اس میں مزید کفریہ لگائے۔ ان سب کتابوں کی زبان، الفاظ، الزامات دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ سب تحریری رکارڈ موجود ہے۔ تازہ احیاء نو کی مہم کے دوران بھی یہ کتابیں چھاپی گئیں۔ لیکن ان کی زبان، تہذیب، الزاموں کی تعداد اور نوعیت کے بارے میں نئے دور کے نئے محققین کیا فرماتے ہیں، یہ تماشے ہم تھوڑا آگے مکمل حوالوں سے بیان کریں گے۔

پہلے آیئے کہ آپ کو دکھائیں، کہ بریلوی حضرات جس کو صدی کا مجدد تسلیم کرتے ہیں، اس نے دوسروں پر کفر کے فتوے لگانے اور اس میں شائستہ زبان استعمال کرنے میں کس قسم کا تجدیدی کارنامہ دکھایا اور تحریری رکارڈ چھوڑا ہے۔ جس کو اس کے عقیدت مند ابھی تک پھر شائع کرنا بھی مناسب اور ضروری سمجھ رہے ہیں۔

پہلی کتاب سبحٰن السبوح

ہمارے علم میں اعلیٰ حضرت کی پہلی الزامی کتاب ''سبحٰن السبوح'' ہے، جو اس نے اپنی زندگی کے تیئیس برس بعد ۱۳۰۹ھ میں لکھی، اور پھر باقی تیس برس یہ مہم مسلسل جاری رہی۔ اس کتاب میں سید اسماعیل شہید پر الزام لگا کر اللہ پاک جل جلالہ کے بارے میں اس کے جو عقائد بتائے گئے ہیں، وہ اتنے غلیظ اور ایسی گندی زبان میں ہیں، کہ بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت نے کس جگر گردہ کے ساتھ یہ سب کچھ لکھا اور پھر آخر تک اپنے اس موقف پر قائم بھی رہے، اور حوالے بھی دیتے رہے، کہ ہم نے سبحٰن السبوح میں اتنے کفر ثابت کیے، وغیرہ وغیرہ۔ اور بریلوی حضرات اس کو کیا سمجھ کر پڑھ بھی جاتے ہیں، اور شائع کروانا بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

''امکانِ کذب'' ایک خالص خیالی منطقی مسئلہ ہے

اس کتاب کا موضوعی مسئلہ نام سے ظاہر ہے، کہ یہ ہر عیب سے پاک سبوح قدوس رب کو کذب کے گندے عیب سے پاک ثابت کرنے کے لئے لکھی گئی۔ یہ ایک خالص خیالی،

منطقی، عقل کے ماروں فلسفیوں کا فرضی اور خیالی مسئلہ رہا ہے۔ اس کو حقیقی مسئلہ کبھی کسی نے نہیں مانا۔ اس کا نام ہی ''امکان کذب'' ہے۔ اس مسئلہ کو کبھی کسی نے اپنے، یا اہلِ اسلام اور اہلِ سنت کے عقائد کے مسائل میں بیان نہیں کیا۔ جب کبھی کوئی سوال آیا، تو ہر ایک نے اول یہی لکھا، کہ کذب ایک عیب ہے۔ جو ایک اچھے انسان کے لئے بھی عیب ہی گنا جاتا ہے۔ تو سبوح وقدوس اللہ پاک کے لئے اس کا سوچنا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ کچھ حالات میں کچھ سرپھروں کے سرپھرے سوالات کے جواب کے لئے مفتی مجبور ہو جاتا ہے، کہ منطقی دلائل سے ان کے سوالات کی نوعیت کے مدِ نظر کوئی نہ کوئی مناسب دلیل دے کر ان کی تشفی کی کوشش کرے۔

یہ یونانی فلسفہ کا لایا ہوا مسئلہ تھا

یہ سوال پہلے پہل دوسری صدی ہجری میں یونانی فلسفہ کی یلغار سے پیدا ہوا۔ جب آج کل کے عقل کے ماروں کی طرح کچھ فلسفیوں گمراہوں کا فیشن بن گیا، کہ اسلام کے عقائد کو بھی عقل کے معیار پر پورا دکھانے کی کوشش کی جائے۔

اسی سلسلہ میں یہ مسئلہ بھی اٹھا، کہ اللہ پاک کی قدرت بے حد وحساب وسیع ہے، تو آیا یہ بھی ہوسکتا ہے، کہ قارون فرعون ہامان جیسے اعلانی جہنمیوں کو بخش دے، یا نیک عمل مسلمانوں کو جہنم بھیج دے۔ انتہائی مناسب جواب یہ تھا، کہ ایسا کرے گا تو ہرگز نہیں، کیونکہ وہ صادق ہے۔ اس کا ہر ایک فرمان سچا ہے۔ لیکن اگر چاہے تو اس کو روکنے والا بھی کوئی نہیں۔ اس کے کاموں اور اختیارات پر کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس کو ہر ایک قدرت ہے۔ تو ادھر سے سوال پھوٹا کہ اگر ''کر سکتا'' ہے کو مانا جائے، تو اس سے یہ ماننا ہو جائے گا، کہ اللہ کے وعدوں کے خلاف ہونا اور اس طرح اس کی بتائی باتوں کا جھوٹ نکل سکنے کا امکان بہرحال ہوسکتا ہے۔ اسی لئے ایسے مسائل کی بحثوں کا نام ''امکان کذب اور خلفِ وعد یا خلفِ وعید'' پڑا۔ جس عنوان سے یہ مسائل کتابوں میں آتے ہیں۔ اصل میں بھی جھوٹ بولنا یا جھوٹا ہونا کبھی زیرِ بحث آیا ہی نہیں۔ باتیں اور دلائل سب ''ہوسکنے اور امکان'' کے دائرے میں ہی رہے، اور رہتے آئے ہیں۔

بہرحال ادھر سے اس کا جواب یہ دیا گیا، کہ صرف ایک خیالی عیب کے خیالی امکان

سے اللہ پاک کی حقیقی اہم صفت قدرت کو محدود کرنا، اس امکانی عیب سے کہیں زیادہ بڑا، اور حقیقی عیب ہو جائے گا۔ جس کے بارے میں کئی واضح آیات بھی ہیں، اور یہاں تک خود اللہ پاک نے بھی دلائل دیئے ہیں، کہ اللہ اگر چاہتا تو سب کو مسلمان بنا دیتا، لیکن...... اگر چاہتا تو...... وغیرہ وغیرہ، اور پھر جس کی قدرتیں اور اختیار محدود ہو جائیں، کہ وہ ایسے کر ہی نہیں سکتا، وہ اللہ کیسے ہوگا۔ اس کی تو ہر صفت لا متناہی لامحدود ہے۔ تو پھر صرف ایک خیالی امکانی عیب سے بچانے کی کوشش میں کتنے اور کیسے حدود قائم ہو جائیں گے، جو حقیقی نقص اور عیب ہوں گے۔

ایسے عقل کے ماروں کا ٹولہ تاریخ میں معتزلہ کے نام سے موسوم ہوا۔ ایک سو برس تک اس قسم کی گہما گہمی رہی۔ پھر اللہ پاک نے انہیں میں سے امام ابوالحسن اشعری کو صحیح سمجھ دی۔ اس نے ان کو لاجواب کر کے آخر ان کا وجود ہی ختم کر دیا۔ اب یہ صرف تاریخ کے ورقوں میں موجود ہے۔ صرف کبھی کبھار عقل کے ماروں کی طرف سے ایسے سوالات آجایا کرتے ہیں۔ قارئین کرام میں سے سمجھدار طبقہ کے لئے ہم نے اس مسئلہ کو انتہائی اختصار سے اشاروں میں بیان کر دیا ہے۔ ویسے یہ مسئلہ تفصیل کے لئے خود ایک الگ کتاب چاہتا ہے۔ یہاں اس اشارے سے زیادہ نہ مناسب ہے، نہ ممکن۔

یہ نکتہ ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہئے

یہ نکتہ بہرحال اس پوری فصل پڑھتے وقت ذہن میں رہنا چاہئے، کہ یہ مسئلہ صرف ہوسکنے اور امکان کے لفظ تحت ہی محدود رہتا آیا ہے، اور جب بھی جہاں بھی زیرِ بحث آیا ہے، تو کچھ منچلے عقل کے ماروں کے سوالات کی شکل میں زیرِ بحث آیا ہے۔ اور مفتی مسئول کو سوال کی نوعیت کے مطابق ہی مناسب دلائل ڈھونڈھ کر اس کی کسی طرح مناسب تسلی اور تشفی کرنے کیلئے کچھ نہ کچھ جواب طوعاً و کرہاً دینا پڑا ہے۔ جس سے اس کے اپنے اصل عقیدہ کا کوئی واسطہ نہیں۔ یہ سب دلائل کسی نہ کسی منطقی دلیل کے طور پر ہوتے ہیں، جن کی بنیاد ہی فرض کرو، اگر ایسا ہو، اگر یہ کہا جائے، اگر اس طرح سوچیں وغیرہ قسم کے الفاظ پر ہوتی ہے، ایسے دلائل کو حقیقت اور جواب دینے والے کے اپنے عقائد سمجھنا، یا تو نرا احمق پن یا نری بے ایمانی ہی کہی جاتی ہے۔ اور احمد رضا خان اسی میدان کے بے تاج بادشاہ بلکہ شہنشاہ ہیں۔ جس نے ایک

اس کے بعد ''اقول و باللہ التوفیق'' کے الفاظ سے اعلیٰ حضرت گرج چمک شروع ہوتی ہے۔ آگے پوری کتاب میں کہیں شاہ شہید کی کسی عبارت کا ایک جملہ بھی نہیں۔۔

شاہ اسماعیل شہید کا اصل عقیدہ

ہم قارئین کرام کی توجہ صرف اعلیٰ حضرت والے خلاصہ کے پہلے جملہ کی طرف مبذول کروائیں گے، کہ دیکھیں کہ اس میں سید مرحوم کا اصل عقیدہ تو آہی گیا کہ ''عدم کذب الاہی، یعنی اللہ کا جھوٹا نہ ہونا، یعنی اس کا سچا ہونا اس کی کمالات اور مدح والی وصفوں میں سے ایک ہے، جس سے اس کی مدح کی جاتی ہے''۔ اس کے بعد جو دلائل شروع ہوتے ہیں۔ ان میں سے اعلیٰ حضرت نے صرف اپنی مرضی کی ایک دلیل لی ہے۔ اس کا بھی لفظی ترجمہ بھی نہیں دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ دلیل آگے چلی ہوگی۔ مزید دلیل ہوں گے، مثالیں ہوں گی۔ پھر آخری نتائج نکالے گئے ہوں گے۔ سوال بھی غائب کر دیا گیا ہے، کہ آخر اس میں کیا پوچھا گیا تھا، اور جواب کا شروع بھی نہیں دیا گیا، کہ کہاں سے کیسے شروع کیا گیا۔

صرف تین سطری ادھوری عبارت

اس طرح ''چٹ بھی ان کا، پٹ بھی ان کا'' قسم کی ایک تین سطری کھلم کھلا ادھوری عبارت کے صفحہ ۴۲ سے ۱۰۶ تک یعنی مکمل ۶۵ صفحات میں اعلیٰ حضرت نے غلیظ الفاظ میں جو الزامات اپنی طرف سے نکالے ہیں، ان کی کچھ جھلکیاں آپ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ شروع اس طرح کرتے ہیں، (صفحہ ۴۲ پر):-

''واہ صاحب بہادر واہ! آنکھ جھپکنے میں تمام عقائد تنزیہ و تقدیس میں کی جڑ کاٹ لی! اس کے لئے عاجز ہونا، جاہل احمق ہونا، کاہل، اندھا، بہرا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا لیا۔ کھانا، پینا، پاخانہ پھیرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا، بلکہ مرجانا، مرکر پھر پیدا ہونا سب جائز ہوگیا۔ غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن میں مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی، کہ مولا عزو جل پر نقص عیب محال بالذات ہے، وہ سب دفعۃً باطل و بے دلیل ہوکر رہ گئے''۔ پوری کتاب میں اسی طرح اپنی ہی طرف سے الزام نکالتے جاتے ہیں، اس کا یہ مطلب بھی ہوا، اور یہ بھی ہوا۔

فرضی سوال کی فرضی عبارت کے فرضی دلیل کو دیوبندی عالم مولانا رشید گنگوہی، اور سید اسماعیل شہید کا اصل عقیدہ بنا کر پوری ایک کتاب گھڑلی۔ اور اپنے دل کی خوب بھڑاس نکالی۔ اور غلیظ ترین گالیاں بک دیں۔ حالانکہ خود بھی لکھا ہے، کہ منطقی دلائل والے سوالات اور جوابات اصل عقائد نہیں ہوا کرتے۔ اس عبارت کا مکمل حوالہ اور عکس آگے فصل گیارہ میں دیوبند عبارات کی تشریح میں پیش کریں گے۔

اصل کتاب-امام ابنِ حزم پر حرج

اس تمہید یا اصل مسئلہ کے تعارف کے بعد آیئے اس مذموم کتاب سبحٰن السبوح کے مندرجات پر نظر ڈالیں:

کتاب کے پہلے صفحات میں اسی مسئلہ امکانِ کذب پر مولانا رشید احمد گنگوہی کو نشانہ بناتے بناتے، صفحہ ۳۷ پر مانے ہوئے عالم ابن حزم کو بھی ان الفاظ میں رگڑ گئے ہیں:-

''مبتدعین کے معلم شفیق، ابلیس خبیث علیہ اللعن کے مقتدا ابن حزم فاسد العزم فاقد الجزم ظاہری المذہب، ردی المشرب، اپنے رب کا ادب واجلال یکسر پس پشت ڈال کر کتاب الملل النحل میں بک گیا کہ..........''۔ مولانا گنگوہی پر الزام دیوبندی عبارت میں بیان ہوگا۔

صرف ایک عبارت کا بھی پورا ترجمہ نہ دیا

پھر صفحہ ۴۱ سے ہذیان دوم میں شاہ اسماعیل شہید پر پلٹتے ہیں۔ اس کی کتاب یکروزی سے فارسی میں ایک بارہ سطری عبارت دیتے ہیں۔ کچھ نہیں بتاتے، کہ یہ عبارت کس عنوان کے تحت، کونسی بحث چلتے ہوتے، کس سیاق وسباق میں دی گئی ہے۔ ایسی کسی تمہید کے بغیر اس بارہ سطری عبارت کا پورا لفظی ترجمہ بھی نہیں دیتے۔ بلکہ اپنی طرف سے اپنی مرضی کا خلاصہ دیتے ہیں۔ جو یہ ہے کہ ''عدم کذب (جھوٹا نہ ہونا) اللہ پاک کے کمالات اور مدح والی صفتوں میں سے ایک ہے، جس سے اس کی مدح کی جاتی ہے اور صفت کا کمال اور قابل مدح بھی ہوتا ہے کہ متکلم باوجود قدرت کے بلحاظ مصلحت عیب و آلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے، نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے۔ گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا، کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا، تو لازم کہ کذب الٰہی ممکن و مقدور ہو''۔

پچھتر ذلیل ترین الزام

ص ۹۳ سے ۹۵ تک پوری کتاب میں اسی عبارت سے اخذ کئے ہوئے اپنے نتائج یا الزامات کا خلاصہ اس طرح خود بیان کرتے ہیں، کہ اس کے کفروں کی گنتی نہیں (ہوسکتی)۔ مگر (صرف) اسی قدر شمار کروں، جن کو میں اوپر گنوا چکا ہوں، تو یقیناً لازم ہے کہ اس احمق کے مذہب پر اس کا معبود کھانا کھا سکتا ہے، پانی پی سکتا ہے، پاخانہ پھیر سکتا ہے، دریا میں ڈوب سکتا ہے، آگ میں جل سکتا ہے، خاک پر لیٹ سکتا ہے، کانٹوں پر سے چل سکتا ہے، وہابی ہوسکتا ہے، رافضی بن سکتا ہے، اپنا نکاح کرسکتا ہے، جماع کرسکتا ہے، عورت کے رحم میں اپنا نطفہ پہنچا سکتا ہے، اپنا بچہ جن سکتا ہے، نیز اس سے یہ بھی لازم ہوا کہ خدا خدا نہیں، کروڑوں خدا ممکن ہیں، آیہ کریمہ واللہ خلقکم وما تعملون حق نہیں، اہلِ اسلام کے اللہ کی تقدیس کے عقائد باطل ہیں، اس کا خدا جاہل، احمق، کاہل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا سب کچھ ہوسکتا ہے۔ اس کی الوہیت قابلِ زوال ہے۔ اس کی جورو ہوسکتی ہے، بیٹا ہوسکتا ہے، بھول سکتا ہے، بہک سکتا ہے، بعض اشیاء اس کی مِلک سے باہر ہیں، قرآن مجید مخلوق ہے، اللہ اصل میں کاذب تھا، اب بھی کاذب ہے، کبھی صادق نہیں ہوسکتا، قرآن پاک کا جملہ جملہ غلط ہے، اللہ مخلوق ہے، بلکہ محال ہے، علم الٰہی مخلوق و حادث ہے، اللہ پاک ازل میں جاہل تھا، جب چاہے جاہل بن جائے، اللہ حادث ہے، قابلِ فنا ہے، (جھوٹ بولنا) ممکن ہے، اللہ اپنے بندوں سے چھپا کر، بہلا پھسلا کر قرآنی آیات جھوٹی کردے تو کچھ حرج نہیں، حشر نشر حساب کتاب جنت جہنم عذاب ثواب ہر چیز میں نقص کے احتمال ہیں"۔ (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)

فوٹو عکس دیکھ کر یقین کریں

قارئین کرام کو شاید یقین نہ آئے، اس لئے ہم یہاں کتاب کے صفحات ۹۴-۹۵ کا عکس دے رہے ہیں۔ اور یہ بھی بتادیں، کہ اصل کتاب میں ان کو یہ کفر پچھتر نظر آئیں گے۔ لیکن ان میں کھانا، پینا وغیرہ کئی الزام دوبار لکھے گئے ہیں، جن کو ہم نے ایک بار ہی لکھا ہے۔ اس طرح اصل تعداد پچاس ہی رہتی ہے۔ قارئین خود دیکھ لیں کہ کس طرح یہ عدد خواہ مخواہ بڑھائے گئے ہیں۔

صفحہ ۱ سبوح ✓ ۹۳ فوٹو عکس ، بطور صفحہ ۱۵۶-A

خلافت حقہ راشدہ خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر و امیر المؤمنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے انکار کرنا کہ تفضیل جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی طرف مؤدی اور وہ قطعاً کفر، مگر انہوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہل بیت عظام وغیرہم چند اکابر کہ امام علیہ ہوئے ہیں وعلیہم الصلاۃ والسلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بتاتے اور خلافت صدیقی و فاروقی پر اُن کے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں، اس قسم کے کفر میں علمائے اہل سنت مختلف ہو گئے جنہوں نے مآل مقال و لازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا، اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعت و بدمذہبی و ضلالت و گمراہی ہے والعیاذ باللہ رب العٰلمین امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالےٰ شفا شریف میں فرماتے ہیں قال بالمآل لما یؤدی الیہ قولہ ویسوقہ الیہ مذہبہ کفرہ فکانہم صرحوا عندہ بما ادی الیہ قولہم ومن لم یراخذہم بمآل قولہم ولا الزمہم بموجب مذہبہم لم یرا کفارہم قال لانہم اذا وقفوا علیٰ ہذا قالوا لا نقول بالمآل الذی الزمتموہ لنا ونعتقد نحن وانتم انہ کفر بل نقول ان قولنا لا یؤل الیہ علی ما اصلناہ فعلی ہٰذین الماخذین اختلف الناس فی اکفار اہل التاویل والصواب ترک اکفارہم اھ ملخصاً جب یہ امر ممہد ہولیا تو اب ان امام و مقتدا کے کفریات لزومیہ گنیئے، امام کے کفروں کا تو شمار ہی نہیں، اس نے تو صرف انہیں چند اصول میں جو تنزیہ سوم میں اس سے منقول ہوئیں کفر لزومی کی سات اصلیں طیار کیں، جن کی ہر اصل صدہا کفر کی طرف منجر اور اس کا مذہب مان کر ہرگز ہرگز ان سے نجات نہ ملے والعیاذ باللہ الاکبر اصل اوّل جو کچھ انسان کر سکے خدا اپنی ذات کریم کے لئے کرسکتا ہے ورنہ قدرت انسانی بڑھ جائے گی (دیکھو ہذیان اول) اس اصل کے کفروں کی گنتی نہیں مگر اسی قدر شمار کروں جو اوپر گن آیا ہوں یقیناً قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے مذہب پر (۱) اس کا معبود کھانا کھا سکتا ہے (۲) پانی پی سکتا ہے (۳) پاخانہ پھر سکتا ہے (۴) پیشاب کرسکتا ہے (۵) پاخانہ روک سکتا ہے (۶) پھر روک سکتا ہے (۷) دریا میں ڈوب سکتا ہے (۸) آگ میں جل سکتا ہے (۹) خاک پر لیٹ سکتا ہے (۱۰) کانٹوں پر لیٹ سکتا ہے (۱۱) وہابی ہوسکتا

ہے (۱۲) رافضی بن سکتا ہے (۱۳) اپنا نکاح کر سکتا ہے (۱۴) جماع کر سکتا ہے (۱۵) عو
کے رحم میں اپنا نطفہ پہنچا سکتا ہے (۱۶) اپنا بچہ جنا سکتا ہے (۱۷) نیز اس اصل پر لازم کہ خد
خدا نہیں (۱۸) ہزاروں کروڑوں خدا ممکن ہیں (۱۹) آیہ کریمہ واللہ خلقکم وما تعملون
حق نہیں ان سب امور کا ثبوت ہذیان مذکور کے ردوں میں ہدیہ ناظرین ہوا **اصل دوم**
خدا کے لئے عیوب ونقائص محال نہیں بلکہ مصلحت کے لئے اُن سے قصداً بچتا ہے (ہذیان
دوم) اس اصل کے کفر اصل اول سے صدہا درجے فزوں جس سے لازم کہ اس بے باک کے
مذہب ناپاک پر ۲۰ اہل اسلام کے عامہ عقائد تنزیہ وتقدیس کہ اُن کے نزدیک ضروریات د
سے ہیں سب باطل وبے دلیل (۲۱) اس نامسعود کا وہمی معبود عاجز (۲۲) جاہل (۲۳)
(۲۴) کاہل (۲۵) اندھا (۲۶) بہرا (۲۷) ہکلا (۲۸) گونگا سب کچھ ہو سکتا ہے (۲۹)
کھائے (۳۰) پانی پیئے (۳۱) پاخانہ پھرے (۳۲) پیشاب کرے (۳۳) بیمار پڑے (۳۴)
جنے (۳۵) اونگھے (۳۶) سوئے (۳۷) مرجائے (۳۸) مرکر پھر پیدا ہو، سب کچھ ہو سکتا ہے
(۳۹) اللہ کے علم (۴۰) قدرت (۴۱) سمع (۴۲) بصر (۴۳) کلام (۴۴) مشیت وغیرہ
صفات کمال کے ازلی ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۴۵ تا ۵۰) ان کے ابدی ہونے کا کچھ ثبوت
نہیں (۵۱) اُس کی الوہیت قابل زوال ان سب لزوموں کا بیان تازیانہ اول میں گزرا
(۵۲) خود اس اصل کا ماننا درحقیقت بالفعل اللہ عزوجل کو ناقص جاننا ہے (دیکھو تازیانہ
اور بے شک جو اللہ عزوجل کی طرف نقص کی نسبت کرے قطعاً کافر اعلام بقواطع الا
میں ہے من نفٰی او اثبت ماھو صریح فی النقص کفر الخ **اصل سوم** جن با
نفی سے خدا کی مدح کی گئی وہ سب خدا کے لئے ممکن ہیں (ہذیان ۲) اس کے کفر بھی
ہیں قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے طور پر (۵۳) اُس کے معبود کی جورو ہو سکتی ہے (۵۴) بیٹا
سکتا ہے (۵۵) بھول سکتا ہے (۵۶) بہک سکتا ہے (۵۷) بعض اشیاء اُس کی
سے خارج ہیں الی غیر ذلک من الکفریات (دیکھو تازیانہ ۵ تا ۸) **اصل چہارم**
صدق الٰہی اختیاری ہے (ھ) اس سے لازم کہ سفیہ کے مذہب پر (۵۸) قرآن مجید مخلوق
ہے جس کے کفر پر ۳۲ فتوے گزرے (۵۹) اُس کا معبود ازل میں کاذب تھا (۶۰) ا

کاذب ہے (۶۱) کبھی صادق نہیں ہو سکتا (۶۲) قرآن مجید کا جملہ جملہ غلط ہے (۶۳) اللہ
مخلوق ہے (۶۴) بلکہ محال ہے الی غیر ذالک وہ کفریات کثیرہ کہ مواضع متعددہ میں جن کا الزام
گزرا **اصل پنجم** علم الٰہی اختیاری ہے (تنبیہ بعد تازیانہ ۳) اس پر لازم کہ جاہل کے
نزدیک (۶۵) علم الٰہی مخلوق وحادث ہے جس کے کفر پر فتوائے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی
عنہ گزرا (۶۶) اللہ تعالٰے ازل میں جاہل تھا (۶۷) جب چاہے جاہل بن جائے (۶۸) اللہ
حادث ہے (۶۹) قابل فنا ہے۔ الی غیر ذالک **اصل ششم** کذب الٰہی ممکن
ہے، اور ہم ثابت کر آئے کہ اس کا کلام نہ صرف امکان عقلی بلکہ امکان وقوعی بلکہ عدم
استبعاد عادی میں نص صریح ہے، اور (۷۰) یہ خود کفر ہے پھر اس تقدیر پر قطعاً یقیناً (۷۱)
شریعت سے یکسر امان مرتفع (۷۲) خدا کی خبر سے یقین مندفع (۷۳) اسلام پر وہ مطاعن
جن سے جواب ناممکن **اصل ہفتم** (۷۴) اللہ تعالٰے بندوں سے چھپا چھپا کر بُھلا بُھلا
کر آیات قرآنیہ جھوٹی کردے تو کچھ حرج نہیں (تازیانہ ۳۱) ہیہات یہ تو اس نے صاف
صریح کہا تھا میں متحیر ہوں اسے لزوم میں داخل کروں یا التزام میں پھر اس پر (۷۵) حشر
نشر حساب کتاب جنت نار عذاب ثواب کسی چیز پر ایمان نہ رہا کہ ہر خبر میں صاف صریح
احتمال نقص باقی، تو یقین کیسا؟ تو ایمان کہاں والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ ہماری
تقریرات سابقہ وتحریرات لاسفہ دیکھنے والا اس امام نجدیہ کے کفریات لزومیہ کو صدہا تک
پہنچا سکتا ہے بلکہ جس قدر اوپر مذکور ہوتے وہ بھی یہاں پورے نہ گنے گئے پھر بھی معاذ
اللہ چہتّر کفر کیا کم ہیں، التزامیہ تو صرف ایک ہی قول پر ہیں، باقی کفریات تقویۃ الایمان
وصراط نامستقیم کی گنتی ہی کیا ہے، پھر وہ اقبالی کفر علاوہ رہے۔ جو ایمان تقویۃ الایمان
وصراط نامستقیم میں اپنے گھلے پھر رہے ہیں، غرض حضرت کے کفریات لزومیہ واقبالیہ کی
تفصیل کرتے فی کفر ایک نقطہ اُن کی قبر پر دیتے جائیے، تو غالباً دم بھر میں ساری قبر کا مونھ
بند ہو جائے، یہ اس کی سزا ہے کہ کفر وشرک دھڑی دھڑی کرکے بیچا، محض بلاوجہ سچے
مسلمانوں کو کافر مشرک کہا، یہاں تک کہ ان کے طور پر صحابہ تابعین سے لے کر شاہ ولی اللہ
شاہ عبدالعزیز صاحب تک کوئی کفر وشرک سے نہ بچا، گویا حضرت کے نزدیک کفر

اس کو عنوان آپ ہی دیں

ان الزامات اور اصل عبارات کو پڑھنے کے بعد پڑھنے والوں کو جو کوفت ہو، اور دل پر جو غبار چڑھے، اس پر استغفار کی چند تسبیحیں پڑھنے اور ہوش سنبھالنے کے بعد کتاب کے صفحہ ۱۴۴ کے آخر پر نئے الزام کے یہ الفاظ بھی پڑھ ہی لیں۔ اس میں مخاطب دیوبندی ہیں:

''عورت قادر ہے کہ زنا کرائے، تو تمہارے امام اور پدر تعلیم کے کلیہ سے قطعی واجب کہ تمہارا خدا زنا بھی کرا سکے، ورنہ دیوبند میں چکلے والی فاحشات اس پر قہقہے اڑائیں گی، کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہوسکا، پھر کاہے کو خدائی کا دم بھرتا ہے۔ اب آپ کے خدا میں فرج بھی ضروری ہوئی، ورنہ زنا کاہے میں کرا سکے گا۔ خنثٰے خدا کے پجاریو! کیوں سبوح و قدوس کے بندوں سے الجھتے ہو؟ مورتی پوجنے والے ہندو تو ناحق الگ الگ لنگ اور جاہری بنانے کے سودے میں پڑے۔ دیوبند کے مدرسے میں آئیں، تو دونوں علامتیں ایک ہی معبود میں پائیں۔ لطیفہ۔ تعجب تھا، کہ خدا کے لئے آلہ مردی ہو، تو اس کے لئے عورت کہاں سے آئے گی۔ اندام زنی ہو، تو اس کے لئے لائق اس کو مرد کہاں سے ملے گا۔ کیونکہ اس کی (یعنی خدا کی) ہر چیز لاتعداد اور بے انتہا ہوگی۔ یوں تو ایک خدائن ماننے پڑے گی۔ جو اس (مردانہ عضو) کی وسعت رکھے۔ اور ایک اور ڈبل خدا ماننا ہوگا، جو دوسری ہوس (مخنثوں والی) بھر سکے۔ کیا وہابیہ اب تثلیث کے بھی قائل ہوں گے''۔

رنڈی سے مقابلہ کرے گا

آگے چل کر صفحہ ۱۴۴ پر ہے، کہ ''وہابیہ کا بنایا ہوا خدا کہاں کہاں آدمی کی ریس کرے گا۔ امکانِ جہت کی خباثت ان کے معبود کو بے ناچ نچائے نہ چھوڑے گی۔ ایک رنڈی کہ فاسقوں کی محفل میں رقص کرتی ہے۔ لحظہ بہ لحظہ کس قدر اپنی جہتیں بدلتی ہے، اگر ان (دیوبندیوں) کا معبود یونہی نہ گھوم سکا، تو رنڈی سے بھی گیا گذرا''۔

ایسی خرافات سے صفحوں کے صفحے بھرے ہوئے ہیں۔ کوئی ان کو نقل کرنے کا جگر گردہ کہاں سے لائے اور کیا کیا نقل کرے اور کیسے کرے؟

یہی الزامات فتاویٰ رضویہ میں بھی

مزید یہ بھی نوٹ کریں، کہ اوپر بیان کئے ہوئے پچھتر عقیدے اعلیٰ حضرت کی فتاویٰ رضویہ جلد اول میں صفحہ ۱۹۱ پر بھی ''وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے'' کے عنوان سے درج ہیں۔ ان کے ختم ہوتے ہی صفحہ ۱۹۲ پر ''دیوبندیوں کے جھوٹے خدا'' کا عنوان ہے، جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے، کہ دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں، جو وہابیہ کا خدا ہے، جس کا ذکر ابھی گذر چکا، اور یہ وصف مزید رکھتا ہے...... ہم یہاں ان کا بھی فوٹو عکس دیتے ہیں۔ اس تماشے کا عنوان خود قارئین کرام قائم کریں۔

ان کو دیوبندی عقائد کا بھی نام دیا

ہم یہ پھر یاد دہانی کرادیں، کہ یہ حسام الحرمین سے کم از کم بیس برس پہلے کے ہیں۔ یعنی چار دیوبندیوں کی کفریہ عبارتوں اور اس وجہ سے مشہور کفری الزامات سے بہت پہلے کی ہیں۔ اس سے تازہ بریلوی محققوں کی اس عام جام پروپیگنڈہ کا بھرم بھی کھل جاتا ہے، جو ہر دم یہ کہتے اور لکھتے رہتے ہیں، کہ اعلیٰ حضرت نے دیوبندیوں سے لکھا پڑھی کی۔ ان کی عبارتوں پر اعتراض کئے، جوابات مانگے، جب وہ اپنی بات پر اڑے رہے، تو پھر کفر کا فتویٰ لگایا، حسام الحرمین لکھی، اور علماءِ عرب کی طرف رجوع کیا۔

آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

یہ سارے معاملے بریلوی علماءِ کے ہی سپرد کر کے، ہم قارئین کرام سے پوچھتے ہیں، کہ کیا وہ سمجھتے ہیں، کہ ایک کٹر دہریہ اور خدا دشمن گمراہ بے ضمیر آدمی بھی جس کے لئے یہ سمجھا جاتا ہو، کہ لوگ اس کو خدا مانتے ہیں، اس کے لئے یہ عیب لکھنے کی جرأت کر سکتا ہے، جن کو دین کا عالم کہلانے والا شخص ایک بار نہیں، دو بار دو مختلف جگہوں پر لکھنے اور دائمی تحریری ریکارڈ پر چھوڑنے کی جرأت دکھا گیا۔ دوسرے یہ بھی سوچیں، کہ کسی بُرے سے بُرے آدمی میں بھی یہ سارے عیب اکٹھے نظر آنا ممکن ہے؟ تیسرے یہ بھی سوچیں کہ اگر کوئی بدبخت آپ کے سامنے دلیل لائے، کہ ''انسان کو جن کاموں پر قدرت ہے، وہ تو خدا میں بھی ہونے چاہئیں، ورنہ وہ

ایسے کو جو خود مختار نہیں بلکہ اس پر واجب ہے کہ یہ کرے اور یہ نہ کرے اور نہ تو یہ کہ مجبور واجب کیا تھا بندوں کے حق میں بہتر کرنا یہ بندوں کے
حق میں بہتر تھا کہ انکی ہدایت کو جو کتاب اتری ظالموں کے پنجے میں رکھی جائے کہ وہ اسے کتر بیونت کریں بدل لیں اور اصل ہدایت یہاں تک کھو دیں
چھپا دی جائے جسکی وجہ سے ہوا زبانیں یہ بندوں کے حق میں مصلحت تھا کہ اعداء غالب محبوب مغلوب باطل غالب حق مغلوب۔ اچھا واجب
ادا کیا۔ وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ یہ ہے رافضیوں کا خدا کیا خدا ایسا ہوتا ہے تعالیٰ اللہ کیا وہ خدا کو جانتے ہیں۔
حاشا للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ۝ وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے مکان۔ زمان۔ جہت۔ ماہیت۔
ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے ہے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے اسکا سچا ہونا کچھ ضرور
نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے کہ جسکی کسی بات پر اعتبار نہیں نہ اسکی کتاب قابل استناد نہ اسکا دین لائق اعتماد۔
ایسے کو جسمیں ہر عیب و نقص کی گنجائش ہے جو اپنی مشیت نبی رکھتے کہ قصداً ان سے بچتا ہے چاہے تو ہر گندگی
میں آلودہ ہو جائے ایسے کو جسکا علم حاصل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اسکا علم اسکے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے ایسے کو جسکا
بہکنا بھولنا سونا اونگھنا غافل رہنا ظالم ہونا حتی کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے کھانا پینا۔ پیشاب کرنا۔ پاخانہ پھرنا ناچنا
تھرکنا۔ نٹ کی طرح کلا کھیلنا عورتوں سے جماع کرنا۔ لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا حتی کہ مخنث کی طرح خود
مفعول بننا۔ کوئی خباثت کوئی فضیحت اسکی شان کے خلاف نہیں وہ کھانے کا منہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی اور زنانگی
علامتیں بالفعل رکھتا ہے صمد نہیں جوف دار ہے سبوح قدوس نہیں خنثی کی شکل ہے یا کم سے کم اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا
ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپکو جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر
سکتا ہے اسکے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے پیدا ہوا ہے۔ [illegible] کی طرح پھیلتا سمٹتا ہے [illegible] کی طرح
چھوٹا ہے ایسے کو جسکا کلام فنا ہو سکتا ہے جو بندوں کے خوف کے باعث جھوٹ سے بچتا ہے کہ کہیں وہ مجھے جھوٹا نہ کہہ
لیں بندوں سے چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے ایسے کو جس کی خبر کچھ ہے اور علم کچھ خبر سچی ہے تو علم جھوٹا علم سچا
ہے تو خبر جھوٹی ایسے کو جو سزا دینے پر مجبور ہے نہ دے تو بے غیرت ہے معاف کرنا چاہے تو [illegible] عتاب ہے خلق کی [illegible]
ہے ایسے کو جسکی خدائی کی اتنی حقیقت کہ جو شخص ایک پیڑ کے پتے گن لے اسکا شریک ہو جائے جیسے اپنا [illegible] بڑھ کر مقرب لیسوں
کو بنایا جا اس کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو چوہڑوں چماروں سے لائق تمثیل ہیں۔ ایسے کو جس نے اپنے کلام میں
خود مشرک بونے اور رسول کو بھی اور جا بجا بندوں کو شرک کا حکم دیا۔ قرآن عظیم تو فرمائے اغنٰہم اللہ ورسولہ من فضلہ انہیں اللہ و رسول نے
اپنے فضل سے دولتمند کردیا۔ اور مسلمانوں کو اس کہنے کی ترغیب دے حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ
ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتے ہیں اللہ و رسول ہمیں اپنے فضل سے اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کے کان میں....

ضرب ٤٨ بر وہابیہ ضرب ٤٩ بر وہابیہ ضرب ٥٠ بر وہابیہ ضرب ٥١ بر وہابیہ ضرب ٥٢ بر وہابیہ ضرب ٥٣ [illegible]

پھونکتا ہے کہ جو ایسا کہے وہ مشرک ہے قرآن عظیم تو جبریل امین کو بیٹا دینے والا فرمائے کہ انہوں نے حضرت مریم سے کہا انما انا رسول ربک
لاھب لک غلٰماً زکیا۔ میں تو تیرے رب کا رسول ہوں اسلئے کہ تجھے ستھرا بیٹا دوں یعنی مسیح علیہ الصلوۃ والتسلیم رسول بخش دیں
اور وہابیہ کا خدا ان کے کان میں پھونک جائے کہ رسول بخش کہنا شرک ہے قرآن عظیم تو اس گستاخ پر جس نے کہا تھا رسول غیب کیا
جانے حکم کفر فرمائے لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد اور وہابیہ
کا خدا اسمٰعیل دہلوی کو یہی ایمان سوجھائے کہ رسول غیب کیا جانے اور وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اللہ کے دینے سے مانے
جب بھی شرک ہے صاف کہے اگر رسول کو غیب کی خبر دے تو وہابی خدا کے حکم سے مشرک ٹھہرے تو قرآن عظیم کے حکم سے
کافر پھر معتبر کدھر یہی مانتے بنے گی کہ یہ مسلمانوں کے خدا کے احکام ہیں جسنے قرآن کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر اتارا اور وہ وہابیہ کے خدا کے جسنے تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی پر اتاری ان وہابیہ کا خدا وہ ہے
جسکے سامنے نبی رسول کی شان اتنی ہے جیسے قوم کا چودھری یا گاؤں کا پردھان جسنے حکم دیا ہے کہ رسولوں کو ہرگز نہ
مانا [illegible] وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ یہ ہے وہابیوں کا خدا۔ کیا خدا ایسا ہوتا ہے تعالیٰ اللہ
کیا وہ خدا کو جانتے ہیں حاشا للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ۝ دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں جو خود اسکا خدا ہے
مسلمان بھی ہرگز [illegible] وہ معتقد رکھتا ہے کہ علم ذاتی کی توحید یقینی نہیں کہ جو اپنی ذات سے یہ بتا سکے علم
عالم بالذات کہنا قطعاً کفر نہیں ان وہ جو بالفعل جھوٹا ہے جسکے لئے وقوع کذب کے معنی درست ہو گئے جو اسے جھٹلائے مسلمان
سنی صالح ہے تو کوئی سخت کلمہ کہنا چاہئے دیوبندی خدا چوری بھی کر سکتا ہے وہ تمام جہان کا تنہا مالک نہیں اسکے سوا اور بھی
مالک مستقل ہیں جنکی ملک میں وہ چیزیں ہیں جو دیوبندی خدا کی ملک میں نہیں [illegible] تو چاہے ٹھگوں لٹیروں کی طرح جبر و غصب کر
لے کیونکہ وہ ظالم بھی ہو سکتا ہے چاہے اچکوں چوروں کی طرح لوگوں کی آنکھ بچا کر لے بھاگے کیونکہ وہ چوری بھی کر سکتا ہے وہاں
وحدت کی قید باطل ہے کہ ایک ہی خدا ہوتا تو دوسرا مالک مستقل نہ ہو سکتا اور دوسرا مالک مستقل نہ ہوتا تو دیوبندی خدا چوری کیسے
کر سکتا کہ اپنی ملک لینے کو چوری نہیں کہہ سکتے اور اگر وہ چوری نہ کر سکتا تو دیوبندی بلکہ عام وہابی دھرم میں [illegible] قدرت
بندہ انسان اس سے قدرت میں بڑھ جاتا کہ آدمی تو چوری کر سکتا ہے اور وہ نہ کر سکتا اور یہ محال ہے لاجرم ضرور ہے کہ
دیوبندی خدا چوری کر سکے تو ضرور ہے کہ اسکے سوا اور بھی مالک مستقل ہوں تو لازم ہے کہ دیوبندی خدا کم از کم مجوسی خداؤں کی
طرح دو [illegible] نہیں بلکہ لازم کہ کروڑوں ہوں کہ آدمی کروڑوں شخص کی چوری کر سکتا ہے دیوبندی خدا نہ کر سکے تو
آدمی سے قدرت میں گھٹ جائے تو ضرور ہے کہ کروڑوں خدا ہوں جنکی چوری دیوبندی خدا کر سکے رہا یہ کہ وہ سب کے سب اسکا
کسطرح [illegible] میں یا صرف یہ کہ اسکا فیصلہ تھانوی صاحب کے سر ہے۔ اگر دیوبندی خدا وہ ہے کہ علم [illegible]

جبکہ شریک ہے سب سے بدتر مخلوق شیطان کا علم اسکے رب اعلیٰ رسول کے علم سے وسیع تر ہے اور ہونا ہی چاہیئے کہ رسول اسکے برابر کیسے ہو سکے جو خدا کا شریک ہو اُسے جیسا علم اپنے حبیب کو دیا اور اُسے اپنا بڑا فضل کہا اور اس پر اعلیٰ درجہ کا احسان جتایا اسکی حقیقت اتنی کہ ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے ہاں دیوبندی خدا وہ ہے جسے قادر مطلق کہنا کسی دلیل سے باطل ہے کہ جمیع اشیاء پر قدرت تو عقلاً و نقلاً باطل ورنہ خود وہ بھی مقدور ہو تو ممکن ہو تو خدا نہ رہے اور اگر بعض مراد تو اسمیں اسکی کیا تخصیص ایسی قدرت تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہے۔ دیوبندی خدا وہ ہے جسنے ایسے کو اپنا سب سے اعلیٰ رسول چنا جو اسکا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا خیالات عوام کے لائق اسکی سمجھ تھی جسکی خطا اہل فہم پر روشن تھی پھر یہ دیوبندی خدا ایسے اس فاحش غلطی پر بھی نہ روکتا یا شاید خود بھی اپنا کلام نہ سمجھا کیونکہ وہ جاہل بھی ہو سکتا دیوبندی خدا وہ ہے کہ جسمیں لیے ہے اسکے خاتم النبیین کے سوا چھ خاتم النبیین اور ان سب کا خاتم کی شان بڑھاتا ہے یوں ہی اسے تنہا خدا کہنا اسکی شان گھٹتا ہے اسکی بڑی بڑائی یہ ہے کہ بہت سے خداؤں کا خدا ہے کیا خدا ایسا ہوتا ہے۔ حاشا للہ سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون ۰ غیر مقلدوں کا خدا یہ سب کچھ ہے جو دیوبندی اور وہابی کا قال اللہ تعالیٰ بعضهم من بعض اور وہ بعض نزاکتیں اور زیادہ رکھتا ہے ایسا کہ جس کے دین میں کتا حلال سور کی چربی حلال سور کے گردے حلال سور کی نلی حلال سور کی کلیجی حلال سور کی اوجھڑی حلال سور کی کھال کا ڈول بنا کر اس سے پانی پینا حلال وضو کرنا حلال گندگی نجاست شراب سے نہا کر سارے کپڑے اسمیں رنگ کر نماز پڑھنا حلال ایک وقت میں ایک عورت متعدد مردوں پر حلال وہ جس نے آپس میں حکم دیا کہ خود نہ جانو تو جاننے والوں سے پوچھو اپنے علما کی اطاعت کرو اپنے نیکوں کی پیروی کرو جب پوچھا اور اطاعت و پیروی کی تو شرکت کی پرستش۔ وہ جس نے آئمہ دین کی تقلید حرام و شرک ٹھہرائی اور پوربی بنگالی پنجابی بھوپالی کی فرض سو وہ جس نے اپنے اور اپنے رسولوں کے سوا کسی کی بات حجت نہ رکھی اور بیچ میں چند مصنفوں اور چار رجال معدلوں کو ذکر کر کے انکے قول کو کتاب و سنت کے برابر ٹھہرا کر حجت دعا یعنی یہ شرکت الوہیت نہیں تو شرک کے سوا ضرور میں نہیں بلکہ شریک الوہیت ہی ہیں کہ اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون اللہ نہ کہ لا یعبدون الا اللہ وہ جس نے آپ ہی تو اتباع علما کرام اور افادہ محقق میں محض ناکام کیا پھر ان چند کی ظنی روایات ظنی جرح و تعدیلات کا اتباع عین دین کر دیا تو بات کیا ہے کہ یہ شرک انبیاء معصوم ہیں نہیں بلکہ دین غیر مقلدی کر دیا بکم من دون اللہ جو نہ غیر ... جس نے چند ملا عالم اسکے سوا ابو حنیفہ و شافعی پر سبقت آئے اور انکے کہنے کی اپنے میں طاقت بتاتے ہیں تمام عالم کو اپنے تعدیل کیا ہے کیونکہ وہ آپ دلیل کچھ نہ جو سکتے اور دوسرے کی کہی ہوئی اگرچہ بنگالی بھوپالی دہلوی امرتسری کی مان لیں گو دلیل ہے یہ ثابت ہے تو یہ وہی تقلید ہوئی جو شرک ہے لہذا ضرور ہے ... کہ تمام جہان پر جس کے لئے کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی کہ حجت قائم ہو۔

م یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا وقال تعالیٰ ولا تقف ما لیس لک به علم ۱۲

انسان سے کم پہنچ والا ہو جائے گا''۔ تو آپ انسان کے وہ کونسے کام بتا سکیں گے؟ چلئے آپ یا اچھے آدمی کی بات چھوڑیئے، کسی گالی باز عام آدمی سے بھی پوچھا جائے، کہ میاں! انسان کی کچھ کمزوریاں یا عیب تو بیان کرو، تو وہ بھی ان میں سے کتنے عیب بیان کرے گا، جن کو بریلوی اعلیٰ حضرت نے زبان کے چسکے لے لے کر خوب وضاحت کے ساتھ تحریری رکارڈ پر بیان کرنا بھی مناسب سمجھا ہے۔ مثلاً ناچنا، تھرکنا، محفلوں میں جھتیں بدلنا اور ساتھ ہی بیک وقت، زنا، لواطت، اس کے مردانہ عضو کی وسعت، اس کی بیوی کے عضو کی اس حساب سے وسعت، مخنثیوں والی مفعولیت، وغیرہ، وغیرہ۔ نعوذ باللہ، ہزار بار نعوذ باللہ۔

یہ لاشعور کیسے کن حالات میں بنا؟

انسانی نفسیات کا مانا ہوا اصول ہے، کہ انسان کی ہر ایک سوچ لاشعور میں جگہ لیتی رہتی ہے۔ سمجھداری کے وقت شعور اور عقل اس کو دبائے رکھتے ہیں۔ آپے سے باہر ہونے کے وقت یا خواب میں، یا پاگل ہونے پر یہ لاشعور ہی اگل کر زبان پر آتا ہے۔ آخر یہ سب باتیں ایک عالم کے لاشعور میں کیسے اور کہاں سے آئیں، جو کسی وجہ سے ابل پڑنے پر اسی روپ میں ظاہر ہو گئیں۔ ہماری نظر میں تو کوئی پاگل بھی ایسا نہیں آیا، جس کا لاشعور ابھر کر اللہ کے لئے ایسے عیوب بک سکے! آپ کا اپنا مشاہدہ کیا ہے؟ یہ ہر وقت یاد رکھیں، کہ ان میں سے کوئی لفظ شاہ شہید یا کسی دیوبندی کا نہیں۔ یہ سب اعلیٰ حضرت کے اپنے مطلب نکالے ہوئے ہیں۔

کاش احمد رضا خان یہ نہ لکھتے

قارئین کرام! ہماری اس کتاب کا حجم بہر حال محدود ہے۔ اس لئے اس بات کو یہیں ان حسرت آمیز الفاظ پر سمیٹتے ہیں، کہ کاش! کہ احمد رضا خان دیوبندیوں کی ضد میں آکر، ان کو بدنام کرنے، ان کے مقابلے میں اپنی شخصیت کو ابھارنے کے لئے، کم از کم یہ انداز اختیار نہ کرتے، جن سے دیوبندیوں کی بدنامی تو کیا ہوئی یا ہوتی، البتہ اللہ پاک سبوح و قدوس کی ذات کی ایسی بے حرمتیاں ہوئیں، اور اس کی طرف وہ وہ عیوب منسوب ہوئے، جو آج تک کسی خدا دشمن ملحد کی سوچ سے بھی گذر نہیں سکے ہوں گے۔ حد تو یہ ہوئی، کہ سبوح و قدوس ذات کو صرف ایک کذب کے بھی خالص امکانی عیب سے بچانے کے نام پر کم از کم چھتر ایسے

عیوب حقیقت میں لگا کر دکھائے، جن کو کوئی حیوان نما انسان بھی اللہ پاک کے لئے سوچ میں بھی نہیں لاسکا ہوگا۔ لکھنے میں تو ہر ایک بہر حال محتاط ہی ہوا کرتا ہے، کیونکہ یہ شعور کی دنیا ہوتی ہے۔ والی اللہ المشتکیٰ!

یہ بھی سوچیں

قارئین کرام یہ بھی ضرور سوچیں، کہ بالفرض شاہ شہیدؒ نے واقعی یہ جملہ لکھا، تو بھی کھانا پینا، سونا، اولاد ہونا جیسے کچھ ہی عیب کفر ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں تھے۔ کیا ایک ان پڑھ مسلمان بھی ایسے عقیدہ والے کو کھلا کافر نہیں کہے گا۔ اس کے لئے زنا، لواطت، مخنثوں والی مفعولیت، عضو تناسل، بیوی کے عضو تناسل، ان کی ناپ تول، رنڈیوں کے ناچنے تھرکنے وغیرہ کی کیا ضرورت تھی۔ جس سے خواہ مخواہ اپنی ہی سوچ اور اپنا ہی لاشعور سامنے آیا۔ بریلوی سوچیں، کہ ان کے اعلیٰ حضرت بھی کیا چیز تھے!

دوسری کتاب - الکوکب الشہابیہ

اس کتاب کے بعد ۱۳۱۶ھ میں الکوکب الشہابیہ لکھی گئی۔ جس کا اعلیٰ حضرت نے اکثر حوالہ دے کر لکھا ہے، کہ اس میں امام الوہابیہ پر ستر وجوہ سے کفر ثابت کیا۔ پھر صفحہ ۴۵ پر لکھتے ہیں، کہ اس کے کفر گننا دریا کے قطروں اور ریت کے ذروں کو گننے کی مانند ناممکن ہے، اسی کتاب میں صفحہ ۱۴ پر کفریہ نمبر ۸ کے لئے یک روزی والی وہی سبحٰن السبوح والی عبارت دی ہے، لیکن یہاں اس سے کفریہ الزامات قطعی مختلف ہیں۔

چھوٹی تختی کی صرف ۶۰ صفحات کی اس کتاب میں ایک ایک عبارت سے کئی کئی کفر ثابت کر کے تعداد کو ستر تک پہنچایا گیا ہے۔ یہ کفر کیسے ثابت کئے گئے ہیں۔ ان کو آسانی سے سمجھنے جیسی ایک مثال ہم یہاں تفصیل سے پیش کرتے ہیں۔ اس کو غور سے دیکھیں:

واضح ایمان والی عبارت سے کفر ثابت کر دکھایا

صفحہ ۱۸ پر "کفریہ ۲۳" میں تقویۃ الایمان کے حوالہ جات سے یہ کفریہ عقیدہ ثابت کیا گیا ہے۔ ہم یہاں سید شہید کے الفاظ پیش کر کے، ان میں سے اعلیٰ حضرت کے منتخب کے

ہوئے الفاظ کے نیچے لکیر کھینچتے ہیں، تا کہ معلوم ہو، کہ کونسے مکمل واضح مطلب سے کونسا حصہ لے کر کیسے کفر ثابت کیا گیا ہے:

تقویۃ الایمان صفحہ ۱۴۔ حضرت سید شہیدؒ نے شرک کی بُرائی کا عنوان قائم کر کے، اس کی متعلقہ آیات بمع ترجمہ دے کر آخر میں ان کا حاصل مطلب لکھا کہ "یعنی جتنے پیغمبر آئے، سو وہ اللہ کی طرف سے حکم لائے، کہ اللہ کو مانئے اور کسی کو نہ مانئے"۔

تھوڑا آگے چل کر شاہ صاحب نے مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث کا حوالہ دیا ہے، کہ جملہ انسانی ارواح سے میثاق لیا گیا کہ "الست بربکم قالوا بلیٰ"۔ اس کی تشریح میں صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں، کہ "سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے۔ پھر ان سے قول و قرار لیا، کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو، اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو"۔ تھوڑا آگے شاہ صاحب وہ مشہور حدیث لکھتے ہیں، جس میں حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو تاکید کی تھی کہ "اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، چاہے تم کو قتل کیا جائے یا جلایا جائے"۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے صفحہ ۱۸ پر شاہ صاحب لکھتے ہیں، کہ "یعنی اللہ کے سوا کسی کو نہ مان، اور کسی سے نہ ڈر کہ شاید کوئی جن یا بھوت کچھ ایذا پہنچا دے"۔ اس سے پہلے کتاب کے شروع میں توحید کے بارے میں قرآنی آیات گنواتے ہوئے، سورت مؤمنوں رکوع نمبر ۵ کی آیت نمبر ۸۸ کا حوالہ دیتے ہیں کہ "ان کافروں سے بھی پوچھو گے کہ کس کے ہاتھ میں ہے ہر چیز کا تصرف اور...... تو کہیں گے کہ اللہ، تو ان کو کہو کہ پھر کیسے خبط میں آجاتے ہو"۔ اس کی مزید تشریح میں شاہ صاحب صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں کہ "جب کافروں سے بھی پوچھئے کہ سارے عالم میں تصرف کس کا ہے اور اس اللہ کے مقابلے کوئی حمایتی کھڑا نہ ہو سکے، تو وہ بھی یہ کہیں کہ یہ اللہ کی شان ہے، تو پھر اوروں کا ماننا محض خبط ہے"۔

چار ادھورے جملے ملا کر ایک عبارت کر دی

اب رضا خانی استادی دیکھیں، کہ ان صاف عبارتوں سے صرف لکیر والے الفاظ ہی دیئے، اور عبارت بنادی کہ تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے کہ "جتنے پیغمبر آئے، وہ اللہ کی طرف سے حکم لائے کہ اللہ کو مانے اور کسی کو نہ مانے صفحہ ۱۴۔ کسی کو میرے سوا نہ مانو صفحہ ۱۷۔ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان، صفحہ ۱۸۔ اوروں کو ماننا محض خبط ہے، صفحہ ۷"۔ اس عبارت کو صفحات کے

حوالے سے معتبر بنا کر، ماننے کا لفظ نمایاں کر کے پھر لکھا کہ "یہاں انبیاء، ملائکہ، جنت، دوزخ وغیرہم تمام ایمانیات کو ماننے سے صاف انکار کر دیا ہے اور اس کا افتراء (بہتان) اللہ پاک اور اس کے رسولوں پر رکھ دیا ہے (کہ ان کا فرمان ہے) یہ کفر صدہا کفریات کا مجموعہ ہے......"۔

اس طرح تو قرآن پاک سے بھی یہ ثابت ہوگا

اب اگر آدھا جملہ ایک جگہ سے اور آدھا جملہ دوسری جگہ سے لے کر ایک مربوط عبارت بنالی جائے، تو قرآن پاک سے بھی یہ ثابت کیا جا سکتا ہے، کہ "ان الذین آمنوا و عملوا الصلحت، اولئک الذین لیس لھم فی الآخرۃ الا النار. واولئک ھم الخاسرون"۔ یعنی البتہ تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، وہی ہیں، جن کے لئے آخرۃ میں آگ کے عذاب کے سوا کچھ نہیں، اور وہی خسارے والے ہیں۔

اور کسی کی بھی عبارت پر کفر لگ سکتا ہے

یا کوئی کلمہ پاک کی تشریح کرتے ہوئے لکھے کہ: اللہ واحد کے سوا اس دنیا میں کوئی بھی ہستی ماننے اور عبادت کرنے کے لائق نہیں، باقی جو کوئی بھی ہے، وہ بہر حال مخلوق ہے۔ اور مخلوق کو جو کوئی شرف حاصل ہے، وہ اسی خالق کی طرف سے عطا کیا ہوا ہوتا ہے۔ تو اس کی عبادت کیسے کی جا سکتی ہے۔............تو ثابت ہوا کہ ایک اکیلے اللہ کے سوا کسی کے آگے سر جھکانا انسانی عظمت کی توہین، اور نرا احمق پن ہے"۔ اب اگر اس سے صرف دو لکیر والے جملے لے کر کوئی کہہ دے کہ فلاں صفحے کے لفظ ہیں کہ "اس دنیا میں کوئی بھی ہستی اللہ ماننے کے لائق نہیں، اور کسی کے آگے سر جھکانا انسانی عظمت کی توہین اور نرا احمق پن ہے"۔ تو یقینی، لازمی، قطعی کفر تو ثابت ہو گیا۔

قارئین کرام یقین رکھیں، کہ بریلوی اعلیٰ حضرت اور اس کے بعد اس کی ذریت کے کفری عبارتوں کی اکثریت اسی طرح بنائی گئی ہے۔ حتیٰ کہ آگے چل کر اس کے اپنے ہم مشرب ساتھی بدایونی اور رامپوری علماء بھی برملا لکھ ہی بیٹھے کہ "اس کو توڑ مروڑ کر چسکہ پڑ گیا ہے۔ کبھی کسی کی پوری عبارت نہیں دیتا" وغیرہ وغیرہ۔ یہ تفصیل آگے الگ فصل میں آ رہی ہے۔

ہے۔ وہاں آپ دیکھیں گے کہ دیوبندیوں پر اگر چار کفر لگے، سید شہید پر ستر اور پچھتر، تو وہ ایک طرح خوش قسمت ہی تھے: کیونکہ اسی اعلیٰ حضرت کی دربار اعلیٰ سے بدایون کے علماء پر ۲۳۵ اور رامپور کے علماء پر دو ہزار چھپیس کفری الزام لگے۔ وہ اتنے شرمناک اور ساتھ ہی خطرناک ہیں، کہ شرم کے مارے کوئی بریلوی عالم اور تازہ دور کے نام نہاد محقق اس کا بھول کر بھی ذکر نہیں کرتے، جیسے یہ تازہ ہوا ہی نہیں تھا اور یہ کتابیں اس دنیا میں موجود ہی نہیں۔ اسی لئے ہم نے ان کے لئے الگ فصل قائم کی ہے۔

یقین کرنے کے لئے عکس دیکھیں

قارئین کو شاید یقین نہ آئے، کہ ایک معمولی ذمہ دار آدمی بھی لکھی ہوئی کتابوں کی عبارتوں میں حوالہ جات کے صفحات کے حوالے دے کر بھی اتنا ہیر پھیر کر سکتا ہے، اس لئے ہم الکوکب الشہابیہ کے صفحہ ۱۸ کے آخری سطور کا فوٹو عکس پیش کر رہے ہیں۔ مزید تصدیق چاہیں، تو دونوں کتابیں دیکھ لیں، اور پوری پڑھ ہی ڈالیں۔ تقویۃ الایمان بھی پوری پڑھ ہی لیں تو اچھا۔ دس بارہ روپے کی چھوٹی سی کتاب ہے۔ آپ خود ڈھونڈھیں، کہ آپ کو اس سادہ سی کتاب میں کتنی قابل اعتراض عبارتیں نظر آتی ہیں، جن میں سے اعلیٰ حضرت نے ستر تو خالص کفریہ الزام نکال لئے ہیں، اور ان کے بقول اس کی چنی ہوئی کفریہ عبارتوں میں ستر کیا، بلکہ ستر ہزار کفر ثابت کئے جا سکتے ہیں۔ اس طرح ان کفروں کو گننا، دریاؤں کے پانی اور ریت کے ذروں کو گننے جیسی کوشش ہوگی۔ ممکن ہو، تو اپنے اعتماد والے کسی بریلوی عالم کے ہی ہاتھ میں دے کر اس سے کہیں، کہ اس کتاب کی عبارتوں پر انگلی رکھ کر بتائیں، اور سمجھائیں، کہ کس عبارت سے کونسا کفر کس طرح ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہم اس لئے کہہ رہے ہیں، کہ شاہ شہیدؒ کی دوسری کتابوں کے مقابلہ میں چھوٹی اور عام موضوعات پر ہے۔ البتہ یہ خیال رکھیں، کہ یہ تقریباً پونے دو سو سال پہلے اور شاہ صاحب کی پہلی اکیلی اردو کتاب ہے، جب کہ اردو ابھی نکھری زبان نہیں بنی تھی۔ اس زمانے میں تحریر کی زبان فارسی تھی۔ اس لئے اردو کے سادہ الفاظ پر لفظی گرفت کی بجائے، چلتے ہوئے مضمون، عنوان، حوالہ والی حدیث یا آیت کے ترجمہ، غرض یہ کہ پورے سیاق و سباق کے ساتھ صرف یہ خیال رکھیں، کہ مصنف کا اصل مفہوم کیا ہے۔

الصلاۃ المصلین"۔ ترجمہ: اللہ عزوجل سے کلام حقیقی منصب نبوت بلکہ اُس کے مراتب میں اعلیٰ مرتبہ ہے۔ تو اُس کے دعوے کرنے میں بعض ضروریات دین یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے (**کفریہ ۲۲**) **صراط مستقیم صفحہ ۱۲** "ازجملہ آں شدت تعلق قلب ست بمرشد خود استقلالاً یعنی نہ بآں ملاحظہ کہ ایں شخص نادواں فیض حضرت حق و واسطہ ہدایت اوست بلکہ بحیثیتیکہ متعلق عشق ہماں میگردد چنانکہ یکے از اکابر بایں طریق فرمود کہ اگر حق جل وعلا در غیر کسوت مرشد من تجلّے فرماید ہر آئینہ مرا با او التفات درکار نیست"۔ شخص مذکور کے پیروؤں سے استفسار ہے کہ اپنے اصول پر اس کلمہ کا حکم بتائیں یا محمداسی سے پوچھیں کہ وہ ہمیشہ ایک جگہ ایک بات کہنے دوسری جگہ آپ ہی اُس کو کفر وضلالت بنا دینے کا عادی ہے **تقویۃ الایمان صفحہ ۱۵۶**: "اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو اُس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔ پھر کیا کہئے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا رشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا بڑھ بڑھ کر باتیں مارتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو۔ تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں اللہ پناہ میں رکھے ایسی ایسی باتوں سے ع بے ادب محروم ماند از فضل رب۔ ملخصاً"۔ میں کہتا ہوں ہاتھ میں اللہ مالک باتیں ہونا تو بھائی بندی یا آشنائی کا سا علاقہ نہیں ع بے ادب محروم ماند از فضل رب (**کفریہ ۲۳**) **تقویۃ الایمان صفحہ ۱۴** "جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اُس کے سوا کسی کو نہ مانے۔ صفحہ ۱۶ و ۱۷۔ اللہ صاحب نے فرمایا کسی کو میرے سوا نہ مانیو۔" صفحہ ۱۸۔ "اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔" صفحہ ۷۔" اوروں کو ماننا محض خبط ہے" یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنّت و نار وغیرہا تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا اور اُس کا افترا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں پر رکھ دیا یہ کو

بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ عزوجل کا ماننا ضروری ہے یوں ہی ان سب کا ماننا جزء ایمان ہے۔ ان میں سے جسے نہ مانے گا کافر ہے۔ ہر اردو زبان والا جانتا ہے کہ ماننا تسلیم و قبول و اعتقاد کو کہتے ہیں ولہٰذا اہل زبان ایمان کا ترجمہ ماننا اور کفر کا ترجمہ نہ ماننا کرتے ہیں۔ **آیت** (بقرہ) ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝ **موضح القرآن** ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب۔ "تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وے نہ مانیں گے۔" **آیت** (یٰس) لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝ **موضح القرآن** "ثابت ہو چکی ہے بات اُن بہتوں پر سو وے نہ مانیں گے" **آیت** (نساء) يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ **موضح القرآن** "مانتے ہیں جو اُترا تجھ کو" **آیت** (اعراف) وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝ **موضح القرآن** "اور پچھاڑی کاٹی اُن کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں اور نہ تھے ماننے والے۔" **آیت** (انعام) وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ **موضح القرآن** "اور جب آویں تیرے پاس ہماری آیتیں ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر" **آیت** (بقرہ) اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ **موضح القرآن** "مانا رسول نے جو کچھ اُترا اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو۔" دیکھو اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ ایمان والوں نے اللہ اور اس کے فرشتوں کتابوں رسولوں سب کو مانا۔ یہ شخص کہتا ہے اللہ نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانو۔ **آیت** (اعراف) قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۝ **موضح القرآن** "کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے۔" تو اقوال مذکورہ کے صاف یہ معنی ہوئے کہ اللہ

؎ اگر اس کے کلام کے کچھ نئے معنے اپنے جی سے گھڑیئے بھی تو اولاً تو صریح لفظ میں تاویل کیا معنے شفا شریف صفحہ ۲۲۷: والتاویل فی لفظ صراح لا یقبل ترجمہ صریح لفظ میں تاویل کا دعوے قبول نہیں۔ (باقی آئندہ)

ناطقہ سر بہ گریباں ہے......

رہا سوال اعلیٰ حضرت کی کتاب سبحن السبوح میں بیان کئے ہوئے کفریہ پچھتر الزامات کا، تو اس کے بارے میں ہم بھی چچا غالب کی طرح الجھے ہوئے ہیں کہ

ناطقہ سر بہ گریباں ہے کہ کیا کہیے

گالیوں ہی گالیوں، حتیٰ کہ اللہ پاک کے لئے گالیوں ہی سے بھری ہوئی اس کتاب کا ہم کو کافی وقت ڈھونڈھنا اور انتظار کرنا پڑا اور ملنے تک اس کے حوالوں پر ہم نے یقین ہی نہیں کیا، کہ آج کل ہر طرف غیر ذمہ داری کا دور ہے، نہ معلوم اصل سیاق وسباق کیا ہے اور وہ کونسے محرکات ہوں، جن سے یہ عبارات بنائی گئی ہوں اور یہ عبارات مکمل بھی ہیں، یا نہیں۔ جب آخر کار یہ جوئے شیر والی مہم سر ہوئی اور کتاب ہاتھ آئی اور مکمل پڑھ ہی لی، تو بچپن کا دیکھا ہوا ہر وقت جنس زدہ رہنے والا وہ مسخرہ یاد آ گیا، جو لوگوں کو لبھانے کے لئے ہر وقت ہر بات سے کوئی نہ کوئی جنس کا پہلو نکال ہی دیتا تھا۔ کسی کی شادی طے ہوئی، تو کہتا تھا کہ یعنی یہ طے ہوا ہے کہ......... حتیٰ کہ ماں اور باپ کا ذکر بھی اسی طرح کرتا تھا، کہ انہوں نے یہ کیسے کیا ہوگا۔ جاہل لوگ اکثر اس سے لطف لیتے، لیکن کبھی تو وہ بھی اس کو دھتکار دیتے۔

کیا آپ نے یہ کتاب پڑھی ہے؟

ہمیں نہیں معلوم کہ اپنے کو بریلوی کہنے والے علماء میں سے کس کس نے یہ کتاب پڑھی اور اس کو کیا سمجھا، اور وہ اس کی کیسی توجیہ کرتے ہیں۔ البتہ کسی کا کوئی معمولی اختلافی نوٹ بھی ہمارے علم میں نہیں آیا۔ جب کہ ڈاکٹر مسعود صاحب نے "فاضل بریلوی اور علماءِ حجاز" میں ص ۴۵ پر یہ لکھنا مناسب سمجھا، کہ "ان کتابوں میں فاضل بریلوی نے ایسے شرعی دلائل دیئے ہیں، جو سید اسماعیل کے کفر کے لئے کافی ہیں"۔ فیا للعجب!

کوئی بریلوی بھی ان کا ذکر نہیں کرتا

حالانکہ حقیقت یہ ہے، کہ جو بریلوی اپنے وعظوں میں، گفتگو میں اور تحریروں میں دیوبندیوں اور اسماعیل شہید کو کسی نہ کسی طرح گالیاں دینا اپنے ایمان کی سلامتی کے لئے

لازمی سمجھتے ہیں، وہ بھی اس کتاب کا اور اس میں لگائے گئے اللہ پاک کے بارے میں گندے عقیدوں کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر ان عقائد کو صحیح مان کر پیش کیا جائے، تو لمبی چوڑی تقاریر اور دلائل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اللہ پاک کے بارے میں اتنے لمبے گندے الزامات کی تو اعلیٰ حضرت نے خواہ مخواہ، یا یہ کہیے کہ اپنی زبان کی خارش دور کرنے کے لئے زحمت فرمائی، ورنہ سیدھی صاف بات ہے، کہ اگر کسی طرح صحیح حوالوں سے ان میں سے صرف کچھ ہی عقیدے ثابت کر دیئے جائیں، جیسے اللہ کا کھانا، پینا، سونا، بیوی اور اولاد ہونا وغیرہ، تو ایک جاہل سے جاہل ان پڑھ مسلمان کے لئے بھی اس کو کافر، مرتد ملعون کہنے میں ایک سیکنڈ کی بھی دیر اور سوچ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ لیکن ایسے واضح عام فہم کفریات کا کوئی بھی ذکر نہیں کرتا، باقی یہ الزامات لگاتے رہتے ہیں، کہ رسول کو بڑا بھائی کہتا ہے، ان کے لئے مر کر مٹی میں مل جانا کہتا ہے، کہتا ہے کہ نماز میں ان کے خیال آنے سے تو کسی گدھے کا خیال آنا بہتر ہے، وغیرہ۔ <u>تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی یہ پوری محنت رائیگاں گئی، اس پر کسی بریلوی کا بھی نہ اعتبار ہے نہ عمل۔</u> البتہ اعلیٰ حضرت کی طبیعت کو شاید سکون ملا۔ اتنی محنت کا اس طرح کا ضیاع ایک المیہ ضرور ہے، اس لحاظ سے بھی، کہ اس کی راہ پر چلنے والوں کو نئے سرے سے محنت کر کے نئے الزامات ڈھونڈھنے پڑے۔ اور اتنی محنت سے ان کو صرف ایک یعنی اللہ پاک کے جھوٹ بولنے والا ہی الزام نصیب ہو سکا، جو ان میں سب سے ہلکا ہے۔ دوسری طرف دیوبندیوں پر الزامات تو ہر ایک بریلوی کی بنیادی ضرورت ہے۔ ان کے بغیر تو ان کے گلشن کا کاروبار چلنے والا نہیں۔ اسی لئے مفتی سکندری اور ٹھٹھوی سے لے کر احمد یار گجراتی، اور عمر اچھروی تک کسی کی کوئی کتاب "دیوبندی عقائد اور اہل سنت کے عقائد" کے عنوان سے خالی ملنا ممکن نہیں۔ اور ہر ایک تقریر میں بھی خطبۂ مسنونہ کی طرح اس کو لازم بنا دیا گیا، سوائے انتہائی نایاب استثنائی مثالوں کے۔ لیکن ان میں بھی سبحن السبوح والے الزامات کا ذکر نہیں ہوتا۔

ایک خالص کاروباری مشورہ

ہمارا ان کو خالص کاروباری مشورہ ہے، کہ اپنی اس غلط لائین کو بدل کر اپنے اعلیٰ حضرت کی راہ پر آئیں۔ آپ کو اگر تہذیب اور شائستگی کا بھی لحاظ ہے، تو جنس زدہ الزامات کو

نظر انداز کیجئے۔ پچھتر کے پچھتر نہیں، تو کم از کم یہ تو تہذیب کے دائرے کے اندر نظر آئیں گے، ''اللہ پاک کا کھانا، پینا، پیشاب پاخانہ کرنا، پانی میں ڈوب سکنا، نکاح کرنا، اور اولاد جننا، اندھا بہرا گونگا ہوسکنا، جاہل اور احمق ہوسکنا، وہابی اور رافضی ہوسکنا، بھولنا، فنا اور فانی ہونا وغیرہ''۔ تیر بہدف نسخہ ہے۔ اگر اپنے دلائل اور مضبوط حوالوں سے یہ ثابت کر گئے، تو اللہ کے حکم سے دیوبندیوں کا کوئی نام لینے والا بھی نہیں رہے گا۔ اور آپ کی من مانی مراد پوری ہوجائے گی۔

اور اگر آپ بھی ان کو حقیقت کی بجائے صرف اپنے اعلیٰ حضرت کی ''من موجیاں اور دل لگیاں'' سمجھتے ہیں، تو پھر.......! چلئے! ہم آپ کو زیادہ شرمسار نہیں کرتے۔ معاملہ اللہ اور آپ کے درمیان چھوڑ دیتے ہیں۔

یہ خانصاحبی من موجیاں ہیں

ویسے اعلیٰ حضرت کا مخالفوں کے خلاف یہ اور دوسرا سارا مواد پڑھنے کے بعد ہمارا اپنا پختہ یقین ہے، کہ یہ بریلوی مجدد کی قادیانی مجدد کی طرح من موجیاں اور دل لگیاں ہی تھیں۔ جن کی اس زمانے میں دھوم تھی۔ احمد رضا خان کے مزاج کی حدت اور گرمی کا خود ان کو بھی اقرار ہے، اور سوانح نگاروں کو بھی۔ ہمارے خیال میں اس گرمی آنے کے بعد ان پر ایک ہذیانی کیفیت طاری ہوجاتی تھی۔ جس میں خود اس کو بھی خبر نہیں ہوتی تھی، کہ وہ کیا کیا کس زبان میں لکھ گیا ہے۔ پورا لاشعور کھل کر سامنے آجاتا تھا۔ بعد میں واپس شعوری دنیا میں آنے کے بعد رجوع میں تو خانصاحبی مزاج آڑے آجاتا تھا، البتہ اس طرح اپنی تردید کردیتے تھے، کہ ''اس کے باوجود میں ان کو کافر نہیں کہتا''!

ایسے الزاموں پر بھی کفر کے فتوے نہیں دیتا

جیسے پوری گالیوں اور کفروں بھری کتاب سبحن السبوح لکھنے کے بعد، اس کی تلافی کی اس طرح کوشش کی، کہ آخر میں صہ ۹۰ پر لکھا، کہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ابھی تک ان کو مسلمان ہی جانتا ہوں۔ اگرچہ کہتا ہوں، کہ ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم ہے۔ اسی طرح الکوکب الشہابیہ میں بھی ستر کفر لگانے اور ان میں دوسرے سمائے ہوئے کفروں کی گنتی ریت

کے ذروں کی طرح ناممکن بتانے کے بعد بھی آخر میں صفحہ ۵۹-۶۰ پر لکھتے ہیں، کہ ''اگرچہ ان پر جمہور ائمہ کرام اور فقہائے اسلام کے نزدیک کفر لازم ہوگا، اور بلاشبہ وہ سب بہ اجماع ائمہ مرتد اور کافر ہیں، لیکن ہم احتیاط کرتے ہیں اور ان کے کفر سے زبان روکتے اور کف لسان اختیار کرتے ہیں۔''

مفتی کو ایسا اختیار حاصل ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے، کہ اتنے صریح کفر گنوانے کے بعد بھی کیا مفتی کو یہ اختیار ہوتا ہے، کہ وہ اس کو معاف کردے، اور کہے کہ چلو میاں! ہم نے تمہاری جان بخشی کردی، جاؤ ہم کو دعائیں دو! یہاں یہ بھی سادہ سوال اٹھتا ہے، کہ اللہ پاک کے لئے جتنے کفری الزام سبحن السبوح میں لگائے گئے ہیں اور جس قسم کی ایمانیات کے بنیادی ضروریات کا انکار الکوکب الشہابیہ میں دکھایا گیا ہے، اگر ان عقائد کے بعد بھی کفر کے فتوے میں کف لسان جائز ہوسکتا ہے، تو پڑھنے والے خود سوچیں، کہ عملی طور پر اس لفظ کا اسلامی فقہ کی لغت میں وجود ہونا بھی مناسب ہے۔ باقی کفر کس پر نافذ ہوگا! پھر الکوکب میں صفحہ ۶۰ کا یہ جملہ بھی دیکھیں، کہ ''اگرچہ ان کفریات کی وجہ سے جمہور فقہاء اور ائمہ کرام کا فتوے مرتد اور کافر ہوتا ہے۔ لیکن ہم احتیاط کرتے ہیں'' یہ من موجیاں اور دل لگیاں ہیں، یا ایک مفتی کا ذمہ دارانہ رویہ! یہ شریعت ہے یا خانصاحبی تماشے! اور پھر ان ہی تماشوں کو بریلوی محقق بھی اعلیٰ حضرت کے احتیاط کے مثالوں کے طور پر دلیل کر کے پیش کر رہے ہیں، کہ ''سبحان اللہ! مفتیانہ احتیاط تو دیکھیں''!

کاش کوئی بریلوی وضاحت کرے

خدا کرے کہ کوئی بریلوی محقق ایسا پیدا ہو، جو ان سب تماشوں پر پورے حقائق اور دلائل کے ساتھ روشنی ڈالے، کہ اعلیٰ حضرت نے واقعی یہ سب کچھ تو لکھا اور کہا، اور یہ سب تحریری ریکارڈ تو واقعی موجود ہے، لیکن وہ ان سب معاملات، اتنے اور ایسے الزامات اور کفری فتوؤں کے جاری کرنے میں اس طرح حق بہ جانب تھے، اور پھر اس نے جو احتیاط اور کف لسان کے دعوے کئے، اس میں بھی حق بہ جانب تھے، کیونکہ اسلامی فقہ اور فتوؤں کی تاریخ میں اس قسم کی یہ معتبر مانی ہوئی مثالیں ملتی ہیں، کہ اللہ پاک کے لئے بیوی، اولاد، زنا، لواطت جیسے

صفات لگانے والے پر بھی کفر کے حکم لگانے سے احتیاط کو بہتر سمجھا گیا۔

ایسے اور اتنے کفر پوری اسلامی تاریخ میں نہیں لگائے گئے

فی الحال تو دنیا جہاں کے سامنے زندہ کتابوں میں موجود تحریری رکارڈ ہر ایک کے سامنے یہی موجود ہے، کہ بریلی کے چودھویں صدی کے مجدد کا تجدیدی کارنامہ یہی ہے، کہ اس نے اتنے طبقوں، فرقوں اور انفرادی شخصیتوں پر اجتماعی اور انفرادی طور پر اتنے کفری فتوے جاری کئے، کہ ان کے ہم عمر خیرآبادی سلسلے کے جید عالم مولانا معین الدین اجمیری بھی اپنی تصنیف ''انوار المعین'' میں صفحہ ۳۷ پر یہ الفاظ لکھ ہی بیٹھے، کہ ''دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں بنایا ہوگا۔ جس قدر مسلمانوں کو اعلیٰ حضرت نے کافر بنایا''۔ جن کی تعداد تیرہ سو سال میں پوری مسلم دنیا کی تاریخ میں جاری کئے ہوئے فتوؤں کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ نظر آتی ہے۔

آیئے ان کا مکمل جائزہ لیں

الف۔ سید اسماعیل شہید پر کفری الزامات کی فہرست آپ نے دیکھی، اسی کے ساتھ یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہ کفریات ہر جگہ حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں، جن کو گننا دریاؤں کے پانی کو ناپنا، اور ریت کے ذروں کو گننے جیسا ناممکن کام ہے۔

ب۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں صفحہ ۱۹۷ پر وہابیوں کے جو ذلیل عقیدے بتائے گئے ہیں، ان کے لئے کوئی تمہید نہیں، کوئی عبارت اور کوئی دلیل نہیں۔ دوسرا بیان چلتے ہوئے، یکایک یہ مضمون شروع ہوگیا کہ ''وہابی ایسے کو خدا مانتا ہے، جو ..... اس میں کیا کیا آ گیا ہے، وہ پھر مڑ کر ہمارے دیئے ہوئے فوٹو اسٹیٹ صفحے پر پڑھ لیں۔ واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت کی اصطلاح میں وہابی شاہ اسماعیل شہیدؒ کے پیروؤں اور غیر مقلدوں کو کہا گیا ہے۔ اور ہمارے علم کے مطابق کہیں الگ ان کی عبارتوں کے حوالے سے ان پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا گیا۔

ج۔ اسی فتویٰ رضویہ جلد اول میں وہابی عقائد کے فوراً بعد صفحہ ۱۹۲ پر دیوبندی عقائد دیئے گئے ہیں، جو بھی آپ ایک بار پھر دیکھ لیں اور یہ نکتہ خصوصی طور پر ذہن میں رکھیں، کہ یہ سب کفری الزام اس دور کے ہیں، جب کہ ابھی دیوبندیوں کی وہ عبارتیں نہیں گھڑی گئی

تھیں، جن کو بعد میں حسام الحرمین کا نام دیا گیا۔ جس کی ہی بناء پر کروڑوں لوگوں کے لئے عام فتویٰ ہے، کہ ان چار علماء کو کافر اور مرتد نہ سمجھنے والے سب خود کافر اور مرتد ہو جائیں گے۔ ان کے نکاح ختم ہو جائیں گے۔ راتیں حرام اور اولاد ناجائز ہو جائے گی اور یہ عمل خود بہ خود قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ تفصیل آگے فصل گیارہ اور بارہ میں تفصیل سے آئے گی۔

د۔ سرسید اور اس کے متبعین کو اعلیٰ حضرت نے ''نیچری'' کا لقب دیا ہوا ہے۔ ان سب کو بھی اکثر دیوبندیوں کے ساتھ کفری فتوؤں میں نتھی کر کے رکھا ہوا ہے۔

ھ۔ رافضیوں پر کہیں الگ کسی عبارت یا عقیدے کے حوالے سے کوئی کفر کا فتویٰ ہمارے علم میں نہیں۔ لیکن آپ اگلی فصل میں دیکھیں گے، کہ اکثر فتوؤں میں ان کا نام بھی خود بہ خود شامل نظر آئے گا۔

و۔ اگلی فصل میں آپ دیکھیں گے، کہ سوال صرف کسی ایک شخص، یا عقیدہ یا عبارت کے بارے میں ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت نے جواب میں قادیانی، دیوبندی، وہابی، غیر مقلد، رافضی نیچری سب طبقوں کو ساتھ رگڑ لیا ہے۔

نوٹ: قادیانیوں کو مسلمانوں کے سب دوسرے سب طبقے بھی کافر کہتے اور مانتے ہیں۔ پھر بھی ان سب کو ہر معاملہ میں اکٹھے بیان کر کے سب کے لئے ایک جیسا فتویٰ دیتے رہنا، یہ خالص اعلیٰ حضرت طرز فتویٰ ہی ہے۔ جو ہر ایک سمجھدار کے لئے یقیناً قابلِ ندامت ہوگی۔

ایک ہی طبقے پر ۶۳۵ - اور دو ہزار پچیس کفر

ز۔ آگے چل کر ایک الگ فصل میں ہم دکھائیں گے، کہ اخیر سالوں میں خطبہ جمعہ کی اذان کے ایک فروعی مسئلہ پر اعلیٰ حضرت کا اپنے ہم مشرب، ہم مسلک، ہم مرشد بدایونی اور رامپوری علماء سے اختلاف پیدا ہوا، تو ان پر بھی ۶۳۵ اور دو ہزار پچیس کفری الزامات لگا ہی دیئے۔ اور وہ بھی اللہ اور رسول کے گستاخ کافر قرار پائے۔

یہ سب کچھ ان کی کتابوں میں پوری تفصیل سے موجود ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی طویل رکارڈ ہے، کہ اعلیٰ حضرت نے ان کفر کے فتوؤں میں جو زبان استعمال کی، اور الگ سے بیان بازی میں مخالفوں کے لئے جو زبان استعمال کی، اس کو پڑھ کر عام بازاری تو کیا، کئی مخصوص بازار

والوں اور والیوں نے بھی ان کو استاد ہی مانا ہوگا۔ جن میں سے کچھ مثالیں ہم آگے ایک الگ فصل میں دکھائیں گے۔

خود احمد رضا کیا کہتے ہیں

انسانی تہذیب وتمدن کے تحریری رکارڈ پر بدنما داغ دھبوں والے اس قسم کے وسیع رکارڈ کی موجودگی کے باوجود آج کل کے میڈیائی دور کی میڈیائی مہم میں کیا نقشہ پیش کیا جارہا ہے۔ آیئے تفصیلی حوالوں سے اس کا کچھ مطالعہ آپ بھی کریں۔ پہلے دیکھیں کہ خود احمد رضا کیا کہتے ہیں:۔

اوپر ہم نے خود اعلیٰ حضرت کی سبحٰن السبوح اور الکوکب الشہابیہ میں اپنی وضاحت دکھائی، کہ لکھا کہ اتنے اتنے کھلے کفروں جمہور اور فقہاء کے ہاں لازمی کفر کے باوجود ہم کافر نہیں کہیں گے محتاط رہیں گے اور کفِ لسان کریں گے۔ اس کو ضمیر کی کاٹ اور عذرِ گناہ بدتر از گناہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

اخیر میں جب آخر دور میں ان کفری فتوؤں پر نکتہ چینی بہت بڑھ گئی، اور ہر ایک عام و خاص کی زبان پر عام ہوگیا، کہ یہ تو مکفر المسلمین ہیں۔ ان کے ہاں تو ہر ایک کے لئے سوائے کفر کے اور کوئی بات ہے ہی نہیں۔ انہوں نے تو بریلی میں کفر کا توپ خانہ بنا رکھا ہے، جس سے ہر وقت کفر کی گولہ باری ہوتی رہتی ہے، تو ان ہی الفاظ کا حوالہ دے کر ۱۳۲۶ھ میں لکھی ہوئی کتاب ''تمہید الایمان'' میں صفحہ ۴۴ پر اس کی شکایت کرتے ہیں۔ لیکن وہیں بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ ایسا کہنے والوں کو جھوٹا مفتری کہہ کر صفحہ ۴۵ پر ان الفاظ میں برس پڑے کہ ''جھوٹے افتراء، وہ باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ اور جھوٹوں کے لئے اللہ پاک کی لعنت کی وعید ہے، اس مکرِ نحیف وکیدِ ضعیف کا فیصلہ کچھ دشوار نہیں۔ ان صاحبوں سے ثبوت مانگو، کہ یہ کہہ دیا، وہ کہہ دیا ہی فرما رہے ہو، کچھ ثبوت تو دکھاؤ کہ کہاں کہہ دیا؟ کس رسالے، کس فتوے، کس پرچے میں کہہ دیا ہے؟ ہاں ہاں ثبوت رکھتے ہو، تو وہ کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے۔ دکھاؤ، اور اگر نہیں دکھا سکتے، اور اللہ جانتا ہے کہ نہیں دکھا سکتے، تو قرآن کی تمہارے لئے یہ گواہی دیکھو، کہ فاذلم یاتوا باالشھدآء فاولئک عنداللہ ھم الکذبون. (جب ثبوت نہ لاسکیں، تو اللہ کے ہاں وہ جھوٹے ہیں)۔

گڑ کھا رہا ہے اور انکار کر رہا ہے

اب ایسے منہ کے پکے اور جھوٹ پر دلیر آدمی کو کوئی کیا کہے اور کیا کرے، جو کھلے طور پر اپنے ہاتھ میں گڑ کا بڑا ڈھیلا لئے بھی ہوئے ہے، آپ کے سامنے وہ منہ میں ڈال کر چبا بھی رہا ہے، اور یہ بھی کہتا جارہا ہے، کہ ''مجھے گڑ کبھی پسند نہیں۔ میں اس کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔ آپ کبھی ثابت نہیں کرسکیں گے کہ میں گڑ کھاتا ہوں''۔ جی جناب! واقعی یہ ثابت نہیں کیا جاسکے گا۔ سامنے بیٹھے ہوئے کالے کوے کو دکھلا کر کوئی کہے کہ دیکھا! میں نہ کہتا تھا، کہ کوے کا رنگ سفید ہے۔ وہ دیکھو اور تسلی کرلو۔ دیکھو کہ کیسا تاج محل کی طرح چمک رہا ہے! اب کوئی ایسے کو کیا اور کیسے کہے! خاموشی سے بھاگنے میں ہی عافیت سمجھے گا۔

تازہ میڈیائی مہم

ایک طرف ایسے دلائل اور دعوے تھے، تو دوسری طرف کفری فتوے بھی جاری تھے۔ [illegible]ت نئے لوگ ان کی زد میں آتے رہتے تھے۔ دیکھا دیکھی اپنے ہم مسلک بدایونی رامپوری علماء بھی کفر کی زد میں آگئے۔ سو فطری طور پر لوگ بحث کرنے کی بجائے دور ہوتے گئے، تا آنکہ نقشہ زیرو پوائنٹ تک پہنچا۔ لیکن آج کی تازہ احیاء نو کی مہم میں بھی زور اسی پر ہے، کہ یہ الزامات ہیں۔ حقیقت میں اعلیٰ حضرت کفر کے بارے میں بڑے محتاط تھے۔ صرف دو مثالیں دیکھیں!

تازہ ضخیم کتاب ''انوارِ رضا'' میں حیرت انگیز دفاع

۱۹۷۶ء میں احمد رضا پر لکھے اور پڑھے گئے مقالات کا مجموعہ ۷۷۵ صفحات کے ایک ضخیم کتاب کی شکل میں ''انوارِ رضا'' کے نام سے مرکزی مجلس رضا لاہور کے تعاون سے شائع ہوا۔ اس میں صفحہ ۱۳ پر ایک عنوان ہے ''تکفیر مسلمین میں بے باکی'' اس عنوان میں اس کو الزام کہہ کر لکھا گیا ہے کہ ''اس الزام میں ایک فیصد بھی سچائی نہیں۔ سچائی تو یہ ہے، کہ امام احمد رضا موجودہ صدی کے ایک انتہائی محتاط اور با اخلاص وجود کا نام ہے۔ شرعی فیصلے صادر کرنے میں امام احمد رضا جیسا محتاط فی الشریعہ ہم کو نظر نہیں آتا............ اس نے خود کسی کو کافر کہنے کے

بارے میں جواب دیا کہ ''اگر بطور سب وشتم کہا تو گنہگار ہوا، ورنہ خود کافر ہو جائے گا''۔ آگے صفحہ ۱۴-۱۵ پر ایسی ہی کچھ مثالیں مزید دے کر صفحہ ۱۵ اور پھر آگے صفحہ ۱۷ پر ''رضا مخالف مشن'' کے تحت ثابت کرتے ہیں، کہ امام برحق پر منظم اسکیم کے تحت جارحیت کی گئی، اور الزام پہ الزام لگائے گئے۔

یہی دلیل محقق مورخ ڈاکٹر مسعود کی کتاب ''فاضل بریلوی اور علمائے حجاز'' صفحہ ۴۴ پر ہے، جو بھی کہتے ہیں کہ ''حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت تکفیر کے معاملے میں بڑے محتاط تھے''۔ ان کی بھی دلیل یہی ہے کہ اعلیٰ حضرت خود کہتے ہیں، کہ میں نے بہت احتیاط کی ہے۔ وہی بات کہ جب خود کہہ رہا ہے کہ میں گڑ نہیں کھاتا، تو آپ کو پھر بھی کیوں اصرار ہے؟ آپ کو خود سوچنا چاہئے، کہ ضرور یہ گڑ نہیں ہوگا، آپ کو ہی کوئی غلط فہمی ہو رہی ہے۔

دیتے ہیں دھوکہ یہ بازیگر کھلا

انوار رضا کے اداریہ لکھنے والے نے صفحہ ۱۵ سے ۱۷ تک اتمامِ حجت اور ''احمد رضا دیار قدس میں'' کے عنوانات کے تحت مواد میں تو حد ہی کر دی ہے۔ جس کی جرأت شاید امریکی سی آئی اے والے بھی اس طرح نہ کریں! لکھتے ہیں کہ پانچ علماء غلام احمد قادیانی اور چار دیوبندی علماء نے کفری عبارتیں لکھیں۔ احمد رضا نے ان سے خط و کتابت کر کے رجوع کے لئے کہا۔ بار بار متنبہ کیا۔ لیکن حیف صد حیف! کہ انہوں نے احمد رضا کی اس مصلح جو مانہ جدوجہد کا ذرا بھی پاس نہیں کیا۔ آخرکار احمد رضا نے حرمین کا رخ کیا۔ وہاں پورے شرح و بسط کے ساتھ ان تمام کتابوں کو علماء مکہ و مدینہ کے حضور پیش کیا اور انہیں کئی ماہ ان عبارتوں کے سمجھنے اور شریعت کی کسوٹی پر پرکھنے کا موقعہ دیا۔ آخرکار ان اکابرینِ اسلام نے امام احمد رضا کے شرعی فیصلہ پہ مہر ثبت کر دی.......... علماء مکہ مدینہ نے ان پانچ علماء کے کفر کی تصدیق فرمائی اور یہاں تک لکھا، کہ اب حجت شرعیہ قائم ہونے کے بعد، اس اطلاع شرعی کے باوجود ان پانچوں کے کفر و عذاب میں جو شک کرے گا، وہ بھی کافر ہوگا...... اب بتایئے کیا حرمین شریفین میں بھی کفر ساز مشین نصب تھی؟ ...... انہوں نے رجوع نہیں کیا، توبہ تائب نہیں ہوئے، حالات کو جوں کا توں رکھ کر وہ پانچوں تو دنیا سے رخصت ہو گئے، مگر امت مسلمہ کو ایک نہ ختم ہونے والا فتنہ دے کر۔ (خلاصہ)

پھر صفحہ ۱۷ پر رضا مخالف مشن کے ابتدائیہ جملے یہ لکھتے ہیں، کہ ''چودھویں صدی کے ابتدائی دور میں مذہبی اختلافات کا مطالعہ کیجئے، تو آپ کو معلوم ہوگا، کہ ایک جانب عرب و عجم کی مسلمہ شخصیتیں ہیں، اور دوسری جانب صرف پانچ علماء (قادیانی اور چار دیوبندی)، اور ان کے چند مؤیدین۔ پھر صرف احمد رضا پر عصبیت کے گولے برسانا کہاں کا عدل ہے''۔ پھر اس کے ثبوت میں احمد رضا ہی کے اپنے احتیاط کے بارے میں لکھے ہوئے حوالوں میں سے کچھ حوالے دیتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ ''احمد رضا خان ایک ایسی مظلوم ذات کا نام ہے، جسے اہل دانش و بینش کی بزم سے دور پھینک دینے کی سازش کی جاتی رہی ہے''۔

اس جرأت کی داد دینی چاہئے

کتاب سے یہ معلوم نہیں ہوتا، کہ اس اداریہ کے لکھنے والا کون ہے، اور اس کو منظور کرنے والے ادارتی بورڈ کے صاحبان کون تھے۔ بہرحال ان کی اس جرأت کی داد دینی ہوگی، کہ حسام الحرمین کے ڈرامے کے بارے میں ستر سال بعد پہلی بار یہ تحریری جرأت کی، کہ علماء عرب کے سامنے ملزم علماء کی ایک ایک عبارت نہیں، بلکہ پورے شرح و بسط کے ساتھ ان علماء کی ان حوالہ جات والی مکمل کتابوں کو پیش کر کے، ان کو سمجھنے اور پرکھنے کے لئے کئی ماہ دیئے گئے، اور مکمل چھان بین کے بعد علماءِ حرمین نے ان پانچ علماء یعنی غلام احمد قادیانی اور چار دیوبندی اکابر کے کفر کی تصدیق کی۔ اور انہوں نے ہی یہاں تک بھی لکھا کہ ''اب حجتِ شرعیہ قائم ہونے کے بعد اس اطلاع شرعی کے باوجود ان پانچوں کے کفر و عذاب میں شک کرنے والا کافر ہوگا''۔ آج تک بریلوی علماء بھی صرف اس تشریح میں لگے ہوئے ہیں، کہ چند سطری عبارات ہی سہی، لیکن وہ اپنے مفہوم میں بالکل واضح کفریہ ہیں۔ چلئے ان کو آپ نے زبان دے دی۔ دوسرے یہ کہ علماءِ حرمین کی تصدیقات میں کہیں یہ الفاظ نہیں ہیں، جو آپ نے اب اس انکشاف میں بتائے ہیں کہ ''اب حجتِ شرعیہ......'' بلکہ اکثر کے یہ الفاظ ہیں، کہ ''اگر ملزموں نے یہ الفاظ لکھے ہیں، اگر ان کا یہ مفہوم ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے وغیرہ''۔ ہم کو معلوم نہیں کہ آئندہ یہ جرأت کب کریں گے، کہ ان کے ان الفاظ کو مٹا کر اپنی

طرف سے گھڑے ہوئے نئے الفاظ شامل کریں گے، اور یہ نیک کام کب ہونے کا پروگرام ہے۔ جب دیدہ دلیری یہاں تک لے آئی ہے، تو یہ کرنے میں بھی کیا مانع ہوگا، لیکن ابھی تک تو آپ کے اپنے ادارے بھی پرانی چند سطری الزامی عبارات، اور شرطیہ تصدیقات والی ہی حسام الحرمین چھاپ رہے ہیں۔

انوکھا دعویٰ - پورا عرب وعجم احمد رضا کے ساتھ تھا

اس اداریہ میں یہ بھی نیا انکشاف ہے، کہ صرف پانچ علماء نے کفریہ عبارتیں لکھیں۔ حالانکہ خود حسام الحرمین میں وہابیہ، مثالیہ، وہابیہ، .... امیر حسن، امیر احمد اور نذیر حسین دہلوی کے بھی نام ہیں۔ اداریہ میں "رضا مخالف مشن" کے تحت یہ بھی لکھا ہے کہ "عرب وعجم کی سب مسلمہ شخصیتیں ایک جانب تھیں اور دوسری طرف صرف پانچ علماء اور ان کے چند موید ین"۔ قارئین کرام چند مؤیدین کے لفظ پر غور کریں۔ "عرب وعجم کی سب مسلمہ شخصیتیں" میں بھی کتنا بڑا کھلا دھوکہ ہے! پورے عرب میں سے بھی صرف ٣٧ علماء نے تصدیق لکھی، وہ بھی اکثر شرطیہ الفاظ سے کہ اگر ایسا ہے تو...... پھر پورا عرب یہ ہی تو نہیں تھا۔ بقول ڈاکٹر مسعود کے اسی سفر میں حسام الحرمین کے ساتھ اعلیٰ حضرت نے اپنی علم غیب پر وہیں دو دن میں لکھی ہوئی کتاب الدولۃ المکیہ پیش کی، تو ٧٧ عرب علماء نے دھڑا دھڑ صدق دل سے تقریظیں لکھیں، یعنی اس سے دوگنی تعداد، پھر یہ پورا عرب کیسے ہوا۔ عجم کی طرف آئیں، تو اس میں بھی صرف برصغیر تو نہیں آتا۔ لیکن یہاں حال یہ ہے، کہ پورے برصغیر کے درجنوں علمی مراکز کے سینکڑوں علماء میں سے کسی ایک نے بھی اخیر تک حسام الحرمین پر تصدیق نہیں لکھی، حتیٰ کہ ڈاکٹر مسعود کے والد محترم مفتی مظہر اللہ دہلوی نے بھی انکار کیا۔ ایسے جان لیوا طعنے اور ایسی سبکی سے بچنے کے لئے اعلیٰ حضرت کی رحلت کے بھی چھ سال بعد حشمت علی خان نے "الصوارم الہندیہ" کا ڈرامہ رچایا۔ یہ سارا ذکر ہم آخر میں الگ فصل میں تفصیل سے کریں گے۔ ایسی کسمپرسی کے لئے بھی آج اسی سال بعد آپ یہ لکھیں کہ "عرب وعجم کی سب مانی ہوئی ہستیاں احمد رضا خان کے ساتھ تھیں، تو اس کے سوا کیا کہا جائے کہ "شرم تم کو مگر نہیں آتی"۔

تکفیری مہم اس سے کافی پہلے تھی

پھر یہ تاثر بھی کھلا دھوکہ ہی ہے، کہ جب اس قسم کی حجت شرعیہ قائم ہوگئی، تو اعلیٰ حضرت ان شخصیتوں کے خلاف تکفیری مہم کے لئے مجبور تھے، تاکہ شرعی حق ادائی ہوسکے۔ حقیقتوں کی دنیا یہ ہے، کہ بریلی کے اس مفتی نے دیوبندیوں کے خلاف یہ تکفیری مہم اس سے کم از کم پندرہ سال پہلے شروع کر رکھی تھی۔ جب وہ نہ چلی، تو اس میں زور بھرنے کے لئے حرمین شریفین کا رخ کیا، کہ وہاں کی مہریں تو بہر حال چلیں گی، یہ خود اس کا ہی حسام الحرمین میں بھی اظہار ہے، اور تمہید الایمان میں بھی، کہ لوگ مہریں چاہتے ہیں، تو ہم نے مہریں لگوادی ہیں۔

یہ مانے ہوئے میڈیائی حربے ہیں

بہر حال یہ صرف تعارفی تمہیدیں تھیں، جن کی غرض صرف دکھلانا تھا، کہ آج کل ١٩٧٠ میں شروع کی ہوئی احیاء نو کی مہم میں بریلوی یاروں نے بھی وہی طریقہ استعمال کرنا مناسب سمجھا ہے، جو آج کل کی مکر وفریب کی انتہا تک پہنچی ہوئی دنیا میں میڈیا کے ماہرین کا مانا ہوا اور منوایا ہوا اصول ہے، کہ اگر کوئی بھی جھوٹ یا جھوٹا سکہ چلانا ہے، تو خوب اعتماد کے ساتھ، مختلف ذریعوں سے، مسلسل اور بار بار کہتے رہو۔ یہ نہ سوچو کہ عقل اور حقیقتوں کی دنیا میں اس کی حیثیت کیا ہے، اور اس کا رد عمل کیا ہوگا۔ آخر کار سچ اس کے نیچے دب جائے گا اور آپ کی بات سچ کی جگہ لے لیگی، پوری سیاست اسی طرح میڈیا کے سہارے چل رہی ہے۔ اور کافی حد تک کامیابی سے چل رہی ہے۔

کاش! کہ یہ نہ ہوتا

لیکن ہم اور آپ اس بات پر جتنا افسوس کریں، وہ کم ہے، کہ کم از کم دین کے معاملے میں حق اور سچ ہی بنیاد ہوتا۔ وہی اول بھی رہتا اور وہی آخر بھی۔ وہی ظاہری بھی مقصد ہوتا، اور وہی باطن بھی۔ کیونکہ یہاں ذمہ داری صرف اُس کی طرف ہوتی ہے۔ جو دلوں کے بھید کو بھی جاننے والا ہے۔ اس پر مزید کیا کہا جائے۔ آیئے معاملہ روزِ جزا کے مالک پر چھوڑ کر آگے بڑھیں۔ اور یہ دیکھیں، کہ بریلویوں کے اس امام برحق اور مظلوم ذات مقدسہ نے کن کن پورے طبقوں پر، کن کن حقانی دلائل کی بنا پر، کس کس قسم کے الفاظ کے ساتھ کیسے اور کتنے کفر وارتداد کے فتوے صادر فرمائے۔

فصل ششم

صفحہ ۱۷۴-۲۰۳

کفری فتووں کے کچھ نمونے

سازش کے تحت، عام مروج اور مانوس لفظ ''بدعت'' کا ترجمہ ''بدمذہب'' -اور احادیث اور فقہ کی کتابوں میں اہلِ بدعت کے لئے سب وعیدوں اور حکموں کا سب مخالفوں پر عام اطلاق (لفظ بدمذہب کی آڑ میں شکار)۔

وہابی، دیوبندی، غیر مقلد، اہلِ قرآن، نیچری، رافضی، قادیانی سب ایک ہی قطار میں۔ سب کا ہر جگہ اکٹھے ذکر اور اکٹھے احکام۔

بدمذہب (اصل لفظ اہلِ بدعت) جہنمیوں کے کتے ہیں۔ ان کے ساتھ نکاح والی عورت جیسے کتے کے نیچے پچھی۔ نسب کی گالی کا عام استعمال۔ مخالف دینی کتابوں کو پیشاب سے بھی زیادہ ناپاک قرار دینا۔ بریلیوں کے علاوہ کوئی جماعت، طبقہ، اور فرقہ کفر سے نہ بچ سکے۔

فصل ششم

اعلیٰ حضرتی فتووں کے کچھ نمونے

قارئین کرام!

اس فصل میں ہم ان بے شمار فتووں میں سے نمونے کے طور پر کچھ فتوے پیش کریں گے، جن میں بریلوی اعلیٰ حضرت نے پورے طبقوں کے طبقوں کی کھلی تکفیر بھی کی ہے، اور جن میں ان کی انتہائی بے احتیاطی بھی نمایاں ہے، اور جن کی زبان اور لہجہ بھی اس قسم کا ہے، جس سے کھلی بے احتیاطی کے ساتھ ساتھ بہت کچھ اور بھی نمایاں نظر آرہا ہے، جن کے لئے مناسب الفاظ یا عنوان بھی پڑھنے والے اپنی سمجھ کے مطابق خود مقرر کریں۔ ''ہم اگر کچھ عرض کریں گے، تو شکایت ہوگی''۔

لفظ ''بدعت'' کے ترجمہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

لیکن اس سے پہلے ایک نکتہ کی وضاحت بہت ضروری لگتی ہے۔ وہ یہ کہ، بریلوی فتووں اور سوال و جواب، یا کئی جگہ بیانوں میں جہاں بھی لفظ ''بدمذہب یا بدمذہبی'' نظر آئے، وہاں اصل لفظ بدعت یا صاحب البدع، یا مبتدع ہوتا ہے، جس کا سب بریلویوں نے متفقہ طور پر یہ ترجمہ کیا ہوا، اور اس کو رواج دیا ہوا ہے۔ ہم کو یہاں اس فصل میں لفظ بدعت، اس کے مفہوم، شریعت میں اس کی اہمیت، اس کے برے اثرات، اس کی مذمت، اس پر وعیدیں وغیرہ پر کچھ نہیں کہنا۔ یہ ایک الگ فصل ہوگی۔ یہاں صرف یہ بتانا ہے، کہ اس کھلی دھاندلی میں بریلوی بہت مسائل اور فتوے ایسے بیان کر جاتے ہیں، جو کم از کم دیوبندیوں، وہابیوں اور اہل حدیث غیر مقلدوں پر قطعی لاگو ہوتے ہی نہیں۔ اور اگر ترجمہ میں بھی لفظ بدعت، یا بدعتی، یا صاحب بدعت استعمال ہو، تو پڑھنے والوں میں سے کئی کم پڑھے لکھے، بلکہ کئی بریلوی بھی اس فتوے یا بیان کے متعلق یہی کہیں گے، کہ یہ کم از کم دیوبندیوں اور غیر مقلدوں پر لاگو نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ان کو اور بہت کچھ کہا جا سکتا ہے، لیکن بدعتی نہیں۔

یہ کھلا دھوکہ ہے

اس لحاظ سے یہ ایک منظم تحریک اور غلط مقاصد کے لئے ایک منصوبہ نظر آتا ہے۔
کیونکہ کم از کم گذشتہ پوری صدی میں اردو یا سندھی میں شرعی تبلیغ اور احکام میں یہ لفظ بدعت اتنا عام اور ایسا عام فہم ہوکر استعمال ہوتا رہا ہے، جس سے ہر ایک کم پڑھا، بھی بہت اچھی طرح مانوس ہوچکا ہے، جیسے کئی دوسرے اصل عربی الفاظ ہیں، جن کے اب ترجمہ اور سندھی اردو لفظ کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی، مثلاً علم، عالم، عمل، عامل، لفظ، عقیدہ، سنت، حدیث، فقہ، فقیہ، تفسیر، تبلیغ، حکم، حاکم، حق، حقیقت، صدق، صادق، فضائل، فضیلت، وعدہ، وعید، فرض، قرض، مرض، نور، جنت، جہنم، وغیرہ وغیرہ۔
ایسے ہی فارسی انگریزی کے سینکڑوں الفاظ ایسے عام ہوگئے ہیں، کہ کوئی ان کے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ تو صرف لفظ بدعت اور بدعتی کی ہر جگہ پر ایسے ترجمہ کے لفظ کی ضرورت کیوں؟ جب کہ ترجمہ والا لفظ یعنی ''بدمذہب'' کا تلفظ بھی اس سے بھدا ہی ہے اور سمجھنے میں بھی زیادہ مشکل ہے۔ پھر یہ لفظ بدعت کا صحیح ترجمہ بھی نہیں، کیونکہ اس سے اصل لفظ کے مفہوم کی ترجمانی نہیں ہوتی۔ کہاں بدعت کا مفہوم اور کہاں بدمذہبی! ظاہر ہے کہ یہ ذہن کو دوسری طرف الجھا کر اپنا شکار کھیلنے، یا اپنا مقصد نکالنے کی کوشش اور کھلی بددیانتی ہے۔

اس کی بدترین مثال

اب اصل نکتہ پر آیئے۔ ہم کو یہاں پہلے نمبر پر بریلوی فتووں کا جو نمونہ دکھانا ہے، وہ بھی اسی لفظ کے اس ترجمہ کی آڑ میں بڑا شکار کھیلا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں، کہ اس طرح:
اعلیٰ حضرت کی کتاب عرفان شریعت مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد میں صفحہ ۵۰ سے ۵۵ تک طویل سوال ہے، جس میں سائل مولوی ضیاء الدین نے آٹھ ایسی حدیثیں اور معتبر قول دیئے ہیں، جن میں بدعتی لوگوں کے لئے وعیدیں ہیں، کہ ان کے ساتھ میل جول نہ رکھو، ان سے دور رہو کہ کہیں تمہیں بھٹکا نہ دیں، ان سے سلام کلام نہ کرو، آتا دیکھ کر راستہ چھوڑ دو، ان سے بغض رکھو۔ ان کے جنازے میں شرکت سے بچو، دعوت قبول نہ کرو، وغیرہ وغیرہ۔
ان دس کے دس میں اصل عربی عبارات میں لفظ صاحب بدعۃ، مبتدع، اصحاب البدع ہے

اور ہر جگہ اس کا ترجمہ بدمذہب ہی لکھا ہے۔ مثلاً ان دس میں سے آخر کے چار کا پورا اصل عربی الفاظ کے ساتھ حوالہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں:- صفحہ ۵۱ پر نمبر ۷ کے حوالہ میں ابن عساکر سے حدیث کے الفاظ ہیں کہ ''اذا رأیتم صاحب بدعۃ ...'' ترجمہ: ''جب کسی بدمذہب کو دیکھو، تو ان میں سے کوئی پل صراط سے نہیں گذر پائے گا، بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر آگ میں گر پڑیں گے۔ جیسے ٹڈی اور مکھیاں گرتی ہیں''۔ نمبر ۸ پر طبرانی کی حدیث کے الفاظ یہ دیئے ہیں کہ ''من وقر صاحب بدعۃ ......'' یعنی ''جس نے کسی بدمذہب کی توقیر (عزت) کی، اس نے اسلام کو ڈھانے پر مدد دی۔ اسی حدیث کے انہیں الفاظ کے لئے ابونعیم کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اور پھر لکھتے ہیں کہ ایسی اور بھی کئی احادیث ہیں۔
پھر نمبر ۹ میں اہل سنت کی عقائد کی مشہور کتاب شرح المقاصد کی اس عبارت کا حوالہ دیتے ہیں کہ ''ان حکم المبتدع البغض والاہانۃ والرد والطرد'' ترجمہ میں لکھتے ہیں، کہ ''عقائد کی کتابوں مثلاً شرح مقاصد وغیرہ علماء عقائد میں لکھتے ہیں کہ ''بدمذہب کے لئے حکم اس سے بغض رکھنا، اسے ذلت دینا، اس کا رد کرنا، اور اس سے دور بھاگنا ہے''۔ پھر نمبر ۱۰ پر سیدنا جیلانی کی کتاب غنیۃ الطالبین کی عبارت نقل کرتے ہیں کہ مشہور ولی اللہ فضیل بن عیاض کا قول ہے، کہ ''من احب صاحب بدعۃ احبط اللہ عملہ ......'' جس کا ترجمہ یہ لکھتے ہیں کہ ''جو کسی بدمذہب سے محبت رکھے، اس کے عمل حبط (ضائع) ہوجاتے ہیں۔ اور ایمان کا نور اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے لئے یہ جانتا ہے کہ وہ بدمذہب سے بغض رکھتا ہے، تو مجھے امید ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا، اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہوں، جب کسی بدمذہب کو راہ میں آتا دیکھو، تو تم دوسری راہ لو''۔

ان بدعتیوں کے اوپر یہ حکم لگیں گے

ان دس حوالوں کے بعد سائل صفحہ ۵۲ پر پوچھتا ہے کہ ''جب شرح مطہرہ نے ایسے لوگوں سے اس درجہ نفرت دلائی، تو کیا مسلمان کا مذہبی فریضہ نہیں کہ ان کو مساجد میں آنے سے روکیں، اور ان سے ہر قسم کا تعلق توڑ دیں، خصوصاً جس شخص کو مسلمان اہم شخصیت اور اثر والا سمجھتے ہیں، مثلاً عالم ہونے یا پیر ہونے یا دنیوی رتبہ رکھنے کی وجہ سے: ایسے با اثر

شخص کے لئے یہ ضروری نہیں، کہ ایسے بدمذہبوں کو مسجدوں میں داخل ہونے سے روکے، اور عام مسلمانوں کو ان کے ساتھ میل جول سے روکے۔ پھر یہ سب جان کر جو شخص ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھے اور ان باتوں کو مولویوں کے جھگڑے کہہ کر ہلکا سمجھے، تو کیا وہ بھی انہیں میں نہیں گنا جائے گا؟

اس تفصیل کے بعد صفحہ ۵۳ سے ۵۵ تک پھر اکابر علماء دیوبند کے لئے حسام الحرمین کا حوالہ دے کر اعلیٰ حضرت سے تفصیلی جواب کی گذارش کی ہے۔

اصل لفظ بدعت ہو، تو آپ کیا سمجھیں گے

اعلیٰ حضرتی جواب سے پہلے ہم یہاں قارئین کرام اور عام بریلوی علماء اور عوام کی خدمت میں عرض کریں گے، کہ اگر ان آٹھ حدیثوں اور دو اقوال میں ترجمہ والے غلط لفظ بدمذہب کی بجائے عربی کا اصل لفظ یعنی بدعتی استعمال کیا جائے، تو کیا ان کا ذہن اس طرف جا بھی سکے گا، کہ یہ بات دیوبندیوں کی طرف جا رہی ہے؟ بلکہ ہمیں یقین ہے کہ کوئی بریلوی بھی سنے گا یا پڑھے گا، تو فوراً اس طرف جائے گا، کہ کسی دیوبندی وہابی نے بریلویوں پر الزام لگانے کے لئے، کہیں سے یہ الزام حدیثوں کے نام پر گھڑ لئے ہیں۔ یا یہ کہے گا، کہ بریلویوں پر یہ حدیثیں لاگو کر کے، دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ کیونکہ اس کو بھی معلوم ہے، کہ آج کل عرف عام میں لفظ بدعت اور بدعتی کا استعمال کس پر ہو رہا ہے، اور وہابی کا کس پر۔

الٹا چور نے کوتوال کو ڈانٹ پلادی

لیکن لفظ بدعت کی بجائے اس کے نئے ترجمے "بدمذہبی" کی آڑ میں سوال کرنے والا بریلوی بھی الٹے یہ سب الزام دیوبندیوں کی طرف منسوب کر گیا۔ اور بریلی کے اعلیٰ حضرت نے بھی یہ طویل سوال پڑھ کر، جواب میں دیوبندیوں کو ہی نشانہ بنایا، اول تو خوب نقد کیا اور حسام الحرمین کا حوالہ دہرایا، اور پھر ان سب دس حوالوں میں اہل بدعت کے لئے وعیدیں سنائی گئی ہیں، وہ وعیدوں کی شکل میں نہیں، بلکہ ان میں اپنی طرف سے حرام اور کفر کے لفظ ملا کر، وہ باقاعدہ ایک شرعی حکم یا فتوے کی صورت میں (دیوبندیوں پر) نافذ کر دیئے۔

ان کی رو سے (دیوبندیوں پر) یہ حکم نافذ ہوں گے

یہ شرعی حکم صفحہ ۵۷-۵۸ پر ان الفاظ میں نافذ کئے گئے ہیں:-

"بلاشبہ ان سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور رکھنا، اس سے بغض رکھنا، اس کی اہانت کرنا، اس کا رد کرنا فرض ہے، اور ان کی توقیر (عزت و احترام کرنا) حرام اور اسلام کو ڈھانا ہے، اسے سلام کرنا حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کے ساتھ کھانا پینا حرام، اس کے ساتھ شادی بیاہ حرام، اور قربت زنائے خالص، بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت، اسے مسلمان کا غسل کفن دینا حرام، اس کا جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر، اس کے جنازے کو کندھا دینا، اس کے جنازے میں شرکت حرام، اس کے جنازے کو مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کے لئے دعائے مغفرت حرام، ایصال ثواب حرام بلکہ کفر، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

بااثر لوگ ان کا مسجد میں داخلہ بند کرائیں

آگے یہ بھی قطعی حکم کی شکل میں کہتے ہیں۔ کہ مساجد میں ان کا کوئی حق نہیں۔ کیونکہ حکم ہے کہ ایسے کے ساتھ نماز نہ پڑھو، تو ان کے صف میں کھڑے ہونے سے صف قطع ہو جائے گی، کیونکہ (جیسے) غیر نمازی حائل ہو گیا اور قطع صف حرام ہے۔ پھر آگے یہ بھی حکم ہے، کہ مسلمانوں میں جو بھی بااثر شخص ان کو روکنے کی پہنچ رکھتا ہو، اس پر فرض ہے کہ ان کو مسجد میں آنے سے روکے۔ اور اپنے زیر اثر مسلمانوں کو نرمی و تفہیم سے، اور اگر ضرورت ہو تو سختی اور جبر سے ان سے میل جول رکھنے سے روکے۔ آگے یہ بھی قطعی حکم ہے، کہ جو ان کے خیالات و حالات معلوم ہونے پر انہیں عالم سمجھے، یا امامت کے لائق سمجھ کر ان کے پیچھے نماز پڑھے، وہ بھی انہیں کی طرح کافر اور مرتد ہے۔

یہ بھی حکم ہے، کہ ہر موذی کو مسجد سے نکالنا بشرط استطاعت واجب ہے، اگرچہ وہ صرف زبان سے ایذا دیتا ہو، خصوصاً وہ جن کی ایذا مسلمانوں میں بدمذہبی (بدعت) پھیلانا ہو۔

فتویٰ کے آخری الفاظ ہیں، کہ (ان احکام کی) سند میں وہی احادیث اور روایتیں کافی ہیں، جو سائل نے بیان کی ہیں۔ یعنی ان احادیث ہی سے یہ حکم نکلتے ہیں، جن کو ہم نے بیان

کیا ہے۔ (اور دکھایا ہے، کہ ان میں اہل بدعت کے لئے یہ وعید ہیں)۔

ایک اہم نکتہ، وعید اور حکم میں فرق

یہاں ہم یہ نکتہ قارئین کرام کے سامنے رکھ دیں، کہ علماء اور فقہاء کا اس پر تقریباً اجماع ہے، کہ مختلف احادیث میں مختلف کاموں اور عادات اور اخلاق کے بارے میں جو وعیدیں اور مذمتیں آئی ہوئی ہیں، ان سے وہ حکم نافذ نہیں ہوتے، بلکہ وہ ان کاموں کی برائی کی اہمیت بتانے کے لئے ہیں۔ مثلاً ان دس روایات سے کہیں زیادہ سند والی صحیح احادیث میں ہے، کہ ''جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی، اس نے البتہ تحقیق کفر کیا'' اس حدیث میں بے نمازی کے کفر کے لئے ''فقد کفر'' کا بھی لفظ ہے، یعنی البتہ تحقیق کفر کیا۔ لیکن اس کی عام مانی ہوئی تشریح ہے، کہ ایسے مسلمان کے لئے کفر کا حکم لگا کر، کافروں کی لسٹ میں شمار کرکے کفر والے حکم نافذ نہیں کئے جائیں گے، بلکہ یہ الفاظ نماز کی اہمیت، اور اس کو چھوڑنے کی مذمت اور وعید کے لئے ہیں۔ بریلوی حضرات بھی اسی تشریح پر عمل کرتے ہیں۔ اور نماز چھوڑنے پر کفر کا حکم نہیں لگاتے۔ تو پھر بدعت کے لئے ان سب وعیدوں کو ان کے اعلیٰ حضرت نے باقاعدہ حکم کی شکل دے کر، ہر ایک کے لئے حرام، اور حرام و کفر کا حکم اور کھلا فتویٰ کیسے دیدیا؟

خود عام بریلویوں کی سوچنے کی باتیں

عام بریلوی کے لئے بھی اس فتوے میں بہت کچھ سوچنے کی باتیں ہیں۔ آخر اس فتوے کے بعد باقی رہ ہی کیا گیا ہے۔ ہمارے علم میں شعب ابی طالب کے واقعہ میں مکہ شریف کے کفار نے حضور کریم ﷺ اور مسلمانوں سے جو عام قطع تعلق کیا تھا، اس کے علاوہ اسلامی تاریخ تو کیا، پوری انسانی تاریخ میں بھی کسی مقاطعہ کی ایسی مثال نہیں۔ اس فتوے کے جملہ پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر عملی حقیقتوں کی دنیا پر نظر ڈالی جائے گی، تو بڑے بڑے بریلوی علماء بلکہ اعلیٰ حضرت کے ساتھی بھی اعلیٰ حضرتی دربار سے حرام کاموں اور کفر کی خلعت سے نوازے ہوئے نظر آئیں گے۔ عوام کی تو بڑی تعداد اس میں عملی طور پر روزانہ ملوث ہی نظر آئے گی۔ آج کے بریلوی علماء اور اصل سے ناوقف اور اپنے کو محبتی کہلانے کے شوق میں بریلوی کہلانے کے شوقین اس فتوے کے لفظ لفظ پر پھر غور کریں، کہ اعلیٰ حضرتی بریلویت پر عمل

ان کے لئے ممکن بھی ہو سکتا ہے؟ یہ کٹھن کی بیخیں وہ پکا سکیں گے؟!

کیا کبھی اس پر مکمل عمل ہوا بھی ہے، یا ہو بھی سکتا ہے، آج بھی کوئی بریلوی عالم بھی اس پر عمل پیرا نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کو کفر کے فتوے میں محتاط ترین شخصیت قرار دینے والے بھی اپنے اعلیٰ حضرت کے احتیاط کا یہ نمونہ مدنظر رکھیں۔ یہی سوال و جواب فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں بھی صفحہ ۱۰۲ سے ۱۰۹ تک دہرایا گیا ہے۔ اس میں اس کی تاریخ بھی ۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ، یعنی وصال سے ایک سال پہلے کی ہے۔

بدعتی جہنم کے کتے ہیں

ان سے نکاح والی عورت جیسے کتے کے نیچے بچھی

قارئین کرام یقین کریں، کہ اس فتوے کا حوالہ دیتے ہوئے ہمارا کلیجہ اور ہاتھ دونوں کانپ رہے ہیں، لیکن اعلیٰ حضرتی احتیاطی فتوے کو دکھانا تو ہے ہی، جس میں تہذیبی دنیا کی یہ بدترین گالی صاف لفظوں میں ایک نہیں، دو جگہ پورے تفصیل اور دلائل سے تحریری طور پر آج کل بھی چھپ رہی ہے! اور سب بریلویوں نے مکمل خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے، کہ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے عادت کے مطابق ایک فتوے میں بغیر کسی حوالے کے دو عدد حدیثیں پیش کی ہے، جن کے الفاظ اور ترجمہ ان کے مطابق یہ ہے:

۱- ''اصحاب البدع کلاب اہل النار'' یعنی بدمذہبی والے (اصل لفظ بدعتی) جہنمیوں کے کتے ہیں۔ ۲- اہل البدع شرار الخلق والخلیقۃ'' یعنی بدمذہب لوگ سب آدمیوں اور سب جانوروں سے بدتر ہیں''۔ قارئین کرام پھر دیکھیں، کہ دونوں حدیثوں میں اصل الفاظ بدعت ہیں اور ترجمہ بدمذہب ہے یہ دونوں حدیثیں کیوں بیان ہوئیں آیئے پورے مسئلہ کا جائزہ لیں۔

بے گناہ مسلم عورتوں کے لئے کتے کے نیچے بچھنے کی غلیظ ترین گالی

بریلوی اعلیٰ حضرت نے ۱۳۱۶ھ میں ایک مختصر سوال کے جواب میں ایک پورا رسالہ لکھ ڈالا، جس کا نام ''ازالۃ العار'' رکھا۔ اس کی بنیاد صرف ایک مختصر سا سوال تھا کہ ''ایک عورت

سُنیہ حنفیہ جس کا باپ بھی سُنی حنفی ہے، اس کا نکاح ایک غیر مقلد وہابی سے جائز ہے یا نہیں''۔ (بریلوی اصطلاح میں سنی حنفی کا مطلب بریلوی ہوتا ہے) ان دو جملوں کا جواب بھی بہت مختصر ہوسکتا تھا۔ لیکن کسی سوال میں دیوبندی یا اہل حدیث کے متعلق سوال یا ذکر ہو، اور احمد رضا خان گالیوں کا موقع جانے دے، یہ کیسے ممکن تھا۔ نتیجہ کیا ہوا، اٹھائیس صفحہ کا جواب اور الگ رسالہ بن گیا جو ''ازالۃ العار'' کے نام سے شائع ہوا، اس میں بات چلتے چلتے انسانی تہذیب، ثقافت کی بدترین تحریری گالی تک پہنچ گئی۔ صفحہ ۲۲ پر دلیل نمبر۶ کے تحت لکھتے ہیں، کہ ''اللہ بھی حق بات کرنے اور اس کے بارے میں مثال دیتے نہیں شرماتا، اور ارشاد ہے ''ان اللہ لا یستحیی من الحق'' اور ہمارے لئے بھی یہ مثال دینا بُرا نہیں؛ کہ جو عورت کسی بدمذہب (بدعتی) کی جورو بنی، وہ ایسی ہے، جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی۔ کیا کسی کو پسند ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے...... باقی اتنا معلوم کرنا رہا، کہ بدمذہب (بدعتی) کتا ہے یا نہیں؟ ہاں ضرور ہے، بلکہ کتے سے بھی بدتر اور ناپاک ہے...... حضور کریم کا ارشاد مبارک ہے ''اصحاب البدع کلاب اہل النار...... بدمذہبی والے جہنمیوں کے کتے ہیں...... دوسری حدیث میں آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''اہل البدع شرار الخلق والخلیقۃ'' بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔ لاجرم (اس) حدیث میں ان کی مناکحت سے منع فرمائی''۔

یہ کچرہ اس طرح حدیثوں سے ثابت کیا گیا

لیجئے اعلیٰ حضرت نے حدیث سے ایسے نکاح کی ممانعت بھی ثابت کردی، اس دلیل پر کہ جب اہل البدع شرار الخلق والخلیقۃ ہیں، اور اعلیٰ حضرتی فتووں کی رو سے غیر مقلد، وہابی (اور دیوبندی رافضی، نیچری بھی) اہل البدع ہیں، تو ایسی بدترین مخلوق سے نکاح ممنوع ہی ہوجائے گا۔ لہٰذا حدیث سے ثابت ہوگیا، کہ یہ نکاح نکاح نہیں ہوا اور لاجرم ممنوع ہوا۔

باقی رہا، ایسی منکوحہ (اور یقیناً پاکباز معصوم) عورت کے لئے یہ مثال، کہ وہ نکاح کے بعد بھی درحقیقت ایسی ہی ہوگی، جیسے کسی کتے کے نیچے بچھی اور اس کے تصرف میں آئی، تو اس کے لئے بھی دلیل میں حدیث ہی ہے، (جو کم از کم ہم نے پہلے کبھی نہیں سنی) کہ ''اصحاب البدع کلاب اہل النار'' اصحاب البدع (یعنی بریلوی ترجمہ کے مطابق بدمذہب) جہنم

کے کتے ہیں۔ جب اعلیٰ حضرت غیر مقلدوں کو ''اصحاب البدع'' مانتے ہیں، تو ثابت ہوا کہ وہ جہنمیوں کے بھی کتے ہوئے۔ جب وہ کتے ہیں، تو جو عورت ان کے تصرف میں اگرچہ نکاح کے مقدس رشتے کے نام پر ہی آئی، پر ہوئی تو کتے کے ہی نیچے۔ لہٰذا یہ بھی حدیث سے ہی ثابت ہوا۔

یہ کچرا کہاں بھی جاسکتا ہے

بریلوی حضرات کے لئے بھی یہ خوش ہونے یا نظر انداز کرنے جیسی بات ہرگز نہیں۔ ان کو سوچنا چاہئے، کہ خدانخواستہ کہیں کسی محفل میں یا علمی دنیا کے کسی مقدمہ میں وہ یہ مقدمہ ہار گئے (جو حقیقت میں وہ ہارے ہی ہوئے ہیں)، کہ بریلویوں کی طرف سے غیر مقلد، وہابی، رافضی، دیوبندی، نیچری، .... کے لئے لفظ اہل البدع، یا اصحاب البدع، یا مبتدع کا استعمال قطعی غلط، دھاندلی اور علمی بددیانتی ہے، اور اس کا مانا ہوا تیرہ سو سالہ مطلب دوسری طرف ہے، تو یہی دلیل اور اس کی یہ گندگی کہاں کہاں تک پہنچے گی، اور کون کون کس کس طرح [illegible] انہیں گے، اور اس مثال دینے والے کو کیا کیا کہنا پڑے گا۔ اور یہ غلاظت کن کن کے دماغ [illegible] ف کرے گی!

ہم بریلوی نہیں، اس لئے تہذیب ہمیں اس سے زیادہ اشارہ کے الفاظ میں بھی بولنے کی اجازت نہیں دے رہی۔ اس لئے مزید معاملہ ہم قارئین کرام پر چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔

عکس دیکھ کر تو یقین کریں

قارئین کرام کی تسلی کے لئے ہم اصل کتاب ''ازالۃ العار'' کے اصل صفحات کے عکس [illegible] رہے ہیں، تاکہ ان کو خود بھی یقین آئے، کہ دین کے ایک عالم کے ذہن میں اس قسم کی [illegible] ال آ بھی سکتی ہے، اور وہ اس کو باقاعدہ تحریر میں بھی لے آتا ہے۔ اور تحریر میں مزید زور [illegible] کے لئے، مزید دلائل اور حجتیں پیش کرسکتا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسی رذیل ترین گالی [illegible] جو آج تک تحریر میں تو کبھی نہیں آئی، چاہے وہ فحش لٹریچر ہو، لیکن شاید ہی فحش بازی کی [illegible]، یا فاحش بازاروں میں بھی کسی نے کسی کو زبانی ہی کہی، ہو کہ تمہاری بیٹی یا بہن رات کو [illegible] نیچے بچھتی ہے۔ یہی فتویٰ انہیں الفاظ میں اعلیٰ حضرت کی دوسری کتاب، فتاویٰ افریقہ [illegible] صفحہ ۱۱۸ پر سوال نمبر ۸ میں دہرائی گئی ہے۔

ایک باب وضع کیا الترہیب من قوله لفاسق او مبتدع یا سیدی ونحوہ
من الکلمات الدالة علی التعظیم یعنی ان حدیثوں کا بیان جنمیں کسی فاسق یا بدمذہب
کو اے میرے سردار یا کوئی کلمہ تعظیم کہنے سے ڈرایا گیا ہے اور اسی باب میں یہی
حدیث انہیں روایات ابی داود و نسائی و حاکم سے ذکر فرمائی جب صرف
زبان سے اے سردار کہہ دینا باعث غضب رب جل جلالہ ہے تو حقیقۃً سردار
مالک بنا لینا کس قدر سخت موجب غضب ہوگا والعیاذ باللہ رب العلمین دلیل
ششم یا ایها الناس ضرب مثل فاستمعوا له اے لوگو ایک مثل کہی گئی ہے
کان لگا کر سنو ان اللہ لا یستحیی من الحق بیشک اللہ عزوجل حق بات فرمانے میں
نہیں شرماتا ایحب احدکم ان تکون کریمته فراش کلب فکرهتموه کیا تم میں
کسی کو پسند آتا ہے کہ اسکی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے تم اسے بہت برا جانو گے
رب جل و علا نے غیبت کا حرام ہونا اسی طرز بلیغ سے ادا فرمایا ایحب احدکم ان
یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه کیا تم میں کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مرے بھائی کا
گوشت کھائے تو یہ تمہیں برا لگا سنیو سنیو اگر سنی ہو تو گوش ہوش سے سنیو لیس لنا مثل السوء
التی صارت فراش مبتدع کالتی کانت فراشا لکلب ہمارے لیے بری مثل نہیں جو عورت
کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی رسول
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کوئی چیز دیکر پھیر لینے کا ناجائز ہونا اسی وجہ سے بیان فرمایا العائد
فی هبته کالکلب یعود فی قیئه لیس لنا مثل السوء اپنی دی ہوئی چیز پھیرنیوالا ایسا ہے جیسے
کتا قے کرکے اوسے پھر کھا لیتا ہے ہمارے لیے بری مثل نہیں۔ اب آپ نے معلوم کر
لیا کہ بدمذہب کتنا برا ہے نہیں۔ ہاں بدتر ہے بلکہ کتے سے بھی بدتر و ناپاک تر کہ

کتا فاسق نہیں اور یہ اصل دین و مذہب میں فاسق ہے کتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب
شدید کا مستحق ہے میری نہ مانو سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حدیث مانو
ابو حاتم خزاعی اپنے جزء حدیثی میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحاب البدع کلاب اهل النار بدمذہبی
والے جہنمیوں کے کتے ہیں امام دارقطنی کی روایت یوں ہے حدثنا القاضی الحسین بن اسمعیل
ثنا محمد بن عبد اللہ المخرمی ثنا اسمعیل بن ابان ثنا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن
ابی امامة رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم اهل البدع کلاب اهل النار یعنی
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں ابو نعیم حلیہ میں
انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں
اهل البدع شر الخلق والخلیقة بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر سب جانوروں سے بدتر ہیں
علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا الخلق الناس والخلیقة البهائم لاجرم حدیث
میں انکی مناکحت سے ممانعت فرمائی عقیلی و ابن حبان حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تجالسوهم
ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو انکے ساتھ پانی نہ پیو کھانا
نہ کھاؤ انسے شادی بیاہ نہ کرو دلیل ہفتم کتابیہ سے نکاح کا جواز یعنی عدم ممانعت و عدم
گناہ صرف کتابیہ ذمیہ میں ہے جو مطیع الاسلام ہو کر دار الاسلام میں مسلمانوں کے
زیر حکومت رہتی ہو وہ بھی خالی از کراہت نہیں بلکہ بے ضرورت مکروہ ہے فتح
القدیر وغیرہ میں فرمایا الاولی ان لا یفعل ولا یاکل ذبیحتهم الا للضرورۃ مگر کتابیہ
حربیہ سے نکاح یعنی مذکور جائز نہیں بلکہ عند التحقیق ممنوع و گناہ ہے علمائے کرام نے وجہ ممانعت اندیشہ فتنہ

بدمذہب دوزخیوں کے کتے ہیں

انسانی تہذیبی حد بندیاں

یہ بہت سیدھا سادہ عام فہم نکتہ ہے، کہ انسانی تہذیبی حد بندیاں ہی انسان اور حیوان کی تمیز قائم کرتی ہیں، انسانی تہذیبی دنیا میں کئی ایسی ٹھوس حقیقتیں ہیں، جن کے صرف دماغ یا سوچ میں آجانے پر بھی انسان خود ہی تڑپ اٹھتا ہے، کہ یہ میں کہاں کیسے گر گیا۔ یہ بات میرے ذہن میں کیسے اور کیوں آئی؟ بلکہ کئی غیر معیاری بازاری لوگ بھی کئی تصورات اور خوابوں پر بھی تڑپ اٹھتے ہیں۔ تہذیبی دنیا میں تو ایک رواجی غیرت مند انسان بھی کسی غیر قوم کے لئے بھی یہ دفاعی الفاظ کہہ کر فخر لیتا ہے، کہ میاں! خود ماں بہن بیٹیوں والا ہو کر تم نے یہ بات کیسے کرلی! لیکن بریلوی اعلیٰ حضرت اپنی ہی قوم کی بہنوں، بیٹیوں کے لئے یہ سب کچھ پوری تفصیل اور دلائل سے دوبار کہنے سے کچھ بھی نہ گھبرائے، نہ شرمائے!

کسی بھی مذہب کے تحت ازدواجی رشتہ مقدس ہوتا ہے

مذہبی اور معاشرتی لحاظ سے بھی یہ مانی ہوئی حقیقت ہے، کہ کسی بھی مذہب یا رسم و رواج کے تحت جب مرد و عورت میں ازدواجی رشتہ قائم کیا جاتا ہے، تو اس کو صحیح اور اولاد و نسب کو صحیح مانا جاتا رہا ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت اور اس کی ذریت کے ہاں ولد الزنا کا لفظ ثانی پیالے کی طرح استعمال ہوتا ہے۔ ادھر دیکھیں کہ انسانی تہذیبی دنیا میں ایک جوڑے کے ناجائز تعلق پر، حتیٰ کہ ایک رنڈی کے لئے بھی یہ لفظ مناسب نہیں سمجھا جاتا، کہ کتے کے نیچے بچھی ہوئی ہے۔ جو لفظ اس نام نہاد دینی عالم نے نہ صرف استعمال کیا، بلکہ یہ بھی لکھا، کہ ہمیں اس مثال سے کوئی حیا نہیں آتی۔ کیونکہ اللہ نے بھی فرمایا ہے، کہ اللہ حق بات کے کہنے میں حیا نہیں کرتا۔ اور خود قرآن میں مثال دی ہے کہ غیبت کرکے گویا تم مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاتے ہو۔ اور دو حدیثوں کا بھی حوالہ دے کر اپنی ذہنیت کو دینی حکم کا درجہ دے دیا۔ کسی بریلوی نے آج تک اس پر آواز نہیں اٹھائی، کہ کن مثالوں کا کیا مطلب کہاں کیسے جوڑا جا رہا ہے۔ کسی نے نہیں لکھا، کہ یہ انسانی تہذیب کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ بلکہ بریلوی بننے کے بعد حرا… یہ عام تہذیبی دائرے میں نظر آنے لگتے ہیں۔

…نے محقق ڈاکٹر مسعود صاحب آج بھی اپنی کتاب "فاضل بریلوی علماء حجاز…

میں"، صفحہ ۱۹۹ پر لکھتے ہیں، کہ "اس میں شک نہیں، کہ مخالفین کی قابلِ اعتراض نکات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید کی، اور بسا اوقات لہجہ بھی درشت ہے، لیکن کسی مقام پر تہذیب و شائستگی سے گرا ہوا نہیں"۔ اب اس پر کوئی کیسے اور کیا کہے!

یہ معیار آپ کو مبارک؛ لیکن..............

لیکن دنیا جہاں کا مانا ہوا اصول یہ ہے، کہ ہر معاملہ میں ازدواجی رشتے، نکاح اور صحیح نسل کو ایک خصوصی تقدس بھی حاصل ہے، اور انتہائی نزاکت بھی۔ بعض اوقات شریف مہذب اور دیندار آدمیوں کی بہنیں اور بیٹیاں ایسے حالات میں گھر جاتی ہیں، ان کے شوہر ایسے نکل پڑتے ہیں، یا بعد میں بن جاتے ہیں، اور اولاد خاندان کے مسائل ایسے گمبھیر ہوتے ہیں، کہ بڑے صبر، ضبط، تحمل کا مظاہرہ لازم ہو جاتا ہے، اور پھونک پھونک کر قدم رکھنا اور اٹھانا پڑتا ہے، حالات کے سدھرنے یا سدھارنے کا انتظار کرنا ہوتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ایک سمجھ سکتا ہے، کہ ایسے معاملہ میں مفتی کو بھی کئی مصلحتیں مدنظر رکھنی ہوتی ہیں۔ لیکن بریلویوں کا اعلیٰ حضرت اور اکثر بریلوی حضرات کا رویہ اس نازک ترین تہذیبی مسئلہ میں اکثر انتہائی غیر شائستہ بھی رہا ہے، اور غیر ذمہ دارانہ بھی۔ کچھ مثالیں اور دیکھ لیجئے:

مولانا تھانوی کو بے سبب نسل کی گالی

(۳) ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم صفحہ ۳۵۶ پر عبارت ہے، کہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کی گئی، کہ لوگ اشرف علی تھانویؒ کو سید کہتے ہیں، اور وہ اس سے منع نہیں کرتے، حالانکہ وہ قوم کا جھجھہ ہے۔ جواب میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ "جو شخص اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ بنائے، اس پر اللہ اور تمام فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت۔ اللہ اس کا فرض نفل کچھ قبول نہیں کرے گا...... الی آخر۔" سادہ سی بات ہے، کہ مولانا نے خود کو تو سید نہیں کہا، لوگ احترام میں کبھی کہہ دیتے تھے۔ جس کا مفہوم عزت والا اور سردار ہی ہوا کرتا ہے۔ جیسے بریلوی احمد رضا کے شان میں بھی ایک پوری نظم کا ردیف ہے "یا سیدی احمد رضا"۔ کسی کو اس لقب پر اعتراض نہیں۔ لیکن احمد رضا خان نے مولانا کو نسل کی گالی دے ہی ڈالی، وہ بھی شد و مد کے ساتھ؛ اور اپنی خشک زبان تازہ کرلی، اور کسی کو اعتراض نہیں۔

باقی صحیح نکاح کن کا بچا؟

(۴) اسی کتاب ملفوظات میں حصہ دوم صفحہ ۲۵۷ پر فتویٰ ہے کہ ''آج کل کے رافضی عموماً ضروریاتِ دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں۔ ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری (سرسید والے) اور چکڑالوی (اہلِ قرآن) جملہ مرتدین ہیں، کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہاں میں جس سے نکاح ہوگا، مسلم ہو یا کافر، اصلی ہو یا مرتد، انسان ہو یا حیوان، یہ نکاح محض باطل اور خالص زنا ہوگا۔ اور اولاد ولد الزنا ہوگی''۔ بریلوی غور کریں، کہ حیوان سے انسانی نکاح کے ہونے نہ ہونے کا کسی عالم تو کیا کسی انسان نے سوچا بھی ہوگا؟ کیا عالمانہ سوچ ہے؟ دوسرے یہ کہ صرف نکاح کا نہیں ہونا کافی نہیں سمجھا گیا، بلکہ اس کے ساتھ یہ الفاظ بھی ضروری سمجھے گئے، کہ خالص زنا ہوگا، اور اولاد ولد الزنا ہوگی، اس قسم کی گالیوں کے یہ حضرات کچھ زیادہ ہی شوقین نظر آتے ہیں۔ احساس ہی نہیں رکھتے، کہ یہ کتنی بڑی گالی ہے، اور اس کی کیا نزاکتیں ہیں۔

سرسید احمد کو گالی

(۵) اسی کتاب میں سرسید احمد کے لئے ہے، کہ عرض کی گئی، کہ بعض لوگ علی گڑھی کو سید کہتے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ ''وہ تو ایک خبیث مرتد تھا، حدیث شریف میں ہے کہ منافق کو سید نہ کہو...... الی آخر'' حدیث میں سیدھی سادھی بات ہے، کہ کسی منافق کی عظمت کے لئے سردار کے مفہوم میں سید نہ کہا جائے۔ یہ تو نہیں کہ نسل ہی بدل دی جائے۔ دوسرا یہ بھی نکتہ نکلتا ہے، کہ مرتد کے لئے تو اوپر نمبر ۴ فتوے میں واضح ہے، کہ اس کا نکاح کسی حیوان تک سے جائز نہ ہوگا۔ وہ خالص زنا اور اولاد ولد الزنا ہوگی۔ یہاں مرتد کے ساتھ خبیث کا لفظ بھی بڑھا کر تہذیب وشائستگی کو مزید نکھارا گیا ہے۔ حالانکہ سرسید مرحوم نسلاً شریف النسب سید تھا۔
اپنے اعلیٰ حضرت کی یہ بدمستیاں دیکھ کر ان کی ذریت نے اس سے بھی لمبی چھلانگیں لگائیں، کچھ ان کی شائستگیاں بھی ملاحظہ فرما ہی لیں:۔

اس طرح ہر ایک دیوبندی حرامی ثابت ہوا

(۶) مرکزی حزب الاحناف لاہور کے ابوالبرکات سید احمد، اعلیٰ حضرت کے جانشینوں

میں گنے جاتے ہیں۔ ان کی بولتی زبان سمجھے جانے والے مولوی طیب علی راناپوری نے شائستہ زبان میں پوری کتاب ''العضوب السنیہ'' لکھی۔ اس میں ہزاروں کے استاد اور مرشد مولانا رشید احمد گنگوہی کے لئے لکھتے ہیں کہ ''پیر بخش کے بیٹے ہدایت احمد اور فرید بخش کی بیٹی کریم النساء دونوں دیوبندی دھرم میں (پیر بخش اور فرید بخش کے نام کی وجہ سے) حرامی ہوئے یا نہیں؟ ان دونوں کے باہمی نکاح سے جناب گنگوہی جی پیدا ہوئے، تو گنگوہی جی کیسے لوگوں کی کیسی اولاد ہوئی؟ ابھی تو صرف گنگوہی جی کا نسب نامہ بطور نمونہ دکھایا ہے، آئندہ چل کر ہر ایک دیوبندی کا حرامی ہونا ثابت کیا جائے گا''۔ کسی بریلوی مہذب عالم یا محقق کا اس پر کوئی اعتراض نظر نہیں آتا۔

دیوبندیوں کا نکاح ہوتا ہی نہیں

(۷) اسی کتاب میں یہی داناپوری صاحب ہر ایک دیوبندی کے نکاح، طلاق اور نسب نامہ کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ''طلاق تو نکاح کی ہوتی ہے۔ دیوبندی اگر بوقتِ نکاح بھی دیوبندی تھا، تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوا۔ اور اگر سنی (بریلوی) تھا، اور بعد میں دیوبندی بنا، تو اب مرتد ہوگیا، اور مرتد ہوتے ہی اس کا نکاح فسخ ہوگیا۔ بہر حال کسی صورت میں طلاق کی حاجت نہیں''۔ اس فتویٰ پر مزید غور بریلوی علماء اور ان کے مداح ہی کریں۔ ہم کیا وضاحت کریں!

یہ حلالی ہے یا حرامی؟

(۸) بریلوی لکھنے والوں میں مفتی احمد یار خان گجراتی کافی حد تک سنجیدہ نظر آتے ہیں۔ لیکن اس بارے میں یہ صاحب بھی رضا خانی رنگ سے اپنے کو نہیں بچا سکے۔ اپنی مشہور کتاب ''جاء الحق'' میں مولانا رشید احمد گنگوہی کے بارے میں صفحہ ۳۸۸ پر لکھتے ہیں کہ ''رشید احمد صاحب کا شجرۂ نسب یہ ہے ''رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد ابن قاضی پیر بخش ابن غلام حسین ابن غلام علی اور ماں کی طرف سے نسب نامہ یہ ہے رشید احمد ابن کریم النساء بنت فرید بخش، دیوبندی بتائیں کہ مولوی رشید احمد کے خاندانی بزرگ مشرک مرتد تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر تھے، تو مرتد کی اولاد حلالی ہے یا حرامی''۔

پڑھنے والے خود سوچیں، کہ صرف نسل میں پیر بخش اور کریم بخش کے نام ہونے کی وجہ سے یہ مہذب اور شریف عالم کہاں تک پہنچ گیا۔ اس کے سوال کا جواب کیا ہو؟ خود بتائیں کہ دیو بندیوں نے کریم بخش اور فرید بخش ناموں کو شرکیہ کام کہا ہے۔ مشرک اور مرتد قرار کبھی نہیں دیا۔ دوسرے اگر ماں باپ کے مشرک ہونے کی وجہ سے اولاد حرامی ہوگی، تو جملہ صحابہ کرام کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ تعصب کے اندھے پن اور گالی دینے کے شوق کی بھی کوئی تو حد قائم کریں، اور دینی علم کی لاج تو رکھیں!

گیارہویں کے دن پیدا ہونے والے بچے کو حرامی کی گالی

(۹) ماضی قریب میں مولوی محمد عمر اچھروی نے اپنی چرب زبانی کی وجہ سے بریلویوں میں بہت مقبولیت حاصل کی۔ اس کی کتاب ''مقیاس حنفیت'' خاصی مقبول کتاب ہے۔ اس میں صفحہ ۲۲۴ پر گیارہویں شریف کے دن مقرر کرنے کی بحث چل رہی ہے۔ مولوی صاحب اس پر بحث کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ جاتے ہیں، ''اگر آپ کے کسی مولوی صاحب کے گھر گیارہویں کو بچہ پیدا ہو جائے، تو یا تو اس کو حرامی کہنا چاہئے، یا اُسے درخواست دی جائے، کہ آج حرمت کا دن ہے، کل پیدا ہونا''۔

قارئین کرام نے دیکھا، کہ کتنے بڑے ناموں سے کتنی ذلیل باتیں کیسے ادا ہوئی ہیں۔ انسانی تقدس، تہذیب، شرافت اور شائستگی، اور تہذیب و ثقافت کے اس نازک ترین اور حساس ترین معاملے میں یہ پورا طبقہ کتنا غیر ذمہ دار، یا ناواقف یا بدتہذیب واقع ہوا ہے، اور یہ سلسلہ احمد رضا خان کے صدقہ جاریہ کے طور پر ایک صدی سے جاری ہے۔ بریلوی اسلامی لٹریچر کے علاوہ اور کسی فحش لٹریچر میں بھی انسانی نسب اور پورے گروہوں کے گروہ کے نسب کے بارے میں ایسا جملہ کوئی بریلوی ہی کہیں دکھا سکے، تو ہم اس کے مشکور ہوں گے، ہمیں تو پوچھنے پر کہیں سے کوئی ایسی مثال نہیں بتائی گئی، اور نہ ہی عقل تسلیم کرتی ہے۔

گالی کے شوق میں لفظ سنت کے تقدس کی پامالی

(۱۰) یہ جرأت بھی احمد رضا خان بریلوی ہی کو ہوئی، کہ ایک پورے دینی علمی ادارے ندوۃ العلماء کو بھی نسل ہی کی گالی دیدی، اور شاید کئی دن کی خاموشی کی وجہ سے گالی کے نشے

کے لئے سوکھی ہوئی زبان، اس معاملہ میں سنت کے مقدس لفظ کے تقدس کا لحاظ بھی نہ کر سکی۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے صفحہ ۳۲ پر یہ گندہ شعر ملاحظہ کریں:

اسپ سنت، مادۂ خر از بدعت، آوردہ بہم
اشتر ندوہ بدست آرند، و مفخر می کنند

(ترجمہ: سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گدھی پر چڑھا، تو ندوہ کا خچر پیدا ہوا، جس پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں)۔ اس پر مزید ریمارک سے ہمارا ہاتھ جلتا ہے۔ کسی عاشق رسول اور عاشق سنت بریلوی سے مزید تصدیق کرائیں۔

ایک گندے شخص کو پوری وہابی نسل کا باپ بنا دیا

(۱۱) ملفوظات اعلیٰ حضرت اس کے فرزند ارجمند محمد مصطفیٰ رضا خان کے قلمبند کئے ہوئے ہیں، جو بریلویوں کے لئے ۱۹۸۱ تک مفتی اعظم ہند بنے رہے۔ ان میں صفحہ ۸۴ پر عرض ہے۔ کہ کیا خلفاءِ راشدین کے دور میں بھی فرقۂ وہابیہ تھا۔ اس کے جواب میں احمد رضا خان نے ایک مثال حضرت علیؓ کے خوارج کی دی۔ دوسری غزوۂ حنین میں مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ایک بدو کے اعتراض کی دی۔ پھر بیان جاری رکھتے ہوئے تیسری مثال صفحہ ۸۸ پر یہ دی، کہ ''ایک روز بارگاہِ رسالت میں صحابہ کرام حاضر ہیں۔ ایک شخص آیا، اور مجلس اقدس کے کنارے پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا۔ ارشاد فرمایا گیا، کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے۔ صدیق اکبر اندر گئے تو دیکھا کہ وہ نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر صدیق اکبر کا ہاتھ نہ اٹھا...... پھر آپ کے ارشاد پر فاروق اعظم اٹھے اور گئے، تو انہیں یہی واقعہ پیش آیا۔ پھر آپ کے ارشاد پر مولیٰ علی اٹھے، جب تک وہ جا چکا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم اسے قتل کر دیتے، تو امت پر سے بڑا فتنہ اٹھ جاتا''۔ یہ تھا وہابیہ کا باپ، جس کی ظاہری اور معنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے ایسے اہم واقعہ کی، جس میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی طرف سے حضور کریم کی حکم عدولی کا نازک مسئلہ آتا ہے، اس کا کوئی معتبر حوالہ تو نہیں دیا۔ لیکن بہر حال وہابیہ کی پوری نسل کو پورا منہ بھر کر بھرپور گالی دے ڈالی۔ جس میں اس کے بقول سب دیوبندی

اور غیر مقلد شامل ہیں، جن میں مانے ہوئے شریف النسل سادات بھی ہیں، اور کئی مانے ہوئے پیر طریقت بھی۔ ان سب بزرگوں کی صحیح النسب مانی ہوئی نسل کا بھی ایسے شخص کو بے دھڑک باپ بنا ہی لیا، جو احمد رضا کے بہ قول حضور کا بے ادب گستاخ ہے۔ ۰

سادات کرام کو بھی نسل کی گالی

(۱۲) برصغیر کے سادات کرام سے بہت ہی دلی معذرت کے ساتھ ہم ایک مثال اور پیش کر رہے ہیں، جو یہ سمجھے بیٹھے ہیں، کہ احمد رضا خان اور اس کے حواری بریلوی سادات کرام کی محبت میں ہر دم فنا ہیں۔ یہ کسی حد تک شاید صحیح بھی ہے۔ کیونکہ بریلوی اعلیٰ حضرت کا ہی یہ فتویٰ ہے کہ (۱) رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے یہ سوال کیا، کہ میرے اہل بیت سے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالے اور یہ دعا قبول ہوئی۔ اور (۲) آپ نے بی بی فاطمہ سے فرمایا کہ اللہ نہ تجھے عذاب فرمائے گا اور نہ تیری اولاد کو۔ (۳) فاطمہ نام اس لئے ہوا، کہ اللہ نے اسے اور اس کی نسل کو آگ سے محفوظ فرمالیا۔

لیکن جب مخالفوں کا نام آتا ہے، اور خاں صاحب مزاج گرماتا ہے اور گالی کے لئے سوکھی زبان مچلتی ہے، تو وہ کسی کو نہیں بخشتی اور یہ لکھ ہی بیٹھتی ہے کہ "کوئی کفریہ عقیدہ رکھنے والا رافضی، وہابی، متصوف نیچری (سرسید اور اس کا عقیدتمند) صحیح النسب سید نہیں"۔

اس کی تفصیل

اس کی تفصیل اس طرح ہے، کہ ۱۳۱۷ھ میں ایک شخص شیخ خدا بخش نے احمد رضا خان کو ایک سوال بھیجا، کہ ایک شخص مسمی ولید اپنے کو سید کہلواتا ہے، اور اپنے رافضی عقیدہ میں غالی ہے۔ حضرت علی فاطمہ اور حسنین رضوان اللہ علیہم کو انبیاء اور رسول جیسے مانتا ہے، یہ مسلمان ہے، یا کافر اور کفریہ عقیدے والا شخص سید ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس کو سید کہنا چاہئے یا نہیں۔

اعلیٰ حضرت نے تفصیل میں ۱۰۲ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ لکھا، جس کا نام "جزاء اللہ عدوہ بابائہ عرف ختم نبوت رکھا۔ یہ رسالہ تازہ ۱۹۸۸ء میں مکتبہ نبویہ لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس میں ختم نبوت پر کافی تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ جو سوال کے پہلے

حصہ کا جواب ہے (۱)۔ آخر میں ۶ صفحات میں سوال کے دوسرے حصے کا جواب ہے، کہ ایسے شخص کو سید کہا جائے کہ نہیں، اس کے جواب میں احمد رضا خاں کئی عنوان قائم کر کے آخر میں بالکل آخری خاتمۃ الکلام کا جملہ یہ لکھتا ہے کہ "نتیجہ یہ نکلا کہ یہ شخص صحیح النسب سید نہیں"۔ ساتھ ہی وہابی کو بھی بھولتا نہیں، اور سرسید احمد کو بھی نہیں بھولا، جس کو وہ نیچری کہا کرتا ہے۔ صفحہ ۱۵۱ کے آخر میں ہے کہ "کوئی بھی کفریہ عقیدہ رکھنے والا رافضی، وہابی، متصوف نیچری ہرگز صحیح النسب سید نہیں"۔

صحیح النسب سید نہ ہونے کی دلیل

اس بحث کا آغاز صفحہ ۹۶ سے اس عنوان سے کرتا ہے کہ "سید کفریہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا اور جو کافر ہو، وہ قطعاً سید نہیں، کیونکہ فرمان الٰہی بھی ہے کہ "انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح" (یہ تمہارا اہل نہیں، اس کے عمل غیر صالح ہیں) (۲)۔

آگے کچھ دلیلیں دیتا ہے، کہ اہل بیت پر جہنم نہیں۔ یا کم از کم بھی وہ دائمی جہنمی نہیں ہو سکتا، اور کافر کے لئے دائمی جہنم ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ شخص صحیح النسب نہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ اپنے کو سید کہتا ہے، تو صفحہ ۱۰۰ پر دلیل قائم کرتا ہے، کہ کہلانے اور حقیقت میں ہزاروں منزل ہیں۔ نسب میں اگرچہ شہرت پر قناعت ہونی چاہئے، لیکن جب اس کے خلاف دلیل قائم ہو، تو شہرت بے دلیل اور نامقبول ہوگی۔ یہیں صفحہ ۱۰۱ پر رافضی سید کا عنوان قائم

(۱) واضح رہے کہ آخر میں ختم نبوت کے دلائل کی تصدیق کرنے والوں میں سہارنپور، دیوبند اور گنگوہ کے بھی فتوے ہیں جن میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمود الحسن اور اعزاز علی کے نام بھی ہیں۔ جن کو عام بریلوی ختم نبوت کا منکر بیان کر کے اپنی عاقبت سنوارتے رہتے ہیں۔

(۲) واضح رہے کہ یہ الفاظ سورۃ ہود کے چوتھے رکوع میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے لئے ہیں۔ ان میں اس کافر بیٹے کے اہل یعنی تابع نہ ہونے کو کہا گیا ہے، یہ نہیں ہے کہ وہ تمہارا نسب ہی نہیں۔ نسب کی گالی دلیل کے طور پر احمد رضا خان کی اپنی اختراع ہے۔ احمد رضا خان اکثر احکام اسی طرح اپنی مرضی سے کیا کرتے تھے۔ یہ بھی نہ سوچا، کہ نبی کے نسب میں کفر ہو سکتا ہے، نسبی خرابی نہیں۔

کرکے، تفصیل دیتا ہے کہ کسی رذیل کے لئے بھی رافضی اور سید بن بیٹھنا کیا مشکل ہے۔ اکثر یہ نظر آتا ہے، کہ کوئی جگہ بدل کر وہاں جا کر سید بن بیٹھا۔

اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہیں گے۔ بریلوی جانیں اور سادات کرام۔ ہمارے بزرگوں نے نہ تو یہ افراط کا سرٹیفکیٹ دیا ہے، کہ سید جہنم جا ہی نہیں سکتا اور نہ یہ تفریط کی ہے، کہ سید میں کوئی دوزخ کا کام واضح نظر آئے، تو فوراً نسل تک پہنچ جائیں، کہ یہ صحیح النسل سید نہیں۔

ہمارے بزرگ تو اس راہ اعتدال پر قائم ہیں، کہ نسب میں جس کی جو شہرت قائم ہے، وہی صحیح مانی جائے گی۔ باقی کا معاملہ اللہ پاک علیم وخبیر جانے۔ باقی رہا اعمال میں کفر یا شرک، یا جہنم کا حقدار بنانے والے اعمال، تو اس کے لئے اولوالعزم پیغمبر نوح علیہ السلام کی واضح مثال قائم کرکے، قرآن پاک نے یہ مسئلہ واضح کر دیا ہے، کہ نسل دوزخ سے بچانے کے لئے کافی نہیں۔ بریلوی حضرات مفت میں نوح علیہ السلام اور بیٹے کو نسل کی گالی کا وبال اٹھارہے ہیں۔ نبی کی بیوی بدکار نہیں ہو سکتی۔ اس کی نسل میں کھوٹ نہیں ہو سکتا؟ آخر انسان ذات کا باپ آدم نبی تھا، اسی کی نسل سے کافر بھی بنے، اور مسلمان بھی۔

جاہل کی عقیدت ایسے ہی رنگ لاتی ہے

سادات کرام کو چاہئے کہ سوچیں، کہ جاہل اور نادان دوست سے ایک عزت ملتی ہے، تو اس سے ہزار گنا خطرناک گالی بھی ایسی ہی مل سکتی ہے۔ جیسے ایک عام کہانی مشہور ہے، کہ ایک جاہل معتقد اپنے پیر صاحب کے پاس گیا، کہ قبلہ جی! علاقہ میں چوریاں بڑھ گئی ہیں، سارا دن کام کے تھکے ہارے رات کو جاگ نہیں سکتے۔ کوئی تعویذ دی جائے، کہ گائیں بکریاں باڑے میں چوروں سے محفوظ رہیں۔ پیر صاحب نے تعویذ دے کر کہا، کہ بابا یہ دروازے پر باندھ لو۔ لیکن ایک اچھے چوکیدار کتے کا بھی انتظام کرو۔ دنیوی اسباب اور حیلہ بھی ضروری ہے۔ جاہل نے پوری سادگی اور عقیدت سے کہا، کہ "قبلہ جی! ہمارے لئے تو دعا اور تعویذ بھی آپ اور حیلہ اسباب اور کتے بھی آپ! آپ کے ہوتے ہوئے ہم اور کوئی حیلہ اسباب کتا وا نا کیوں رکھیں گے!

جاہلوں کی تعریف اور جنت کے سستے سرٹیفکیٹوں پر اترانے والے اعمال میں کمزور سادات کرام کو یہ نکات خاص طور پر ذہن میں رکھنے چاہئیں، کہ ان کی صحیح شرف کی حفاظت کون کر رہا ہے۔ (یہ کتاب تازہ چھپی اور موجود ہے۔ خود ملاحظہ فرمالیں۔)

اعلیٰ حضرت کا نامکمل خواب اور حسرت

مانے ہوئے شریف النسب اور شرفاء کو نسب کی بارہ گالیوں کو آپ نے ملاحظہ فرمایا، جو ہمارے مطالعے کے مطابق کسی فحش نگار کو بھی شیطان نہیں سُجھا سکا ہوگا۔ وہ بھی نسب کے معاملے میں محتاط ہی رہتے ہیں۔ ان سے پہلے اس فصل میں پہلے نمبر والے فتوے کو بھی آپ نے دیکھا، کہ بدعت کے لئے حدیثوں میں وارد وعیدوں کو کروڑوں دیوبندیوں پر چسپاں کرکے ان کو کن خطابات سے نوازا گیا ہے۔ اور ان کے معاشرتی بائیکاٹ کے لئے کیا کیا احکام صادر کئے گئے، جن کی لپیٹ میں آنے سے عام بے خبر بریلوی تو کیا، اچھے اچھے بریلوی علماء بھی اپنے آپ کو نہ بچا سکے ہیں، اور نہ بچا سکیں گے۔ اور اعلیٰ حضرت کو یہ انوکھا خواب نامکمل اور اس کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہونا پڑا، کہ بریلوی اور غیر بریلویوں کے قبرستان الگ ہوں، مساجد الگ ہوں، وہ شادی بیاہ، بیماری، موت، دفن کفن میں ایک دوسرے کے مکمل بائیکاٹ کا نظام قائم کریں۔ ان کے شفاخانے، رفاہی ادارے، سماجی ادارے الگ الگ ہوں، وغیرہ وغیرہ۔

مسلم اکثریت کے خلاف کفریہ فتووں کی صرف ایک جھلک

اب آیئے کہ اعلیٰ حضرت کے سینکڑوں کفری فتووں میں سے کچھ اہم فتوے دیکھیں، اور دیکھیں، کہ مسلم آبادی کی اکثریت کو وہابی، دیوبندی، غیر مقلد، رافضی، نیچری، چکڑالوی وغیرہ کے گروہوں میں بانٹ کر ان کے خلاف فتووں کی شکل میں کیا کیا زہر اگلا گیا، اور اس کو پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم سلسلہ کو ہموار رکھنے کے لئے نمبر کا سلسلہ بھی ہموار رکھیں گے۔

ایک مسلمان کا سب سے قیمتی اثاثہ مسلمانی ہونا ہے

ان فتووں کو دیکھنے سے پہلے، ہر وقت ذہن میں رکھیں، اور ہو سکے تو اس پر ہر وقت عمل

کرتے رہیں، (اور اپنے ایمان کی خیر مانگیں) کہ کسی بھی اور کتنے بھی گنہگار مسلمان کے لئے دنیا کی سب سے بڑی قابلِ فخر اور قیمتی دولت اس کا ایمان ہے۔ ہر ایک گنہگار سے گنہگار مسلمان اس پر فخر کرتا ہے، کہ الحمدللہ وہ مسلمان ہے۔ اور سب سے بڑی گالی یا الزام اس کی مسلمانی پر شک کو سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ آج بھی راجستھان کے کچھ علاقے ایسے ہیں، جن کے مسلمان مکمل ہندو رسم و رواج پر چلتے ہیں۔ کئی کو تو کلمہ کی بھی خبر نہیں۔ لیکن ان سے بھی کہو، کہ تم تو مسلمان نہیں، تو مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

اس نکتہ کو بریلویوں کا نام نہاد مجدد تو نہیں سمجھ سکا، اور نہ ہی اس نے یہ پرواہ کی، کہ شریعت نے کسی کو کافر کہنے سے بچانے کے لئے کیا کیا تاکیدیں کی ہیں۔ جن کا لفظی اقرار تو اس نے بھی کیا، جیسا کہ ہم فصل اول میں دکھا چکے۔ لیکن عملی طور پر ٹکے سیر کے بھاؤ تھوک حساب سے کفریہ فتوے لگائے اور کروڑوں دلوں کو مجروح کیا۔

بہر حال آیئے، کچھ اہم فتاویٰ بمع مکمل حوالوں کے ملاحظہ فرمایئے۔

جنازہ نماز نہیں پڑھی جائے گی

(۱۳) ملفوظات جلد اول میں صفحہ ۹۸ پر ہے، کہ پوچھا گیا، کہ ایک صاحب نے وہابی کی جنازہ نماز پڑھی، ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا، کہ وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہم کفار و مرتد کے جنازہ کی نماز نہیں۔ (انہیں) ایسا جانتے ہوئے بھی (ان کی جنازہ نماز) پڑھنا کفر ہے"۔ (یعنی نماز پڑھنے والا خود بھی کافر ہو گیا)۔

(۱۴) اسی موضوع پر فتاویٰ رضویہ جلد چوتھی میں صفحہ ۲۱۸ پر، اور جلد دوم میں صفحہ ۱۲۱ پر بھی یہ فتویٰ ہے کہ "وہابیہ (غیر مقلد) اصلاً مسلمان نہیں۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ان سے مصافحہ ناجائز و گناہ ہے۔ جس کسی نے کسی وہابی کی جنازہ نماز پڑھی، تو وہ اپنے اسلام اور نکاح کی تجدید کرے"۔ (یعنی وہ کافر ہو گیا، اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، اور نیا نکاح پڑھائے)۔ اب یہ بریلوی سوچیں، کہ ایسی نمازیں کتنے لوگ پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اور کتنوں نے اپنے نکاحوں کو پھر تازہ کیا ہے؟ اور کتنے اس اعلیٰ حضرتی فتوے کے تحت حرام راتیں گذار رہے ہیں۔

خطرناک فتوے

(۱۵) وہابی نے جنازہ کی نماز پڑھائی، تو گویا وہ مسلمان بغیر جنازہ نماز کے دفن کیا گیا"۔ (فتاویٰ رضویہ۔ جلد چہارم، بحوالہ البریلوۃ از احسان الٰہی ظہیر)

(۱۶) "وہابی کو زکوٰۃ دی، تو یہ زکوٰۃ ہرگز ادا نہیں ہوتی"۔ (بریلوی مسائل کی کتاب، بہار شریعت، جلد دوم صفحہ ۴۶)۔

سب کافروں سے بُرے کافر

(۱۷) کتاب احکامِ شریعت میں صفحہ ۱۱۱ پر مسئلہ نمبر ۳۳ میں سوال ہے کہ کفار کی کتنی قسمیں ہیں؟ جواب میں بریلوی اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں کہ "دہریہ، مشرک، آتش پرست، کافر مرتد، مرتد مجاہر"۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "ایک اور قسم ہے مرتد منافق، جو اسلام کا کلمہ بھی پڑھتا ہے، اپنے کو مسلمان بھی کہتا ہے، اور پھر اللہ اور رسول کی توہین کرتا، یا دین کی کسی ضروریات کا منکر ہے۔ جیسے آج کل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں۔ دنیاوی حکم میں سب سے بدتر (ایسے) مرتد ہیں۔ ان سے (کافروں کی طرح) جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم، کافر، مرتد، اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب، غرض انسان، حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا۔ جو ہوگا محض زنا ہوگا"۔ (ظاہر ہے کہ پھر اولاد کیسی ہوگی، از مصنف)۔

(۱۸) فتاویٰ رضویہ جلد چھ میں صفحہ ۱۳ پر فتویٰ ہے کہ، "وہابیہ یہود و نصاریٰ سے، ہندوؤں اور مجوسیوں سے بھی بدتر ہیں۔ ان کا کفران سے کہیں بڑھ کر ہے"۔

(۱۹) احکامِ شریعت صفحہ ۱۲۲ پر فتویٰ ہے کہ "وہابیہ اخبث واضر (سب سے زیادہ پلید اور نقصان کار) اور ہر کافر اصلی یہودی بت پرست مجوسی سے بدتر ہیں"۔

(۲۰) ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۶۱ پر اعلیٰ حضرتی ارشاد مبارک ہے، کہ اگر ایک جلسہ میں آریہ، عیسائی، بھی ہوں اور دیوبندی اور قادیانی وغیرہ، جو اسلام کا نام لیتے ہیں، وہ بھی ہوں، تو وہاں (آریوں اور عیسائیوں کو چھوڑ کر پہلے) دیوبندیوں کا رد کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ اسلام

سے نکل گئے۔ مرتد ہوئے اور مرتدوں کی موافقت بدتر ہے' کافر اصلی کی موافقت سے''۔

ذبیحے مردار، نماز نماز نہیں، مسجد مسجد نہیں

(۲۱) کتاب احکامِ شریعت میں صفحہ ۱۲۲ پر مسئلہ نمبر۴۴ میں فتوئی ہے کہ''رافضی تبرائی، وہابی دیوبندی، وہابی غیر مقلد، چکڑالوی، نیچری، قادیانی ان سب کے ذبیحے محض نجس و مردار اور حرام ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار اللہ کا نام لیں اور کیسے ہی متقی و پرہیزگار بنتے ہوں، کہ یہ سب مرتد ہیں''۔

(۲۲) ملفوظات جلد اول میں صفحہ ۱۳۲ پر وہابیہ کے بارے میں تین حکم ارشاد کئے گئے ہیں۔ ایک ان کی نماز نماز نہیں، نہ جماعت جماعت ہے۔ دوم ان کی مسجد مسجد نہیں، بلکہ گھر کی طرح ہے۔ سوم ان کی اذان باطل ہے۔ اگر کوئی کہے تو اس کو لوٹانا چاہئے۔

دعا کرنا فضول ہے

(۲۳) ملفوظات حصہ سوم میں صفحہ ۳۱۸ پر سوال ہے، کہ وہابیہ کے لئے اللہ سے ہدایت کی دعا کی جائے یا نہیں۔ ارشاد فرمایا گیا، کہ''وہابیہ کے لئے دعا فضول ہے، ثم لایعودون ان کے لئے آ چکا ہے۔ وہ کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے''۔ کتاب''اجلی انوار الرضا'' میں صفحہ ۴۴ پر ہے، کہ وہابی کا تو نام ہی فضول ہے۔ وہ نہ کبھی دین میں تھے، نہ کبھی ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں کہ یمرقون من الدین کما .... وہ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔ پھر لوٹ کر نہ آئیں گے''۔

واضح رہے کہ اسلام رحمت اور خیر خواہی کا دین ہے۔ اس میں کافروں کے لئے بھی حکم ہے، کہ ان کی ہدایت کی کوششیں بھی کرو، تمنا بھی رکھو، اور دعائیں بھی مانگتے رہو۔ یہ حکم بھی ہر ایک کو معلوم ہے، کہ السلام علیکم، وعلیکم السلام خاص اسلامی شعار ہے۔ لیکن اس کی جگہ پر یہ شفقت بھرا حکم ہے، کہ اگر کوئی غیر مسلم السلام علیکم کہے، تو جواب میں یہ کہو کہ''ہداکم اللہ'' (اللہ تم کو ہدایت والا کرے)۔ لیکن بریلیوں کو اعلیٰ حضرت کا حکم ہے، کہ وہابیہ کے لئے دعا نہ کیا کرو، یہ فضول ہے۔ اب یہ کسی بریلوی عالم اور محدث سے ہی پوچھیں، کہ حدیث کہاں اور کس کے لئے تھی۔ جس کو وہابیوں پر چسپاں کیا گیا ہے۔ ان کے اعلیٰ حضرت نے تو حوالہ نہیں دیا۔

اور حضورؐ کے دور میں دیوبندی یا غیر مقلد تو تھے نہیں، تو ظاہر ہے کہ یہ کسی خاص گروہ کے لئے ارشاد تھا، جس کو وہابیوں پر چسپاں کیا گیا ہے۔

اسلام میں یہ برہمن شودر کا مسئلہ کیسے آیا؟

(۲۴) فتاوئی رضویہ جلد اول میں صفحہ ۲۰۸ پر نفرت کے پرچار کی یہ انتہا دیکھیں، کہ فتوئی ہے کہ''ان سے (وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں وغیرہ سے) مصافحہ کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بلکہ اگر بلاقصد بھی ان کے بدن سے بدن چھو جائے، تو وضو نئے سرے سے کرنا مستحب ہے''۔ (نوٹ: یہ ایک برہمن کا شودر کے لئے حکم معلوم ہوتا ہے، کیونکہ سچے دین اسلام میں غیر مسلم سے بدن چھونے پر بھی وضو میں کوئی قباحت نہیں آتی)۔

ابھی مزید نفرت کا یہ پرچار بھی ملاحظہ فرمایئے: فتاوئی رضویہ جلد چھ میں صفحہ ۹۵ پر فتوئی مبارکہ ہے کہ''قادیانی، غیر مقلد، رافضی، نیچری، دیوبندی کے ساتھ کھانا پینا، السلام علیکم کہنا، ان سے موت اور حیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا، سب حرام ہے، نہ ان کے ہاں نوکری کرنے کی اجازت ہے، نہ ان کو نوکر رکھنے کی اجازت، کہ ان سے دور بھاگنے کا حکم ہے''۔

(۲۶) فتوؤں کی کتاب احکام شریعت جلد اول میں صفحہ ۸۰ پر فتوئی ہے کہ''بدمذہب کے لئے تو حدیثیں یہ فرماتی ہیں کہ وہ جہنمیوں کے کتے ہیں۔ ان کا کوئی عمل قبول نہیں۔ محمد ابن عبدالوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لئے کوئی بشارت نہیں۔ اگرچہ ان کا نام محمد ہے، اور یہ جو حدیث میں ہے، کہ جس کا نام احمد یا محمد ہے، اللہ اسے جہنم میں داخل نہیں کرے گا، یہ حدیث صرف سنیوں (بریلیوں) کے لئے ہے۔ بدمذہب (وہابی) تو اگر حجر اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان میں مظلوم مارا جائے، اور اپنے اس مارے جانے پر صابر اور ثواب کا طالب رہے، تب بھی اللہ عزوجل اس کی بات پر نظر نہ فرمائے، اور اسے جہنم میں ڈالے''۔

اس مسئلہ پر مزید تفصیل اپنے کسی بریلوی مولوی سے پوچھئے، کہ مسلمانوں میں عقائد کے لحاظ سے جو فرقے ہوئے، ان کے لئے بھی کسی مفتی نے ان دلائل کے ساتھ ایسا فتوئی دیا؟ یہ بھی ذہن میں رکھیں، کہ اس فتوئی میں حوالہ اعلیٰ حضرت والی اسی حدیث کا ہے، جس میں اس لفظ بدعت کا ترجمہ بدمذہب کر کے نکاح کو گالی بنایا گیا ہے۔ جس کا فتوئی نمبر۲ حوالہ ہے۔

(۲۷) ملفوظات جلد اول میں صفحہ ۸۴ پر سوال ہے، کہ کیا خلفائے راشدین کے دور میں فرقہ وہابیہ تھا۔ طویل جواب میں خارجیوں کا ذکر کرتے ہوئے، صفحہ ۸۶ پر فرماتے ہیں کہ ''ہاں یہی وہ فرقہ ہے، جس کے لئے امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا تھا، کہ یہ ختم نہیں ہوئے۔ ان کا آخری گروہ دجال لعین کے ساتھ نکلے گا۔ یہی وہ فرقہ ہے، کہ ہر زمانہ میں نئے رنگ لئے، نئے نام سے پیدا ہوا، ان کی صحیح حدیثوں میں جو علامتیں بتائی گئی ہیں، وہ سب ان میں موجود ہیں''۔ یہ جواب ابھی طویل ہے۔ اس کی مزید تفصیل اور یہ کہ وہ کس دور میں، کس نام سے پیدا ہوتے رہے، یہ سب کچھ محلہ کے بریلوی عالم سے پوچھنا چاہئے۔ ان کے اعلیٰ حضرت نے یہ سلسلہ نہیں لکھا۔

(۲۸) ''غلام احمد قادیانی، سید احمد (سرسید)، خلیل احمد سہارنپوری، رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی، ایسے کافر ہیں کہ جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے، وہ خود کافر ہوجاتا ہے''۔ ملفوظات جلد اول صفحہ ۱۳۸)

(۲۹) ''جو شخص پڑھا لکھا ہو کر مدرسہ دیوبند کی تعریف کرے، اور دیوبندیوں کی نسبت یہ کہے کہ میں ان کو برا نہیں سمجھتا، تو یہی بات اس کے مسلمان نہ ہونے کے لئے کافی ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، صفحہ ۱۱۰)

عام بریلویوں کے لئے توجہ لائق نکتہ

(۳۰) اعلیٰ حضرت سے سوال پوچھا گیا، کہ ایک شخص وہابیہ فرقہ کے عالم کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، اس کے کہنے کو مانتا ہے، مشورہ لیتا اور مانتا ہے، اور اپنے کو سنی اہل سنت بھی کہتا ہے، اور اعتراض کرنے پر کہتا ہے کہ یہ علماء کی باتیں علماء جانیں۔ یہ سب قرآن و حدیث کو ماننے والے ہیں۔ سب حق پر ہیں۔ ایسے کو سنی مسلمان جانیں یا نہیں۔

جواب میں لکھا گیا، کہ اگر کسی وہابی کو ایسا (یعنی وہابی دیوبندی) جان کر بھی کافر نہیں مانتا، تو وہ شخص خود سنی تو کیا، مسلمان ہی نہیں ہوسکتا.......... وہ کافر اور مرتد محض ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، صفحہ ۸۹)۔

اس فتویٰ میں ان لوگوں کے لئے عبرت کا سامان ہے، جو اپنے آپ کو کشادہ دل بریلوی سمجھ کر دونوں کے ساتھ یاری نباہ رہے ہیں۔ نجدیوں کے پیچھے نمازیں بھی پڑھ رہے

ہیں۔ اور بریلویوں کو بھی ٹھیک سمجھ رہے ہیں اور دیوبندیوں سے بھی راہ و رسم چلائے ہوئے ہیں۔

ابلیس کے ساتھ ہمدردی

(۳۱) ''وہابیہ اگر گمراہ نہ ہوں گے، تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہوگا، کہ اس ابلیس کی گمراہی ان وہابیوں سے ہلکی ہے۔ وہ کذب کو اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے اس نے الا عبادک منہم المخلصین استثنیٰ کر دیا تھا، اور یہ اللہ عزوجل پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔ ان پر خدا کی مار ہو''۔ (احکام شریعت صفحہ ۱۱۷)

قارئین کرام اس جملہ کو خصوصی طور پر نوٹ کریں، کہ شیطان بھی اپنے لئے کذب اور جھوٹ کو پسند نہیں کرتا! اعلیٰ حضرت کے علم اور احتیاط کے کیا کہنے!

بخشش کا امیدوار ہے

اعلیٰ حضرت کے ملفوظات میں بھی صفحہ ۲۸ پر شیطان سے اسی قسم کی ہمدردی دکھائی گئی ہے، اور جھوٹی حدیث بیان کی گئی ہے کہ ''ایک پری نے حضور ﷺ کو بتایا، کہ اس نے ابلیس کو نماز پڑھتے دیکھ کر پوچھا، تو شیطان نے بتایا، کہ شاید میری نماز قبول ہو اور میری بخشش ہوجائے''۔ بریلوی اعلیٰ حضرت کو شیطان کی بخشش کی تو امید ہے، لیکن وہابیوں، دیوبندیوں اور دوسرے مسلمانوں کے لئے اس کے اٹل فیصلے آپ خود ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مزید ہم کیا کہیں، اس پر بریلوی حضرات سے ہی وضاحت طلب کی جائے۔

قسموں کا بھی اعتبار نہ کرو

(۳۲) فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں صفحہ ۸۷ پر سوال ہے، کہ ایک شخص حلف کے ساتھ یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں، وہابی نہیں ہوں۔ اللہ کو ایک جانتا ہوں، نبی برحق، اور اولیاء کو اور کرامات کو مانتا ہوں، حنفی مذہب کا پابند ہوں، پھر بھی لوگ اعتبار نہ کریں، تو کیا کیا جائے۔

اعلیٰ حضرت کا جواب ملاحظہ فرمائیں کہ ''اگر اس میں وہابیت کی کوئی بات نہ دیکھی، نہ ہی شبہ کی کوئی قوی وجہ ہے، تو بلاوجہ شبہ نہ کیا جائے، کہ بدگمانی حرام ہے۔ اور اگر اس میں کوئی بات پائی، تو یہ ثابت شدہ بات اس کی قسموں سے دفع نہیں ہوجائے گی۔ وہابی اکثر ایسی قسمیں کھایا کرتے ہیں...... ان کی قسموں کا اعتبار نہیں...... بلکہ اس سے پوچھیں، کہ تو اسماعیل دہلوی، و

نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، اور ان کی کتابوں تقویۃ الایمان، معیار الحق، براہین ..... تحذیر الناس، حفظ الایمان، بہشتی زیور وغیرہ کو کیسا جانتا ہے۔ اگر صاف کہے، کہ یہ سب لوگ بے دین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر و ضلالت سے بھری ہوئی ہیں، تو (پھر) ظاہر ہوگا، کہ وہ وہابی نہیں، ورنہ ضرور وہابی ہے۔ جھوٹوں کی قسم پر اعتبار نہیں کرنا"۔

نوٹ: اس فتوے میں کیا کیا زہر کس طرح بھرا ہوا ہے، اور جاہل عوام کو کیا جرأتیں دی جا رہی ہیں! ہم کیا لکھیں، آپ خود سوچیں۔

دیوبندی کتابیں پیشاب پاخانہ سے زیادہ نجس ہیں

(۳۳) اعلیٰ حضرت کی مکمل گالیوں بھری کتاب سبحٰن السبوح کا تفصیل سے ہم ذکر کر آئے ہیں۔ اس کے صفحہ ۷۵ کے حاشیہ میں یہ بھی ملاحظہ کے لائق ہے، کہ "کسی عاقل کے ہاں دیوبندیوں کی کتابیں تھوکنے کے بھی لائق نہیں ہیں۔ بلکہ ان پر پیشاب کرنا، اپنے پیشاب کو مزید ناپاک کرنا ہے۔ اے اللہ! ہمیں دیوبندیوں، یعنی شیطان کے بندوں سے اپنی پناہ میں رکھ"۔

(۳۴) اعلیٰ حضرت بہ قلم خود فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں صفحہ ۵۴ پر فتویٰ لکھتے ہیں، کہ "بہشتی زیور ایک ایسے شخص (مولانا تھانویؒ) کی لکھی ہوئی کتاب ہے، جس نے حضور کریم ﷺ کو گالی دی اور جس کے متعلق تمام علمائے حرمین نے فرمایا، کہ جو شخص اس کی باتوں سے مطلع ہو کر بھی، اسے مسلمان جاننا تو درکنار، اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے، تو وہ خود کافر ہو جائے گا۔ (اس لئے) بہشتی زیور کا دیکھنا مسلمان بھائی کے لئے حرام ہے"۔

ان کو دیکھنا پڑھنا حرام ہے

(۳۵) دیوبندیوں کی کتابیں ہندوؤں کی پوتھیوں سے بدتر ہیں۔ ان کی کتابوں کو دیکھنا حرام ہے۔ البتہ ان کتابوں کے ورقوں سے استنجا نہ کیا جائے، (اور یہ) حروف کی تعظیم کی وجہ سے (کیا جائے)، نہ کہ ان کتابوں کی تعظیم کی وجہ سے"۔ (فتاویٰ، جلد دوم، صفحہ ۱۳۶)

(۳۶) ایک اور جگہ یعنی ملفوظات جلد سوم میں صفحہ ۳۷۱ پر اعلیٰ حضرتی ارشاد ہے، کہ "عالم کامل کو بھی ان کی کتابیں دیکھنا ناجائز ہے، کہ انسان ہے، ممکن ہے کہ کوئی بات معاذ اللہ دل میں جم جائے اور ہلاک ہو جائے"۔ (یعنی ان سے اتفاق کر لے)۔

اب پڑھنے والے خود سوچیں، کہ قرآن پاک میں کافروں کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ "وہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن مت سنا کرو"۔ اعلیٰ حضرت کا خوف بھی صاف جھلک رہا ہے، کہ انسان ہے، ممکن ہے کوئی بات دل میں جم جائے۔ اس پر معاذ اللہ بھی خوب ہے۔ پھر یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھیں، کہ ہماری تربیت کرنے والوں نے بچپن میں یہ ذہن میں بٹھایا تھا، کہ کسی خالی کاغذ کو بھی پاؤں کے نیچے مت لاؤ۔ کیونکہ یہ علم کے لئے پیدا ہوا ہے اور علم کی دل میں وقعت نہ ہوگی، تو کوئی علم فائدہ نہیں دے گا۔ ادھر دینی کتابوں کے لئے کیا کہا جا رہا ہے، جو کسی کی بھی لکھی ہوئی ہوں، لیکن بہرحال ان میں قرآن و حدیث اور شرعی مسائل کا حوالہ تو ہوگا ہی اور اللہ اور رسول کا نام تو عام جام ہوگا۔ فتویٰ نمبر ۳۳ بار بار دیکھیں۔ مزید ہم کیا کہیں، بلکہ کوئی بھی شریف آدمی کیا کہے، کیسے کہے اور کن سے کہے!

ہزاروں کافروں سے بھی بُری صحبت

(۳۷) فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں ص ۵۵ پر اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ہے، کہ "مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے، کہ جس کی صحبت ہزاروں کافروں سے بھی بُری اور زیادہ نقصان کار ہے، کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے۔ خصوصاً وہابیہ، خصوصاً دیوبندیہ، کہ اپنے آپ کو خالص اہل سنت کہتے ہیں، حنفی بنتے، چشتی نقشبندیہ بنتے، نماز روزہ ہم جیسا کرتے، ہماری کتابیں (حدیث و فقہ کی) پڑھتے پڑھاتے ہیں"۔

(۳۸) اسی کتاب میں صفحہ ۷۰ پر ہے کہ "اور اب جو اہل حدیث کہلاتے ہیں، وہ ضرور اسماعیلی (سید اسماعیل شہید کے پیرو) اور گمراہ ہیں۔ اور دیوبندیہ ان سے (بھی زیادہ) گمراہ اور صریح مرتد ہیں"۔

نکاح میں ان کی گواہی نہیں چلے گی

(۳۹) بریلوی اعلیٰ حضرت کی فتاویٰ کی ایک کتاب ہے "فتاویٰ افریقہ"۔ جس میں افریقہ سے آئے ہوئے سوالوں کے جواب دیئے گئے تھے۔ اس کے صفحہ ۶۹ پر ایک انوکھا فتویٰ ہے کہ "مسلمان عورت کے نکاح میں دو۔ گواہوں کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ اگر یہ گواہ بدمذہب بھی ہوں، جیسے تفضیلی شیعہ، تو نکاح میں خلل نہیں۔ لیکن اگر یہ دونوں گواہ ایسے

بدمذہب ہوں، جن کی ضلالت کفر اور ارتداد کو پہنچی ہوئی ہے، جیسے رافضی، وہابی، دیوبندی، نیچری، غیر مقلد، چکڑالوی، قادیانی، تو نکاح نہیں ہوگا۔ کیونکہ دو مسلمان گواہ شرط ہیں"۔

بریلوی پھر سوچیں کہ کتنوں کے نکاح صحیح نہیں ہوئے اور نہیں ہو رہے ہیں۔

(۴۰) اس کتاب میں صفحہ ۱۷۰ پر ہے کہ "غیر مقلد وہابی سلام کرے، تو اگر فتنے کا خوف نہ ہو، تو جواب دینے کی اصلا ضرورت نہیں"۔

(۴۱) اعلیٰ حضرت کی کتاب فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں صفحہ ۱۷۰ پر فتویٰ ہے کہ "وہابی مرتد ہیں" اور مرتد کے پیچھے نماز باطل محض، جیسے گنگا پرشاد کے پیچھے"۔

ان کے کنوؤں کا پانی نہ پیو

(۴۲) بریلویوں کے تازہ دور کے مفتی احمد یار خان گجراتی اپنی کتاب "جاء الحق" میں حصہ دوم میں صفحہ ۲۲۲ پر لکھتے ہیں کہ "حنفیوں کو چاہئے کہ غیر مقلد وہابیوں کے پیچھے نمازیں نہ پڑھیں اور ان کے کنویں کا پانی بے تحقیق نہ پئیں، ان کے کنویں اکثر گندے ہوتے ہیں۔ جن سے یہ لوگ کپڑے دھوتے، نہاتے اور وضو کرتے ہیں"۔

یہ کوئی بریلوی ہی بتائے، کہ مشترکہ آبادی والے ملک برصغیر میں لکھی گئی معتبر کتاب "فتاویٰ عالمگیری" میں ہندوؤں کے کنوؤں کے بارے میں کوئی ایسا فتویٰ ہے؟!

(۴۳) اعلیٰ حضرت کے فتوؤں کی کتاب "فتاویٰ افریقہ" میں صفحہ ۱۲۴ پر مختلف فتنوں اور قادیانی فتنے کے ذکر کے بعد صفحہ ۱۲۵ پر ہے کہ "ظاہر میں ان سب میں ہلکے، لیکن حقیقت میں ان سب سے سخت وہابیہ ہیں۔ خدا ان پر لعنت کرے، اور ان کو رسوا کرے، اور ان کا ٹھکانہ اور مسکن جہنم کرے"۔

ان کے علماء کی توہین کرنا فرض ہے

(۴۴) اعلیٰ حضرت کی فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں صفحہ ۱۱۸ پر سوال ہے، کہ لوگ علماء کو حقارت سے گالی دیتے ہیں۔ جواب میں ہے کہ "عالم دین صحیح العقیدہ سنی کی توہین کفر ہے۔ مگر عالم وہی ہے، جو سنی صحیح العقیدہ (بریلوی) ہو۔ بدمذہبوں کے علماء، علماء دین نہیں۔ یوں تو ہندوؤں میں پنڈت اور نصاریٰ میں پادری ہوتے ہیں۔ ابلیس بھی کتنا بڑا

عالم تھا .... ایسوں کی توہین کرنا کفر نہیں، بلکہ تاحدِ مقدور فرض ہے"۔ پڑھنے والے خود سوچیں، کہ کس طرح ہر ایک جاہل، موالی کو ہتھیار دے دیا گیا ہے، کہ علماء کی پگڑی اتارتے رہیں اور سمجھیں، کہ فرض ادا کر رہے ہیں۔

یہ زہر بھی بار بار غور سے پڑھئے

(۴۵) اسی کتاب میں صفحہ ۸۶ سے ۸۹ تک ایک طویل سوال جواب میں محمد بن عبدالوہاب، سید اسماعیل شہید، سرسید، مولانا خلیل احمد دیوبندی، نواب صدیق حسن بھوپالی، اور ان کے کچھ شاگردوں کے بارے میں کچھ حوالوں کو بہت بڑے اور بُرے گالی باز جملوں میں بیان کرکے، ان کے بارے میں پوچھا گیا ہے، کہ ان کو عالم دین سمجھنے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اعلیٰ حضرت بھی مکمل دو صفحوں میں گالیوں، لعنتوں کی بھرمار کے بعد صفحہ ۹۰ پر لکھتے ہیں کہ "یقیناً وہ سب بدعتی اور استحقاق ناری جہنمی اور جہنم کے کتے ہیں۔ انہیں خوارج اور روافض کے مثل کہنا، روافض و خوارج پر ظلم اور ان وہابیہ کی جنابت کو کم کرکے دکھانا ہے۔

(۴۶) سوئر سے بھی بُروں کے کتے

اسی کتاب یعنی فتاویٰ رضویہ جلد ششم میں صفحہ ۳۲ پر بنارس کے مولوی محمد عبدالحمید نے ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ کو ایک سوال کے ذریعے غیر مقلدین کے عقائد کو توڑ مروڑ کر دس سوالات کئے، جن کے جوابات احمد رضا خان نے صفحہ ۳۲ سے ۳۵ تک دیئے ہیں۔ ان کو رسول اللہ ﷺ کی توہین اور ایذاء دینے والے کہتا ہوا، سوال نمبر ۵ کے جواب کو صفحہ ۳۵ پر ان الفاظ میں اختتام پر پہنچاتا ہے کہ "تو جسے اللہ پاک عزوجل دنیا اور آخرت میں ملعون کرے، وہ نہ ہوگا مگر کافر؛ اور یہ وہاں ہے کہ حق ظاہر ہونے کے بعد بھی عناد ہو۔ جیسے اب وہابیہ اعدائے دین کا حال ہے۔ ان پر خدا کی مار ہو۔ ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے، جو دار قطنی اور ابو حاتم خزاعی نے ابوامامہ باہلیؓ سے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اهل البدع کلاب اهل النار. گمراہ لوگ (اہل البدع) دوزخیوں کے کتے ہیں۔ کتا اور وہ بھی بدترین خلائق یعنی دوزخیوں کا، جن کو فرمایا اولئک هم شر البریه. وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں، کتے

سے بدتر، سوئر سے بدتر، سوئر کے لئے اگر کوئی کتا فرض کیا جائے، تو ایسے لوگ سوئر سے بھی بُروں کے کتے ہیں۔ الا لعنۃ اللہ علی الظلمین. (ظالموں پر اللہ کی لعنت!)''۔

دین کا عالم یا جھگڑالو اور کوسنے والی عورت!

پڑھنے والے اس فتوے کے لفظ لفظ پر بار بار غور کریں۔ انہیں یہ کسی عالم کی زبان لگتی ہے، یا کسی جھگڑالو عورت کا کوسنا اور پیٹنا لگتا ہے، جس کا کوسنے اور بُرا کہنے سے پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ یہ بھی غور کریں، کہ جو حدیث اعلیٰ حضرت نے گھڑی ہے، وہ کبھی کسی مفتی نے کہیں پر کسی حقیقی مرتد یا مانے ہوئے اسلام دشمن پر بھی استعمال کی ہے؟ پھر اس میں صرف کتے کا لفظ ہے، تو یہ باتمیز عالم صاحب اس کو سوئر تک لے گیا۔ ابھی بھی زبان کی خشکی نہیں مٹی، تو سوئر سے بھی بدتر خیالی جانوروں کے خیالی کتوں تک لے گیا۔ آگے کچھ نہ بچا، تو پھر بھی لعنت کے بغیر اس کے قلم کو قرار نہیں آیا۔

تقریباً ہر ایک فتوے میں کافر، مرتد، ملعون کے لفظ تو ملیں گے ہی، لیکن اللہ ان کو رسوا کرے، ان پر اللہ کی مار، ان پر لعنت، خذلہم اللہ وغیرہ بھی ملیں گے۔ نکاح نہ ہونے کے لئے سب الفاظ ختم ہوگئے، اور ابھی کوسنے کے جذبہ کی تسکین نہ ہوئی تھی، تو حیوان سے نکاح کا بھی ذکر کیا گیا۔ اولاد کے ولد الزنا ہونے کا لفظ بھی کئی جگہ عام لکھا ہے۔ حالانکہ وقار اور سنجیدگی، تہذیب اور شائستگی ایک دینی عالم کا بنیادی شیوہ بلکہ اس کے علم اور عالم ہونے کی خاص شناخت ہوتی ہے۔ نئے بنے ہوئے بریلوی ڈاکٹر مسعود صاحب سے خصوصی گذارش ہے، کہ آپ نے یہ تو لکھ دیا کہ ''بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے، لیکن کسی مقام پر تہذیب، شائستگی سے گرا ہوا نہیں''۔

لیکن وہ صرف ایک کام کریں، کہ پوری اسلامی دنیا کے فتاویٰ کا رکارڈ کنگھال کر کوئی ایک فتویٰ ایسا دکھائیں، جس میں کفر کا فتویٰ صادر کرنے کے بعد اس کو کافی نہ سمجھ کر مزید وضاحت کے لئے ایسے ناشائستہ الفاظ بھی لکھے گئے ہوں، یا یہ کہہ دیں، کہ یہ حدود شائستگی کے ہی ہیں!

انتہائی غیر ذمہ دار یا مَن موجی مفتی

کئی بار مسئلہ کے فقہی دلائل کی بجائے، اپنی مَن کی موجی موڈ میں جو دل میں آیا، وہ

لیا۔ اور ان کو قرآن وحدیث کے دلائل کہہ دیا، یا اپنی طرف سے بغیر دلیل کے حرام وحلال کا مسئلہ بنادیا۔ مزید یہ دو مثالیں دیکھیں:۔

(۴۷) فتووں کی کتاب ''احکام شریعت''، حصہ دوم، مسئلہ نمبر ۷۔

سوال داڑھی منڈانے اور کتروانے والے کے بارے میں ہے۔ جواب کے الفاظ ہیں، کہ ''داڑھی منڈوانے اور کتروانے والا فاسق ملعون ہے۔ فرض یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث میں اس پر غضب اور ارادۂ قتل کی وعیدیں وارد ہیں۔ اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے۔ اس کا حشر نبی ﷺ کے مخالفوں کے ساتھ ہوگا''۔

داڑھی منڈانے کتروانے کی امامت وغیرہ کے بارے میں اصل احکام کا یہاں موقع نہیں۔ یہاں سوال اعلیٰ حضرت کے قرآن وحدیث پر اس افتراء کا ہے، کہ حدیث میں اس پر ارادۂ قتل کی وعیدیں آئی ہیں، اور قرآن پاک میں لعنت ہے۔ یہ سوال کئی دفعہ اٹھایا گیا، مگر کوئی بریلوی یہ حوالے نہیں دے سکے۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر کھلا افتراء مَن کی موج میں قلم سے نکل گیا۔

کوٹ پتلون حرام، اشد حرام

(۴۸) ڈاکٹر مسعود صاحب اپنے امام کی انگریز دشمنی ثابت کرنے کے لئے، اپنی کتاب ''گناہ بے گناہی'' میں اس کی ایک دلیل میں، فتاویٰ رضویہ حصہ سوم ص ۴۴۲ مطبوعہ لائل پور کے اس فتویٰ کا حوالہ دیتے ہیں۔ ''انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام، اشد حرام۔ اور انہیں پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی، قریب بہ حرام، واجب الاعادہ، جائز کپڑے پہن کر نہ لوٹائے، تو گنہگار مستحق عذاب۔ والعیاذ باللہ''۔

یہ لباس حرام، اشد حرام، نماز مکروہ تحریمی۔ نہ لوٹائی تو مستحق عذاب، کن فقہی دلائل سے ہے۔ کیا خود ڈاکٹر صاحب نے ایسی نمازیں لوٹائیں؟ آج کل کے بریلوی عالم اس فتوے کے اس حکم، اور ان دلائل کی اشاعت کے لئے تیار ہیں؟ اس پر عامل ہیں۔ یا یہ معلوم ہونے پر اب اس پر عمل کریں گے اور کروائیں گے؟ یا اس کو بھی اپنے اعلیٰ حضرت کی مَن موجیوں میں شمار کر کے مصلحتاً خاموش ہی رہیں گے؟ یہ سوالات اب قارئین کرام کے ذمے لگا کر، ہم آگے کی فصل کی طرف بڑھتے ہیں۔ جس میں اس سے بھی زیادہ اعلیٰ حضرتی تماشے دیکھنے کو ملیں گے۔

فصل ہفتم

صفحہ ۲۰۵ - ۲۲۵

۶۳۵ اور ۲۰۲۵ کفریات کے ملزم دو طبقے

بدایونی، رامپوری اور پیلی بھتی علماء بدعات میں ہم مسلک اور ہم نوا تھے۔ جمعہ کی خطبہ کی اذان کے فروعی مسئلے پر اختلاف۔ اعلیٰ حضرتی غیض وغضب۔ بدایونیوں پر ۶۳۵، اور رامپوریوں پر ۲۰۲۵ کفری الزامات۔

اعلیٰ حضرتی کردار کا حیرت انگیز پہلو۔

اک ذرا سی بات پر

۶۳۵ اور ۲۰۲۵ کفریات کے ملزم دو طبقے

جو اپنے ہی تھے

قارئین کرام میں سے اکثر نے یہ شعر سنا اور پڑھا ہوگا، جس میں منہ زور کی زور آوری کی اس طرح شکایت کی گئی ہے، کہ "اک ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے" شکایت بالکل بجا ہے۔ کسی شکایت پیدا ہو جانے پر یارانے نہیں ٹوٹا کرتے، تہذیب و شائستگی کی دنیا میں تعلقات کی اپنی اہمیت ہوا کرتی ہے۔ معاملات کے ہر ایک پہلو کو اپنے اپنے خانوں میں اپنی اپنی حدود کے اندر رکھ کر دوسرے معاملات اور تعلقات کو ان کے منفی اثرات سے محفوظ، اور باقی اختلافات اپنی جگہ پر قائم رکھے جاتے ہیں۔

لیکن اعلیٰ حضرتی دربار وہ دربار تھا، جس میں "اک ذرا سی بات پر" صرف یارانے ہی نہیں جایا کرتے تھے، بلکہ ۶۳۵ اور ۲۰۲۵ کفری الزامات سے پرویا ہوا ہار بھی سر عام پہنایا جاتا تھا۔ پھر سوچیں، کہ صرف ایک فروعی مسئلہ پر، اور تین رسالوں اور تین جوابی رسالوں کے لکھنے پر اتنے سارے کفری الزامات! آخر آپ یا کوئی کیونکر اعتبار کرے! لیکن محترم قارئین صاحبان! جس تہذیبی دنیا کی رسمیں سوچ کر، یا خود اختیار کر کے آپ یہ اعتبار کرنے کو تیار نہیں، اس سے الگ ایک نرالی دنیا بھی تھی۔ وہ بریلی میں اعلیٰ حضرتی دربار تھی، جس نے یہ ممکن کر دکھایا۔

یہ پورا شعر اس طرح ہے:

اک ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
پھر بھی اچھا ہی ہوا، کچھ لوگ پہچانے گئے

کون سی بات پر کس قسم کے مضبوط یارانے ٹوٹے، اور ان کی جگہ کن کدورتوں اور الزاموں نے جگہ لی، اور کس قسم کی پہچان سامنے آئی، اس پوری تفصیل کو تحریری موجود رکارڈ سے ہم پیش کرتے ہیں۔ مزید رائے یا فیصلہ آپ کا اپنا ہوگا:

ہم مسلک بدایونی اور رامپوری علماء

بھارت کے شہر بدایون میں ایک عالم پیدا ہوا، فضل رسول بدایونی اس کا نام تھا۔ اس نے پہلے پہل شاہ اسماعیل شہید کے عقائد کو توڑ مروڑ کر انتہائی سخت الفاظ میں کفریہ الزام لگائے اور کچھ کتابیں لکھیں۔ وہ انگریز سرکار کے ملازم تھے، اور اس وقت کی عام تنخواہوں سے بہت اونچی تنخواہ لیتے تھے۔ اس لئے عام طور پر وہ ”انگریز کے نمک خوار“ گنے جاتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے بھی شاہ شہیداور بعد میں دیوبندیوں پر الزامات میں اس کے حوالے بھی دیئے، اور نقش قدم بھی لئے۔

مولانا فضل رسول بدایونیؒ کے ہونہار فرزند مولانا عبدالقادر بدایونی کا مدرسہ بدایون میں بدعات کی تائید و ترویج کے لئے مشہور تھا۔ بریلی کے اعلیٰ حضرت ان کے خاص مداح تھے۔ ان کو تاج الفحول کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ان کی مدح میں تقریباً ایک سو اشعار کا قصیدہ ”چراغ انس“ کے نام سے حدائق بخشش میں موجود ہے، اسی مولانا عبدالقادرؒ نے مولانا نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس سے اختلاف کرتے ہوئے ایک رسالہ ”ابطال اغلاط قاسمیہ“ لکھا۔ لیکن وہ اغلاط کی نشاندہی اور اختلافات تک محدود تھا۔ مولانا نانوتویؒ پر سخت کفریہ الزامات نہیں لگائے اور نہ اعلیٰ حضرت کی کتاب حسام الحرمین کی طرح یہ لکھا، کہ اس میں عقیدہ ختم نبوت کا قطعی انکار، اور ایسی کھلی کفریہ عبارتیں یا عقیدے ہیں، کہ جو ان کے کفر میں شک کرے گا، وہ خود بھی کافر ہوجائے گا۔

بہرحال بدایون کے مولانا عبدالقادر کے مدرسہ میں ان کے فرزند، شاگرد اور جانشین یہ مدرسہ چلا رہے تھے، یہ مدرسہ عام بدعات میں عملی اور علمی طور پر اتنا آگے تھا، اور دیوبندیوں کا اتنا مخالف تھا، کہ انُ کے زیر اثر پلنے بڑھنے والے ماہر القادری نے اپنے بچپن اور جوانی کے واقعات میں لکھا ہے، کہ میں کسی کتاب پر کسی دیوبندی کا نام اعزازی القاب سے لکھا ہوا دیکھتا، تو اس کو مٹا کر گالیاں لکھ دیتا اور سمجھتا تھا کہ کافی نیکی کمائی ہے۔ یہ تفصیل آگے دیوبندیوں پر الزامات کی فصل میں بیان ہوگی۔ لیکن بہرحال اپنے مسلک میں اتنا پختہ ہوتے ہوئے بھی، انہوں نے دیوبندیوں کو کھلا کافر قرار نہ دیا اور پورے ملک کے دوسرے علماء کی طرح اعلیٰ حضرت کی الزامی کتاب حسام الحرمین پر تصدیق لکھنے سے انکار کیا۔

یہ بھی کفری الزامات سے نہ بچ سکے

بہرحال اسی مدرسہ سے اعلیٰ حضرت کے خاص الخاص ممدوح تاج الفحول مولانا عبدالقادر کے بیٹے کے ہوتے ہوئے اعلیٰ حضرت بریلوی کے ایک چھوٹے سے فروعی جمعے کی خطبہ کی اذان مسجد کے اندر یا باہر ہونے کے مسئلہ پر اختلاف ہوا۔ تو اعلیٰ حضرت نے بات کو بڑھاتے بڑھاتے، اس مدرسہ اور اس کے اراکین پر ایک دو چار چھ آٹھ نہیں، بلکہ ۶۳۵ کفری الزامات مڑھ لئے، اور اعلان کردیا، کہ یہ اللہ اور رسول ﷺ کے ایسے دشمن اور گستاخ ہیں، کہ جو کوئی یہ سب کچھ پڑھنے اور جاننے کے بعد بھی ان کے ساتھ کفار اور مرتدین جیسا سلوک نہیں کرے گا، وہ خود بھی انہیں کی طرح اللہ کی لعنت اور عذاب کا مستحق ہوجائے گا۔ ایسا ہی فتوے دوسرے ہم مسلک گروہ رامپور اور پیلی بھت (گجرات) کے علماء کے سَر بھی لگا۔ جن کے سَر دو ہزار پچیس الزام لگے۔ ان کا ذکر اس کے بعد آئے گا۔

خطبہ کی اذان کا مسئلہ

آیئے کہ پہلے اصل اختلافی مسئلہ کی تفصیل اختصار کے ساتھ پیش کریں:

احمد رضا خان نے سوچا کہ اپنے مسلک کی الگ پہچان کے لئے اس نے جو چند خصوصی نشانات بنائے ہیں، جیسے اذان سے پہلے خطابی درود و سلام، جمعہ نماز کے بعد سلام و قیام، میلاد کا قیام، عرس اور میلاد کی خصوصی محفلیں، تیجے، دسویں، چالیسویں اور گیارہویں کے خصوصی رسوم وغیرہ، تو اس میں ایک اور نشان بڑھایا جائے۔ اس کے لئے اس کو یہ مسئلہ سوجھا، کہ جمعہ کے خطبہ کی اذان، جو حضور کریم ﷺ کے دور سے فاروقی دور تک مسجد کے باہر دروازے پر دی جاتی تھی، اس کو سنت کے احیاء کے نام پر واپس مسجد کے باہر دروازے پر دینے کا رواج پیدا کرکے اس کو اپنی بریلوی مساجد کا خصوصی نشان بنوا کر جائیں۔ لیکن یہ مسئلہ خود بریلویوں کے لئے بھی بڑا دیر ہضم ثابت ہوا، اور اعلیٰ حضرت یہ حسرت اپنے ساتھ ہی لے کر دنیا سے رخصت ہوئے۔

اصل مسئلہ کی نوعیت

اس مسئلے کی اصل نوعیت یہ ہے، کہ حضور کریم ﷺ کے دور مبارک میں جب جمعے کی

نماز جاری ہوئی، تو اس کے لئے دوسری پنج وقتہ نمازوں کی طرح پہلی اذان نہیں ہوتی تھی۔ اس دور میں جمعے کا دن مسلمانوں کے لئے عید کے دن کی طرح ہوتا تھا۔ اور عید کی طرح بغیر اذان کے لوگ کافی پہلے مسجد میں جمع ہو جاتے تھے۔ اور عید کی طرح اذان کے ذریعے نماز کے وقت کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ البتہ جب خطبے کا وقت ہوتا تھا، تو مسجد کے باہر دروازہ پر اذان ہوتی تھی۔ جس کا مطلب یہ ہوتا تھا، کہ رہ جانے والے بھی آجائیں، اور اب مکمل سکوت اختیار کیا جائے، کہ خطبہ شروع ہوتا ہے۔ یہ طریقہ اول دو خلفاء کے دور تک جاری رہا۔ بعد میں لوگوں کی تعداد بڑھی، جمعے نماز سے پہلے کام کاج اور مشغولیاں بھی بڑھیں، مسجد کی وسعت بھی بڑھی، تو سیدنا عثمان ذوالنورین کے دور مبارک میں یہ ضرورت محسوس ہوئی، کہ دوسری پانچ نمازوں کی طرح جمعہ کی نماز کے لئے بھی وقت کے اعلان کے لئے ایک الگ اذان کا اضافہ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ پانچ وقتہ اذانوں کی طرح اس کے لئے جگہ بھی وہی رکھی گئی، جہاں سے دور دور تک یہ اعلان پہنچ سکے۔

اور خطبہ کے لئے جو اذان ہوتی تھی، اس کی حیثیت اب جمعہ کی اذانِ ثانی کی رکھی گئی۔ جس کی غرض اب صرف یہ رہ گئی، کہ موجود نمازیوں کو بتایا جائے، کہ دوسرے ذکر واذکار یا سنتیں بند کرو، اور سکوت اختیار کرو، کہ خطبہ شروع ہو رہا ہے۔ اس لئے اب اس کی امام کے سامنے باہر کے دروازہ پر ضرورت نہ رہی۔ بلکہ اس کو امام اور منبر کے سامنے مسجد کے اندر رکھا گیا، اور یہ جمعے کی اذان ثانی یا خطبے کی اذان کہلائی۔

اس پر صحابہ کا اجماع ہوا

سیدنا عثمان ذوالنورین کی اس رائے سے سب صحابہ اور باب العلم سیدنا علی المرتضیٰؓ نے مکمل اتفاق کیا۔ اس طرح اس مسئلہ پر فاروق اعظمؓ کی بیس رکعت تراویح باجماعت کی طرح مکمل اجماع قائم ہوگیا۔ بعد میں فقہ کے سب اماموں کا بھی اس پر اجماع ہی رہا، اور اس دور سے لے کر آج تک پوری مسلم دنیا میں چودہ سو برس سے اس پر مکمل اجماع اور ہر جگہ عمل ہوتا آیا ہے۔ خود احمد رضا خان یا اس کے کسی حامی نے بھی کہیں کوئی ایسی مثال نہیں دی، کہ کسی دور میں، کہیں پر کسی مجتہد فقیہ یا محدث یا عالم نے اس سے اختلاف کا اظہار کیا ہو۔

پوری مسلم دنیا کا اجماعی عمل

دین کی تعلیم سے کم واقفیت رکھنے والے قارئین کرام کے لئے، ہم یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ کسی مسئلہ پر وقت کے سب علماء کا "اجماع" شریعت میں مسائل کے حل کے لئے دلائل میں قرآن وحدیث کے بعد اہم ترین دلیل اور حجت ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی بھی صحیح حدیث ہے، کہ میری امت کبھی کسی غلطی پر جمع نہیں ہوگی"۔ عقلی طور پر بھی سب علماء کا ایک غیر شرعی یا دوسری طرح ثابت مسئلہ پر مکمل اجماع ناممکن ہے۔ پھر جن مسائل میں صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوا، ان کی حیثیت تو ہر ایک سمجھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ وحی کے مزاج آشنا تھے۔ ان پر کسی غلطی کی نشاندہی کے لئے ان سے بھی زیادہ تعداد میں اور ان سے بھی زیادہ دینی فہم اور خلوص رکھنے والوں کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے صحابہ کے اجماع والے مسائل کے لئے صرف یہی ثبوت دینی طرح بھی کافی ہے اور عقلی طور پر بھی، کہ صرف یہ دیکھنا ہے، کہ صحابہ کا اجماع ہے یا نہیں، اور جمعہ کی اذان کے بارے میں موجود نظام پر جامع القرآن کی رائے پر صحابہ کا اجماع اور پھر اس پر مکمل بلا چوں وچرا آج تک مسلسل عمل کا ہی جاری رہنا بذاتِ خود ایک اجماعی اور تواتر کے ساتھ ثابت حقیقت ہے۔

حالات کا تقاضہ بھی یہی تھا

دوسری طرف حقائق پر نظر ڈالی جائے، تو بڑھتی ہوئی ضروریات کے تحت سیدنا عثمان کا یہ فیصلہ اللہ پاک کی طرف سے الہامی ہی نظر آتا ہے۔ کیونکہ بعد میں نمازیوں کی تعداد اور مساجد کی توسیع کو مدِنظر رکھیں، تو اگر یہ اذان منبر کے سامنے، لیکن مسجد کے باہر کے دروازے پر دی جاتی، تو شاید خود خطبہ دینے والے کو بھی معلوم نہ ہوسکتا، کہ اذان ہوئی بھی، یا مکمل بھی ہوئی۔ جب خود امام کی نماز کی تکبیریں بتانے کے لئے بھی کئی لوگوں کو مختلف جگہوں پر مکبر کے طور پر مقرر کرنا پڑتا تھا۔ (لاؤڈ اسپیکروں کے تازہ دور سے پہلے کے انتظام پر غور کریں، تو بات سمجھ میں آجائے گی)۔ صرف اپنی دیکھی بھالی جامع مساجد کو ہی ذہن میں رکھ کر سوچ لیں، کہ اگر یہ اذان باہر کے دروازے یا دوسری اذانوں کی طرح مینار یا اذان کے لئے مخصوص اونچی جگہوں پر دی جائے، تو خطیب کو بھی شاید اطلاع دینی پڑے، کہ اذان مکمل ہوگئی ہے، اب

آپ خطبہ شروع کریں۔

صرف احمد رضا خان نے اختلاف کیا

اب یہ بتانا تو بریلویوں کی ہی ذمہ داری ہے، کہ ان کے اعلیٰ حضرت سے پہلے بھی کبھی کہیں کسی نے اس مسئلے پر اختلاف کیا تھا؟ لیکن ہمارے علم کے مطابق صحابہ کے اجماع سے فیصلہ شدہ اس مسئلہ پر تیرہ سَو برس میں نظرِ ثانی کی کوشش صرف احمد رضا خان نے کی۔ جس کو اپنے مسلک اور اپنی مساجد کی الگ شناخت قائم کرنے کے لئے اذان سے پہلے درود کی طرح ایک اور شناخت کی بھی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور خود اپنے مزاج کی خطرناک حد تک خودنمائی کی جلت نے، دوسرے کئی مسائل یا بدعات کی طرح اس پر مجبور کیا، لیکن یہ مسئلہ ایسا نکلا، کہ خود اس کے ہم مشرب بھی اس کا ساتھ نہ دے سکے، اور اعلیٰ حضرت کو یہ حسرت ہی اپنے ساتھ لے جانی پڑی۔ اور خود ہی اُن حالات میں گھر گئے، جن کے لئے غالب کا یہ شعر ہی موزون نظر آتا ہے کہ

دیکھو مجھے، جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

اس سے کن ہستیوں پر حرف آیا

بہر حال یہاں یہ لکھنے کی غرض یہ دکھانا ہے، کہ یہ صرف ایک اعلیٰ حضرتی شوشہ نہیں تھا، جو اس نے چھوڑا، نہیں چلا اور قصہ ختم ہوا۔ یہ آپ نے غلط ہی سوچا اور سمجھا۔ خان صاحب احمد رضا خان، کسی بات کی ٹھان لے اور انتہا تک پہنچائے بغیر دم لے، یہ ''خیال است ومحال است وجنوں'' کے مصداق تھا۔ اس شوشے کو آخر کار اپنوں سے بھی نہ منوا سکنے تک جو کچھ زور لگایا گیا، ان میں کئی بڑی ہستیوں کی رسوائیاں ہوئیں۔ کئی نئے طبقے کفر کی ٹھوک فتواؤں کی زد میں آئے۔ اس مسئلہ کو قرنِ اولیٰ میں حل کرنے والے جامع القرآن اور خلیفۂ راشد، اور جملہ صحابہ کرام پر ایک صحیح سنت کو مردہ بنانے، دین میں خلاف سنت نئی بات کو پیدا کرنے والے یعنی بدعتوں کو رائج کرنے کے الزام لگے۔ (نعوذ باللہ) اس کو عثمانی راہ رسم قرار دے کر، اس کا دفاع کرنے والے ''عثمانی علماء'' پر پدر پرستی کے الزام لگے، علماء حرمین کی بے حرمتیاں ہوئیں وغیرہ وغیرہ۔ جن کی تفاصیل سے کئی بریلوی بھی بے خبر ہیں، اور جو باخبر ہیں اور آج بھی

کتابیں چھاپ رہے ہیں، وہ عقیدت میں ایسے اندھے ہیں، کہ ان کو یہ سب کچھ قابلِ اعتراض تک نظر نہیں آتا۔

کتاب احکامِ شریعت میں تفصیلی بحث

اس مسئلہ پر گرماگرمی ۱۳۲۵ھ سے ۱۳۳۴ھ تک دس سال رہی۔ ہم صرف مثال کے لئے اعلیٰ حضرت کے فتووں کی مشہور کتاب احکامِ شریعت کو سامنے لاتے ہیں۔ جس کا تازہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کا چھاپا ہوا ایڈیشن ہمارے سامنے ہے۔ اس میں حصہ دوم میں مسئلہ نمبر ۱۰۱ کے تحت صفحہ ۲۰۵ سے آٹھ مکمل صفحات میں اس کی تفصیل ہے۔ سوال کرنے والے کا نام نہیں، اور دس ہی سوالوں کی زبان بتاتی ہے، کہ یہ سوالات بھی احمد رضا خان کے ہیں اور جوابات بھی انہیں کے۔

بنیاد ہی غلط بیانی پر رکھی

الف- پہلے اور دوسرے سوال اور جواب میں اعلیٰ حضرت نے یہ خالص دھاندھلی دیکھئے، کہ خود اس بارے میں سنن ابوداؤد کی جو حدیث دکھائی ہے، اس کے الفاظ بمع ترجمہ یہ دیئے ہیں کہ ''جب رسول کریم ﷺ جمعے کے دن منبر پر تشریف رکھتے، تو آپ کے سامنے باہر کے دروازہ پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر اور عمرؓ کے دور میں تھا''۔ لیکن ساتھ ہی جب اس کی تشریح کی، تو اس میں اپنے الفاظ یہ دیئے، کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ اور خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔

اس جملہ میں ہی اس دھاندھلی کی بنیاد رکھی گئی، کہ دکھایا جائے، کہ حضور اور خلفاءِ راشدین کے مبارک دور میں یہی تھا۔ حالانکہ جب حدیث میں صاف الفاظ میں پہلے دو خلفاء کا ذکر ہے، تو یہ پورا خلفاءِ راشدین کا دور کیسے ہوا؟ آگے ہر جگہ حضور اور خلفاءِ راشدین کے دور کے ہی الفاظ ملیں گے۔ یہ سراسر دھوکہ ہے۔

(ب) اسی بنیاد پر چوتھے مختصر لیکن زہر میں ڈوبے ہوئے سوال اور جواب کا مواد ہے۔ سوال ہے کہ حضور کریم اور خلفاءِ راشدین کے عمل اور حدیث وفقہ پر عمل کیا جائے، یا ان کی بجائے ایسے رسم ورواج پر، جو بذاتِ خود حدیث وفقہ کے خلاف پڑ جائے۔ اعلیٰ حضرت

کا جواب بڑا مختصر ہے کہ ''ظاہر ہے کہ حدیث اور فقہ کے خلاف رواج پر اڑ جانا مسلمان کو ہرگز نہ چاہئے''۔

قارئین کرام اس سوال اور مختصر جواب میں سمائے ہوئے خطرناک زہر کا اندازہ لگائیں، کہ خلیفۂ راشد سیدنا عثمانؓ کی سنت، اس پر سب صحابہ کے اجماع اور عمل اور بعد کے سب فقہاء کے اجماعی عمل کو رسم و رواج، اور وہ بھی حدیث کے خلاف رسم و رواج قرار دے دیا گیا، یہ آپ خود سوچیں کہ ''اس پر اڑے رہنا'' کے الفاظ کن پر لگیں گے۔ ایک جملے میں بریلویوں کا امام مجدد کس کس کو کیا کیا کہہ گیا۔ خصوصاً جب کہ خود بھی کہیں بھی کوئی مثال نہیں دی، کہ کسی صحابی نے یا آگے چل کر کسی محدث یا فقیہ نے اس پر کبھی کہیں کوئی چھوٹی سی دلیل بھی اس سے خلاف دی ہو۔ اپنی سمجھ کے خلاف کسی کو بھی کیسی بھی جرح میں لے آنے میں احمد رضا خان کی بے باکی اور جرأت کی یہ کھلی مثال ہے۔

سب پر نئی بات یعنی بدعت کا الزام

(ج) پانچویں سوال میں بھی دیکھیں کہ کیا زہر بھرا ہوا ہے۔ سوال ہے کہ نئی بات (بدعت) وہ کہلائے گی، جو حضور اور خلفاء راشدین کے مطابق ہے، یا جو ان (حضور کریم اور خلفاء راشدین) کے خلاف رائجہ ہوگئی ہو۔ مختصر سوال کا مختصر جواب ہے کہ ''ظاہر ہے کہ جو بات حضور کریم اور خلفاء راشدین اور فقہ کے احکام کے خلاف ہو، وہی نئی بات (بدعت) کہلائے گی۔ اس سے بچنا چاہئے، نہ کہ سنت اور حدیث و فقہ کے حکم سے''۔ اب قارئین خود سوچیں اور کسی قریبی بریلوی مولوی سے پوچھیں، کہ کس کو نئی بات (بدعت) پیدا کرنے والا، اور کن کن کو سنت اور حدیث و فقہ کے احکام کے خلاف کرنے والا کہہ گیا؟ زور بھی اس نکتہ پر ہے کہ یہ نئی بات (بدعت) حضور کریم ﷺ اور خلفاء راشدین کے خلاف ہے۔ حالانکہ خود کو بھی اقرار ہے، کہ یہ خلیفۂ راشد سیدنا عثمان کی سنت اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔

اس مردہ سنت کے احیاء پر سو شہیدوں کا ثواب کمائے

(د) ساتواں سوال ہے کہ کس قسم کی سنت کو پھر زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب بتایا گیا ہے۔ جواب میں اعلیٰ حضرت ایسی تینوں حدیثیں بمع ترجمہ کے بیان کرکے، لکھتے ہیں کہ

''ظاہر ہے، کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی، جو مردہ ہوگئی ہو اور سنت مردہ جب ہوگی، جب اس کے خلاف رواج پڑ جائے''۔ یہاں پھر صاف الفاظ میں سیدنا عثمانؓ کو اور صحابہ کرام کو ایک سنت کو مردہ کرنے والا، اور اس کے خلاف رواج ڈالنے والا کہا گیا ہے......!

(ھ) اسی مضمون میں آخر میں تکملہ کے طور پر سوال بھی ہے، اور اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے یہ اپیل کی ہے کہ ''احیاءِ سنت علماء کا تو خاص فرض منصبی ہے، اور جس مسلمان سے ممکن ہو، اس کے لئے بھی یہی عام حکم ہے۔ اس لئے ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہے، کہ کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب حاصل کریں۔ اس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا، کہ تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ کیونکہ یوں ہو تو پھر تو کوئی سنت کو زندہ نہیں کر سکے گا''۔

کھلا دھوکہ۔ پانچ وقتہ اذان کے حوالے:

خطبۂ اذان کے لئے

(و) ان سوالات میں قارئین کرام کو حضور اور خلفاء راشدین کی سنت کے الفاظ کے ساتھ ''احکام فقہ کے فتوؤں کے خلاف ہونے'' کے الفاظ بھی نظر آئیں گے۔ یہ مسئلہ سوال نمبر ۲ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سوال کے الفاظ ہیں کہ ''فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع کیا گیا ہے اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟'' اس کا جواب کافی تفصیل اور مختلف معتبر فقہی کتابوں کے حوالوں سے دیا گیا ہے۔ لیکن یہاں وہی اعلیٰ حضرتی قسم کی دھاندلی ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ اور ان سب حوالوں میں روزانہ پانچ وقت کی اذان کا مسئلہ ہے۔ جو وقت کے اعلان کے لئے ہوا کرتی ہے۔ جس کے لئے ضروری ہے، کہ مسجد کے کسی کھلے کونے پر، کسی اونچی جگہ پر کہی جائے، تاکہ آواز دور تک پہنچ سکے، اور دیواریں بھی آواز میں رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔ حضرت بلالؓ کی اذان کے لئے بھی روایات ہیں، کہ وہ اذان کی آواز دور تک پہنچانے کے لئے چھت پر اذان کہتا تھا، اور اسی مقصد کے لئے مساجد میں مینار کا رواج ہوا۔ ہم نے خود اور ہمارے ہم عصروں نے دیکھا ہوگا، اور آج بھی کئی پرانی مساجد میں بائیں طرف کونے پر الگ اونچا سیڑھیوں والا اوپر کیا ہوا حصہ دیکھا جاسکتا ہے، جو اذان کے لئے ہی مخصوص ہوا کرتا تھا۔

خطبہ کی اذان میں آواز صرف مسجد کے اندر کی جماعت تک پہنچائی ہوتی ہے، کہ اب خطبہ شروع ہوتا ہے، لہٰذا سنتوں کی نماز یا ذکر واذکار بند کر کے خطبہ کی طرف متوجہ ہوں۔ تو اس کے لئے باہر کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ دور تک اعلان پہنچانے کا مسئلہ لاؤڈ اسپیکروں نے حل کر دیا، تو کسی فقیہ کو خود پانچ وقتی اذان کے بھی مسجد کے اندر ہونے پر اعتراض نہیں رہا۔ اور آج کل ہر جگہ مسجد کے اندر لاؤڈ اسپیکر پر ہو رہی ہے۔

یہ ایک فروعی مسئلہ ہے

خود اعلیٰ حضرت نے بھی کتاب ''اعلیٰ انوار الرضا'' میں یہ تسلیم کیا ہے، کہ یہ دین کا بنیادی قسم کے ضروری عقائد کا مسئلہ نہیں، بلکہ ایک فروعی مسئلہ ہے۔ تو پھر سوال ہے، کہ اس میں اتنے الجھنے کی ضرورت اور پورے دس سال تک ہر ایک سے الجھنے، سوال در سوال اور جواب در جواب کی کیا ضرورت تھی۔ آپ نے ایک مسئلہ پیش کیا، دوسروں نے اتفاق نہیں کیا۔ اور اپنے دلائل دیئے، آپ نے جواب میں اپنے دلائل دیئے۔ معاملہ یہیں تک ختم ہو جانا چاہئے تھا۔

لیکن عملی طور پر اعلیٰ حضرت نے اس فروعی مسئلہ کو کہاں تک پہنچایا، اس کو اعلیٰ حضرتی تماشہ ہی کہہ سکتے ہیں، جن کی تفصیل آپ کو اور کئی اصل حالات سے ناواقف بریلوی علماء کو بھی ضرور حیران کرے گی، (شاید شرمسار بھی کرے)۔

پھر تراویح کا کیا ہوگا؟

لیکن اس سے پہلے یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھیں، کہ جس طرح سیدنا عثمانؓ اور جملہ صحابہ کرام کی اس سنت کو بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے بدعت۔ ''خلاف سنت رواج'' قرار دے کر، اپنے دلائل اور علم کے جوہر دکھائے ہیں، اگر یہی دلائل لے کر کوئی دوسرا من چلا نکل پڑے۔ اور حضرت عمرؓ اور صحابہ کرام کی اجماعی سنت تراویح کے مسئلہ کے لئے کہے، کہ جس کام کو حضور کریم ﷺ نے امت کی آسانی کے لئے کبھی چار رکعت، کبھی آٹھ اور کبھی بالکل نا نہ رکھا، اس آسانی کی سنت کے خلاف ایک بدعت اور نئی رسم کے ذریعے بیس رکعت، اس میں قرآن پاک کا ختم بھی رکھ کر امت پر بوجھ بڑھایا گیا۔ جو نہ حضور کے زمانے میں تھا، اور نہ

راز داری نبوت خلیفہ اول کے دور میں (نعوذ باللہ منہا)، تو بات کہاں تک پہنچے گی؟ پھر اس طرح دوسرے کتنے احکام اور مسائل ہیں، جن کی بنیاد صحابہ کرامؓ کے اجماع پر ہی ہے۔ جن کو بریلوی علماء بھی آسانی سے گنوا سکتے ہیں۔

احمد رضا کے مزاج کا تجزیہ کریں

قارئین کرام مندرجہ بالا حقائق سے بریلوی مجدد کے مزاج اور منفی جبلت کا اندازہ لگائیں، کہ جب وہ کسی فروعی مسئلہ میں بھی اپنی بات پر اڑتے تھے، تو کس قسم کے مظاہرے کرتے اور کسی کو بھی کیا کیا کہہ بیٹھتے تھے۔ جو شخصیت بھی سامنے آتی تھی، اس کو کس طرح روندتے تھے۔ اس مسئلہ میں تو شکر ہے کہ سامنے خلیفہ ثالث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، تو ان کو بھی ہدف تو بنایا ہی، لیکن نام لئے بغیر اور شخصیات کو چھپا کر۔ اگرچہ اس سے بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ کیونکہ ان کی اجماعی سنت کو نئی بات (بدعت) نیا رسم و رواج، حدیث وسنت کے خلاف رواج کے القاب تو بہرحال ملے ہی۔ اس کو ختم کرنے پر سو سو شہیدوں والے ثواب بتا کر، اس کی اپیلیں تو بہرحال زور وشور سے کی گئیں۔ یہ اور بات ہے یا سیدنا عثمان اور صحابہ کرام کی کرامت، کہ اپنی مسجد میں بھی اس کو رائج نہ کر سکے!

اپنے ہی ممدوح مدنی مفتی کی یہ درگت بنائی

لیکن جن دوسری معاصر شخصیات نے ساتھ نہیں دیا، ان کی کیا درگت بنائی گئی، اس کی ہم صرف دو مثالیں دیں گے:

(۱) ہندوستان سے کچھ لوگوں نے یہ مسئلہ مدینہ شریف تصدیق کے لئے لکھ بھیجا۔ وہاں اس پر مدینہ منورہ میں مدرس عالم اور حنفی مفتی شیخ عبدالقادر توفیق شبلی طرابلسی حنفی نے تفصیلی جواب لکھ بھیجا۔ جو اعلیٰ حضرت کے خلاف ہی جاتا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ کروا کر لکھنو اور بریلی سے شائع کروا کر تقسیم عام کیا گیا۔ اب اعلیٰ حضرت کے غیض وغضب کو کون روکے!

اس حنفی طرابلسی عالم کی اعلیٰ حضرت کی کتاب حسام الحرمین میں تصدیق ہے، اس کو لکھتے وقت احمد رضا خان نے شیخ کا تعارف تین سطروں کی طویل تعریفی عبارتوں میں کروا دیا، کہ ''جو علم میں صدر بنے، اور مدرس ٹھہرے، اور قدرت والے کی توفیق سے علم میں آمد ورفت

کی، دقیق النظر الشیخ الفاضل عبدالقادر توفیق الشبلی الطرابلسی الحنفی مدرس مسجد الکریم النبوی: اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فیض عطا فرمائے"۔ یہ عبارت ابھی تک حسام الحرمین میں موجود ہے۔

کچھ ہی عرصہ کے بعد ایک فروعی مسئلہ میں اس اختلاف کی وجہ سے، اسی عالم کے لئے اپنی کتاب "مسئلہ اذاں کا حق نما فیصلہ" میں صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں، کہ مدینہ طیبہ میں جہاں دنیا بھر کے اطراف سے ہزاروں لوگ آئے ہوئے ہیں، ان میں ایک شخص طرابلس کا رہنے والا بھی ہے۔ کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ (ایسے دلیل دینے والا) کوئی احمق شاید طرابلس میں بستا ہو، کہ حوالوں کی جتنی عبارتیں لکھیں، اصل کتابوں میں ان کا نام ونشان نہیں، فقہ حنفی کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر وہی تدلیس (فریب) کی پکار، امام سفیان پر بہتان، یہ ہی طرابلسی صاحب کی تمام علمی کائنات اور اس سے اس کی علمی حالت ظاہر...... اس کی اکثر جہالتوں کا رد...... میں ملے گا"۔ اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "اس کی کل تحریری کائنات سولہ جہتیں ہیں"۔

جہل وسفاہت، خیانت، افتراء وغیرہ الزامات

اسی شیخ طرابلسی اور اس کی فتویٰ کے لئے دوسری کتاب اجلی انوار الرضا"، میں صفحہ ۱۵ پر لکھا کہ "وہ کتاب ایک طرابلسی کی تنہا اپنی رائے ہے...... رابعاً اس بے معنی تحریر کی حالت یہ ہے، کہ اول تا آخر اغلاط وخطا سے مملو ہے۔ جہل وسفاہت، افترا وتناقض، خیانت، نافہمی ومکابرہ کونسا کمال ہے، کہ ان گنتی کی چند سطروں میں نہیں"۔ اگلے صفحے پر مزید چوٹ ہے، کہ "ایسا احمق شاید طرابلس میں بستا ہو"۔ اگلے صفحے پر ایک اور چوٹ ہے کہ...... "یہ ہے طرابلسی صاحب کی ساری علمی کائنات، اور اس سے اس کی علمی حالت ظاہر"۔ اسی صفحہ پر ایک اور چوٹ ہے کہ "طرابلسی تحریر پر جب یہ قاہرہ رد موجود تھے، تو انہیں دیکھ کر کسی انصاف والے یا شرم والے کو اس کی بے مغز تحریر کا نام بھی زبان پر نہ لانا تھا"۔ (یعنی اس کا فتویٰ چھپنا ہی نہیں چاہئے تھا)

کیا یہ وہی پہلے والے شخص تھے؟

جس مدنی عالم کو کچھ برس پہلے دقیق علمی مہارت، علم کے صدر، مسجد نبوی کے مدرس وغیرہ کا سرٹیفکیٹ دیا گیا تھا، وہی عالم صرف ایک چھوٹے فروعی مسئلہ پر اختلاف رائے کے

اظہار کی وجہ سے کیا کیا بن گیا۔ احمق، کم علم، بہتان باز، خیانتی، جاہل، کم سمجھ، دھوکہ باز، نافہم، مدینہ طیبہ میں ساکن اور مدرس نہیں، بلکہ گذرنے والا وغیرہ وغیرہ۔ یعنی مکمل نقشہ ہی بدل گیا۔ اب یہ ماننا تو لازم ہوجاتا ہے، کہ دونوں میں سے کسی ایک طرف ایک نام کی دو شخصیتیں ضرور ہیں۔ یا عبدالقادر شبلی طرابلسی کے نام کے دو شخص تھے، ایک کے علم وفہم کے اعلیٰ حضرت حد سے زیادہ قائل تھے، اور ایک دوسرا کم علم خیانتی بھی اسی نام کا فائدہ لے کر مفتی بن بیٹھا۔ یا احمد رضا خان کے نام کے دو شخص تھے۔ ایک نے حسام الحرمین والی عبارت لکھی، اور ایک نے اذان والے مسئلہ پر تحقیق کے بعد لکھی۔ دونوں طرف ایک ہی شخص ماننے سے تو یہ اجتماع ضدین کا مسئلہ حل ہونا ممکن نہیں۔ بریلوی اگر دونوں طرف ایک ہی شخصیت مانیں، تو ان کو بتانا ہوگا، کہ آخر احمد رضا خان دونوں جگہوں میں سے کس جگہ صحیح ہیں!

اسی مسئلہ پر ہم مسلک علماء پر کفر کے فتوے

اسی مسئلہ پر اس سے زیادہ بُری حالت بدایون اور رامپور کے علماء کی بنائی گئی، جو اس سے پہلے عقائد اور بدعتوں کے لحاظ سے احمد رضا خان کے ہم مسلک تھے۔ ان کے بھی دیوبندیوں سے اعلیٰ حضرت کی طرح بدعتی رسومات اور عقائد میں اتنے ہی شدید اختلافات تھے، جس کی تفصیل آگے ہم ماہر القادری مرحوم کی زبانی دکھائیں گے۔

بہرحال ان دنوں مرکزوں کے علماء نے سوال پوچھنے پر اس مسئلہ اذان میں اعلیٰ حضرت کے خلاف موقف اختیار کیا، کہ جو چیز رائج ہے، ہم اسی کو درست سمجھتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا، احمد رضا خان لنگوٹ باندھ کر ان کے بھی پیچھے پڑگئے۔ علماء بدایون کے مدرسہ قادریہ کا نام مدرسہ خرما رکھ کر، اس مدرسہ کے تمام علماء پر کفر اور ارتداد کے الزامات کی بوچھاڑ کی گئی۔

مدرسہ کے لئے مدرسہ خرما کا لقب اور کفری الزام

ایک الگ رسالہ لکھا گیا، جس کا نام تھا "نکس اماطیل" اس میں مدرسہ قادریہ کا نام رکھا گیا۔ "مدرسۂ خرما": اس میں مدرسہ خرما کی سرخیاں لگا کر مندرجہ ذیل کفریہ عقائد چسپاں کئے گئے۔ اور ہر ایک سُرخی کی تفصیل میں عام مسلمانوں سے اپیلیں بھی کی گئی۔

ان سرخیوں میں سے کچھ آپ بھی ملاحظہ کریں۔ ہم ان کے صفحات کے نمبر بھی لکھتے

ہیں: مدرسہ خرما میں اللہ، انبیاء اور ملائکہ پر حملے صفحہ ۸۳۔ مدرسہ خرما میں اہل سنت کی تکفیر صفحہ ۸۳۔ مدرسہ خرما میں نبی ﷺ کو گالی صفحہ ۸۵۔ اس کی تفصیل میں درمندانہ اپیل بھی ہے کہ اب دیکھیں کس کس کو محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت پیاری ہے، اور کون اس گالی دینے والے مدرسہ کی رعایت کرتا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ اب جو اس حال معلوم ہونے پر بھی ان کے ساتھ کافر اور مرتد جیسا برتاؤ نہیں کرے گا، وہ خود بھی انہیں کی طرح لعنت اور عذاب کا مستحق ہوگا۔ مدرسہ خرما میں نبی ﷺ کی بے قدری۔ صفحہ ۸۷۔ مدرسہ خرما میں لاکھوں اماموں کی تکفیر صفحہ ۸۹۔ مدرسہ خرما میں صفاتِ الٰہیہ کے ساتھ برتاؤ صفحہ ۹۰۔ مدرسہ خرما میں آخرت کی مذمت اور دنیا کی تعریف صفحہ ۹۱۔ مدرسہ خرما کے نزدیک مخلوق اللہ سے پوشیدہ ہے۔ صفحہ ۹۳۔ مدرسہ خرما کا اعتقاد کہ ہم اللہ کو دیکھتے ہیں اور وہ ہمیں نہیں دیکھتے صفحہ ۹۳۔ مدرسہ خرما میں دین کا تمسخر، مدرسہ خرما میں کلمہ طیبہ کا سچا ہونا باطل ہے صفحہ ۹۴۔ مدرسہ خرما میں اللہ عز و جل پر حملے، صدیق اکبر پر افتراء صفحہ ۱۰۰۔ مدرسہ خرما میں اللہ پاک پر خرمائی زیادتیاں صفحہ ۱۰۱۔ قرآن پاک پر خرمائی حملے صفحہ ۱۰۲۔ رسول اللہ پر خرمائی سخت حملے صفحہ ۱۰۲۔ مدرسہ خرما میں خدا کے وجود سے انکار صفحہ ۱۰۷۔ مدرسہ خرما کے نزدیک اسلام میں جو کچھ ہے وہ فریب ہے صفحہ ۱۰۷۔ مدرسہ خرما میں اللہ پاک کی طرف ظلم کی نسبت صفحہ ۱۰۹۔ مدرسہ خرما میں نجس شراب کی تعریف اور ترغیب صفحہ ۱۰۹، وغیرہ وغیرہ۔ یہ صرف چند نمونے ہیں۔

ہر ایک مخالف گستاخِ رسول نظر آیا

قارئین کرام سوچیں، کہ جو مدرسہ ہم مسلک تھا، جس میں تھوڑا عرصہ پہلے مولانا عبدالقادر بدایونی تھا، وہی مدرسہ اور علماء صرف ایک فروعی مسئلہ میں اختلاف کی بنا پر اتنا مذموم بن گیا۔ ان کے عقائد میں اتنا فتور آ گیا (دکھاتا ہے رنگ احمد رضا کیسے کیسے!)

قارئین کرام یہ نکتہ بھی نوٹ کریں، کہ اعلیٰ حضرت نے جس کی بھی جب بھی مخالفت کی، تو اس کو اللہ اور رسول کا گستاخ اور تنقیص شان کا الزام ضرور لگایا، کسی بھی عبارت میں یہ مطلب بھرنے کا یہ حضرت خصوصی ماہر تھا۔ اور یہ اس کی ضرورت بھی تھی، کہ اس کے بغیر کفر کا فتویٰ نہیں لگ سکتا۔ مدرسہ خرما پر بھی یہ الزام تھوپ ہی دیا۔ اور دیوبندیوں کی اشک شوئی کر دی، کہ وہ اکیلے ملزم نہیں۔

دیوبندیوں کی زندہ کرامت

ان الزامات کو دیکھ کر یہ دیوبندی علماء کی زندہ کرامت یا تحریر کا حد درجہ احتیاط نظر آتا ہے کہ ان کے صرف چار علماء پر ایک ایک کر کے چار الزامات ہی لگائے جا سکے۔ تقریباً وہی الزامات مدرسہ قادریہ بدایون پر بھی لگے، مثلاً اگر دیوبندیوں پر حضور کریم ﷺ کی توہین اور تنقیص شان کا الزام ہے، تو مدرسہ بدایون پر بھی "مدرسہ خرما میں حضور کریم کو صریح گالی" کا الزام لگا کر، ان کو بھی کافر اور مرتد نہ سمجھنے والوں کو خدائی لعنت اور عذاب کا مستحق گردانا گیا ہے۔ اگر علماء دیوبند کی طرف امکانِ کذب منسوب ہے، تو مدرسہ قادریہ کی طرف امکان ظلم منسوب کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایسے خبیث کفر علماء بدایون کی طرف منسوب کیے گئے ہیں، جو علماء دیوبند پر نہیں ہیں۔ مثلاً یہ سرخیاں پھر دیکھیں مدرسہ خرما میں وجود خدا سے انکار، کلمہ طیبہ کا سچا ہونا باطل ہے، قرآن عظیم پر خرمائی حملے، اسلام پر خرمائی حملے، لاکھوں اماموں کی تکفیر، ہم اللہ کو دیکھتے ہیں، وہ ہمیں نہیں دیکھتا۔ مخلوق اللہ سے پوشیدہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

دیوبندیوں پر چار؛ اور بدایونیوں پر ۶۳۵ کفر!

یہ بھی واضح ہے، کہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے اس مختصر مدت میں پے در پے مدرسہ قادریہ کے خلاف جو تین رسالے لکھے، ان کو ملا کر "سد الفرار علی الصید الفرار" نام رکھا گیا، جو ۱۳۳۲ھ میں شائع ہوا۔ اور خود اعلیٰ حضرت کے بقول اس میں ۶۳۵ ضلالتیں دکھا کر ۶۳۵ وجوہ سے ان پر کفر لازم کیا گیا ہے، (یعنی ۶۳۵ کفر)۔ قارئین کرام شاید اس پر ہماری طرح اعتبار نہ کریں، تو ہم ان کی تسلی کے لئے یہاں ۱۳۳۴ھ میں چھپی ہوئی کتاب "اجلی انوار الرضا" کے صفحہ ۳۳ اور ۴۵ کے فوٹو عکس دیدیتے ہیں۔ صفحہ ۳۳ پر حاشیہ میں "۶۳۵ رد" کا واضح لفظ ہے، اور صفحہ ۴۵ کی سطر نمبر ۵ میں واضح الفاظ دیکھیں، کہ "رسالہ مبارکہ سد الفرار میں اللہ اور رسول اور ائمہ پر اسی سے زیادہ افتراء وخیانت گنا دیئے"۔ یعنی صرف اللہ ورسول پر اسی کفریہ افتراء اور خیانتیں! اب آپ اپنے موجود بریلویوں سے پوچھیں کہ یہ افتراء، الزامات زیادہ بنتے ہیں، یا دیوبندیوں کے خلاف چار! پھر وہ صرف بیچارے دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کو ہی کیوں نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی کفری تلوار کے دوسرے شہداء کا ذکر کیوں نہیں کرتے؟

مولانا عبدالمقتدر پر خطرناک تعزیری قلم

اسی مدرسہ قادریہ بدایون کے اس وقت کے سربراہ مولانا عبدالمقتدر تھے۔ جو اعلیٰ حضرت والے ہی مرشدانہ گھرانے سے اجازت یافتہ اور شہر بدایون کے سجادہ نشین بھی تھے۔ اس پر اسی کتاب "سد الفرار" میں صفحہ ۸۰ پر ان وجوہ سے کفر اور ارتداد لازم کرکے، یہ سرخی قائم کی، کہ "برادرم پر بحکم شرعی کیا کیا لازم ہوا"۔ پھر یہ پانچ حکم بتائے، کہ اول اسلام کی نئے سرے سے تجدید کریں۔ دوم ان اقوال مردود کی اشاعت جس طرح علی الاعلان ہوئی ہے، اسی طرح علی الاعلان توبہ تائب ہونے کا اعلان کریں۔ سوم نکاح کی تجدید کریں۔ چوتھا یہ کہ حج کو لوٹائیں (کہ کفر کی وجہ سے وہ باطل ہوگیا)۔ پنجم تجدید بیعت، کہ خود بھی نئے سرے سے پیر سے بیعت ہوں، اور اپنے مریدوں میں بھی اعلان کریں، کہ تمہارا پیر اپنی بیعت سے نکل گیا تھا، اب نئے سرے سے توبہ تائب ہوکر نئی بیعت کے ساتھ خود بھی صحیح پوزیشن میں آگیا ہے، تو مرید بھی نئے سرے سے بیعت کریں۔ اس سے آگے عوام کے لئے بھی للہ فی اللہ خیر خواہی کا سبق ہے، کہ ہم کو تو مسلمانوں کی خیر خواہی میں یہ اعلان کرنا پڑ رہا ہے، کہ وہ سب حالات جان کر اپنا ایمان، اپنی بیعت وغیرہ بچائیں۔

اس سب کچھ کو کیا نام دیا جائے

آج کل کے زیادہ تر بریلوی علماء اور عوام اور قارئین کرام کو یہ سب باتیں معلوم نہ ہوں، تو ہم کیا کرسکتے ہیں۔ لیکن ہماری طرف سے ان حقائق کو سامنے لانے کے بعد ان کی ذمہ داری بنتی ہے، کہ اپنے پیر و مرشد مجدد مائۃ کے یہ سارے کارنامے اصل کتابوں میں پڑھ کر خود فرمائیں، کہ ان کارناموں کو اگر باادب الفاظ بھی دیئے جائیں، تو ہذیان کے دوروں کے علاوہ دوسرے الفاظ مناسب ہیں؟ اگر ہیں، تو نشاندہی کریں، ہم ترمیم کے لئے تیار ہیں۔

رامپوری اور پیلی بھتی بھی اسی کٹھرے میں

بدایون کے علاوہ ایک اور علمی مرکز رامپور بھی دیوبند سے اختلافات میں مشہور تھا۔ ان کے نامور عالم مولانا سلامت اللہ نے بھی اس اذان ثانی کے جواب میں مختصر جواب لکھا، کہ

"میرے نزدیک جو امر متوارث ہے، وہی صحیح ہے"۔ احمد رضا خان نے لفظ متوارث اپنے فائدہ میں گھمایا، کہ متوارث کے معنی یہ ہوئے، کہ جو حضور کریم اور خلفاء راشدین کا ورثہ تھا۔ اور اپنے فائدہ میں دلائل کا طومار لگادیا، اور ایک رسالہ "رمز شیریں چاہ شور" شائع کیا۔ علماء رامپور نے ایک مجلس قائم کی، اور اس کے جواب میں "رزم شیریں چاہ شور" لکھا۔ بات چل پڑی اور چلتی رہی۔ ادھر سے الزامات لگے، اُدھر سے جواب دیئے گئے۔ اور بقول خود اعلیٰ حضرت نے رامپوریوں کے دو ہزار نقص نکال کر دو ہزار لاجواب کرنے والے رد پیش کئے۔ ہم نے "اجلی انوار الرضا" کے صفحہ ۳۳ کا جو عکس دیا ہے، اس کی سطر نمبر ۵ کے یہ الفاظ خود دیکھ لیں، کہ "جس پر رد کا عدد دو ہزار سے بڑھ گیا"۔ ایک مسئلہ پر کئے گئے بحثوں کے دو ہزار سے زیادہ رد؟ کچھ سوچیں تو کیا ماحول پیدا کیا گیا تھا!

اتنے کفر کبھی کسی کے خلاف نہیں لگائے گئے

ہم نہیں سمجھتے، کہ مکمل گمراہ فرقوں کے خلاف جو تاریخی مہمیں چلیں، ان میں بھی کسی نے یہ دلیل دی ہو، کہ ہم نے اس کے خلاف دو ہزار سے زیادہ رد پیش کئے ہیں۔ ویسے علمی طرح رد اور باطل کرنے کے لئے ایک یا کچھ اہم عقائد کافی ہوتے ہیں، بشرطیکہ اس کو واضح مانے ہوئے دلیل سے (کچھ ہی صفحوں) میں پیش کیا جائے۔ جیسے قادیانیوں کے کفر کے لئے ایک ہی عقیدے کا ثبوت کافی وشافی مانا جاتا ہے۔

ہم پھر عرض کردیں، کہ یہ فخر کی بات نہیں، کہ بدایونی اذانیوں پر ۶۳۵ کفر ثابت کئے، رامپوریوں پر دو ہزار رد لکھے۔ لہذا ثابت ہوا، کہ ہم علم میں اور تحریر میں ان سب کے اعلیٰ حضرت ہیں اور حق بھی ہماری طرف ثابت ہوا۔ یہ خود انتہائی غیر معیاری بچکانہ باتیں ہیں، جن پر صحیح عقل اور علم رکھنے والے بریلوی بھی یقیناً شرمسار ہی ہوں گے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کسی بریلوی نے کہیں اعلیٰ حضرت کی طرح فخریہ انداز میں یہ حوالہ نہیں دیا، کہ اعلیٰ حضرت نے فلاں فلاں پر اتنے کفر لگائے۔ بلکہ اب ان کا بھی زور اس تردید پر ہے، کہ یہ اعلیٰ حضرت پر الزام ہے، کہ وہ کفریہ الزامات میں بے باک تھے۔ لیکن تحریریں تو بہرحال موجود ہیں۔

جواب دیتے جاؤ، کفر بڑھواتے جاؤ

بہرحال کہنے کی غرض یہ تھی، کہ بریلوی اعلیٰ حضرت کے سامنے جس نے اس کے خلاف بولنے کی جرأت کی، اس کو کفر ضرور نصیب ہوا۔ جس نے جتنے زیادہ جواب دیئے، تو اس سے کفروں کی لسٹ بڑھتی گئی۔ دیوبندیوں پر سب سے کم کفر پڑے، کیونکہ انہوں نے سوال جواب کا سلسلہ چلایا ہی نہیں۔ ایک بار وضاحت کر کے معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

لیکن بدایونی رامپوری تو خاموش رہنے والے نہیں تھے۔ سلسلہ بڑھا، تو کفر بھی بڑھتے گئے۔ ''اعلیٰ انوار الرضا'' کے صفحہ ۳۳ کے عکس میں حاشیہ پھر دیکھ لیں۔ ایک جواب تھا، تو پہلے ساڑھے تین سو رد تھے۔ مزید تحریرات آئیں، تو پونے دو سو اور بڑھ گئے، تیسرے رسالہ کا اضافہ ہوا، تو چھ سو پچیس ہو گئے۔ ادھر رامپوریوں نے کچھ زیادہ سلسلہ چلایا، تو ''رد'' کا عدد دو ہزار سے اوپر ہو گیا۔ (دیکھئے وہی عکس سطر نمبر ۵) فیا للعجب!

اعلیٰ حضرت کے کردار پر گھر کی گواہیاں

اتنی تفصیل سے بات ہو ہی گئی ہے، تو آیئے یہ بھی دیکھ لیں، کہ اپنے ہی ہم مسلک، لیکن سنجیدہ مزاج اور علم و عمل میں زیادہ مشغول ان حضرات نے اعلیٰ حضرت کو اس کی اس روش اور کردار پر کیا سندیں عطا کیں۔ ہم ان کو گھر کی گواہیاں کہیں گے، کیونکہ وہ دیوبندیوں کے بہرحال مخالف ہی رہے۔ پہلے بدایونی حضرات کے حوالے دیکھئے:

فاضل بریلوی کے رسالہ سد الفرار'' کے جواب میں بدایون سے رسالہ ''سد الفرفا'' لکھا گیا۔ جس میں صفحہ ۲۶ پر ہے کہ ''تصنیف کی عادت گئی نہ گئی، پر دوسرے کے کلام میں تصرف کا ملکہ حد سے تجاوز ہو کر رہا''۔ اس عبارت سے صاف ہے، کہ احمد رضا خان کی یہ پکی عادت ہو گئی تھی، کہ دوسرے کی عبارت میں اپنے الفاظ شامل کر کے، اس کے کلام میں تصرف کا ملکہ رکھتے تھے۔ (اسی تصرف سے دیوبندی کافر بنائے گئے تھے)۔

اسی کتاب کے حصہ دوم میں صفحہ ۳۳ پر سطر نمبر ۱۷ سے یہ الفاظ ہیں: ''مسلمانو! احکام شریعت تب لازم ہوتے ہیں، جبکہ شرعی جانچ پڑتال کی جائے۔ شرعی پڑتال کیا اس طرح ہوتی ہے کہ زید نے کہہ دیا اور عمرو کافر ہو گیا، عمرو نے کہہ دیا اور بکر کی زوج کو طلاق ہو گئی......

دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح چکر کھا کھا کر پلٹنے لے لے کر آپ اپنے غیظ و غضب تجدید کا بخار نکالنا چاہتے ہیں۔ آپ اپنے منہ اپنے کو علم الہیہ کا مسلم امام کہتے اور لکھتے ہیں......''۔

اسی سد الفرفا، حصہ دوم صفحہ ۴۸ میں فاضل بریلوی کو خطاب ہے کہ ''دیکھئے فرضی گھڑنت اور ہیر پھیر سے حکم و احکام و التزام ثابت نہیں ہوا کرتے...... جناب مجدد صاحب! آپ اپنے رسالہ سد الفرار کے صفحہ ۸۰ کو پڑھئے اور...... ہمارا یہ شیوہ نہیں کہ فرضی افسانہ طرازیاں کریں، نہ یہ طریقہ، کہ دلی کدورتوں کے باعث اور خود کو امام اور مجدد تسلیم نہ کرنے والوں پر احکامِ دینی شرعی کے ساتھ تمسخر کر کے دنیا جہاں پر الزام شدید ذہنی خیالات پر لگا دیں''۔

قطع و برید اور تحریف کا چسکہ

اسی حصہ دوم میں صفحہ ۴۹ پر ہے کہ ''آپ حضرات سے صرف اس قدر عرض ہے، کہ یہ مجدد خاں صاحب اپنی پرانی عادت کے مطابق یہاں پر بھی ہماری عبارت میں تصرف کر گئے...... مگر ہم کہتے ہیں کہ ان کو قطع و برید و تحریف کا ایسا چسکہ پڑ گیا ہے، کہ کوئی عبارت پوری کسی کی نقل نہیں کرتے، خاص کر وہ حصہ، جس کا ایک ایک لفظ مربوط ہو''۔

نوٹ: قارئین کرام پھر وہ فصل کھول کر دیکھیں، کہ دیوبندیوں کی چاروں عبارتوں میں یہی عیاں نظر آئے گا، کہ چھوٹی عبارت بھی سلسلہ وار کہیں نہیں دی۔ درمیان میں کام کے الفاظ اور سطروں کی سطریں غائب کر کے، پھر کچھ جملے، پر چھلانگ، پھر کچھ لفظ۔ بدایونیوں کے ساتھ بھی یہی ہوا، اور کفروں کی بوچھاڑ ہوتی رہی۔ آج کل بھی ہر ایک بریلوی کا سب سے بڑا ہتھیار یہی ہے۔ کانٹ چھانٹ اور ادھوری عبارت کے بغیر ان کا کام چل ہی نہیں سکتا۔

رامپوری علماء کی گواہیاں- علماءِ حرمین کو دھوکہ دیا

مولانا سلامت اللہ رامپوری نے اذان خطبہ کے بارے میں جو جواب دیا، اس پر احمد رضا نے ایک رسالہ ''رمزِ شیریں چاہ شور'' لکھا۔ جواب میں علماءِ رامپور نے ایک مجلس قائم کی۔ جس نے جواب میں رسالہ ''رزمِ شیریں چاہ شور'' ۱۳۳۲ھ میں لکھ کر پہلی بہت سے شائع کیا۔ اس رسالہ کے صفحہ ۳ پر عبارت ہے کہ: ''جب آپ ایسے صاف کلام میں یہ مطلب اس شرح سے نکالتے ہیں، تو خدا جانے کتنے مسلمانوں کو ایسی شرح کر کے بے دین بناتے ہوں گے، چنانچہ (اسی طرح) آپ نے علماء حرمین کو دھوکہ دے کر، اسی طرح سے اصل

مطلب بدل کر، ان سے حسام الحرمین کا فتویٰ لے لیا، مگر جب ان کو ان دیوبندیوں کے اپنے جوابوں سے اصلیت معلوم ہوئی تو............ خدا پاک جماعت باشفاعت پہلی بھت اور علماء رامپور کو ایسی دجالیت اور ابلیسانہ عقل سے دور رکھے"۔

حسام الحرمین کی قلعی کھول دی

فاضل بریلوی کے دوسرے رسالہ "طب شورش چاہ شور" کے جواب میں علماء رامپور نے "جہر جوشش چاہ شور" لکھا۔ اپنے رسالہ میں احمد رضا خان نے ایک جگہ علماء دیوبند کا ذکر اس طرح کیا، کہ دیوبند کے پیشواؤں پر علماء حرمین نے نام بنام کفر کا فتویٰ دیا، اور یہ حکم لگایا کہ ان کے کفر اور جہنم کی سزا میں کوئی شک کرے گا، وہ بھی کافر گنا جائے گا (اور آپ رامپوری بھی ان کو کافر نہ ماننے کی وجہ سے کافر گنے جائیں گے)۔ اس کے جواب میں علماء رامپوری نے "جہر جوشش چاہ شور" میں صفحہ ۱۹ پر یہ تحریر کیا:

"ہم کہتے ہیں کہ یہ جال دجال نے خوب بچھایا، اور ہمیشہ یونہی حد سے گذر کر لوگوں کو کافر بنایا۔ علماء حرمین شریفین تک کو غلط بیانی سے دھوکہ میں ڈالا، اور یہ حکم مندرجہ بالا (حسام الحرمین میں) حاصل کیا۔ بعد میں ان علماء نے یہ دھوکہ معلوم کر کے چھبیس سوالات ان لوگوں کو بھیجے، کہ کیا تم ایسا اعتقاد رکھتے ہو، اور ایسا کہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیئے، کہ یہ جال مولوی احمد رضا نے بچھایا ہے، تو انہوں نے ان کو پھر مسلمان بنا دیا۔ مگر بریلوی کی وہی رٹ ہے، کہ ایسا لکھا ہے............ کیا آپ دوسروں کو اپنی طرح کافر بنانا چاہتے ہیں؟ آپ کے ہاں تو اس کے سوا کچھ نہیں دیکھا کہ جس طرح ہو سکے، مسلمانوں کو کافر بناؤ اور اسلام گھٹاؤ"۔

اسی رسالہ میں صفحہ ۱۳ کی سطر نمبر ۱۷ پر یہ بھی ہے کہ "یہاں یعنی پہلی بھت میں محمد رسول اللہ ﷺ اور شیر خدا رضی اللہ عنہ کے شیر شاہ جی شیر میاں کی حکومت ہے، اور ان کی طرف سے ان کے خلیفہ شاہ عبدالبصیر اللہ والے نگران ہیں"۔ (بہ حوالہ "انکشاف حق، از مولانا خلیل احمد برکاتی بدایونیؒ")

بریلویوں کے لئے عبرت کا سامان

بدایونی اور رامپوری علماء کی طرف سے یہ کتابیں اعلیٰ حضرت کے دور میں چھپ کر عا

ہوئیں۔ ان میں بریلوی علماء اور تازہ محقق بننے اور ماہر رضویات کہلانے والوں کے لئے بڑی عبرت کے سامان موجود ہیں، اگر وہ صحیح حقیقتوں کو ماننے کے لئے تیار ہوں (اور صرف حق اور حقائق کے دعوؤں کے ساتھ حق ہی ان کے مدنظر بھی ہو)۔ البتہ ہم کو یہ احساس ہے، کہ وقت اور مسلسل پروپیگنڈہ نے ان حقائق پر کافی گرد وغبار کے پردے چڑھا دیئے ہیں، اور کئی بلکہ اکثر بریلوی علماء کو بھی یہ حقائق معلوم نہیں۔ لیکن اب یہ حقائق ان کے سامنے آنے کے بعد ان کی ذمہ داری بڑھ گئی ہے، کہ وہ ان کو ڈھونڈھیں، اور اپنے اعلیٰ حضرت کے اصل کردار اور اصل کام پر ان حقائق کی روشنی میں غور کر کے، اپنی رائے قائم کریں، بشرطیکہ وہ بھی حق کو ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ حقائق اور کتابیں رضویات کے ماہرین کے پاس موجود ہیں۔ ڈاکٹر مسعود نے ماخذ و مراجع میں کئی جگہ کتی کے حوالے دیئے ہیں۔

مخلصانہ مشورہ

ہم نے مجموعی طور پر بدایون والوں کے لئے ۱۳۵ کفر اور رامپور والوں کے لئے دو ہزار پچیس کفر کے الفاظ خود اعلیٰ حضرت کی کتاب "اجلی انوار رضا" کے صفحات ۳۳ اور ۴۵ کے فوٹو عکس کے ساتھ دیدیئے ہیں۔ تو سب بریلوی بتائیں، کہ صرف ایک ایک کفر والے چار علماء دیوبند اور ان کی وجہ سے پورا دیوبندی طبقہ ہی ان کے حملوں کا نشانہ کیوں بنا ہوا ہے۔

یہ بھی اب قارئین کرام ہی سوچیں، کہ اتنے اور ایسے کفری فتوؤں کے باوجود جو آج کل یہ پروپیگنڈہ ہو رہا ہے، کہ کفری فتوے میں اعلیٰ حضرت جتنا محتاط عالم کم ہی نظر آئے گا، اس کی اصل حقیقت کیا ہے۔ تھوڑا مڑ کر فصل سوم اور چہارم میں یہ سب میڈیائی قسم کا پروپیگنڈہ پھر دیکھیں اور سوچیں، کہ اس تماشے کی ڈور پردہ کے پیچھے کس کے ہاتھ میں ہو سکتی ہے؟

اس اپیل کے بعد ہم اگلی فصل میں بریلوی مجدد کے کردار کے دوسرے انتہائی مکروہ پہلو کو سامنے لاتے ہیں۔ یعنی بدترین زبان اور بدترین گالیاں۔

فصل ہشتم

صفحہ ۲۲۶ - ۲۴۷

فحش زبان اور فحش ذہنیت

ایسی گندی زبان جو مشہور لال بازاروں میں بھی نہیں سنی گئی ہوگی۔

ایسی مثالوں سے بھرپور ۱۶ صفحات کے مکمل عکس۔

جدید احیائی مہم میں ایسی زبان کے لئے بھی تہذیب و شائستگی کا سرٹیفکیٹ- گالیوں میں دائرۃ المعارف جیسی ایک خبیث کتاب۔ مظہرِ اعلیٰ حضرت کی طرف سے اس کتاب کو اپنا دستور العمل بنانے کی وصیت۔ خیر آبادی سلسلہ کے جید عالم معین الدین اجمیری کی ایسی زبان پر غیر جانبدارانہ رائے۔

فصل ہشتم

اعلیٰ حضرت اور ان کی ذریت کی

فحش زبان اور فحش ذہنیت

قارئین کرام کو ہمارے عنوان کے یہ الفاظ شاید بہت سخت لگیں، اور ہم پر عناد یا کوئی اور سخت قسم کا الزام جڑ دیں۔ لیکن ہماری ان کو گذارش ہے، کہ کچھ صبر و تحمل سے کام لیں۔ ہم کو سیاق و سباق سمیت مکمل حوالوں کے ساتھ اصلی کتابوں سے اقتباسات پیش کرنے دیں، پھر بھی اگر ان کو ہمارے یہ الفاظ نامناسب نظر آئیں، تو ان کی سزا ہمارا سر! فی الحال وہ غلط نہیں۔

ان عبارتوں پر یقین کرنا آسان نہیں

کیونکہ بریلی کے مجدد اور مسلم دنیا کے اکیلے اعلیٰ حضرت اور اس کی ذریت کی فحش کلامی کے جو نمونے ہم پیش کرنے والے ہیں، آپ کی طرح ہم نے بھی جب پہلے پہل یہ حوالے پڑھے تھے، تو ہم کو بھی ناقابل بیاں ذہنی کوفت اور ان حوالہ دینے والوں کی دیانت کے بارے میں شبہات پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے ہم قارئین کرام کے اس عنوان اور ان تعارفی جملوں سے اٹھ سکنے والے جذبات سے واقف ہیں۔ لیکن یقین رکھیں، کہ جب اپنی تصدیق اور تسلی کے لئے کافی بھاگ دوڑ کے بعد یہ سب رسائل ہم کو مل گئے، تو کس دل اور کس کرب و اکراہ کی حالت میں ہم نے یہ سب کچھ پڑھا۔ کتنی بار درمیان میں رک کر، ناک بند کر کے، متلی کی کیفیت کو روک کر، استغفار کی کچھ تسابیح کے ورد کے بعد کتنی قسطوں میں یہ انتہائی بدبودار جملے اور اکثر اوقات طویل عبارتیں پڑھی تھیں۔ ہم کو یقین ہے، کہ اگر "بریلوی فوبیا" میں مکمل طرح مبتلا ہو کر آپ اپنے انسانی تہذیبی اخلاقی جوہر سے بلکل محروم نہیں ہو چکے ہیں، تو ان حوالوں اور اس فحش زبان اور جنس زدہ فحش ذہنیت کے تحریری رکارڈ کو پڑھتے ہوئے، آپ کو بھی اسی کوفت و کرب کے مرحلوں سے گذرنا ہوگا، جن سے ہم کو گذرنا پڑا تھا۔

آپ ہم سے مکمل عکس منگوا سکتے ہیں

اتنا یقین ہم آپ کو دلوائے دیتے ہیں، کہ یہ سب حوالے اصل کتابوں سے ہم نے خود

دیکھے اور صفحات کو چیک کیا ہے، سوائے تین کتب ''مقتل کذب وکید، سد الفرار، اور العضوب السینۃ'' کے ہمارے پاس سب کتابیں موجود ہیں۔ کسی بھی کتاب کا حوالہ بمع پورے صفحے کا فوٹو اسٹیٹ ہم سے ڈبل لفافہ بھیج کر منگوا سکتے ہیں۔ ہم بریلوی نہیں، جو فیشن کے طور پر لکھیں، کہ کسی حوالے غلط ثابت کرنے پر ہزار ہزار انعام یا دس ہزار انعام۔ اور اندر کھولو، تو سب کے سب حوالے سیاق وسباق سے کاٹے ہوئے ادھورے۔ جیسے کوئی کہے کہ ''قرآن میں حکم ہے کہ ''اے ایمان والو، نماز کے قریب (بھی) نہ جاؤ''۔ سورۃ نساء، رکوع نمبر ۷ آیت نمبر ۴۳ غلط ثابت کرنے پر دس ہزار روپیہ انعام''۔ لیکن اصل حقیقت آگے ہی بیان کی ہوئی ملے گی، کہ ''جب کہ تم نشہ میں اس حالت میں ہو، کہ یہ بھی نہ معلوم ہو کہ کیا کہہ رہے ہو، یا پلیدی کی حالت میں ہو''۔ جیسے کہ ارشد قادری صاحب نے ایسے ہی مکروفریب کے مجسمہ کتاب ''زلزلہ'' میں انعام رکھا۔ یا ہمارے مفتی سکندری صاحب نے ساٹھ کے ساتھ ایسے ادھورے حوالہ دے کر کتاب ''دیوبندی دھرم'' میں انعام کا اعلان کیا ہے۔ ہماری ایسی کوئی دکانداری نہیں۔ اور نہ ہم کو کسی جھوٹے سکے چلانے کی ضرورت ہے۔

ہمارا ایمان یہ ہے

البتہ ہم خدا کو حاضر وناضر جان کر حلفیہ، اپنا ایمان بتاتے ہیں، کہ اگر ہمارے مرشد سے محفلوں میں، یا اس کے ملفوظات یا ٹیپ شدہ تقاریر میں ایسے کچھ جملے بھی سنتے ہوتے، تو خدا کی قسم! یقینا اس سے بیعت ختم کرلی ہوتی۔ کیونکہ ہمارا ایمان ہے، کہ جس دین کے داعی نبی ﷺ کا فرمان ہو کہ ''میں اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں''۔ اور جس کا ارشاد مبارک ہو کہ ''مؤمن بندہ بدزبان اور فحش گو نہیں ہوسکتا''، اور جس کا یہ بھی ارشاد ہو کہ ''اختلاف اور جھگڑے کے وقت گالیاں دینا، نفاق کی علامت اور منافق کی خصلت ہے''، تو ایسے ہادی انسانیت ﷺ کے علم ودین کا وارث ایسی زبان وکردار والا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے نیک آدمی کو اس کی صحبت سے دور ہی رہنا، خود اس کی نیکی کا ثبوت ہے۔

یہاں تو ایسے ایسے فحش جملوں، عبارتوں اور خالص جنس زدہ مسلسل جملوں کا ایک انبار ہے، جو بار بار چسکے لے لے کر بیان کئے ہوئے ملتے ہیں، اور اتنی تعداد میں ملتے ہیں، کہ اگر گنے کئے جائیں، تو ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب بن جائے۔ پھر بھی اچھے اچھے محققوں کے

لئے وہ صدی کے مجدد بھی ہیں، کرامات وکشف کے صاحب اور بلند رتبہ ولی اللہ بھی ہیں اور [illegible] نہ معلوم کیا کیا ہیں، اور محققوں کے لئے تہذیب وشائستگی کے معیار پر بھی پورے ہیں۔ انتہائی محتاط ذاتِ مقدسہ بھی ہیں۔ والی اللہ المشتکی۔

حقائق کی طرف لوٹیں

بہر حال دلی کرب وکراہ کے تحت نکلے ہوئے ان جملوں کے لئے مناسب معذرت کے بعد آیئے ہم آپ کو حقیقتوں کے صاف آئینے میں اس شخص اور اس کی قریبی ذریت کی تصویر کا وہ رخ دکھائیں، جس کو عام دنیا کا ان پڑھ شخص بھی کم از کم فحش کے علاوہ دوسرا کوئی لفظ نہیں دے سکے گا، اور بریلوی اس کو اپنا ''حضور پُرنور مجدد زمانہ حاضرہ اعلیٰ حضرت'' کہتے ہیں۔

مولانا تھانویؒ اور بریلوی تہذیب

مولانا اشرف علی تھانویؒ دیوبندی طبقہ میں اس صدی کے مجدد مانے جاتے ہیں۔ لاکھوں مسلمانوں کی مرشد اس شخصیت کی مختصر کتاب حفظ الایمان کی ایک عبارت کو کانٹ چھانٹ کے بعد اس سے احمد رضا خان نے ایک کافرانہ عقیدہ تیار کیا۔ مولانا نے اس سے اپنی برأت ظاہر کرنے کے لئے ایک چار صفحاتی وضاحتی رسالہ لکھا۔ جو آج تک حفظ الایمان کے ساتھ ''بسط البنان'' کے نام سے شایع ہوتا آیا ہے۔ آپ اس کو پڑھیں اور سبق حاصل کریں، کہ ایک عالم ربانی کی طرف سے اپنے اوپر ناحق گالیوں بھری زبان میں الزام کی وضاحت بھی کن مہذب اور باوقار الفاظ میں کی جاتی ہے۔

لیکن اعلیٰ حضرت اور ذریت اس باوقار جواب پر اپنی اصلیت پر اتر آئی، ایک رسالہ لکھا، جس کا چھوٹا سا نام رکھا ''وقعات السنان الی حلق مسماۃ البسط البنان''، نام سے ہی دیکھیں کہ مولانا کے رسالہ کو ''مسماۃ بسط البنان'' کہا ہے۔ اس میں رسالہ کو رسلیا، اور مولانا کو مسماۃ بنا کر جو شرافت دکھائی گئی ہے، وہ آپ تھوڑا آگے دیکھیں گے۔ مولانا مرحوم ان گالیوں کا کیا جواب دیتے۔ ایک سال کے بعد مولانا کو اپنے دلائل کے آگے مجبور اور چپ سادھنے والا قرار دے کر ایک دوسرا رسالہ لکھا گیا۔ جس کا بھی مختصر سا نام تھا ''ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان''۔ پھر اسی سلسلہ کی تیسری کتاب مظہر اعلیٰ حضرت کہلانے والے اور اپنے کو

عبید الرضا کہنے والے حشمت علی خان نے لکھی، جس کا نام "قہر واجد دیان بر جمشیر بسط البنان" رکھا۔ ان کتابوں کا حجم سلسلہ وار ۲۷، ۸۸، ۳۵ صفحات ہیں۔

اس کو فحش کے علاوہ کیا نام دیں گے؟

ان سب میں مولانا کی اصل کتاب حفظ الایمان کو خفض الایمان کہا گیا ہے۔ مولانا کو مسمات، اور رسالہ کو رسلیا کہہ کر فحش نگاری کے کیسے کیسے جوہر دکھائے گئے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں۔ تازہ دور میں کتاب حفظ الایمان کو وضاحت اور آسان فہم عنوان لگا کر انجمن ارشاد المسلمین لاہور نے اس کا جو نیا ایڈیشن چھپایا ہے، اس میں ایک مبسوط مقدمے میں انجمن کے ناظم انوار احمد خان نے، بریلوی خانوادہ کی ان تینوں کتابوں کے فحش زبان والے حوالے مع صفحات کے دیے ہیں۔ اس طرح موصوف نے ہم کو ان کے نقل کرنے کی زحمت سے بچالیا ہے۔ آیئے ان صفحات کے عکس میں بریلوی خاندان کی شرافت وتہذیب اور ذہنیت کے کچھ نمونے ملاحظہ فرمائیں۔ (یہ سب حوالے ہم نے پھر اصل رسالوں سے تصدیق کیے)۔

۵ صفحات کے عکس۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ بلکہ ان کو مسلمان سمجھنے والے تمام مسلمانوں پر اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا کہ کسی بھی الزام سے صفائی اور برأت کے لئے اس دنیا میں جو جو ذرائع اور طریقے ممکن اور میسر تھے وہ سب تمام تر بروئے کار لانے کے باوجود احمد رضا خان صاحب اور دیگر رضا خانی مفتیوں کی زبان ان حضرات کو کافر قرار دینے سے نہیں تھکتی۔ اس صورت حال پر ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ ؎

وفاؤں کے ہزاروں دے چکے ہیں امتحاں اب تک
مگر وہ ہیں کہ اس پر بھی ہیں ہم سے بدگماں اب تک

رضاخانی تہذیب

دنیا میں اختلافات ہمیشہ سے ہوتے چلے آئے ہیں کوئی قرن کوئی دور اس سے خالی نہیں رہا، اس لئے اختلاف پیدا ہو جانا کوئی انوکھی یا اچنبھے کی بات نہیں ہے ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

اہل حق کا اہل باطل سے اختلاف بھی ہوتا آیا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو اہل حق کو بعض اہل باطل کی تکفیر بھی کرنی پڑی۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اہل حق نے اہل باطل کے خلاف گندی، فحش اور بازاری زبان استعمال کی ہو۔ لیکن احمد رضا خان صاحب اور ان کی ذریت نے جو زبان اپنے مخالفین کے لئے استعمال کی ہے اور وہ بھی خالص مذہبی لٹریچر میں، اسے دیکھ کر ان کی شرافت ومتانت بلکہ ان کے چال چلن اور کیرکٹر کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ یہ کس قماش کے لوگ ہیں! ہم اس وقت صرف حضرت تھانوی قدس سرہ کے بارے میں استعمال کی جانے والی زبان کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

احمد رضا خان صاحب کے خلیفۂ اجل اور مظہر اعلیٰ حضرت عبید الرضا محمد حشمت علی خان صاحب حضرت تھانوی قدس سرہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

۱ :
ہم نظر بازوں سے تو چھپ نہ سکا اے ظالم
تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

(قہر واجد دیان ص ۵)

۲ : "ضرورت ہے کہ اس "جدیدہ"[1] کی نقاب کشائی کر دی جائے کہ مسلمان اپنی "مسلمانی"[2] اس کے حلقۂ تزویر میں پھنسنے سے بچائیں " ——— (قہر واحد دیان ص ۵)

۳ : حفظ الایمان کے کفر اٹھانا اس کے گھرے گھاؤ میں "بتی دکھوانا" چاہتے ہیں " ——— (ایضاً ص ۹)

۴ : " دیکھئے کیسی اندر کی کھول کر رکھ دی " ——— (ایضاً ص ۹)

۵ : " پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے " ——— (ایضاً ص ۹)

۶ : " اٹھتا جوبن[3] ہے کہ بے چاری لاکھ تا دل کی انگیا دبائے، تبدیل و تغیر کے دوپٹے سے اسے چھپائے مگر وہ کسی طرح نہیں چھپتا " ——— (ایضاً ص ۱۲)

۷ : ہزاروں خواہشیں دل میں چھپائے کس طرح کوئی
مری جان تم سے کہ جوبن کا پردہ ہو نہیں سکتا
حیا بھی جو کھل کھیلا[4] وہ گدرایا ہوا جوبن
انہیں اب تم چھپاؤ ہم سے پردہ ہو نہیں سکتا

دو شیریوں کو وہ قابو میں کریں گے کیوں کر
خیر سے ایک دوپٹہ تو سنبھلتا ہی نہیں
لاکھ تم باندھ کے رکھو مگر اٹھتا جوبن
کھل ہی کھیلے گا کہ چھپنا اسے آتا ہی نہیں:

——— (ایضاً ص ۱۵)

۸ : کیوں تھانوی جی! ایسے قاہر رد سے آنکھیں میچ لینا اور اپنی وہی پرانی جس کے پرنچے اڑ چکے سنیوں کو دھوکے دینے کے لئے آگے کر دینا " ——— (ایضاً ص ۱۷/۱۸)

۹ : " آپ کو تین فوٹو دکھائے تھے شاید آپ نے آنکھیں بند کر لی ہوں، اس لئے میں پھر ان تین میں سے دو دکھاتا ہوں اور تیسرا پھر کبھی ان شاء اللہ تعالیٰ دکھاؤں گا " ——— (ایضاً ص ۱۹)

---

[1] "جدیدہ" نئی عورت کو بھی کہتے ہیں۔ [2] "مسلمانی" آلۂ تناسل کے ختنہ شدہ حصہ یعنی حشفہ کو بھی کہتے ہیں اور اس کے "حلقہ" میں پھنسنے کو آپ خود جانتے ہیں۔ [3] "جوبن" اس سے مراد جوان عورت کے پستان ہیں۔ [4] "کھل کھیلنا" شرم و حجاب اٹھا کر علانیہ برا کام کرنا " ۔

۱۰ : گندے گہرے گھاؤ میں بتی رکھوانے میں سخت دشواری پیش آتی ہے اور اس سے حکیم الامت کی شان میں دھکا لگنے کا اندیشہ ہے " ——— (قہر واحد دیان ص ۲۵)

۱۱ : سنئے اس عبارت "خانگی[1]" کا مطلب یہ ہوا ...... " ——— (" " ص ۱۹)

احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے خلاف متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں ایک کتاب کا نام " ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان " ہے۔ اگرچہ احمد رضا خاں صاحب نے " بوجوہ " اس کتاب کو اپنے فرزند ارجمند اور بریلویوں کے مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب کے نام سے شائع کرایا ہے

شیریں لسانی اور پاکیزہ بیانی کے چند نادر نمونے اس کتاب میں سے بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

۱ : آپ نے دیدۂ و دانستہ رسلیا والے کی " کوری[2] " دیکھی " ——— (ادخال السنان ص ۲۸)

۲ : اف ری بے حیا، تھانوی صاحب! دھرم دھرم سے کہئے رسلیا اندھی ہے یا پگلی ...... کچھ بول دو جی کڑا کر کے۔ آنکھیں بند کر کے۔ اپنے منہ کی ٹٹی کھول دو تمہاری چھپی چھپائی جواری[3] خواری برائی کی اور بھی راہ ماری ...... تھانوی صاحب! چ آنکھیں تو ملاؤ دم کہاں ہے؟ شہ ہشت تیری خاموشی کی " ——— (ادخال السنان ص ۲۹/۳۰)

۳ : شورش نہ ہوتا مٹھیرے بھٹھیرے کی بدلائی ہے۔ یوں ہی دو طرح وہ بھی تم پر چڑھ کر رہے " ——— (ادخال السنان ص ۳۱)

۴ : تھانوی صاحب رسلیا سے کہئے چلی کہاں ٹھوٹھا اور لیتی جا " ——— (ادخال السنان ص ۲۵)

---

[1] "خانگی" اس عورت کو بھی کہتے ہیں جو گھر میں بیٹھ کر بازاری پیشہ کرے۔ پردہ نشین کسبی عورت۔ ملاحظہ ہو "نفیس اللغات"۔ [2] "کوری" نئی اور غیر مستعمل کو بھی کہتے ہیں۔

[3] "جواری" اگر جیم کو زبر پڑھی جائے تو اس کے ایک معنی بنتے ہیں "لڑکیاں" اور دوسرے معنی بنتے ہیں "ستار کی گھوڑی" اور اگر جیم کو پیش پڑھی جائے تو اس کے معنی ہوں گے "جوا کھیلنے والا" گویا حضرت تھانوی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۵ ؛ اب رسلیا کو دوسری کروٹ لٹایے" ——— (ادخال السنان ص ۲۶)

حضرت تھانوی قدس سرہ کے خلاف احمد رضا خاں صاحب کی تصانیف میں سے ایک تصنیف لطیف کا نام ہے "وقعات السنان الی حلق المسماۃ لبسط البنان" اگرچہ اس پر بھی کچھ مصلحتوں کی بنا پر بطور مصنف نام بریلویوں کے مفتی اعظم ہند ابوالاحمد رضا خاں صاحب کے فرزند محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب کا درج ہے۔ بہرحال یہ کارنامے بڑے حضرت کے ہوں یا چھوٹے حضرت کے ہمیں اس سے سروکار نہیں ہے۔

اب اسی کتاب سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے بارے میں بریلویوں کے مجدد مائۃ حاضرہ" احمد رضا خاں صاحب کے "ارشادات" ملاحظہ فرمایئے۔

۱ ؛ " یہ اپنی دوشتی میں وہ تیسرا داخل کرکے " ——— (وقعات السنان ص ۲۵)

۲ ؛ " اس کی دوشتی میں اس تیسرے کا دخول " ——— الیضاً ۔ ")

۳ ؛ " تھانوی صاحب مسماۃ یہ تیسرا ابھی کیسا ہضم کرگئی " ——— الیضاً ، ص ۵)

۴ ؛ " رسلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کڑے سے پالا پڑا تھا " ——— الیضاً ، ص ۹)

کے متعلقین علمائے دیوبند کو "لڑکیوں" "ستار کی گھوڑیوں" اور جوا کھیلنے والوں سے تشبیہ دی جارہی ہے۔ استغفراللہ

ے "شوار" عربی زبان میں گانے "بکری" اور ہرن" کی آواز کو کہا جاتا ہے۔ گویا حضرت تھانوی کے متعلقین علمائے دیوبند کو "گانے" "بکری" اور ہرن" کی طرح آواز نکالنے والا کہا جارہا ہے۔ وجہ تشبیہ ظاہر ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ے "البوری" عربی زبان میں ایک قسم کی دریائی مچھلی کو کہتے ہیں جس کی جمع "بواری" ہے۔ گویا حضرت تھانوی کے متعلقین کو مچھلیوں سے تشبیہ دی گئی ہے، وجہ تشبیہ ظاہر ہے۔ کیونکہ مچھلی کی تعبیر عورتوں وغیرہ سے دی جاتی اور اگر یہ لفظ "بوار" بمعنی فساد و ہلاکت کی طرف نسبت ہو تو پھر بھی معنی ظاہر ہیں۔ نعوذ باللہ۔

ے ساری کتاب میں حضرت تھانوی قدس سرہ کو "عورت" بنا کر خطاب کرنے کے ساتھ ان پر دو طرح کا لفظ استعمال کرنا کیسی بے حیائی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔

۵ ؛ " اب وہ کھولوں جس سے مخالف چوندھیا کر پٹ ہو جائے اور آنکھ کھولے تو چوپٹ ہو جائے۔

(وقعات السنان ص ۴۹)

۶ ؛ " وہ کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھڑائی پر اترو ...... دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو " ——— الیضاً ص ۵۲)

۷ ؛ خصم کے کرتے وار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کہی بول گئی " ——— الیضاً ص ۴۶)

۸ ؛ " اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا چھکے چھوٹ گئے سینے ٹوٹ گئے تیور پھٹ گئے دم الٹ گئے، معاف کیجئے معاف کیجئے، آپ جیتے میں ہارا ع لب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی "

(الیضاً ص ۶۸)

۹ ؛ " رسلیا کی چک پھیریاں تو گوبر کو بھی مات کرگئیں اب مسلمانوں کے چھلنے کو پھر کاوا کاٹتی ہے "

(الیضاً ص ۶۸)

۱۰ ؛ " اُف ری رسلیا تیرا بھولا پن ! خون پونچھتی جا اور کہہ کہ خدا اچھوٹ کرے " (الیضاً ص ۶۰)

مولانا محمد عارف سنبھلی ، احمد رضا خاں صاحب اور ان کی ذریت کی اس بازاری بلکہ فاحشانہ زبان پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" اللہ و رسول اور قرآن پر ایمان لانے والے مسلمانو ! تمہیں اسلامی شرم و حیا اور اخلاق محمدی کا واسطہ ، انسانی بخشی ہوئی شرافت اور انسانیت کا واسطہ ، ذرا سوچو اور بتاؤ کیا کوئی شریف آدمی ایسی مغلظات بک سکتا ہے ؟ کیا تم نے آوارہ و بدچلن بازاریوں کے سوا کسی کافر سے بھی ایسی شرمناک باتیں کبھی سنی ہیں ؟ ——— لیکن یہ بریلویوں کے "اعلیٰ حضرت" "عظیم البرکت" اور ان کی ذریت کی پاکیزہ زبان ہے ——— کیا اس کا ایک ایک لفظ ان لوگوں کے کیرکٹر کی طرف کھلے اشارے نہیں کر رہا ہے !

ے یعنی حمل نہ ٹھہرے ۔

وہ لکھیں، اور پڑھا کرے کوئی

قارئین کرام خود سوچیں، کہ ایک دینی کتاب کے آگے مسمات کا لفظ جوڑ کر، خود مولانا کو مسمات بنا کر اس کے جوبن (سینے کے ابھار) کے لئے کس قسم کے بازاری شعر، اور مسماۃ کی طرف کونسے جنسی کام اور الفاظ کس طرح چسپاں کئے گئے ہیں۔ اور رسالہ کو رسلیا کا نسوانی نام دے کر اس کی طرف کتنے کمینے جنسی کام اور الفاظ وابستہ کئے گئے ہیں۔ جب کہ اصل رسالہ خالص سنجیدہ زبان میں اپنی صفائی کی دلیل اور الزام کی وضاحت ہے، جس میں ایک لفظ بھی غیر سنجیدہ نہیں۔ چند روپے کے عوض بازار میں عام مل جاتا ہے۔

یہ بھی آپ ہی دیکھیں اور سوچیں

مولانا تھانویؒ پر ایک سو سال میں سب بریلویوں کا صرف ایک ہی عبارت پر کفریہ ہونے کا الزام ہے۔ اور مولانا نے اس ایک وضاحت کے بعد مزید سوال و جواب کو چلایا ہی نہیں اور مزید معاملہ اللہ پاک کے حوالے کر دیا۔ لیکن جنس زدہ فحش ذہنیت دیکھیں، کہ بار بار اس کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ کچھ اور مثالیں دیکھیں۔ جن میں مولانا تھانویؒ کے علاوہ دوسری بھی کئی عظمت والی شخصیات کو روندا گیا ہے۔

یہاں ہم ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے مشکور ہیں، کہ اس نے اپنی کتاب "مطالعہ بریلویت حصہ دوم" میں بریلوی فحش نگاری کے کچھ منتخب نمونے دے کر، ہم کو ان انسانیت سوز حوالوں کے لکھنے سے بچالیا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۰۲ سے لے کر صفحہ ۲۰۹ تک کے آٹھ صفحات کے مکمل عکس دیئے جا رہے ہیں۔ یہ سب اصل کتابوں سے ہم نے دیکھ کر تسلی کی ہے۔ آپ اگر چاہیں، تو ہم سے ان کے پورے صفحات کے عکس منگوا سکتے ہیں۔

آیئے پھر ناک بند کر کے، اور متلی کو روک کر ان پر نظر ڈال ہی دیں:

عکس

آپ سوچیں یہ زبان کس شریف انسان کی ہو سکتی ہے پھر حضرت تھانویؒ کے بارے میں لکھا ہے:

"وہ تین توڑے دیکھ کر بھی لب نہ کھولیں گے آپ کی مہر دہن
تو جب ٹوٹے کہ کچھ گنجائش سوجھے" [۱]

تین توڑے سے آپ کا اشارہ کدھر ہے، شریف حلقے اس کی تصریح کے گرانبار نہیں ہو سکتے۔ پھر دیکھیے مولانا احمد رضا خاں جانوروں کی جفتی (INTERCOURSE) کا تصور قائم کر کے حضرت مولانا تھانویؒ کے بارے میں کیا لکھتے ہیں:

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے — اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انھیں ٹکٹکائے جائیں گے — وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں — پھر اوچھل کر پالان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو — پیٹھ پر جا کے کان چھوڑیں گے [۲]

ڈنڈا چکھانا اور پیٹھ پر جا کر کان چھوڑنا مولانا کے ذوقِ دروں کا پتہ دے رہے ہیں اس پر بھی چین نہ آیا تو آپ نے مولانا کو پھر ایک اور گالی دی:

اضرحبلیٰ من نتائج ردۃ — اشرف علی لعبۃ الصبیان
انھی جراءک فی الحسان عن العواء — انت انجی یا کلبۃ الشیطان [۳]

(ترجمہ) ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے (اے حاملہ) اپنے پلّوں کو اچھوں میں بھونکنے سے روک۔ اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔ معاذ اللہ

اس زبان کے باوجود کوئی شخص مولانا احمد رضا خاں کو شریف انسانوں میں جگہ دے تو یہ اس کی بہت ہی بڑی مروّت ہوگی ورنہ حقیقت خود ظاہر ہے۔

---

[۱] رماح القہار علی کفر الکفار ص ۱ [۲] حدائق بخشش حصہ سوم ص ۹۲ [۳] ایضاً ص ۸۹

مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :۔

حضرت ممدوح صدر الصدور صاحب بالقابہ نے اور بھی آسانی دیکھی۔ بدایوں کو دو ہی کا جتا بویا ملا تھا۔ رہے وہابیہ درامپوری انہیں تین کا ملا[1]

تین جوتوں پر تین روپیہ انعام —— فی چوٹ ایک روپیہ[2]

کیا بازاری گفتگو ہے۔ خدارا فیصلہ کیجئے۔ کیا یہ علماء کی زبان ہے؟ کیا یہی ان کا درس اخلاقیات ہے؟ پھر صرف لفظ تین پر اکتفا نہیں کرتے۔ ان میں ایک کی اسطرح تعیین کرتے ہیں:

تیسرا ان کے نصیبوں کا جب میں سیدھا تیلہ[3] تیسرا دونوں سے بڑھ کر معذ

اب خانصاحب آگے دیکھنے کی بھی دعوت دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

ہمارے لگے تین پر پھر نظر ڈالیئے دیکھئے وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے[5]

بریلی کے ان علمائے نامدار سے اور سنیئے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں ایک موضوع کو تین شقوں (اجزاء) میں تقسیم کیا تھا۔ آپ اس پر تنقید کرتے ہوئے مولانا تھانویؒ کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

{ اگر بکمال بے حیائی اپنی دوشتی میں وہ تیسرا احتمال داخل بھی کر لے ...... الخ[6]

ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے شرافت کانپتی ہے۔ لیکن خانصاحب اور ان کے شاگردوں کی عملی اور اخلاقی حالت اس کے بغیر کھلتی بھی تو نہیں۔ حامد رضا خاں حضرت تھانویؒ کے متعلق مؤنث کے الفاظ اختیار کرکے پھر یہ بھی لکھ گئے:

مسمات یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی[7]

اس (مولانا تھانویؒ) کی دوشتی میں اس تیسرے کا دخول[8]

۱ اہلی انوار الرضا ص۳ ۲ مقتل کذب وکید ص۵۶ ۳ سد الفرار ص۱۱ ۴ ایضاً ص۵۴ وقعات
۵ وقعات ص۵۲ ۶ ایضاً ص۲۸ ۷ ایضاً ص۲۴ ۸ ایضاً ص۲۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیئے آئے تھے۔ علماء کا کام حضورؐ کی اخلاقی تعلیم کو عام کرنا ہے۔ نہ کہ اس قسم کی فحش یا پہلو دار گفتگو سے اپنے ذوق دروقی کو تسکین دینا —— بریلی کے یہ شہزادے لفظ تین کے ساتھ اسی تصور میں الجھے ہوئے ہیں۔ ایک اور بحث میں لکھتے ہیں :۔

آپ معمول مجہول کا پیوند جوڑ کر دخول کی شکل آسان بھی کرلیں[1]

بات اذان کے داخل مسجد ہونے کی چل رہی تھی۔ آپ داخل کے لفظ سے لفظ دخول کی طرف منتقل ہو گئے۔ اور سنیئے :۔

تمہارا نام الف کے تلے لیں[2] —— بے بے آدھی —— بے بے پوری نلی[3]

پھر اور سنیئے اور ان حضرات کی اخلاقی حالت کا ماتم کیجیئے :۔

رسلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کڑے (کڑے) سے پالا پڑا تھا۔ اب وہ کھولوں جس سے مخالف حنفیا کر ہے ہو ہارے[4]

اف ری رسلیا تیرا بھولا پن۔ خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے[5]

رسیالی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں۔ اب مسلمان کے چھپنے کو پھر کاوا کاٹتی ہے[6]

سب پر اٹلیں ایک طرح سوار —— دوسرا اور مسماۃ کی گرہیں کھولتا ہے[7]

آپ غور کریں اور دیکھیں کہ آستانہ بریلی میں کس قسم کی زبان بولی جاتی تھی اور ان کے گھر میں کن لوگوں کی اصطلاحیں رائج تھیں۔ مولانا تھانویؒ کی کتاب حفظ الایمان کو رسلیا کہتے ہوئے لکھتے ہیں: "رسلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھہرائی پر اترو، دیکھوں تو اس میں تم میری گرہ کیسے کھول لیتے ہو[8]"

۱ سد الفرار ص۲۵ ۲ سد الفرار ص۳۹ ۳ رسلیا لفظ رسالہ کو بگاڑ کر لکھا ہے۔ اس سے حضرت مولانا تھانویؒ کا رسالہ حفظ الایمان مراد ہے۔ ۴ وقعات ص۱۱ ۵ ایضاً ص۱۴ ۶ ایضاً ۱۷

مولانا احمد رضا خاں اور ان کے شاہزادے تو ان الفاظ کو صرف پہلو دار بتاتے ہیں فحش نہیں مانتے۔ لیکن مولانا معین الدین اجمیری کے تاثرات یہ ہیں:۔

ان الفاظ کی نسبت خلقت کہتی ہے کہ یہ صریح فحش ہے اور اس وجہ سے اعلیٰحضرت پر اس طرح طعن کرتی ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کو شیخ وقت اور مجدد تسلیم کر لینا۔ یہ ایسی زبردست سفاہت وحماقت ہے کہ اس کے بعد حماقت کا کوئی درجہ نہیں اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مقتدا تسلیم کر لیتی ہے تو پھر وہ بازاریوں کی کیوں معتقد نہیں ہو جاتی[1]

ایسے شیخ وقت اور پیر فانی کی زبان وقلم سے ایسے سوقیانہ جملے نکلے ہوئے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اب قیامت آنے میں اگر کچھ دیر ہے تو صرف چند لمحات کی[2]

خانصاحب کا تین کے تصور میں لذت لینا

حضرت مولانا معین الدین اجمیری جنہیں ماہنامہ المیزان بمبئی کے امام احمد رضا نمبر میں آفتاب علم تسلیم کیا گیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

ان پہلو دار الفاظ میں آپ کو لفظ تین زیادہ مرغوب ہے۔ خلقت اس کو فحش وبازاری گفتگو کہتی ہے۔ مگر یہ اس کی غلطی ہے اور اعلیٰحضرت کے ساتھ سوء ظنی۔ ہم ان کی بعض کتب سے بحوالہ چند صفحات چند مثالیں پیش کرتے ہیں، جن سے ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے۔ کہ اعلیٰحضرت کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ کوئی پہلو دار لفظ کہا یا عام مخلوق کا یہ گمان کہ وہ پہلو دار لفظ نہیں بلکہ فحش وبازاری گفتگو ہے۔[3]

[1] تجلیات انوار ص۳۴ [2] ایضاً ص۲۵ [3] ایضاً ص۳۲

لیکن خلقت کا یہ اعتراض ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اصل یہ ہے کہ خلقت کی اصطلاح میں فحش وہ ہے جس کی طرف ذہن کا انتقال فی الجملہ ہو جائے ...... اعلیٰحضرت کے نزدیک فحش کی صرف ایک صورت ہے۔ وہ یہ کہ لفظ خاص فحش کے لیئے موضوع ہو۔[1]

یہ فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیرو صرف پہلو دار الفاظ کے چٹخارے لیتے ہیں یا واقعی فحش گو ہیں۔ تاہم شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیری جو علماء دیوبند میں سے نہیں، سلسلہ خیرآبادیہ کے مشہور بزرگ اور محدث تھے۔ ان کا فیصلہ ضرور ہدیۂ قارئین کیے دیتے ہیں:۔

ایسے حضرات کو جو عباد الرحمٰن اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہیں صاف لفظوں میں مؤنث کہا گیا ہے۔ کہ جس کو سن کر بازاری اوباش تک کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اب اس کے بعد وہ کون سا درجہ ہے جس کی بناء پر اعلیٰحضرت کو فحش گو قرار دیا جائے۔ دنیا میں جب اعلیٰ درجے کا فحش گو اپنی انتہائی فحش کی نمائش کرتا ہے تو اس کی فحش گوئی کا خاتمہ بھی ایسے جملوں پر ہوتا ہے۔ جن کا صدور آئے دن اعلیٰحضرت کی ذات سے علماء کرام کی شان میں ہوتا رہتا ہے۔ فرق ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی فحش گوئی کے لئے کوئی طائفہ مخصوص نہیں اور اعلیٰحضرت کی فحش گوئی کا مورد خاص علماء کرام کا ایک طبقہ ہے۔[2]

اعلیٰحضرت کے بعد ان کے پیرو اس خاص میدان کے ہیرو ہیں۔ انہوں نے علماء کے دائرہ سے کچھ آگے بھی قدم بڑھائے اور انگریزوں کے خلاف کام کرنے والے سیاسی کارکنوں پر بھی اس فحش گوئی کی کچھ مشق کی اور کچھ عربی الفاظ درمیان میں لا کر اپنے ذوق ودروغی کا اظہار کیا۔

[1] تجلیات ص۴۳ [2] ایضاً ص۳۹

فحش کلامی کے ساتھ بدزبانی بھی

اعلیحضرت فحش کلامی کے علاوہ بدزبانی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ اس میں آپ بسا اوقات قرآن کریم کے الفاظ سے بھی کھیلتے تھے اور اس سے عجیب عجیب الفاظ بناتے۔ ان کے پیرو ان آپ کی علمی تجلیات سمجھتے اور آپ اسے اپنے مخالفین کے خلاف ایک لسانی جہاد کہتے ——— اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ القمر میں قوم ثمود کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کو اشر کہتے تھے۔ اشر کے معنی بڑائی مارنے والا بڑا بننے والا کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا:

سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ۔ پ۲۷ القمر آیت ۲۶

ترجمہ: عنقریب کل جان لیں گے کہ کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا۔

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اشر کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ زبان سے بڑائی مارنے والا اور عملاً بڑائی مارنے والا ——— پہلے کو اشر قولی کہا اور دوسرے کو اشر فعلی ——— چودہ سو سال کے مفسرین مترجمین اور علمائے اخلاق میں سے کسی بزرگ نے اشر کی یہ دو قسمیں نہ بتائی تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ دو قسمیں کیوں بتائیں یا یہ دو قسمیں کیوں بنائیں؟ اس لیے کہ اشر فعلی لکھ کر حضرت مولانا اشرف علی پہ چٹخارے دار قہقہہ لگا سکیں اور اس طرح مجلس کو باغ و بہار بنائیں ——— مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:۔

کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر، مرتد، خاسر کون تھا۔ سیعلمون غدا من الکذاب الاشر۔ اشر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اشر قولی کہ زبان سے بک بک کرے اور اشر فعلی کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔ وہابیہ اشر قولی اور اشر فعلی دونوں ہیں۔ خالص الاعتقاد ص۴۴

خان صاحب کو نہ قادیانیوں میں کوئی اشر نظر آیا نہ شیعوں میں ——— کیوں ایسا دکھا دیا ——— آپ نے اشر کا لفظی ترجمہ بھی نہ کیا۔ عربی لفظ کو ویسے ہی لیا اور قولی اور فعلی کی تقسیم کر کے بات کی تان (مولانا) اشرف علی پر توڑ دی۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے خلاف بدزبانی

مولانا احمد رضا خاں فحش کلامی اور گندی زبان میں یہاں تک آگے بڑھ چکے تھے کہ ایک مقام پر گالی دیتے ہوئے انھیں لفظ سنت کا احترام بھی مانع نہ آیا۔ آپ ندوہ کے بارے میں فارسی میں لکھتے ہیں فارسی میں اس لیے لکھا کہ کچھ تو پردہ رہ جائے ورنہ بات کیا تھی لفظ سنت کی کھلی توہین تھی اور ایک کھلی گالی تھی:

اسپ سنت مادہ خر از بدعت آوردہ بہم
استر ندوہ بدست آرند و مفخر می کنند [1]

(ترجمہ) سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا خچر پیدا ہوا۔ اسی پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں۔

سنت اور بدعت شرعی اطلاقات تھے، افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی بدکلامی کے جوش میں یہاں لفظ سنت کی بھی توہین کر ڈالی اور بڑی بے حیائی سے آپ نے یہ لفظ استعمال کیا ——— کیا یہ اصطلاحات دینی سے کھلا تلاعب نہیں؟ اب آپ ہی بتائیں اصطلاحات دینی سے کھلا تلاعب کفر ہے یا اسلام؟

کیا یہ وہ فکری کمال ہے جس کے بل بوتے آپ مجدد وقت ہونے کے مدعی ہوئے؟ کیا یہی وہ فضیلت ہے جس نے اعلیحضرت کو یہ مقام بخشا؟ کیا انہی باتوں کے سہارے آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین اور مجدد مائۃ حاضرہ کہا جاتا ہے؟ دنیا سے اگر انصاف رخصت نہیں ہو گیا تو اس فحش گری کی تحقیق کے بعد کون شخص ہے جو اپنے آپ کو اعتقاداً بریلوی کہہ سکے۔

---

[1] حدائق بخشش حصہ سوم ص۱۲۳ [2] وقعات السنان ص۲۵

خاکساروں کے خلاف بدزبانی

آستانۂ بریلی کی اس فحش کلامی نے آنے والے بریلوی علمار کو بھی یہی زبان سکھائی
بریلوی جماعت کے مولوی ابوالطاہر محمد طیب دانا پوری کی کتاب "قہر القادر" میں آپ کی ایک
تحریر خاکسار تحریک کے خلاف دیکھیے، مولانا دانا پوری حزب الاحناف ہند کے معروف فاضل
اور مولانا حشمت علی اور مولانا ابوالبرکات سید احمد کی خاص زبان تھے آپ لکھتے ہیں:

"خاکسار مجاہد والی تحریک کی ابھی کماحقہ سیرابی نہیں ہوئی (ایسے پانی
نہیں ملا) اس لیے اب اس کو دوسری کروٹ لٹاتا ہوں اور برق بار
خارا شگاف (پتھر میں سوراخ کر دینے والے) قلم کو جولانی (اچھلنے)
کا حکم دیتا ہوں فاقول وعلی الخاکساریۃ بنت ایلیگیۃ اصول[1]
(ترجمہ) میں یہ کہتا ہوں اور مسلم لیگ کی بیٹی تحریک خاکسار پر چڑھتا ہوں۔

ان کی شریفانہ زبان کی ایک اور جھلک دیکھیے:

"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے دھرم میں تمہاری جورو اور
اماں دونوں ایک، تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک، گوبر اور حلوہ دونوں
ایک، فرینی اور پاخانہ دونوں ایک، تمہارا منہ اور پاخانہ پھرنے کی جگہ ایک
...... حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ، شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ"[2]

کہاں تک انسان اس گندگی کی نشاندہی کرے، یہ چند مثالیں مولانا احمد رضا خاں کے
زہد وعمل اور ان کے حلقہ ارادت کی نجابت و شرافت کو واشگاف کرنے کے لیے کافی ہیں۔ یہ
آستانہ بریلی کے زہد وریاضت کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔

---

[1] قہر القادر علی الکفار اللیادر ص۲۹ [2] تجانب اہل السنۃ ص۳۲۸ مصنفہ مولانا حشمت علی خلیفہ مولانا احمد رضا خاں

کیا یہ جنس زدہ ذہنیت نہیں؟!

قارئین کرام ان صفحات میں صفحہ ۲۰۲ پر مولانا تھانوی پر مزید کچھ خالص جنس زدہ جملے دیکھیں۔ خصوصاً خود اعلیٰ حضرت کے قلم مبارک سے جانوروں کی جفتی کا تصور باندھ کر جو اشعار اس کے ذہن مبارک سے نکلے ہیں اور عربی شعر گوئی کے شوق میں تہذیب کے جو جوہر نمودار ہوئے ہیں، ان کو خیال میں رکھیں، اور اردو لٹریچر کی ماہر شخصیات سے پوچھیں، کہ فحش نگاری میں مشہور شخصیات میں سے بھی کسی کو اس طرح لکھنے کی جرأت ہوئی ہے؟!

یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھیں، کہ صفحہ ۲۰۳-۲۰۴ پر "اجلی انوار الرضا اور سد الفرار" کتابوں کے حوالوں سے جو تین کے الفاظ والے جملے ہیں، ان کا نشانہ بدایونی اور رامپوری علماء ہیں۔ جن کا صرف یک خطبہ کی اذان کے فروعی مسئلہ میں اختلاف تھا، ورنہ عقائد اور بدعات میں وہ ہم مشرب بھی تھے پیر بھائی بھی۔ لیکن اعلیٰ حضرت اور ان کے عالم شہزادوں کی فحش ذہنیت مچلتی تھی، تو ان کی زبان اور دل ایسے بول بولنے کے لئے ایسے تڑپتے تھے، جیسے عادی شرابی کی زبان شراب کے لئے۔ اور وہ اس سے ایسے چسکے لیتے تھے، جیسے بچے اپنی پسندیدہ ٹافی سے۔

ناموسِ رسالت کا بھی لحاظ نہ رہا

حد تو یہ ہے کہ ناموسِ رسالت کے اکیلے نام نہاد دعویدار کی اس فحش ذہنیت سے کئی جگہ ناموس رسالت بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ ہمارے اس جملہ پر چونک کر بھڑک اٹھنے سے پہلے یہ دو ایمان سوز حوالے دیکھ لیجیے:

ملفوظات اعلیٰ حضرت میں سوالات جوابات قلمبند کرنے والے بریلویوں کے مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان ہیں اور ملفوظات وارشادات اعلیٰ حضرت کے ہیں۔ اس میں حصہ سوم صفحہ ۳۰ دیکھئے۔ سوال انبیاء علیہم السلام والصلوٰۃ اور اولیاء کرام کی برزخی زندگی کے بارے میں ہے۔ ارشاد مبارک ہے کہ "انبیاء کرام قبر مبارک میں کھاتے پیتے ہیں۔ ان پر ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں"۔ اب کوئی بریلوی محقق عالم بتائے، کہ "حیات النبی" کے اس پہلو کو کسی نے چودہ سو سال میں بیان کیا ہے؟ کیسی بازاری بات کس کے لئے کیسے کہی گئی ہے! اور لکھی اور چھپوائی بھی گئی ہے! پھر "پیش کی جاتی ہیں" کے الفاظ پر غور کریں، کہ آخر یہ دونوں عالم ومفتی کس معاشرہ کی بات کر رہے ہیں، جس میں اپنی

بیویاں بھی پیش کی جاتی ہیں؟ پھر یہاں پیش کرنے والا کون ہوگا؟ مزید ہم کیا کہیں۔ سوائے اس کے، کہ اگر کوئی مہربان ہوکر اعلیٰ حضرت کو شہید محبت کا رتبہ دے کر، اس کی برزخی زندگی کے کھانے پینے کا ذکر کر کے یہ لکھ دے، کہ ''اس کی بیوی اس پر پیش کی جاتی ہے، اور وہ اس کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں'' تو کوئی بریلوی کیا محسوس کرے گا؟ اور اس کا مفتی بیٹا کیا کہتا!

ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ بھی جنس زدہ ذہنیت کی زد میں

اعلیٰ حضرت کی رحلت کے دو سال بعد مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی خان کے بھائی بریلویوں کے محبوب الملت محبوب علی خان نے اعلیٰ حضرت کا قلمی شعری رکارڈ کنگھال کر اس کے غیر طبع شدہ شعروں کا مجموعہ ''حدائق بخشش حصہ سوم'' کے نام سے چھپوایا۔ بتیس برس بعد یعنی ۱۹۵۵ء میں کسی مہذب کی اس پر نظر پڑی، اس میں ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے قصیدہ میں انتہائی فحش جنس زدہ شعر بھی تھے۔ عام ہنگامہ برپا ہوا۔ وضاحتیں ہوئیں، ہنگامے بڑھتے گئے۔ فساد ہوئے، دو آدمی شہید ہوئے۔ بعد از خرابی بسیار محبوب علی خان نے معافی مانگی۔ مختلف طریقوں سے مختلف حلقوں سے جو وضاحتیں اور تردیدی بیانات آئے، ان کا خلاصہ اس طرح کیا جا سکتا ہے، کہ محبوب الملت کا خلوص اپنی جگہ، محنت قابل داد، لیکن اس کو چھانٹ کر یہ شعر شائع نہیں کرنے چاہئیں تھے۔ یہ سوال اپنی جگہ پر بہرحال قائم ہے، کہ محبوب الملت کو بھی، اور اس پورے ایڈیشن کو پڑھنے والے اعلیٰ حضرت کی عالم اولاد اور خاندان اور دوسرے بریلوی علماء کو بتیس برس تک یہ شعر قابلِ اعتراض نظر نہ آئے۔ اعلیٰ حضرت کے ذہن سے بہرحال یہ شعر نکلے، اس سے کسی کو انکار نہیں۔ ایک مفتی نے اس کو چلبلے مزاج کا چلبلا پن قرار دیا! اس چلبلے پن پر بریلوی ہی قربان جائیں۔ آپ یہ شعر ملاحظہ فرمائیں:

تنگ و چست ان کا لباس، اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا، سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن، میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینۂ و بر (۱)

---

(۱) مشکل الفاظ: جوبن = عورت کے سینے کا ابھار۔ مسکنا = کپڑے کا اپنی جگہ سے ہٹنا۔ قبا = چادر۔ برون = باہر۔ سینۂ و بر = سینہ اور گود یا آغوش۔

کوئی اصلی ...... بھی یہ نہیں سوچ سکتا

اہم الفاظ کے معنی ہم نے دیئے ہیں، ان سے پورے شعر کا مفہوم آپ خود نکالیں، اور سوچیں کہ تنگ و چست، ٹیڈی لباس کا تصور خالص اعلیٰ حضرت کا اپنا ہے۔ اس کو ذہن میں لا کر کیا کس طرح اظہار کیا گیا ہے؟ اور پھر سوچیں، کہ کتنا ہی برا اور زانی شخص، حتیٰ کہ حرام کاری کے اڈوں پر پیدا ہونے اور پلنے اور زندگی گذارنے والے بھی اپنی حرام کار ماں کو ایسا ٹیڈی لباس پہنے ہوئے دیکھ کر بھی، اس کے جسمانی خطوط کا ذکر زبان سے اس طرح نہیں کریں گے، لیکن احمد رضا خان نے اپنی روحانی ماں کو تصور میں ٹیڈی لباس پہنوا کر یہ سوچا ضرور۔ اس سے کسی نے انکار نہیں کیا۔ البتہ بعد میں یہ لکھا کہ چھپنا نہیں چاہیے تھا''۔ اور معافی بھی اسی کی مانگی۔

اولیاءِ کرام بھی اسی جنسی زد میں

پیروں مرشدوں کی کرامتوں کے بیان میں بھی جنس کو نہیں بھولتے، یہ دو واقعات دیکھیں۔ بیان کرنے والا بریلی کا اعلیٰ حضرت اور لکھنے والا مفتی اعظم ہند اور کتاب ''ملفوظات اعلیٰ حضرت'' ہے۔ حصہ دوم صفحہ ۱۹۹۔ واقعہ کا خلاصہ ہے، کہ ''مرشد نے دو بیویوں والے مرید کو کہا، کہ کل رات ایک بیوی کے جاگتے ہوئے، دوسری سے ہم بستری نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اس نے کہا کہ وہ سو رہی تھی۔ جواب ملا کہ ہم کو معلوم ہے کہ وہ سوتی نہ تھی، بلکہ سوتی نظر آ رہی تھی۔ سوال ہوا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ مرشد کا جواب تھا، کہ کمرے میں چوتھے خالی پلنگ پر میں تھا۔ مرشد کبھی مرید سے الگ نہیں ہوتا''۔ (بریلوی سوچیں، کہ ایسی مرشدی ان کو قبول ہے؟!)۔ ان کے اعلیٰ حضرت تو اس کے مزاج ہیں۔

صفحہ ۳۰۷ پر واقعہ کا خلاصہ

سید احمد بدوی کبیر کے مزار پر عرس تھا۔ اس کے پیارے مرید عبدالوہاب کی نظر ایک کنیز پر پڑی۔ پسند آئی۔ مرشد نے (قبر سے) پوچھا، کہ کنیز پسند ہے، تو مرشد سے نہ چھپایا۔ تھوڑی دیر بعد کنیز کے مالک تاجر نے وہ کنیز صاحب قبر مرشد کی مزار اقدس کو نذر کی۔ خا

(مجاور) کو ارشاد ہوا، اور انہوں نے کنیز عبدالوہاب کو نذر کی۔ پھر (قبر مبارک سے) ارشاد ہوا کہ عبدالوہاب اب دیر کا ہے کی۔ حجرہ میں لے جاؤ۔ اور اپنی حاجت پوری کرو۔ (قبر پر بھی مرشد کو مرید کی اتنی فکر پر بریلوی قربان جائیں، اور مناسب نعرہ لگائیں)۔

دوسرے واقعہ میں کئی سنجیدہ حلال وحرام کے فقہی مسائل بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ قبر والے کو ایک زندہ باندی نذر کی جا سکتی ہے؟ اور وہ صاحب قبر اس کو کسی کی ملکیت میں دے سکتا ہے، اور وہ اس کی حلال باندی ہو جائے گی؟ لیکن ہم کو یہاں صرف یہ دکھانا ہے، کہ اعلیٰ حضرت کو جنسی مسائل سے کتنی دلچسپی تھی۔ مرشدوں مریدوں کے کراماتی قصوں میں بھی چسکے لینے کے مواقع نکال لیتے تھے۔

بچپن میں ہی یہ ملکہ حاصل تھا

بچپن ہی میں ان رازوں سے کافی واقف نظر آتے ہیں۔ سوانح نگار مانا میاں نے سوانح میں صفحہ ۱۱ پر اور حسنین رضا نے صفحہ ۴۷ پر واقع لکھا ہے کہ "عمر شریف تقریباً ۵-۶ سال کی تھی۔ صرف ایک کرتہ پہنے باہر گلی میں تھے، کہ کچھ طوائفوں پر نظر پڑی۔ فوراً کرتہ کا اگلا حصہ ہاتھ سے اٹھا کر آنکھوں پر رکھ کر چہرہ چھپا دیا، (جس سے سامنے کا ستر کھل گیا)۔ طوائفیں بولیں، کہ واہ میاں! منہ تو چھپا دیا، اور ستر کھول دیا۔ آپ نے برجستہ جواب دیا، کہ نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے، اور جب دل بہکتا ہے، تو ستر بہکتا ہے۔ یہ سن کر طوائف سکتہ میں آ گئی"۔ (کہ اتنا چھوٹا بچہ اور اتنی بڑی بات)۔ اس واقعہ کو مانا میاں نے "جواب کی لذت" کا عنوان دیا ہے، اور حسنین رضا نے "اتباع شریعت"۔

جواب کی لذت کا عنوان تو کچھ عنوان ہوا۔ لیکن حضرت مولانا حسنین رضا کو اس میں اتباع شریعت کا کون سا پہلو نظر آیا۔ خصوصاً جواب والے الفاظ میں۔ یہ کسی محلے کے بریلوی عالم سے پوچھیں!

مسجد اور سنت کے الفاظ سے بھی کھیل بیٹھے

آپ نے مطالعہ بریلویت کے صفحات کے عکسوں میں صفحہ ۲۰۴ پر دیکھا، کہ بات جمعہ کے خطبے کے اذان کے داخل مسجد ہونے کی ہو رہی ہے، خانصاحبی طبیعت مچلی، تو داخل ...

"دخول کی مشکل آسان کرنے کی طرف گھوم گئی"۔

صفحہ ۲۰۸ پر دیکھیں، کہ گالی دینے کو زبان مچلی تو ندوۃ العلماء کے ادارہ کو سنت وبدعت کا مرقع بنا کر لفظ سنت کو بدعت کی گدھی پر چڑھ کر خچر پیدا کرنے والا گھوڑا بنا لیا۔ سنت کے پاک لفظ کو کیا اور کیسے بنایا، یہ بھی پوری ذریت کو قابلِ اعتراض نظر نہیں آیا۔

مزید ہماری طرف سے کچھ لکھنے یا کہنے کی بجائے، ہم آپ کی توجہ صفحہ ۲۰۵-۲۰۶ والے عکسوں کی طرف بھی مبذول کرواتے ہیں۔ جس میں کسی بریلوی کی نہیں، بلکہ خیر آبادی سلسلہ کے عالم مولانا معین الدین اجمیری نے بریلوی خان صاحب کی فحش کلامی کا تجزیہ پیش کیا ہے۔

قادیانی ایسے فحش جملوں سے محفوظ رہے

قارئین کرام یہ بھی خصوصی طور پر ذہن میں رکھیں، کہ اس فحش کلامی اور فحش الزامات کا نشانہ صرف دیوبندی علماء، اور سید احمد شہید ہیں، اسی دور میں مرزا قادیانی کا قادیانی فتنہ ابھرا اور اپنے عروج کو پہنچا۔ لیکن ان کے خلاف جو رسائل لکھے گئے، جن کے نام اور حجم کا ذکر ہم فصل چہارم میں کر آئے ہیں، ان میں اس قسم کی کوئی فحاشی نہیں (۱)۔ بلکہ پوری سنجیدگی کے ساتھ صرف دلائل ہیں۔ اکثر فتووں میں جو قادیانی، وہابی، دیوبندی، نیچری کو اکٹھا رگڑا گیا ہے، وہاں قادیانی کا لفظ اس لئے منتخب کیا گیا ہے، کہ یہ دکھایا جائے، کہ یہ سب فرقے بھی قادیانیوں کی طرح ہیں، جو بذاتِ خود سخت زیادتی ہے۔

حالانکہ خود مرزا قادیانی فحش نگاری میں کافی آگے تھا۔ اور اس کے کئی فحش جملے ایسے موجود ہیں، جن کو بنیادی حوالہ بنا کر اعلیٰ حضرت کافی بھڑاس نکال سکتے تھے، اور وہ شاید اس طرح بے سبب بھی نہیں گنی جاتی، لیکن وہاں سے شاید ترکی بہ ترکی بلکہ سیر کا سوا سیر جوابات کا خدشہ تھا۔ (پھر ایک قسم کی بھائی بندی بھی تھی)

دیوبندیوں نے کوئی موقعہ نہیں دیا، تاہم ....

جب کہ دیوبندیوں کے خلاف یہ اس کے ذاتی عناد اور خالص اپنی فطرت کا مظاہرہ

---

(۱) اگرچہ یہ ہوتے، تو بھی ہم کو اسی قسم کا اعتراض ہوتا۔ کیونکہ یہ بہرحال تہذیب کے خلاف ہے۔

ہے، کیونکہ انہوں نے کہیں بھی اس کے کسی بھی طرح جواز کا سبب پیدا ہونے ہی نہیں دیا۔ ہر ایک نے ایک بار خالص سنجیدہ دلائل سے اپنے اوپر الزام کی صفائی پیش کر کے آخر میں لکھ دیا، کہ یہ فیصلہ اللہ کی دربار میں ہوگا۔ مزید سوال و جواب کا سلسلہ ان میں سے کسی نے چلایا ہی نہیں۔ تاآنکہ اعلیٰ حضرت کے آخری دور میں مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری اور مولانا منظور احمد نعمانی نے آکر مناظروں کے میدان سنبھالے، اور جرح وتعدیل کا میدان کھولا، اور بریلویوں کو آخری کونے تک پہنچایا۔ اور مولانا مدنیؒ نے حسام الحرمین کا بھرم کھولنے کے لئے الشہاب الثاقب لکھی۔ ان میں سخت الفاظ ہیں۔ لیکن یہ کافی بعد کی بات ہے۔ دوسرے انہوں نے پہل نہیں کی۔ جب کہ شرعی طور پر بھی سارا بوجھ پہل والے پر ہے۔

کچھ مثالیں اور

بات کچھ طول پکڑ رہی ہے۔ لیکن کچھ نکتے اور مثالیں مزید دیکھ لیں:

علم غیب کے مسئلہ پر احمد رضا خان کی ایک کتاب کا نام خالص الاعتقاد ہے۔ اس کی تمہید میں اکابر دیوبندی علماء کے لئے یہ الفاظ ہیں:

”شریفہ ظریفہ رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبالِ وسیع سے ان کی ادبار پُرضیق کو فراخی حوصلہ کے لئے سکھائی ہے، کہ چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے مضمون کی ایک کتاب کا حوالہ لکھ دیں (یہاں شریفہ رمیدہ مولانا تھانویؒ کو اور رشیدہ رمیدہ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو کہا ہے۔

رمیدہ بھاگی ہوئی عورت کو کہتے ہیں۔ اقبال وسیع سے مراد عام کھلی قبولیت ہے، کہ جو چاہے آئے۔ ادبار وبر کی جمع ہے، یہ انسان کے پچھلے حصے کو کہتے ہیں، پُرضیق انتہائی تنگ راستے کو کہتے ہیں۔ فراخی حوصلہ سے مراد کھل جانا ہے۔ اب آپ خود مطلب نکالیں اور سوچیں، کہ اعلیٰ حضرتی آستانہ کا ماحول اور زبان اور ذہنیت کیا تھی۔ یہ ان علماء کے لئے ہے، جو لاکھوں کے مرشد اور ہزاروں کے استاد تھے۔ جو باادب صفائی کے بعد خاموش ہی رہے۔

گندے الفاظ تو گنیں!

ایسے ہی معیار کے عالم مولانا حسین احمد مدنی کے لئے اسی کتاب میں صفحہ ۱۶ پر یہ الفاظ ہیں: ”کبھی کسی بے حیا سی بے حیا، ناپاک، گھناؤنی سی گھناؤنی، بے باک سی بے باک، پاجی

گندی کمینی قوم نے اپنے خصم کے مقابل بے دھڑک ایسی حرکات کیں؟ آنکھیں میچ کر، گندا منہ پھیر کر ان پر فخر کئے۔ انہیں سر بازار شائع کیا؟ اور ان پر افتخار ہی نہیں، بلکہ سنتے ہیں کہ ان میں کوئی نئی نویلی، حیادار، شرمیلی بانکی نکیلی میٹھی رسیلی، اچپل ....، چنچل ......، اجودھیا باشی آنکھ یہ تان لیتی ہے، اور کہے ”ناچنے ہی نکلے، تو کہاں کی گھونگھٹ“۔ اس فاحشہ آنکھ نے کوئی نیا غمزہ تراشا اور اس کا نام الشہاب الثاقب رکھ دیا“۔ (یعنی کتاب الشہاب الثاقب لکھی)۔

قارئین دیکھیں کہ اپنے خلاف کافی سخت صرف ایک کتاب پر کس طرح بلبلا اٹھے۔ اور جنہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، ان کے لئے بھی کیا کیا فحش جملے لکھے۔

اللہ پاک کے بارے میں گھڑے ہوئے خیالی فحش عیب

قارئین کرام تھوڑا مڑ کر فصل چہارم میں پھر دیکھیں، کہ سُبحٰن السبوح میں صرف ایک عبارت سے ایک مفروضہ بنا کر کس طرح اللہ پاک کے لئے عیب گھڑ لئے ہیں“ آخر ان کی کیا ضرورت تھی۔ سوائے اس کے کہ فحش زبان کو چسکے لینے کا موقعہ ملے۔ ادھوری اور سیاق وسباق سے الگ کی ہوئی عبارت سے خود بھی جو مفروضہ دیا ہے، وہ یہی کہ اس کے معنی یہ ہوئے، کہ انسان والے عیوب اللہ میں بھی ہو سکتے ہیں۔ پھر وہ عیوب خود اپنی طرف سے گنائے ہیں، تو چند عیوب ہی کافی تھے۔ کھانا پینا، وغیرہ۔ زیادہ سے زیادہ اولاد ہونا، لیکن یہاں تو الفاظ ہیں کہ .... کون یہ ذلیل الفاظ پھر دہرائے۔ آپ ہی مڑ کر خود ایک بار پھر پڑھنے کی زحمت کریں۔ (اگر متلی کو روکنے کی قدرت رکھتے ہیں، تو)۔

یہی عیب پھر فتاویٰ رضویہ صفحہ ۷۹۱ پر وہابیوں کے عقائد کے طور پر بھی لکھے، ابھی بھی سوکھی زبان تازہ نہیں ہوئی، تو اگلے صفحہ ۷۹۲ پر یہی عقائد اور مزید کچھ ملا کر دیوبندیوں کی طرف منسوب کئے۔ آخر ان سب تماشوں کی کیا ضرورت تھی، سوائے اس کے کہ فحش ذہن کا نشہ تازہ کیا جائے۔ ہم اپنے اس جملے کو پھر دہراتے ہیں، کہ کوئی بریلوی عالم اور ماہر رضویات یہ بتائے، کہ دنیا بھر کے پورے فحش لٹریچر میں کسی ملحد نے بھی، ایسی ہستی کے لئے ان میں سے کوئی لکھنے کی جرأت کی ہے، جس کے لئے وہ سمجھتا ہے، کہ گمراہ لوگ اس کو خدا اور کائنات کا خالق سمجھتے ہیں!

گالی باز جھگڑالو عورت کا کردار

پھر دیوبندیوں پر کفری فتوؤں کی بھی پوری فصل غور سے دیکھیں۔ کس طرح مواقع نکال کر اپنی گالی باز خواہش کو پورا کیا ہے۔ ان کو دیکھیں، اور دیوبندیوں کی خاموشی کے باوجود ان کو مناظروں اور جوابوں کے چیلنج دیتے رہنے والی کتابوں اور اشتہاروں کو دیکھیں، کہ آپ کو گالیوں میں ماہر اس جھگڑالو عورت کا کردار نظر آئے گا، جو محلّہ والوں سے لڑنے، کوسنے اور گالیوں کی بھڑاس نکالنے کے لئے ہر وقت دروازے پر کھڑی نظر آتی، بھڑاس نکالتی ہوئی نظر آیا کرتی ہے۔

مہذب الفاظ، جو اکثر ہر جگہ نظر آئیں گے

بریلی کے اس نام نہاد مجدد، اس کے بیٹوں اور قریبی ساتھیوں کی کتابیں پڑھیں، تو آپ اپنے کو تحریر کی ایک الگ دنیا میں پائیں گے، ہر ایک کا جنگ و جدل، مجادلہ اور گالی گلوچ، وقار اور سنجیدگی کے ساتھ صرف دلائل اور جوابی دلائل سے بات کرتا کوئی نظر نہیں آئے گا۔ یہ مہذب الفاظ ہر کتاب میں حشرات الارض کی طرح بکھرے ہوئے، اور دوسروں کو کاٹتے ہوئے نظر آئیں گے، ان میں سے کچھ [illegible] ہیں۔ خود ملاحظہ فرمائیں:

خبیث، مرتد، ملعون، مردود، مکار، [illegible] سب کمینوں سے کمینہ تر، دوزخ کے کتے، شیطان کے دم چھلے، مفسد، ہٹ دھرم، چوپایوں سے بڑے گمراہ، علم میں الو گدھے کتے، سوئر کے ہم سر، ہر ذلیل سے زیادہ ذلیل، ابلیس لعین کے پیروکار، شیطان کے چیلے، شیطانی مکر کے حامل، کفری نجاستوں میں بھرے ہوئے، لعنھم اللہ، خذلھم اللہ، اللہ ان کو عاد و ثمود کی طرح ہلاک کرے، ان کے گھر کھنڈر کردے، ان کی ناک خاک میں رگڑے، ان پر اور ان کے مددگاروں پر اللہ کی لعنت، ہر مجلس میں ان کی تحقیر واجب، ان کی پردہ دری صواب، وغیرہ وغیرہ۔ ایسے کم از کم اسی الفاظ تو آپ کو ہر وقت ہر ایک عام بریلوی عالم کے مطالعہ میں رہنے والی کتابوں، حسام الحرمین، تمہید الایمان اور خلاصہ فوائد فتاویٰ میں ملیں گے۔ جو ۱۹۷۵ء تک اکٹھی چھپتی تھیں، پھر تازہ احیائی مہم میں، ایک گالیوں کے خلاصے والے ''مجموع اللغات'' یعنی ''خلاصہ فوائد فتاویٰ'' کو شرم کے مارے الگ کردیا گیا ہے۔

عکس دیکھ کر یقین کریں

لیکن اعلیٰ حضرت کی رحلت کے پانچ سال بعد مظہر اعلیٰ حضرت مولوی حشمت علی نے حسام الرحمین کی تصدیق کے لئے ایک کتاب ''الصوارم الہندیہ'' لکھی۔ جس کو پھر ۱۹۷۵ء میں مکتبہ فریدیہ لاہور نے عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری کے طویل پچہتر صفحات کے پیش لفظ کے ساتھ شائع کیا۔ یہ کتاب ہمارے سامنے ہے۔ اس کے شروع میں اس فوائد فتاویٰ کا خلاصہ دے کر، پھر آگے بڑھتے ہیں۔ ہم یہاں ان تین صفحات کے مکمل عکس دیتے ہیں۔ جن سے آپ ان الفاظ کی تصدیق کریں۔ کچھ اہم الفاظ کے نیچے ہم نے اپنی طرف سے لکیر کھینچ دی ہے۔ آپ خود ان میں عالمانہ اختلاف کی شان ڈھونڈھیں، کہ کس شان سے اعلیٰ حضرتی ''بیت العنکبوت'' یعنی حسام الحرمین کی تصدیق کروانے نکلے ہیں۔

ہے۔ ہمیں جواب افادہ کیجیے اور بادشاہِ حقیقی اللہ تعالیٰ سے بہت ثواب لیجیے۔

خلاصۂ فتاوائے مبارکہ حسام الحرمین شریف

مسمّیٰ بنام تاریخی

فوائد فتاوے کا خلاصہ

اُن اقوال کے قائلین بدعتِ کفریہ والے اشقیا سب کے سب مرتد ہیں باجماعِ امتِ اسلام سے خارج ہیں، بیدینی و بدمذہبی کے خبیث سردار ہر خبیث اور مفسد اور ہٹ دھرم سے بدتر، ناچیز سب کافروں سے کمینہ تر کافروں میں ہیں۔ ملحد کذاب بددین زیاں کار گمراہ ستمگار خارجی دوزخ کے کتے، شیطان کے گروہ کافروں کے یہاں کے منادی ہیں۔ وہ دینِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطل کرنا چاہتے ہیں، جاہلوں کو دھوکہ دیتے ہیں، کافروں کے رازدار ہیں، دین کے دشمن ہیں ان باتوں سے ان کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں، ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال، اُن میں کوئی دینِ متین کو پھینکتا ہے، کوئی ضروریاتِ دین کا انکار کرتا ہے، اسلام میں ان کا نام نشان کچھ نہ، بلاشبہ مفتری ظالم ہیں، وہابی ہیں، اُن سے بڑھ کر ظالم کون، اللہ کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں، اپنی خواہش کو خدا بنا لیا۔ اُن کی کہاوت کتے کی طرح ہے کہ تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکال کر ہانپے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے، حد سے گزرے ہوئے ہیں، توبہ سے محروم ہیں۔ اسلام کے نام کو پردہ بناتے ہیں۔ تمام علما کے نزدیک دین سے نکل گئے جیسے [illegible] سے۔ جب تک اپنی بدمذہبی نہ چھوڑیں، اُن کا نہ روزہ قبول نہ نماز نہ زکوٰۃ نہ حج نہ کوئی فرض نہ نفل۔ ... رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن سے بیزار ہیں، یہ اپنی سرکشی

میں اندھے ہو رہے ہیں۔ اہلِ بطلان اہلِ فساد، کافروں سے بھی بدتر، سخت رسوائی کے مستحق، بطلان والے شیطان، عقلا میں رسوا۔ ان کا مرتد ہونا پھر دن چڑھے کے آفتاب سا روشن ہے، وہ وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی، انہیں بہرا کر دیا۔ اُن کی آنکھیں اندھی کر دیں اُن کو دُنیا میں رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ انہیں اللہ نے گمراہ کر دیا، ان کے کانوں اور دلوں پر مہر لگا دی، اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، تو کافروں سے دین میں اُن کا نقصان زیادہ سخت ہے، کہ ظالموں فقیروں نیکوں کی شکل بنتے ہیں اور دل ان خباثتوں سے بھرا ہوا، عوام مسلمانوں پر اُن سے سخت خطرے کا خوف ہے۔ قیامت تک اُن پر وبال ہے، بدمذہب گھنونی گندگیوں میں لتھڑے، کفری نجاستوں میں بھرے، زندیق بیدین دہریے ہیں، الوہیت و رسالت کی شان گھٹاتے ہیں، اُن پر وبال اور ذلت لازم ہو چکی، وہ زمین میں فساد پھیلانے والے ہیں اوندھے جاتے ہیں انہوں نے شانِ الٰہی کو ہلکا جانا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو خفیف ٹھہرایا، شامت پھیلانے والے زہر دیے ہوئے ہیں، انہوں نے خود اللہ و رسول پر زیادتی کی، چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا، بڑے برا نہیں کافر، شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے کام اچھے کر دکھائے تو انہیں راہِ حق سے روک دیا کہ ہدایت نہیں پاتے، وہ اس آیت کریمہ کے سزاوار ہیں کہ اے نبی ان سے فرما دے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد، شیطان نے اپنی خواہشوں کو اُن کے سامنے آراستہ کیا، اُن میں اپنی مراد کو پہنچ گیا، طرح طرح کے کفر اُن کے لئے گڑھے تو ان میں اندھے ہو رہے ہیں یہاں تک کہ خود ربِ کریم کی بارگاہ میں حملہ کر بیٹھے اور نہایت گندی راہ چلے اور اُن پر جرأت کی جو سب رسولوں کے خاتم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ان اقوال کا معتقد ہو کافر ہے گمراہ ہے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔

الٰہی اُن پر اپنا سخت عذاب اتار اور انہیں اور جو ان کی باتوں کی تصدیق کرے

ب کو ایسا کر دے کہ کچھ بھاگے ہوئے ہوں کچھ مردود ہوں، اُن سے شہروں کو خالی کر، انہیں تمام
زمین پر پھیلا کر، انہیں عاد و ثمود کی طرح ہلاک کر، اُن کے گھر کھنڈر کر دے، خدا اُن پر لعنت
ے، اُن کو رسوا کرے اُن کا نشانہ تباہ کرے اُن پر ایسے کو مسلط کرے جو اُن کی شوکت کی بنیاد
کھود کر پھینک دے۔ اور ان کی جڑ کاٹ دے تو وہ یوں صبح کریں کہ ان کے مکانوں کے سوا
نظر نہ آئے، اللہ اُن کی ناک خاک میں رگڑے انہیں ہلاک کرے، خدا اُن کے اعمال برباد کرے اُن
اور ان کے مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو انہیں قتل کرے کہاں اوندھے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی
لعنت ہو اس پر جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دی اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر جس نے
نبی کو ایذا دی۔ بیشک بزازیہ اور درر و غرر اور فتاوےٰ خیریہ اور مجمع الانہر اور در مختار وغیرہ معتمد کتابوں
ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو شخص ان کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد ان کے کافر و مستحق عذاب
نے میں شک کرے خود کافر ہے۔ شفا شریف میں فرمایا ہم اُسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے، یا
کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے۔ اُن لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے اُن کے جنازے کی
پڑھنے اُن کے ساتھ شادی بیاہ کرنے اُن کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا کھانے اُن کے پاس بیٹھنے اُن
بات چیت کرنے اور تمام معاملات میں اُن کا حکم بعینہٖ وہی ہے جو مرتد کا ہے یعنی یہ تمام باتیں
سخت حرام اشد گناہ ہیں، جیسا کہ ہدایہ غرر، ملتقی، در مختار، مجمع الانہر، برجندی، فتاوےٰ ظہیریہ
طریقہ محمدیہ حدیقہ ندیہ۔ فتاوی عالمگیری وغیرہا میں تصریح ہے۔ ہاں ہاں احتیاط کہ بیشک
آگ تیز کی جلائے گی اور بیشک گمراہی سے بچنا سب سے زیادہ اہم ہے۔ ہر مسلمان پر واجب
لوگوں کو اُن سے ڈرائے اور نفرت دلائے اُن کے فاسد راستوں باطل عقیدوں کی برائی
کرے ہر مجلس میں اُن کی تحقیر و توہین واجب اُن کے عیب سب پر ظاہر کرنا درست ہے۔
فرمائے اس مردود پر جو کافروں اور گمراہوں سے دور ہو اور اُن کے پھندوں میں پڑنے سے اللہ کی
پناہ چاہے۔ وہ لوگ تمام علما کے نزدیک سزاوار اور تذلیل ہیں، کافروں سے اُن کا نقصان زیادہ
ہے۔ اس لئے کہ کھلے کافروں سے عوام بچتے ہیں اور یہ تو عالموں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں

تہذیب و شائستگی کے نئے معیار

اس کے باوجود کہیں سے کسی بریلوی حلقے سے آواز نہیں اٹھی یا اٹھ رہی ہے۔ جیسے کہ اب یہ بریلوی تہذیب کا حصہ بن گئے ہیں۔ حتیٰ کہ دہلی کی تہذیب میں اور ایک باوقار مفتی عالم کے گھر میں جنم لینے اور پلنے والے ڈاکٹر مسعود صاحب بھی مشرف بہ بریلویت ہونے کے دوسرے ہی سال لکھتے ہیں کہ "اس میں شبہ نہیں کہ مخالفین کی قابل اعتراض تحریرات پر فاضل بریلوی نے سخت تنقید فرمائی، اور بسا اوقات لہجہ بھی نہایت درشت ہے، لیکن کسی مقام پر تہذیب اور شائستگی سے گرا ہوا نہیں۔ (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں صفحہ ۱۹۹)

جبکہ اسی جگہ پر اس مہذب محقق کو مولانا حسین احمد مدنی کے احمد رضا خان کے لئے ان بارہ الفاظ پر اعتراض ہے "دجال بریلوی، دجال المجددین، شیطان سے بڑھے ہوئے، مجدد المضلین، کذاب، مجدد المفترین، عدو رسول، مبغض خیر الانام، مجدد الدجالین، مجدد التضلیل اور عبد الدنیا والدراہم"۔ ان الفاظ پر ڈاکٹر صاحب اس طرح طنز کرتے ہیں کہ "وہ جو کسی نے کہا ہے کہ کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان شاید یہی ہے"۔ اب کوئی حیادار ہی بتائے، کہ ان پر اگر کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان کا طنز ہے، تو ان کے ممدوح فاضل بریلوی کی زبان کو تو مشک وعنبر سے دھلی ہوئی زبان کہلائے گی۔ جس کو وہ تہذیب کا سرٹیفکیٹ دیتے ہیں۔

مظلوم کو اس قدر برے جواب کا حق ہے

جبکہ اس محقق صاحب کو یہ بھی معلوم ہوگا، کہ مولانا مدنی نے یہ الفاظ ان کے فاضل بریلوی کی مندرجہ بالا تینوں کتابوں میں الزامات اور ان بدزبانیوں پر تنقید کرتے ہوئے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں لکھے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہوگا، کہ مشکوٰۃ شریف کی صحیح حدیث میں بھی ہے کہ "ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے والے جو کچھ کہتے ہیں، اس کا گناہ صرف ابتداء کرنے والے پر ہے، جب تک کہ جواب دینے والا حد سے گذر جائے"۔ قرآن پاک میں بھی سورۃ شوریٰ رکوع نمبر ۴ آیت نمبر ۴۰ میں ہے کہ "وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا" (برائی کا بدلہ اس قدر برائی ہے۔) "لایحب اللہ الجھر ......" (اللہ پاک بری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے، سوائے مظلوم کے)۔

اب قارئین کرام ہی فیصلہ کریں، کہ صحیح حدیث اور قرآن پاک میں دی ہوئی اجازت کے حدود کو مولانا حسین احمد مدنیؒ نے پار کیا ہے، یا "برائی کا بدلہ اسی قدر برائی" کے ابھی ایک دو فیصد تک بھی نہیں پہنچ سکے ہیں!

اس سے بعد والوں کے لئے راہ بن گئی

بریلوی عام استعمال کے ان الفاظ کے آخر میں آپ کو یہ بھی نظر آئے گا، کہ "ان کی تحقیر واجب اور ان کی پردہ دری صواب"۔ یہی الفاظ آپ کو ہمارے پچھلی فصل میں دیئے ہوئے اعلیٰ حضرتی فتوؤں میں بھی کافی جگہ نظر آئیں گے۔ مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی خان نے بھی مولانا تھانویؒ پر گالیوں کی بوچھاڑ والی کتاب "قہر واجد دیان بشمشیر بسط البنان" کے آخر میں یہ تاکید کی ہے کہ "اگر تھانویؒ اور ان کے متبعین توبہ تائب ہو کر از سر نو کلمہ نہ پڑھیں، تو مسلمانوں (بریلویوں) پر تھانویؒ اور ان کے متبعین کے ساتھ مسلمانوں جیسے تعلقات رکھنا حرام، ان سے سلام حرام، ان سے دوستی اور ملاقات حرام، ان کے پیچھے نماز حرام، ان کے جنازہ پر نماز حرام، ان کی بیمار پرسی حرام، ان سے میل جیل اور شادی بیاہ حرام، ان کو مسلمانوں کا کفن غسل حرام، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا حرام، ان پر مرتدین کے جملہ احکام جاری ہوں گے"۔ اسی حشمت علی کی گالیاں ہمارے دیئے ہوئے عکسوں میں آ چکی ہیں۔

ہر ایک مخالف تک یہ دائرہ وسیع ہو گیا

اس ہمت افزائی سے بعد والوں نے جو بدزبانی کے گل کھلائے، کچھ ان کی مثالیں بھی دیکھ ہی لیجئے۔ حتیٰ کہ ان کا دائرہ دیوبندیوں اور مخالف علماء سے پھیل کر ہر ایک سیاسی اور جماعتی مخالفوں تک بھی وسیع ہو گیا۔

مرکزی حزب الاحناف لاہور سے ایک عالم پیدا ہوئے، ابوطاہر دانا پوری، جو حشمت علی خان اور ابوالبرکات سید احمد کے خاص چہیتے تھے اور ان کی زبان سمجھے جاتے تھے۔ وہ اس میدان میں سب بریلویوں سے بازی لے گئے، اس نے سیاسی لیڈروں سے اختلاف پر ایک کتاب لکھی، جس کا نام رکھا "قہر القادر علی الکفر اللیاڈر ملقب بلقب لیڈروں کی سیاہ کاریاں"۔ موضوع نام سے ظاہر ہے۔ لیڈر کا جمع لیاڈر کیا ہے۔ اس میں صفحہ ۲۹ پر خاکسار تحریک کا ذکر

اس طرح لیتے ہیں:

عالم کی گالی تو دیکھو!

"خاکسار مجاہد تحریک کی ابھی تک سیرابی نہیں ہوئی (اسے ابھی تک پانی نہیں ملا)۔ اس لئے اب اس کو دوسری کروٹ لٹاتا ہوں، اور برق بار خارا شگاف (پتھر میں سوراخ کرنے والے) قلم کو جولانی کا حکم دیتا ہوں...... میں یہ کہتا ہوں اور مسلم لیگ کی بیٹی تحریک خاکسار پر چڑھتا ہوں" تماشہ یہ ہے کہ "حکم دیتا ہوں" کے بعد یہ عربی الفاظ ہیں "بحول اللہ تعالیٰ وقوۃ ورسولہ وعون ابنہ غوث الوریٰ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وعلیہ وبارک وسلم"۔ ہم نے جان بوجھ کر ان پاک الفاظ کو پہلے والے رذیل جنس زدہ الفاظ سے الگ کرنے کے لئے درمیان میں...... کا خال ہی مناسب سمجھا۔ مزید ریمارک آپ کے اپنے۔

ایک رذیل ترین کتاب

اسی ابوالطاہر دانا پوری نے ۱۹۴۲ء میں تحریکِ آزادی کے عروج کے دور میں ایک کتاب لکھی، جس کا نام رکھا "تجانب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ"۔ بڑے سائز کے ۴۷۶ صفحات کی یہ کتاب اُس دور کے بریلویوں کے علاوہ باقی سب سیاسی، سماجی، اصلاحی، باہمی تعاون کی انجمنوں اور ان میں کام کرنے والی شخصیات پر طرح طرح کی گالیوں اور بدزبانیوں کی "جامع اللغات" کہی جا سکتی ہے۔ جس میں علامہ اقبال کو بھی نہیں بخشا گیا۔ فصل نہم میں اس کے ٹائٹل والے صفحے کا عکس دیکھ کر مخالف گروپوں کا اندازہ کریں۔

اس کو اپنا دستور العمل بنانے کی وصیت

اس کتاب پر صفحہ ۴۷۳ پر مظہر اعلیٰ حضرت مولانا حشمت علی خان نے دو صفحاتی تصدیق لکھی ہے۔ جس میں خوب تعریفی کلمات کے بعد یہ وصیت لکھی ہے کہ "میری اپنے تمام مخلصین سنی بھائیوں بریلویوں، دوستوں، عزیزوں، رشتہ داروں، مریدوں، متوسلوں کو یہ شرعی وصیت اور دینی نصیحت ہے، کہ اس فتویٰ مبارکہ (پوری کتاب) کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ اس کو کھرا کھوٹا پرکھنے کا معیار بنائیں۔ جس کسی کو اس کے مطابق عمل کرنے والا پائیں، اس کی طرف

محبت اور دوستی کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور جس کو اس کتاب کا مخالف پائیں، اس سے بیزاری، دوری اور نفرت برتیں۔ اس کی صحبت سے اپنے آپ کو بچائیں۔ خواہ وہ اس کا باپ بیٹا بھائی رشتہ دار ہو، یا محسن وغمخوار ہو، یا شیخ واستاد ہو، یا مرشد کا مرشد اور استاد کا استاد ہو، خواہ استاد زادہ یا مرشدزادہ ہو''۔ نفرت ہی نفرت کے تاکیدی الفاظ تو دیکھیں!

کچرے اور گلے سڑے بدبودار کچرے کے ڈھیر اس کتاب کے کچھ حوالے ہم پہلی فصل میں بھی دے آئے ہیں، اور آئندہ فصل میں بھی دکھائیں گے، کہ مسلم لیگ، قائداعظم، اور دوسرے سیاسی اور سماجی لیڈروں کی عزت کس طرح پامال کی گئی ہے۔ چوبیس گھنٹے جنس زدہ رہنے والے اس نام نہاد عالم نے ہر جگہ ہر ایک قابلِ اعتراض شخصیت کو کن الفاظ سے نوازا ہے، اس کی صرف دو مثالیں یہاں بھی دیکھیں۔

سرسید کے ماں باپ نے..........

صفحہ ۵۵ پر سرسید احمد پر کچھ اعتراضات پیش کر کے، اپنی تہذیب کا مظاہرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ ''مدعیانِ تہذیب جدید کے اس مصلحِ اعظم کہلانے والے پیر نیچر سے یہ شستہ شائستہ انتہائی مہذبانہ شریفانہ گفتگو کا انداز سیکھ کر اگر کوئی شخص یوں لیکچر دیتا پھرے، کہ یہ سمجھنا کہ پیر نیچر (سرسید احمد خان) کے والد بزرگوار نے ان کی مادرِ مہربان کے ساتھ ہم بستری کے معاملات کئے ہوں گے۔ کبھی ان کے گلے میں ہاتھ ڈال کر پڑ گئے ہوں گے۔ کبھی ان کی ران پر سر دھرا ہوگا۔ کبھی ان کو چھاتی سے لپٹایا ہوگا۔ کبھی ان کے لب جان بخش کا بوسہ لیا ہوگا۔ کبھی اپنے مکان کے کسی کونے میں کچھ کرنے لگے ہوں گے۔ ایسا بیہودہ پن کیا ہوگا، جس پر تعجب ہوتا ہے۔ اگر پیر نیچر کے والد بزرگوار اور ان کی مادرِ مہربان کے درمیان یہی معاملات ہوتے ہوں گے، تو بے مبالغہ بازاری عورتوں اور ان کے آشناؤں کے حالات ان سے ہزار درجہ بہتر ہیں''۔ (قارئین کرام کو ہم بتادیں کہ یہ سرسید کی کسی ایسی مہذب زبان کو مثال بنا کر، جوابی مثال کے طور پر نہیں کہا گیا ہے، بلکہ اصل اعتراضی موضوع ہے، کہ سرسید نے اپنی تفسیر میں عقلیات کے غلبہ کے تحت جنت کی حوروں اور شرابِ طہور کے بارے میں عام مفسروں سے ہٹ کر اپنی جو عقلی دلیلیں دی ہیں، جن پر اس وقت کے دوسرے علماء کو سخت اعتراضات تھے، ان پر اعتراض اور جرح میں اس عالم نے یہ مثال پیش کی ہے)۔

برابری والے کام اور الفاظ دیکھیں

صفحہ ۴۲۲ سے صلح کلی فرقہ پر برسنا شروع کرتے ہیں۔ جن میں مولانا آزاد، شبلی نعمانی، مولانا حالی، علامہ مشرقی جیسی شخصیات شامل ہیں۔ اور صفحہ ۴۲۸ پر پہنچ کر ان کو ان الفاظ سے مخاطب ہوتے ہیں: ''بے ایمانو! تم تو توحید سے بھی محروم ہو...... اور تمہارا یہ ناپاک مسلک توحید نہیں، یہ تو اتحاد ہے، جو خالص کفر والحاد ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے، کہ تمہارے دھرم میں تمہاری بیوی اور ماں دونوں ایک، تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک، گوبر اور حلوہ دونوں ایک، فیرنی اور پاخانہ دونوں ایک۔ تمہارا منہ اور پاخانہ کی جگہ دونوں ایک۔ تمہاری بہنوں بیٹیوں کے سب اعضاء اور غیر مردوں کے بدن دونوں ایک۔ حلال اور حرام دونوں ایک، زنا اور نکاح دونوں ایک۔ بیوی سے مجامعت اور کسی مرد سے منہ کالا کرنا دونوں ایک''۔

ماں بہن بیٹی کی پیٹھ پر ''وقف فی سبیل الشیطان'' کا بورڈ لگوا کر میدان میں پھراؤ

پانچ سطروں کے بعد پھر یہ گوہر افشانی کرتے ہیں: ''اگر دوسری صورت کا اقرار ہے، تو اس پر کھلم کھلا عمل پیرا ہونے سے کیوں انکار ہے۔ کسی میدان، کسی تاریخ کسی وقت کا اشتہار دیکر مجمع عام میں اپنی اس ابلیسی چمر توحید کے تماشے دکھاؤ۔ حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ۔ شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ۔ اپنی ماں بہن، بیٹی، جورو کے ماتھوں پر جلی قلم سے الوقف فی سبیل الشیطان کا سائن بورڈ لکھوا کر برسرِ بازار پھرواؤ۔ <u>خود بھی اپنی پشت پر موٹے موٹے الفاظ میں وقف فی سبیل الشیطان کا بلا لگوا کر سارے میدان کا چکر لگاؤ۔</u> اور ہر قسم کے شیطانی کاموں کے لئے خود بھی وقف ہو جاؤ، اور اپنی ماں بہن بیٹی جورو کو اپنی چمر توحید کے لئے وقف کراؤ''۔

قارئین کرام خود سوچیں، کہ اگر نام اور حوالہ نہ بتا کر، آپ کو صرف یہ بتایا جائے، کہ ان لوگوں کو ان الفاظ میں بھی چیلنج دیئے جاسکتے ہیں، تو آپ کیا تصور کریں گے؟ کس بازار کے ان لوگوں کے کن کے لئے یہ چیلنج سمجھیں گے؟ مزید ہم کیا کہیں۔

سے بہرہ نہیں رکھتے کل شئی ھالک الا وجھہ ۔ وحدۃ الوجود کا روشن واضح بیان
حضور مجدد امام اہلسنت مجدد اعظم فاضل بریلوی سیدنا اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے رسالۂ مبارکہ مسمّٰی بنام تاریخی التلطف بجواب مسائل التصوف و رسالۂ مبارکہ
مسمّٰی بنام تاریخی کشف حقائق و اسرار دقائق میں ملاحظہ ہو۔ وحدت تو وحدت ہی ہے
بے ایمانو! تم تو توحید سے بھی محروم ہو۔ توحید کے معنے ہیں معبود اور واجب الوجود ہونے میں
اللہ عزوجل کو وحدہٗ لاشریک لہٗ ماننا اور تمہارا یہ ناپاک مسلک تو اتحاد ہے جو خالص
کفر و الحاد ہے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے دھرم میں تمہاری جورو اور ماں دونوں
ایک تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک گوبر اور حلوا دونوں ایک قبر بنی اور پاخانہ
دونوں ایک تمہارا موتھ اور پاخانہ پھرنے کی جگہ دونوں ایک تمہاری بہنوں بیٹیوں
کے سب اعضا اور غیر مردوں کے بدن دونوں ایک حلال و حرام دونوں ایک زنا اور
نکاح دونوں ایک اپنی بیوی کے حقوق زوجیت ادا کرنا اور کسی مرد سے موتھ کالا کرنا
دونوں ایک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم تو یہ مسئلہ تمہارے دھرم میں صرف
اسی لیے ہے کہ شریعت مطہرہ کے احکام کی پابندی سے بیقیدی اور اپنی نفسانی خواہشوں کیلیے
آزادی اور اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے دشمنوں کی
تکفیر شرعی سے چھٹکارا حاصل کر لو یا ہر موقع و ہر محل میں اپنے اس ناپاک مسلک پر
عمل کرنے کے لیے طیار ہو؟ اگر پہلی صورت ہے تو تمہاری ابلیس پرستی و دہریت و بیدینی
ظاہر ہی ہے اور اگر دوسری صورت کا اقرار ہے تو برسر کھلم کھلا عمل پیرا ہونے سے کیوں انکار
ہے کسی میدان کسی تاریخ کسی وقت کا اشتہار دیکر مجمع عام میں اپنی اس ابلیسی چمر توحید کے
تماشے دکھاؤ حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ ۔ شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ اپنی
ماں بہن بیٹی جورو کے ماتھوں پر جلی قلم سے الوقف فی سبیل الشیطان کا سائن بورڈ
لکھوا کر برسر میدان پھراؤ خود بھی اپنی پشت پر موٹے موٹے حروف میں وقف فی سبیل
ابلیس کا بلا لگوا کر سارے میدان کا چکر لگاؤ اور ہر قسم کے شیطانی کاموں کے لیے تو
بھی وقف ہو جاؤ اور اپنی ماں بہن بیٹی جورو کو اپنی چمر توحید کی تبلیغ کے لیے وقف

کر دو۔ آخر بابیوں کی قرۃ العین نے بھی تو برہنہ ہو کر سرِ دربار عورتوں کو بابیت کی
تبلیغ کی تھی اور آمنت لیگیہ کے سیاسی پیر مسٹر جناح نے بھی اپنی لیگی امتیوں کو حکم دیا ہے
کہ عوام کے بجید دلچسپی لینے کے لیے اپنی عورتوں کو میدان میں لائیں تمہارے دھرم میں
سب وہی تو ہے پھر اپنی چمر توحید کی اس تبلیغ عام سے گریز کیوں ٹھہراؤ اور تمہارے
دھرم میں ابلیس و شیطان بھی تو وہی ہے تو اس کے نام پر بھی ہرگز مت گھبراؤ اور
تمہارے اس ناپاک مسلک پر میدان اور میدان کے سارے تماشائی بھی تو سب وہی
ہیں تو مجمع عام میں برسر میدان اپنی چمر توحید کے تو کیسے فرالے تماشے دکھانے سے بھی
ہرگز مت شرماؤ اپنی ناپاک چمر توحید کی اور سب دل ربا ادائیں تو شاید مکمالی ببیبیاں ہی
دکھانے کیلیے کوئی مست خوار تو گرفتار بہزاد و فتنہ زاد طیار بھی ہو جائے لیکن اپنے کھانے کا موتھ
اور پاخانہ پھرنے کی جگہ دونوں کے ایک ہونے کا ثبوت کون دے سکیگا کذالک العذاب
ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون
پیارے سنی مسلمانو! بنظر انصاف ملاحظہ فرماؤ یہ ہے ان مکار صوفی نما شیطانوں کی چمر توحید
کے پردے میں یہ اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے دشمنوں کے کفر و
ارتداد کو چھپاتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ اس ابلیسی چمر توحید کا لاجواب مفصل رد قاہر
شیر بیشۂ سنت ناصر الاسلام مظہر اعلیحضرت حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی شاہ
ابو الفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں صاحب قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی منع اللہ المسلمین
بطول بقاءہم القدسی کے رسالۂ مبارکہ مسمّٰی بنام تاریخی بدایونی سکوت عجز گریز مبہوت بین خط
پیارے سنی مسلمانو! ان انسان صورت شیطانوں کی اس ابلیسی چمر توحید کو پیر بچر کی
کذیب القرآن صفحہ ۲۹ والی عبارت ملعونہ سے جو رد بنا پر ہیں گزر چکی ملا کر دیکھو الحاد و بیدینی
و دہریت کا کھلا ہوا نتیجہ دینے کے لحاظ سے دونوں عبارتوں میں کچھ بھی فرق ہے
معاذ اللہ سب وہی وہ ہے تو پھر کیسا کفر کیسا اسلام کہاں کی دہریت کہاں کا ایمان
والعیاذ باللہ تعالیٰ من شر انفسنا و من الشیطان
نفر کہ مباش و ہر چہ آزار دہ ہر چہ خواہی کن کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہ نیست

ناک جلنے اور دم گھٹنے والے ایسے حوالوں کا سلسلہ اب آپ کے لئے بھی سوہانِ روح بن رہا ہوگا۔ اور ہم بھی یہاں قلم روکتے ہیں۔ کہ ان کچروں کی حد تو ہوتی نہیں۔ صرف اتنا بتائیں، کہ یہ سب کچھ رکارڈ پر کتابوں میں موجود ہے، لیکن کسی بریلوی حلقے سے کوئی ہلکا سا اعتراض بھی ہم کو نظر نہیں آیا۔ کسی محقق کو انسانی شرافت اور تہذیب کا یہ قتل نظر نہیں آرہا۔

یہ تائیدیں، تصدیقیں!

اخیر میں دیکھ لیں، کہ بریلوی محققین اور علماءِ کرام کی تائیدیں اور تصدیقیں کس معیار کی ہوا کرتی ہیں، کہ جس کتاب کو ایک بریلوی کا کوک شاستر اور ستیارتھ، پرکاش کہا جاسکتا ہے۔ اس پر مفتی ضیاء الدین پیلی بھتی نے بارہ صفحاتی تصدیق لکھی۔ جن میں پھر ان سب حلقوں کی باری باری خبر بھی لی، اپنی اسی قسم کی زبان کا بھی کسی حد تک استعمال کیا، اور مصنف کی اس حق گوئی کی دل کھول کر داد دی۔ جماعتِ مبارکہ اہلِ سنت پیلی بھت نے بھی دو صفحوں میں اجماعی تصدیق لکھی۔ مصنف کو داد دی۔ اس حق کے اظہار پر اس کا احسان مانا اور لکھا کہ "یہ کتاب فی الواقع سراپا صدق وصواب، مذہب وملت کا پاسبان ہے"۔ (صفحہ ۴۷۶) مارہرہ کے اعلیٰ حضرت کے مرشد خاندان کے مولانا حافظ مفتی سید شاہ آلِ رسول محمد میاں مسند نشین سجادہ عالیہ مارہرہ نے اپنی تصدیق میں لکھا کہ "مصنف نے حمایت سنیت اور ردِّ کفر وبدعت کا حق ادا کردیا ہے۔ حق پوشوں، باطل کوشوں، دین فروشوں کی بے ایمانیوں، عیاریوں اور مکاریوں کے پرزے اڑادیئے اور اللہ ورسول کو راضی وخوشنود کیا۔ ان کے دشمنوں پر قیامت کبریٰ قائم فرمائی، جس سے ایمان والوں کے دل کا سرور اور ایمان کا نور بڑھے گا" (صفحہ ۴۵۶)۔ اسی خانوادے کے دوسرے سید العلماء سید شاہ آلِ مصطفیٰ سرکارِ کلاں مارہرہ مطہرہ نے بھی ساڑھے تین صفحات کی "تصدیق اطہر" لکھی۔ جس میں اول اسی کتاب میں گالیوں کے تحت آنے والے سب طبقوں، انجمنوں، جماعتوں اور لوگوں کے نام گنوا کر، ان پر اپنی طرف سے بھی لعنت ملامت کرتے ہوئے، اخیر میں خود اس کتاب کے لئے لکھا ہے کہ "یہ مبارکہ فتویٰ اصلِ تقویٰ بحمدہ تعالیٰ اہلِ فتنہ کی جان پر ضرب کاری ہے۔ جس سے ان دشمنانِ حبیب ﷺ پر غضب ربّ طاری ہے۔ اس فتوے نے ان پر اللہ کی طرف کی مصیبتیں توڑ دیں، ان کے مکر وفتن کی رگہائے گلو کاٹ کر چھوڑ دیں۔ سنیوں کا دل اس سے باغ باغ ہے۔

بے دینانِ زمانہ کا قلبِ ناپاک داغ داغ ہے۔ مولیٰ عزّ وجل اس کو نافع اور اس سعی کو مشکور فرمائے گا"۔ ان سب تائیدوں کا ایک ایک لفظ بار بار پڑھیں۔

اور مظہرِ اعلیٰ حضرت حشمت علی خان کی تصدیق تو ہم اوپر دے آئے ہیں، کہ سب بریلویوں، دوستوں، عزیزوں، مریدوں، متوسلوں کو شرعی وصیت کی، کہ پوری کتاب کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ آپ سوچیں کہ اگر اسی کو دستور العمل اور حق وسچ کا معیار بنایا جائے، تو باقی کون سی اچھائی کہاں پر کیسے رہ جائے گی! اور کہاں سے پھوٹ کر نکلے گی۔

اب سوچنا آپ کا کام

آپ خود یہ بھی سوچیں، کہ کس مزاج کے لوگوں کے ایک ٹولے نے علماء کا روپ دھار کر مسلمانوں کے لئے اس اہم ترین اور نازک ترین دور میں کیا ماحول بنا رکھا تھا۔ یہ بھی آپ خود ہی سوچیں، کہ اگر آپ اُس دور میں ہوتے، اور یہ سب کچھ مسلسل پڑھتے اور سنتے رہتے، تو کیا فیصلہ کرتے۔ یہ بھی آپ سوچیں کہ ان حالات میں لوگوں کے ہاں اس طبقے کی مقبولیت کا گراف گرتے گرتے اگر اُس زیرو کے نکتے تک پہنچا، جس کسمپرسی کا نقشہ "ان ہی کی کہانی، انہیں کی زبانی" کی شکل میں ہم نے فصل سوم میں دکھایا ہے، تو یہ اعلیٰ حضرتی ٹولہ کی اپنے ہاتھوں کی کمائی تھی یا نہیں؟ یہ بھی اب آپ ہی سوچیں، کہ بے لاگ تاریخی حقائق پیش کرنے والے رضویات کے ماہرین کو یہ سب کچھ چھپا کر، صرف اعلیٰ حضرت کے لئے ایک دیومالائی کردار کرنے کا سبب کیا ہوسکتا ہے؟ اور اس کے پیچھے کون سا ہاتھ ہوسکتا ہے۔

یہ بھی اب آپ کو ہی فیصلہ کرنا ہے، کہ اب جبکہ ہم نے یہ سب کچھ آپ کے سامنے پیش کردیا ہے، تو آپ کو کیا کرنا ہے۔ ہم کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ معاملہ آپ اور ہم آپ سب کے علیم وبصیر مالک یوم الدین کے درمیان ہے۔ اصل فیصلہ وہیں ہونا ہے۔ جس پر ہی ہر ایک کی نظر ہونی چاہئے۔ یہاں بچ بھی گیا، تو بھی کیا بچا!

ہماری اپنی ماجرا

ہم اپنی حالت بتائیں، کہ جب تک یہ سب کچھ خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا۔ تب تک اس حد تک غلط فہمی میں ضرور تھے، کہ کچھ دنیا کے طالب علماء اپنی پیٹ پوجا کے لئے،

مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری یعنی محبتِ رسول ﷺ کی آڑ میں کچھ بدعات رائج کر گئے۔

لیکن یہ سب کچھ خود دیکھنے پڑھنے کے بعد ہماری حالت بھی وہی بنی، اور ہے، جو بے باک تنقید نگار مرحوم مولانا عامر عثمانی کی بنی۔ اس نے بے خبری میں ارشد قادری کی کتاب زلزلہ کے گمراہ کن الزامات کی تصدیق کے بغیر تائید لکھ لی۔ لیکن اصل حقائق، یار کی استادیاں اور خاص کر بریلوی زبان وتہذیب کی کچھ ہی مثالیں اس کے سامنے آئیں، تو پھر اپنے اسی رسالہ ماہوار تجلی برائے ماہ جنوری ۱۹۷۵ء میں جو کچھ لکھا اس میں ایک جملہ یہ بھی لکھا کہ "ہم نے اللہ سے دعا کی، کہ غفور الرحیم! ہمارے قلب میں بریلوی مکتبِ فکر کے بارے میں جو تھوڑا حسنِ ظن تھا، اس کے لئے ہمیں معاف کر دے"۔ اس توبہ تائبی کے تین ماہ بعد اپریل ۱۹۷۵ء میں رحلت کی۔

ایک غیر جانبدار کی رائے

اس فصل کا خاتمہ کسی دیوبندی ہمدرد کی بجائے، خیر آبادی سلسلہ کے جید عالم مولانا معین الدین اجمیری (م-۱۹۴۰ء) کے الفاظ پر کرتے ہیں، جو اعلیٰ حضرت کے ہم عصر تھے اور اس پائے کے مجاہد عالم تھے، کہ بریلویوں ہی کے ماہنامہ رسالہ المیزان بمبئی کے ۱۹۷۶ء کے احمد رضا نمبر کی ضخیم جلد میں اس کو آفتاب علم لکھا گیا۔ مرحوم مولانا اپنی کتاب "تجلیات انوار المعین" میں احمد رضا خان کی بدزبانیوں اور پہلودار گفتگو کی مثالیں دیتے ہوئے، صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں، کہ:

"یہ مثالیں بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔ جن کو کل کے ساتھ ایک قطرہ کی نسبت ہے۔ جن کی نسبت خلقت کہتی ہے، کہ صریح فحش ہے اور اس وجہ سے اعلیٰ حضرت پر اس طرح طعن کرتی ہے، کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا؛ نہ کہ اس کو شیخ وقت اور مجدد تسلیم کرنا، کہ یہ ایسی زبردست سفاہت اور حماقت ہے، کہ اس کے بعد حماقت کا کوئی درجہ نہیں۔ اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مقتدا تسلیم کرتی ہے، تو پھر وہ بازاریوں اور پاک شہیدوں کی کیوں نہیں معتقد ہو جاتی۔ جب کہ اس شیخ جیسے اوصاف ان میں بھی پائے جاتے ہیں اور کیوں نہیں سب کو "مجدد مائۃ حاضرہ" مانتی، جبکہ صفتِ خاصہ میں دونوں کو اشتراک

ہے"۔

ہمیں نہیں معلوم کہ ماہنامہ میزان بمبئی والوں نے یہ کتاب دیکھی تھی، یا نہیں۔ لیکن بہرحال اس عنوان کے علاوہ اس عالم کی عام شہرت اور عملی کام کی وسعت کے مدِ نظر ان کو "آفتاب علم" لکھنا ہی پڑا۔ ہم کو یہ بھی نہیں معلوم، کہ دوسرے کتنے بریلوی علماء اور تازہ محققین نے یہ کتاب دیکھی ہے۔ اور وہ اس پر کیا سوچتے ہیں، یا کیا کہنا چاہیں گے۔ اور آپ بھی اس سب کچھ دیکھنے کے بعد کیا فیصلہ کریں گے۔ ہم کو تو صرف حقائق پیش کرتے ہیں۔ قلبوں پر کسی انسان کا اختیار نہیں۔
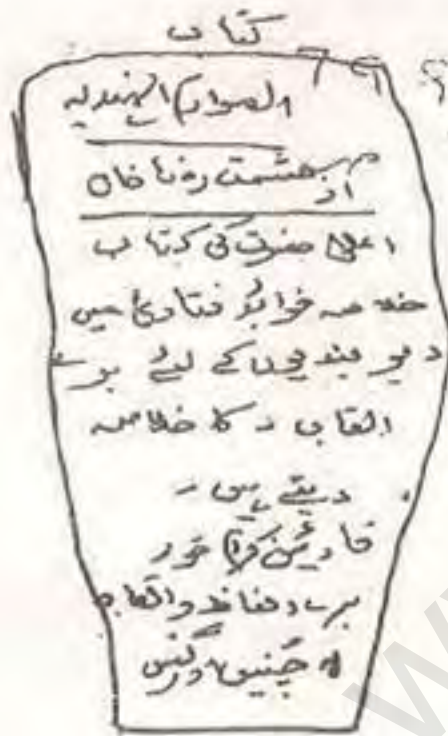
فصل نہم

صفحہ ۲۴۸-۲۷۹

ایک مکرِ عظیم یعنی پاکستان بریلویوں نے بنایا

۱۶ عدد کتابوں کے سرورق عکس۔ کہ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک سب اہم بریلوی علماء مسلم لیگ کو مغلظ گالیاں دیتے؛ کفر کے فتوے دیتے؛ اور اس میں شرکت کو کفر کہتے رہے اور قائد اعظم ماننے والوں کے لئے کافر اور مرتد کے فتوے دیتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں پاکستان بنتا دیکھ کر پلٹا کھایا۔

حیرت انگیز دعوے اور حقائق۔ مکمل حوالوں کے ساتھ۔

فصل نہم

ایک اور مکرِ عظیم

پاکستان بریلویوں نے بنایا تھا

ہر نئے دن نئی تحقیق

قارئین کرام!

آج کل کی بریلویت کی ۱۹۷۰ء سے جاری شدہ احیاءِ نو کی مہم میں بریلوی محققین کی طرف سے تازہ پروپیگنڈہ یہ ہو رہا ہے، کہ پاکستان کا دو قومی نظریہ بھی پہلی بار بریلوی اعلیٰ حضرت نے پیش کیا۔ اور اسی سے متاثر ہو کر علامہ اقبالؒ نے پاکستان کا نظریہ پیش کیا تھا۔ اور ۱۹۳۷ء کے بعد جب آزادی کی تحریک میں نیا جوش و جذبہ پیدا ہوا، اور ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان پیش ہوئی، تو یہ اہلِ سنت بریلوی علماء ہی تھے، جو اس نظریہ کو لے کر ملک کے کونے کونے میں نکل پڑے۔ ان ہی کی ان بھرپور کوششوں سے نومبر ۱۹۴۵ء کی مرکزی اسمبلی اور پھر ۱۹۴۶ء کی صوبائی الیکشن میں مسلم لیگ کو سو فیصد کامیابی حاصل ہوئی۔ جس سے پاکستان وجود میں آیا۔ حالانکہ یہ سب کچھ حقیقتوں کی دنیا میں تحریری ریکارڈ کی رُو سے خالص جھوٹ اور دھوکہ ہے۔ جو ہم مکمل اور ڈھیر سارے فوٹو عکسوں سے دکھائیں گے۔

ایک اہم نکتہ

مزید تفصیل میں جانے سے پہلے ہم یہ واضح کر دیں، کہ اس مصنف کا اپنا ذاتی نظریہ یہ ہے، کہ عالمی سیاست میں مکاری اور مسلم دشمنی میں دنیا کے مانے ہوئے امام اور صلیبی جنگوں کے قائد کنگ رچرڈ کے وارث، یعنی انگریز کی مکاریوں نے انیسویں بیسویں صدی میں برصغیر میں اپنے اقتدار کو طول دینے کے لئے، کچھ اس طرح کے حالات پیدا کر دیئے تھے، اور وقت بہ وقت ایسی چالیں چلتے رہے، کہ آزادی کی تحریک میں جس نے جو حصہ لیا، جو نقطۂ نظر اختیار کیا، اگر اس میں اس کا خلوص نظر آئے، تو اس پر یہ حرف گیری کرنا صحیح نہیں ہوگا، کہ اس نے

کونسی جماعت کا کس طرح ساتھ دیا۔ اور کونسا لائحہ عمل اختیار کیا۔

انگریز سے نجات حاصل کرنے کی فکر اور اپنی وسعت یا سمجھ کے مطابق کام بہرحال ایک قابل قدر کام گنا جانا چاہئے۔ یہ سوچنا چاہئے، کہ ان حالات کو دیکھنے اور ان میں رہنے والوں کی کیا حالت ہوگی، جبکہ ہم جیسے صرف ان حالات کو پڑھنے، اور تازہ حالات پر نظر رکھنے والوں کا یہ حال ہے، کہ اپنا بھی اس بارے میں موقف یہ ہے، کہ کبھی کہاں جس کتے نے بھی کسی انگریز افسر یا حاکم کو کاٹا، تو وہ بھی اس کی وجہ سے ایک قسم کی قدر کا مستحق ہے۔

البتہ جو کوئی علم و فہم رکھنے کے باوجود اپنے مزاج یا دوسرے مشاغل یا دوسری مجبوریوں کی وجہ سے کچھ نہیں کرسکا، اور قطعی الگ رہا، تو وہ بھی کسی کی تائید نہ کرنے کی وجہ سے کم از کم قابل ملامت نہیں ہونا چاہئے۔

تحریری رکارڈ کے باوجود غلط دعوے

دوسری طرف ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی، انگریز کی خالص واضح مسلم دشمنی، ہندو کو آگے لانے، آخر ملک کی بیداری، پہلے مقامی اداروں میں زیادہ اختیاری حقوق اور نمائندگی، پھر آزادی کی تحریک اور اس کے مدوجزر کا تفصیل سے مطالعہ کیا جاتا ہے، تو سورج سے بھی زیادہ روشن یہ حقیقت سامنے آتی ہے، کہ خود اعلیٰ حضرت، اس کے خاندان، قریبی ساتھیوں، خاص الخاص لوگوں نے نہ تو کبھی انگریز کے خلاف کچھ بھی لکھا، اور نہ مقامی خود اختیاری حکومت میں نمائندگی اور حقوق کے مطالبوں سے لے کر ملک کی آزادی کی تحریک میں کسی کا ساتھ دیا۔ کانگریس اور جمعیۃ علماء ہند کو تو وہ کافروں کا گٹھ جوڑ سمجھتے، کہتے اور لکھتے رہے لیکن اپریل ۱۹۴۶ء تک وہ مسلم لیگ اور پاکستان کی تحریک کی بھی زور دار مخالفت کرتے رہے۔ یہ تحریری رکارڈ ہے، جو ہم آگے دکھلائیں گے۔

لیکن اس رکارڈ کے ہوتے ہوئے بھی احیاء نو کی تازہ مہم میں جب اس خالص دھوکے کے پروپیگنڈہ کو سامنے رکھا جاتا ہے، تو تعجب ہوتا ہے، اور اس تحقیق اور جرأت کی داد دینی پڑتی ہے۔

ڈاکٹر مسعود صاحب کا انوکھا دعویٰ

۱۹۷۰ء میں بریلویت کی احیاء نو کی مہم شروع ہوئی۔ اور اس میں ڈاکٹر محمد مسعود

صاحب بھی شامل ہوئے، تو اس نے بریلویت پر اپنی جو پہلی کتاب لکھی، اس کا نام ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ رکھا اور اس میں جو تحقیق پیش کی، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”۱۹۲۰ء میں کتاب المحجۃ میں اعلیٰ حضرت نے ترک موالات کی نہیں، بلکہ ہندو مسلم سکھ اتحاد کی مخالفت کی تھی؛ کیونکہ اس نے اس اتحاد میں ہندوؤں کے اس ارادے کو تاڑ لیا تھا، کہ وہ اکبری دور کی طرح پورے ملک میں ہندوازم کے احیاء کے لئے کوشش کر رہے ہیں، اور سب مسلمان دھوکہ کھا کر یا بک کر ان کی جال میں آ کر اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق اس کتاب میں احمد رضا خان نے دو قومی نظریہ پیش کیا، جس کے پہلے بانی بقول ان کے حضرت مجدد الف ثانی تھے۔ اعلیٰ حضرت سے متاثر ہو کر ڈاکٹر اقبال نے اول دو قومی نظریہ پیش کیا، پھر اسی کے تحت پاکستان کی تحریک چلی۔ مسلم لیگ نے ۱۹۳۷ء میں تحریک آزادی میں اسی نظریہ کو بنیاد بنا کر نئی جان ڈالی، اور ۱۹۴۰ء میں باقاعدہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے الگ وطن پاکستان کے لئے قرارداد پاس ہوئی، اور اس کے لئے جدوجہد شروع ہوئی۔

اعلیٰ حضرت تو ۱۹۲۰ء میں یہ کتاب لکھنے اور یہ نظریہ پیش کرنے کے بعد جلد ہی ۱۹۲۱ء میں رحلت فرما گئے، لیکن ایک ایسی مضبوط ٹیم چھوڑ گئے، جو اس پر مختلف طریقوں سے کام کرتے رہے(۱)۔ آخر جب ۱۹۳۷ء میں لیگ نئے عزم کے ساتھ میدان میں آئی، اور ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کے بعد اس مہم میں تیزی آئی، تو علماء کے طبقہ سے یہ بریلوی ہی تھے، جنہوں نے یہ پیغام گھر گھر پہنچایا اور یہ ان ہی کی مساعی کا نتیجہ تھا، کہ مسلم لیگ کو سو فیصد سیٹیں حاصل ہوئیں“۔ (خلاصہ)

اختر صاحب نے بھی اسی سے راہ پائی

یہ تازہ تحقیق ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۷۰ء میں پیش کی۔ اسی سے راہ پا کر پانچ سال بعد رسائل رضویہ جلد دوم میں ”المحجۃ المؤتمنۃ“ کے تعارف کے طور پر دیباچہ میں دوسرے بریلوی محقق عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری نے بھی تقریباً یہی مواد دیا۔ البتہ اس میں یہ اضافہ کیا، کہ بریلوی سنیوں کی یہ جدوجہد اور محنت نہ ہوتی، تو مسلم لیگ ایک سیٹ بھی نہیں جیت سکتی۔

---

(۱) ڈاکٹر صاحب نے اس ٹیم کے اہم علماء اور ان کے کام کا کوئی ذکر نہیں کیا (یا نہ مل سکے)۔

پھر دونوں صاحبان یہ بھی لکھتے ہیں، کہ جیسے ہی پاکستان بنا، تو ان بریلوی علماء نے پاکستان کے لئے ایک اسلامی دستور کے لئے کوششیں شروع کر دیں، کمیٹیاں قائم کیں، وغیرہ وغیرہ۔

یہ علمی دنیا کا المیہ ہے

ماضی قریب میں لکھی ہوئی اور کئی جگہ موجود اپنی ہی کتابوں کے قطعی مخالف حقائق کو چھپا کر، ایسے انکشاف کرنا، اور ان کو تحقیق کا نام دینا، علمی دنیا کا ایک المیہ ہی کہا جائے گا۔ ہم اس کا تجزیہ دو حصوں میں پیش کریں گے۔ ایک یہ کہ آیا حضرت مجدد الف ثانی نے جو اصلاحی کام شروع کیا، اس کام اور حالات کو پاکستان والے دو قومی نظریہ سے کوئی دور کی بھی مشابہت یا مناسبت ہے؟ دوسرے یہ کہ سب اہم بریلوی علماء، بریلویوں نے ملک کی آزادی اور تحریک پاکستان میں آخر تک روڑے اٹکائے، اور دامے، درمے، سخنے، بھرپور مخالفت کی، جو تحریری رکارڈ پر موجود ہے۔ جب کوئی نہ چلی، اور ۱۹۴۵ء میں قومی اسمبلی میں لیگ سو فیصدی سیٹیں لے چکی، اور سارا منظر صاف ہو گیا، کہ ملک آزاد ہونے ہی والا ہے اور اس طرح آزاد ہونے والا ہے، کہ تقسیم ہو کر پاکستان اور ہندوستان دو ممالک بنیں گے، تو پلٹا بھی ایسا کھایا، کہ دوسرے وظائف چھوڑ کر صرف پاکستان پاکستان کہنے لگے۔

اب اصل حقائق دیکھیں

دو قومی نظریہ نے ۱۹۲۷ء کے بعد جنم لیا۔

متحدہ ہندوستان کی سیاسی تاریخ سے واقف ہر ایک پڑھے لکھے شخص کو معلوم ہے، کہ "دو قومی نظریہ" کے لفظ نے جنم ہی ۱۹۲۷ء میں نہرو رپورٹ کے ردعمل کے طور پر لیا۔ اس سے پہلے ۱۸۹۰ء کے عشرے سے لے کر حکومتِ خود اختیاری یعنی Local Self Government میں زیادہ اختیارات کی تحریک کے مختلف مراحل میں ہندو مسلم نمائندگی کا سوال ہمیشہ پیچیدگیاں پیدا کرتا رہا۔ دوسری طرف عملی طور پر انگریز سے زیادہ اختیارات لینے اور آگے مرحلے میں پورے ملک کے لئے ایک آئینی حکومت، اور پھر مکمل آزادی کے مراحل میں اور پھر آزاد ملک میں ہندو مسلم اتحاد اور مل جل کر رہنے کی راہ نکالنی ہی ہر ایک ضروری سمجھتا رہا۔ جس میں سب کے حقوق محفوظ رہیں، اور امن و سکون رہے۔

برصغیر دنیا کا انوکھا اور منفرد ملک تھا

ہر ایک کو معلوم تھا، کہ دنیا کا یہ سب سے بڑا ملک آبادی کی نوعیت کے لحاظ سے دنیا جہان سے الگ اپنی نوعیت کا ملک تھا۔ اس ملک کے مشرق اور مغرب والے حصے کے پانچ صوبوں میں آبادی کی اکثریت مسلمان تھی، لیکن وہاں ہندو آبادی بھی اچھی خاصی تعداد میں تھی، درمیان کے طویل وسیع علاقے والے گیارہ صوبوں میں مسلمان آبادی کہیں ۱۷ کہیں ۱۱ کہیں ۴ پانچ فیصد تھی۔ یہ دونوں قومیں ایک ہزار سال تک مسلم حکمرانوں اور عوام کی وسیع القلبی کی وجہ سے مثالی امن و آشتی سے رہ رہی تھیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد انگریز نے ایک خاص منصوبے کے تحت ہندو کو ہر میدان میں آگے بڑھایا۔ ان میں تعصب کو خوب ہوا دی۔ جس کے اثر میں آکر ہندو مسلمان کو اپنے حقوق کا غاصب سمجھنے، اور اپنے احیاءِ نو کے منصوبے بنانے لگا تھا۔

حکمرانی کے اصول بدل رہے تھے

دوسری طرف مسلم زعماء کی مختلف تحریکوں کی ناکامی، مغربی سرحد سے ملحق وسیع مسلم بلاک کے مختلف ملکوں میں انگریز کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے مسلمان ملکوں میں مقامی بغاوتوں، تقسیم در تقسیم کے عمل، اور ترک خلافت کی انتہائی کمزوری، اور آخر خاتمے سے برصغیر میں مسلم اقتدار کی واپسی کی ساری امیدیں ختم ہو چکی تھیں۔ اس طرح اب انگریز سے جان چھڑانے کا اکیلا ذریعہ صرف ملکی عوام کی جدوجہد ہی رہ گیا تھا۔ دوسری طرف حکمرانی کے انداز بدل رہے تھے۔ مغربی ممالک والی جمہوریت ایک سنہرے سپنے کی شکل میں دنیا کے غلام ممالک میں بھی مطالبوں کی شکل میں انگڑائی لے رہی تھی۔ ہندوستان میں بھی ۱۸۹۰ء کے عشرے سے ہندو خواہ مسلمان دونوں کی اہم تنظیموں کی طرف سے مقامی حکومتوں اور پھر صوبائی اور مرکزی حکومتوں میں زیادہ اختیارات اور نمائندگی کے مطالبے اٹھ رہے تھے۔ انگریز سرکار ان کو وعدوں میں ٹالنے، پھر کچھ دینے اور کچھ ٹالنے اور کمیٹیاں مقرر کرتے رہنے کی آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ اس نے سب سے زیادہ ہوشیاری (یا مکاری) ہندو مسلم اتحاد میں دراڑیں ڈالنے اور "لڑاؤ اور دور حکومت بڑھاؤ" میں دکھائی۔ کیونکہ یہی اس کے وجود کے طوالت کا اکیلا ذریعہ تھا۔

جینے کا واحد ذریعہ ہندو مسلم اتحاد تھا

یہ بھی صاف ہوگیا تھا، کہ ملک کو غاصب انگریز کی مزید لوٹ کھسوٹ سے بچانے، اور اس سے اس کے اقتدار کے دوران جو رعایتیں حاصل کی جاسکتی ہیں، اور ان کا جب آخرکار انجام آزادی ہی ہوگا، تو سب کچھ اس طرح نہیں ہوگا، کہ اقتدار کسی ایک قوم کو ملے۔ بلکہ مغرب کی جمہوریت کی طرز پر انتخابات، اسمبلیوں اور آئینی طرز کا ہی نظام ہوگا۔

سب اتحاد کے حامی اور داعی تھے

اسی لئے سب سنجیدہ مزاج زعماء کی توجہ کا مرکزی نکتہ یہی رہا، کہ کسی طرح ہندو مسلم تعصب کی خلیج کو ختم کیا جائے۔ ان کو افہام و تفہیم کی اس سطح پر لایا جائے، کہ انگریز کے تحت نئے اور آئینی اصلاحات والے نظام حکومت میں بھی، اور آگے چل کر آزادی والے نظام میں ہر ایک کے حقوق، حدود واضح طور پر اور سلامت رہیں، سلامت نظر آئیں۔

یہ اسی کا نتیجہ تھا، کہ شاعر مشرق نے ہندی ترانہ کی وجہ سے اتحاد کے داعی کی شہرت پائی، اور قائد اعظم کو اتحاد کے پیغامبر کا لقب ملا۔ ڈاکٹر مسعود صاحب بھی لکھتے ہیں کہ: "مولانا بریلوی نے اس دور میں ملت اسلامیہ کی وحدت کے لئے (کتاب المحجۃ) کے ذریعے کوشش کی، جب ڈاکٹر اقبال اور قائد اعظم جیسے مسلم لیڈر بھی ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے۔ خود قائد اعظم نے ۱۹۱۶ء مسلم لیگ کے اجلاس لکھنو میں فرمایا تھا، کہ "قوم وار اختلاف کو کسی قیمت میں برداشت نہیں کرسکتا، اور اس کے ایسے غیر متزلزل یقین (اور عملی کوششوں) کو دیکھتے ہوئے مسٹر گوکھلے نے اُس کے ہندو مسلم اتحاد کا علم بردار بننے کی پیشن گوئی کی تھی"۔ (حیات مولانا احمد رضا خان، صفحہ ۲۰۳) (۱)

---

(۱) ڈاکٹر صاحب کا یہ نیا انکشاف کسی بھی نقطۂ نگاہ سے سمجھ سے باہر ہے، کہ ۱۹۲۰ء میں ہندو کے خلاف ناقابل عمل بغض اور نفرت پر مبنی کتاب "المحجۃ المؤتمنۃ" اور خلافت تحریک کی سخت مخالفت سے ملت اسلامیہ کی وحدت کو کس طرح فائدہ پہنچا؟ ہم نے فصل سوم کے شروع میں اس کی پوری تفصیل دی ہے۔ قارئین کرام ہی کچھ سمجھنے کی کوشش کریں، کہ ان کی سمجھ میں کیا آتا ہے۔

اتحاد ٹوٹنے سے حالات بدلے، اور سوچ بدلی

بہرحال ڈاکٹر صاحب اس نکتے پر دوسرے مؤرخین سے متفق ہیں، کہ "انگریز کو پورے دور میں اس جیسی مشکل کبھی پیش نہیں آئی"، اور یہ اس کی مکارانہ چالوں میں سے اہم ترین کامیابی گنی جاتی ہے، کہ پانچ سال تک متزلزل رہنے کے بعد آخر اپنے پالے ہوئے متعصب ہندوؤں کی مدد سے حالات کو دوسرا رخ دلاکر، اور ان ہی سے گاندھی پر دباؤ ڈلوا کر، گاندھی سے ۱۹۲۳ء میں تحریک کے خاتمہ کا یک طرفہ اعلان کروا کر، آخر اس اتحاد کو توڑنے میں کامیاب ہوگیا۔ لیکن بریلی کے اعلی حضرت کو یہ دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔ اس کی محبت رائیگاں ہی گئی۔ اس نے ۱۹۲۱ء میں ان حالات میں ہی وفات پائی، کہ اس کے اپنے ساتھی بھی اس کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ یہ حالات ہم فصل سوم میں خود اپنوں کی زبانی تفصیل سے بیان کر آئے ہیں۔

نہرو رپورٹ نے یہ قیامت ڈھائی

یہ اتحاد ٹوٹا، تو ایسا ٹوٹا، کہ پھر کبھی نہیں قائم ہوسکا، اور ہندو مسلمان خلیج بڑھتی ہی گئی۔ دوسری طرف انگریز نے لوگوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے آئینی حکومت کی طرف قدم بڑھایا۔ آئینی خاکے کے لئے سائمن کمیشن مقرر کیا۔ جس کا بائیکاٹ ہوا۔ کانگریس نے "نہرو رپورٹ" کے نام سے ۱۹۲۷ء میں اپنا آئینی خاکہ دیا، جس میں کٹر ہندو تعصب نمایاں نظر آیا۔ ہندو اکثریت کو قائم رکھنے کے لئے، اتنے بڑے ملک کے لئے وحدانی طرز حکومت اور صرف ایک مرکزی اسمبلی کا خاکہ دیا۔ یہیں سے مسلمانوں کو سخت ترین دھچکہ پہنچا۔ جس پر قائد اعظم نے فرمایا، کہ یہ جدائی کا دن ہے۔ اسی سے ہندو کا غیر لچکدار رویہ، اور مسلمان کا رد عمل بڑھا، تو اقبال نے ۱۹۳۰ء میں الہ آباد میں یہ خیال پیش کیا، کہ نظر آتا ہے، کہ بھائی لوگوں کی ذہنیت کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی اکثریت کے علاقوں میں اپنی الگ حکومت لینی پڑے گی۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۲ء تک آئینی نکتوں پر اتفاق کے لئے گول میز کانفرنسیں ہوئیں۔ لیکن نمائندگی کے تناسب اور آئینی خاکے پر اتفاق نہ ہوسکا۔ خلیج بڑھتی رہی۔ آخر خود انگریز نے ۱۹۳۵ء کا انڈیا ایکٹ دیا۔ جو وفاقی نظام پر مبنی تھا۔ صوبائی انتخابات ہوئے، جن صوبوں میں ہندو اکثریت تھی، وہاں کی صوبائی حکومتوں نے خوب تعصب دکھایا، اور رام راج کے خوابوں کو عملی جامہ دلوانے کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔ ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے، وغیرہ وغیرہ۔ جن سے سبق

حاصل کر کے مسلمانون کے الگ وطن اور، ، قومی نظریے نے زور پکڑا۔ آخر ۱۹۴۰ء میں اس کے تحت الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا۔

یہ کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا

اس ساری تفصیل سے ہماری غرض یہ دکھانا تھا، کہ ڈاکٹر مسعود صاحب نے یہ انکشاف فرمایا ہے، کہ دوقومی نظریہ پہلے ان کے ممدوح فاضل بریلوی نے پیش کیا، یہ واضح طور پر قطعی غلط ہے۔ اس وقت تک کسی کو خواب وخیال میں بھی، یہ تصور نہیں آیا تھا۔ اور نہ حالات نے اس طرف بڑھنا ہی شروع کیا تھا۔ نمائندگی کے تناسب، اقلیت کی نمائندگی کے تحفظ کے لئے جداگانہ انتخابات جیسے سوالات اٹھتے اور کبھی حل اور کبھی تعطل کا شکار ہوتے رہے۔ لیکن جدائی کا کسی نے سوچا تک نہیں۔ خود ڈاکٹر صاحب کے ممدوح فاضل بریلوی نے کبھی کبھی بھی ہندو تعصب کی کوئی شکایت نہیں کی۔ (سوائے ''گاؤ کشی'' کے مسئلے کے ایک سوال کے جواب کے) ہندو کو وہ ہمیشہ ذمی والے حقوق کا حقدار اور نہایت نرم الفاظ استعمال کرتے رہے۔ آپ پھر فصل سوم میں ہمارا تجزیہ دیکھیں، کہ اس نے یکا یک پہلو بدلا اور ایک مہینے پہلے تک والے ہندو کے لئے یکا یک ذمی کی بجائے حربی کا فتویٰ دے کر، ایک نا قابل عمل لائحہ عمل پیش کیا۔ جس کو ہر ایک موجود اپنے پرائے نے ''اپنے محسن انگریز'' کو بھنور سے نکالنے کی ناکام کوشش قرار دیا۔ مکمل پچاس برس تک کسی نے اس کتاب کو یہ رنگ دینے کی کوشش تک نہیں کی، اور نہ ہی کسی نے یہ لکھا، کہ فاضل بریلوی نے کبھی ملکی سیاست میں بھی کچھ حصہ لیا۔ یہ دونوں نکتے ڈاکٹر صاحب نے ہی اپنے مشرف بہ بریلویت کے بعد پہلی کتاب میں اپنے ممدوح کو پچاس برس کی طویل گمنامی سے نکالنے اور احیاء نو کی مہم کو آغاز دینے کے لئے پیش کئے۔

احمد رضا خان نے سیاست میں کوئی حصہ نہیں لیا

دوقومی نظریہ تو بعد کی بات ہے۔ فاضل بریلوی نے تو پوری زندگی نہ انگریز کے خلاف کچھ لکھا، اور نہ سیاست میں کوئی حصہ لیا۔ یہ عنوان اور یہ نکتہ ہی پہلی بار ڈاکٹر محمد مسعود نے پیش کیا۔ جس سے بریلویوں کو نئے نئے عنوان ملے۔ ان کی ڈھارس بندھی۔ اور احیاء نو کی مہم کے لئے ہمتیں بڑھیں۔ اسی لئے ڈاکٹر صاحب کی اس نئی انوکھی تشریح پر مبنی کتاب کے چھ ایڈیشن مفت تقسیم کئے گئے۔ اور دوسری کتاب ''فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں'' کے بھی دو ایڈیشن مفت تقسیم ہوئے۔ نہ معلوم یکا یک یہ رقم کہاں سے برسی!

فاضل بریلوی کی سیاست پر کتابیں

آیئے دیکھیں، کہ یہی محقق ڈاکٹر محمد مسعود صاحب اعلیٰ حضرتی سیاست کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اپنی کتاب ''حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی'' میں علوم قدیمہ وجدیدہ کے لئے انیس صفحات کے مقابلے میں، سیاسیات کے لئے چالیس صفحات مختص کرتے ہیں۔ ص ۱۷۰ پر شروع اس طرح کرتے ہیں کہ ''وہ ایک عظیم مدبر تھے۔ سیاسیات میں بھی بڑی بصیرت رکھتے تھے۔ ان کے مندرجہ ذیل محققانہ رسائل نے ملی سیاست میں اہم کردار ادا کیا، اور سیاست دانوں کی رہنمائی کی'' پھر ہر ایک کی اپنے انداز سے تشریح کرتے ہیں۔

ان چھ رسائل کی اصل حقیقت

۱- انفس الفکر فی قربان البقر: ۱۸۸۰ء۔ یہ مختصر رسالہ ایک سوال کے جواب میں خالص گائے کی قربانی کے اسلامی شعار ہونے کے بارے میں لکھا۔ جب کہ شدت پسند ہندو اس کی مخالفت کرتے رہے تھے۔

۲- اعلام الاعلام بان ہندوستان دار السلام: ۱۸۸۸ء، اس بیس صفحات کے مختصر رسالے میں تین سوال ہیں، پہلے سات صفحات میں جواب ہے، کہ ہندوستان دار السلام ہے۔ اور یہاں کا ہندو ذمی ہے، جو معاملات میں مسلمان جیسے حقوق رکھتا ہے۔ دوسرے سوال کا جواب آٹھ صفحات میں ہے، کہ یہود ونصاریٰ اہل کتاب ہیں، یا مشرک۔ یہ کوئی سیاسی بات نہیں۔

۳- تدبیر فلاح ونجات: (۱۹۱۳ء) کلکتہ کے ایک تاجر حاجی لعل نے سوال پوچھا، کہ مسلمانوں کی معاشی بدحالی کو دور کرنے کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ جواب میں ہنر وصنعت کی طرف توجہ، ممکن حد تک آپس کی تجارت، اپنا الگ بنک وغیرہ، جیسے خالص معاشی علاج بتائے گئے۔ اس میں بھی یہ نہیں لکھا، کہ خوش حال ملک اور خوش حال مسلمان کیسے پیچھے گیا۔

۴- دوام العیش فی الائمۃ من القریش: (۱۹۲۰ء) تیس صفحات کے اس رسالے میں خلافت تحریک کے عروج کے دور میں یہ مسئلہ اٹھایا گیا، کہ ترک خلافت کے حقدار نہیں تھے، اس پر مکمل تبصرہ ہم تیسری فصل کے شروع صفحات میں لکھ چکے ہیں۔

۵- الطاری الداری علی ہفوات الباری (۳ جلد) (۱۹۲۰ء): مولانا عبدالباری ندوی

خلافت کمیٹی کے چیئرمین سے خط و کتابت۔ یہ صرف ان حدود کے اندر ہے، کہ آپ خلافت تحریک میں ان ان کاموں، باتوں اور بیانات کی وجہ سے ایک سو ایک کفری الزامات کے ملزم ہیں۔ توبہ تائب ہوں۔ نیا نکاح کریں وغیرہ۔ جواب در جواب، سوال در سوال کا یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہا۔ اُدھر سے وضاحتیں، ادھر سے مزید سختی سے کفری الزامات۔ آخر وہ خاموش ہوگئے۔ ادھر سے مسلسل پیچھا ہوتا رہا، کہ جواب دو۔ کیوں نہیں بولتے۔ یہ خط و کتابت آپس میں ہوتی رہی اور خاتمے پر ۱۹۲۰ء میں اکٹھی شائع کی گئی۔ مرکزی نکتہ ہندو مسلم اتحاد، اس کا طریقہ کار کی بحث ہی نہیں۔ پھر بھی ڈاکٹر صاحب سیاست میں شمار کرتے ہیں۔

۲۔ المحجۃ المؤتمنہ (۱۹۲۰ء): اس پر کافی بحث ہم پیش کر چکے ہیں۔

ان میں سیاسی مسائل کا کوئی بیان نہیں

اب یہ تو کوئی دوسرا بریلوی محقق ہی ان چھوٹے رسائل کو پڑھ کر بتائے، کہ ان میں ایسے کون سے اہم سیاسی مسائل کس طرح بیان کئے ہوئے ہیں۔ جن کو دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کے ان الفاظ کی تصدیق کی جائے، کہ ''ان محققانہ رسائل نے ملی سیاست میں اہم کردار ادا کیا، اور سیاست دانوں کی رہنمائی کی''۔ ڈاکٹر صاحب یہ بھی نہیں بتا سکے ہیں، کہ ان سے سیاستدانوں نے اس رہنمائی میں کس طرح کام کیا۔ آپ خود دیکھیں، کہ پہلے والے تین رسالوں کو تو خواہ مخواہ عدد بڑھانے کے لئے شامل کیا گیا ہے۔ باقی تینوں رسالے خالص منفی نکتہ چینی پر مبنی ہیں۔ ان میں سیاسی حالات، ان پر بحث، اور اپنی طرف سے اپنے نظریے یا کسی حل کا کوئی ایک جملہ بھی کہیں نہیں ملتا (۱)۔

---

(۱) البتہ یہ صاف ظاہر ہے، کہ اس سب کچھ کو فاضل بریلوی ملک کے سوراج (آزادی) کی ہی کوشش سمجھتے تھے۔ کتاب ''المحجۃ'' کا ایک عنوان ہے ''اصل مقصد سیلف گورنمنٹ حاصل کرنا ہے، ترکوں کا نام ٹٹی ہے''۔ ڈاکٹر مسعود صاحب بھی سیاست کی فصل میں صفحہ ۱۹۳ پر لکھتے ہیں، کہ ''مولانا بریلوی نے اس کی سخت مزاحمت کی۔ ان کا خیال تھا کہ تحریک کے پردے میں سوراج کے لئے راہ ہموار کی جارہی ہے۔ حقائق و شواہد سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے''۔ اب جب وہ سوراج (آزادی) ہی کے خلاف تھے، اور اپنی طرف سے بھی کہیں نہیں لکھا، کہ انگریز سے کون سے حقوق لینے کے لئے کس قسم کی جدوجہد کی جائے، یا شروع سے موجود نمائندگی کے تناسب کا مسئلہ کس طرح حل کیا جائے، تو پھر سیاسی رہنمائی اور بصیرت کہاں دکھائی!

اسی غیر منطقی حرکت سے اپنوں پرایوں سب میں فاضل بریلوی کے لئے یہ یقین پختہ ہوگیا، کہ وہ انگریز سے ہی وفادار ہیں، اور اس کو اس جنور سے نکالنے کے لئے میدان میں آئے ہیں۔ انتشار کے لئے ہی کام کرتے رہے ہیں۔

انگریز نوازی کا الزام

ساری زندگی میں انگریز کے خلاف کچھ نہ لکھنے، اور تحریک کے دوران بھی منفی ہی موقف کی وجہ سے آخر ہر ایک کونے سے انگریز نوازی کے الزام اٹھے، اور مکمل نظر اندازی ہی نصیب ہوئی۔ یہ الزام مکمل گمنامی کی بڑی وجہ بنا اور ساتھ چپکا رہا۔ یہاں تک کہ احیاء نو کی مہم میں بھی اسی کو اہم سمجھ کر، اس کی صفائی کے لئے ڈاکٹر مسعود صاحب کو ہی ۱۹۸۰ء میں قلم اٹھانا پڑا۔ اور اسی صفحات کی ایک الگ کتاب بنام ''گناہ بے گناہی'' لکھنی پڑی۔ لیکن تاریخ کا یہ محقق بھی اس کی صفائی میں صرف ایسے ہی دلائل دے سکے، جو خود ان کی تحقیق کی صلاحیت اور دیانت پر الزام بن گئے۔ اس کی تفصیل ہم تھوڑا آگے بیان کریں گے۔ وہیں آپ بھی دل کھول کر اس تحقیق کی داد دیجئے گا۔

امام ربانیؒ سے مناسبت

خاندانی مجددی کہلانے والے ڈاکٹر صاحب نے ایک اور کھلا اندھیر یہ بھی کیا ہے، کہ اپنی پہلی تحقیق یعنی ''فاضل بریلوی اور ترک موالات'' میں اپنے ممدوح فاضل بریلوی کو خواہ مخواہ ہزار سالہ مانتے ہوئے مجدد امام ربانیؒ سے مناسبت دی۔ اور اس کی ہر لحاظ سے منفی کتاب ''المحجۃ'' کے لئے لکھا، کہ امام احمد رضا کی ہندو مسلم اتحاد کی اتنی کٹر مخالفت کے پیچھے درحقیقت دو قومی نظریہ سمایا ہوا تھا۔ جس کے پہلے بانی امام ربانیؒ تھے۔ جس نے اکبر کے دور میں یہ نظریہ پیش کر کے اس پر عمل کیا۔ احمد رضا سے ہی علامہ اقبالؒ نے یہ نظریہ اخذ کیا۔ اس پر ''چہ نسبت خاک را با عالم پاک'' کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

یہ مناسبت قطعی بے جوڑ ہے

ہر ایک کو معلوم ہے، کہ امام ربانیؒ کے دور، حالات اور اصلاحی کام کو اس دور اور حالات

سے کوئی مناسبت ہی نہیں تھی۔ وہ ایک مطلق العنان بادشاہ کی کچھ ملحد لوگوں کے اثر میں آ کر اپنی طرف سے اسلام اور ہندو مذہب کے ادغام کی کوشش تھی۔ تاکہ ایک نیا مذہب دینِ الٰہی کے نام سے رائج کرکے، ہندو مسلم کی تفریق کو ختم کرکے، ایک ہی ملت میں مدغم کیا جائے۔ اس گمراہ بادشاہ کے دماغ میں یہ بات بٹھادی گئی تھی، کہ اس طرح حکمران اور سب رعایا کا مذہب، تہذیب و تمدن، عقائد، رسوم، تہوار سب ایک ہوجائیں گے۔ اور اس خاندان کی حکومت کے استحکام میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ اس میں وسیع القلبی دکھانے کے لئے بادشاہ کے اسلام سے باغی ذہن نے اول ان رسوم، تہوار اور اسلامی شعائر کو نشانہ بنایا، جو خالص شعائر یا بنیادی عقائد تھے، ہندو اکثریت نے اس کو غیر متوقع نعمت سمجھ کر مزید ہاتھ پھیلانے شروع کئے، اور ان کو مزید رعایتیں خود بہ خود ملتی گئیں۔ علماء سوء کا ابن الوقت ٹولہ حالات کی حامی بھر کر دونوں ہاتھوں سے دولت بٹورنے لگ گیا۔ دوسری طرف مطلق العنان حکومت کے خلاف کوئی مؤثر آواز نہیں اٹھ سکتی تھی، خصوصاً جب کہ آبادی کی اکثریت پر عنایات کی بارش ہو رہی ہو۔

امام صاحب کا ہمہ گیر کام

ان حالات میں اللہ پاک نے شیخ احمد سرہندیؒ کو ہزار سالہ مجدد کی علمی صلاحیتیں، روحانی بلندیاں، اعلیٰ ترین اسلامی کردار، بے مثال ہمت و جرأت، بے خوفی، مردِ مؤمن کا فہم و فراست اور محبوب شخصیت دے کر، اپنے دین کی حفاظت اور احیاء کا کام لیا۔ جس کے کام کی ہمہ گیریت دیکھ کر خود امت نے اس کو ہزار سالہ مجدد تسلیم کیا۔ جس پر کبھی کہیں سے کوئی نزاع نہیں ابھرا۔

امام صاحب کو مطلق العنان حکومت سے پالا پڑا تھا۔ اس کی پہلی توجہ بادشاہ، حکمران طبقہ، بگڑے امیر امراء اور انتظامی حکام کی ذہنیت اور اصلاح کی طرف رہی۔ ان سے روابط قائم کئے۔ جہانگیر کی ذہنی اور قلبی اصلاح کے لئے خاصہ وقت ان کے ساتھ سفر و حضر میں گذرا۔ شاہ جہاں اور اورنگزیب ان کی تربیت میں آئے۔ اہم عہدہ داروں سے روابط قائم کئے، صحبتوں اور خط و کتابت سے ان کی اصلاح کی۔ نئے بادشاہ سے غیر شرعی احکام منسوخ کروائے، شرعی احکام جاری کروائے، ہندوؤں کو اپنے جائز حقوق میں وسعتِ قلبی دکھا کر، ان

کی مخالفت اور مطالبات کی شدت میں کمی لائی، علماء سوء کے مضبوط ٹولے کے پول کھول کر ان کا زور توڑا۔ عوام کی اصلاح کے لئے سینکڑوں علماء اور تربیت یافتہ خلفاء کو ملک کے کونے کونے میں پہنچایا۔ سب امراء، اہم شخصیات اور اپنے معتقدوں سے وسیع خط و کتابت کے ذریعے ان کی ہمہ گیر اصلاح کا کام جاری رکھا۔

اتنے وسیع اور اتنے ہمہ گیر اصلاحی کام سے پوری حکومتی نظام اور مسلم معاشرے میں ایسا انقلاب آیا، کہ خود ڈاکٹر صاحب بھی اپنی کتاب ترکِ موالات میں ص ۳۰ پر اس کا تجزیہ پیش کر کے یہ لکھ ہی دیتے ہیں، کہ ”اگر حضرت مجدد کا یہ کام نہ ہوتا، تو پاک و ہند کے حالات قطعی مختلف ہوتے، اور یہاں کفر و باطل کا ایسا تسلط ہوتا، کہ سوچ بھی نہیں سکتے“۔

امام صاحب کی اتنی شناس کے باوجود ڈاکٹر صاحب کی طرف سے امام صاحب کے کام کو ”دوقومی نظریہ“ کا بانی قرار دینا، اور پھر اپنے ممدوح فاضل بریلوی کے خالص نفرت سے بھرے ہوئے کام کو بھی اسی دوقومی نظریہ کے احیاء کا لقب دیکر، اپنے ممدوح کی نسبت ہزار سالہ مجدد سے دکھانا، ایک ایسی ہی نسبت کہی جاسکتی ہے، جو غالب مرحوم کو کعبے سے بتوں کی نسبت نظر آئی اور اس شعر میں بیان کی:-

گو واں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

مزید تحقیقی تماشہ یہ ہے، کہ ڈاکٹر صاحب کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہوگا، کہ ان کے ممدوح فاضل بریلوی کو امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے لئے دلی کدورت تھی، جس کا تفصیلی ذکر اگلی فصل میں آرہا ہے، جس کا عنوان ہے، ”زمین کھاگئی، آسماں کیسے کیسے“۔

بہر حال بات سمجھاتے کافی دور نکل گئی۔ اب واپس اصل بات پر آیئے۔ جس کا بنیادی نکتہ یہ تھا، کہ کسی بادشاہی نظام میں دوقومی نظریہ کے تحت آزادی کے لئے سوچنا تو ممکن ہی نہ تھا، وہاں مسائل کی نوعیت ہی اپنی تھی۔ انگریز کے دور میں بھی وقت کے ساتھ بیداری آتے آتے ملک کی آبادی کی خصوصی نوعیت کے تحت، اس کی ضرورت اور خیال نے بھی ۱۹۲۷ء میں نہرو رپورٹ کے بعد دھندلا سا نحیف جنم لیا۔ جو بعد میں ہندو ہٹ دھرمی کی وجہ سے نمایاں ہوتا رہا۔ ۱۹۳۷ء کی ہندو اکثریت والے صوبوں میں ان کی حکومتوں کے بڑھتے ہوئے تعصب، انگریز کی چالوں، اور دوسرے حالات نے اس کو پروان چڑھایا۔ جس سے آئندہ

کے دس سالوں کے اہم دور میں اس نے مضبوط حقیقت کا وجود لے کر کام لیا۔ بقول ایک محقق پروفیسر دو قومی نظریہ اور پاکستان کے وجود کا ذمہ دار درحقیقت انگریز کا پیدا کیا ہوا ہندو ہی ہے، جس نے باہمی اتحاد کے علم بردار مسلمانوں کے لئے دوسرا راستہ چھوڑا ہی نہیں۔

اس سے جمعیۃ العلماء ہند میں بھی انتشار

سیاسی میدان میں موجود ہندو لیڈروں کی اچھی خاصی تعداد اس ذہنیت کو اس طرح اختیار کر چکی تھی، اور سیکولر منشور کی دعویدار کانگریس میں بھی اتنا اثر پیدا کر چکی تھی، کہ خود جمعیۃ العلماء ہند کے چوٹی کے علماء میں سے کچھ عالم مثلاً مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا تھانویؒ کے بھانجے مولانا ظفر احمد عثمانی وغیرہ نے جمعیۃ سے الگ اپنا الگ گروپ جمعیۃ العلماء اسلام کے نام سے بنایا۔ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تائید بھی ان کو حاصل ہوئی۔ ۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان کے بعد دیوبندی علماء کے اسی گروپ نے کھل کر مسلم لیگ کی پاکستان کی تحریک میں اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ اور ۱۹۴۵ء کے انتخابات میں ان کا اثر نمایاں طور پر سب کو صاف نظر آیا۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے، جس کی کھلی گواہی بریلوی علماء کی مسلم لیگ کی مخالفت میں لکھی گئی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ مثلاً حزب الاحناف لاہور کی طرف سے مسلم لیگ کے خلاف جو فتویٰ شائع ہوا، جو "الجوابات السنیہ" کے ساتھ شامل ہو کر شائع ہوا، اس میں جواب نمبر ۳ میں ایک واضح اعتراض یہ بھی ہے، کہ لیگی لیڈروں کے جلسوں میں مرتد تھانوی کو شیخ الاسلام، حکیم الامت کہا جاتا ہے، اور ان کے لئے زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ ادھر سرکاری طور پر اس کا اعتراف اس طرح کیا گیا ہے کہ، پاکستانی جھنڈے کی پہلی پرچم کشائی مولانا شبیر احمد عثمانی سے کروائی گئی۔ اور اس کو دستور ساز اسمبلی کا ممبر چنا گیا۔

دوسرا نقطہ نظر

دوسری طرف مولانا حسین احمد مدنی اور جمعیۃ کے دوسرے رہنماؤں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ یہ مسائل اپنی جگہ درست سہی، لیکن ان کا علاج تقسیم نہیں۔ بلکہ مل کر کام کرنے، اکٹھے رہنے اور پورے ملک کے سب مسلمانوں کا ایک موقف پر جمے رہنے میں ہے۔ جس سے ہی متعصب ہندو کے ساتھ توازن قائم ہو سکتا ہے۔ اگر تقسیم کو علاج سمجھا جائے گا، تو متعصب ذہن کو اور شہ

ملے گی۔ اور اگر یہ تقسیم ہو گئی، تو اقلیت والے صوبوں کے مسلمانوں کی آواز بالکل بے اثر ہو کر متعصب ہندو کے لئے میدان بالکل صاف کر دے گی۔

اخلاص کے ساتھ اختلاف قابلِ ملامت نہیں ہوتا

یہ دونوں نقطہ نظر خالص اخلاص پر مبنی تھے۔ ہم نے پہلے ہی لکھا ہے، کہ انگریز کی مسلسل مکاری اور چالوں نے حالات ہی کچھ ایسے پیدا کر دیئے تھے، کہ کسی ایک نکتۂ نظر میں ہی خالص صحیح حل نظر آنا مشکل تھا۔ یہ ملائیشیا، انڈونیشیا، الجزائر، مراکش، جیسے ممالک کی آزادی کا مسئلہ نہ تھا۔ جہاں مسلم اکثریت تھی اور مسئلہ صرف آزادی کے حصول کا تھا۔ اس ملک کے اپنے پیچیدہ حالات میں ملک کی آزادی کے لئے جس نے خلوص سے جو کام کیا، وہ قابلِ قدر گنا جانا چاہئے۔ انگریز کے خلاف جدوجہد البتہ بنیادی نکتہ ہے۔

بریلوی طبقہ بھی اگر کوئی اپنا نکتہ نظر اور ان مسائل کو زیر بحث لا کر کوئی اپنا حل پیش کرتا، تو بھی کوئی بات ہوتی۔ اگر بالکل خاموش الگ تھلگ رہتے، تو بھی کم از کم قابلِ ملامت بات نہ ہوتی۔ لیکن اس نے تو سب کو گالیاں ہی گالیاں دیں۔ وہ اس لئے کافر، یہ اس لئے مرتد، درمیان میں معتبر انگریز، جس پر کسی بریلوی نے کبھی کسی قسم کا الزام نہیں لگایا، نہ بیوپاری بن کر ملک پہ قابض ہونے کا، نہ لوٹ کھسوٹ سے امیر ترین ملک کو غریب ترین بنانے کا، نہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے مظالم کا، نہ پادریوں کی تبلیغ کی یلغار کا، نہ مسلمانوں پر مظالم کا، نہ ہندوؤں میں تعصب بڑھانے اور سیاست میں آگے بڑھانے کا، نہ مشرق وسطیٰ میں مسلم سازشوں کا، نہ ترکی خلافت کو سازشوں سے ختم کرنے کا، نہ سمرنا اور تھریس میں مسلمانوں کو بے دخل کر کے، زمینوں پر قبضے اور مساجد کو مسمار کرانے کا، نہ بیت المقدس عراق شام پر قبضہ کرنے کا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ملک بھر میں اگر کوئی طبقہ ان کی نکتہ چینی سے محفوظ تھا، تو انگریز اور ان کے پادری اور ہندوؤں کی ہندومت کے احیاء اور تعصب پرست تحریکیں تھیں، جن کو انگریز کی سرپرستی حاصل تھی۔ اگر کوئی محقق ان مسائل اور مظالم میں سے کسی کے بارے میں اعلیٰ حضرت اور اس کی ذریت کی کوئی چار ورقی کتاب بھی دکھائے گا، تو ہم اس کے مشکور ہوں گے۔ حد تو یہ ہے، کہ جب پوری تفصیل سے انگریز کی عالمی مسلمانوں کے خلاف مکاریوں کی نشاندہی کی

گئی، تو بھی جواب یعنی کتاب الحجۃ میں اس کا حوالہ تک ہی گول کر گئے۔ حالانکہ سوال ہی یہ تھا، کہ انگریز کی ان مکاریوں کی وجہ سے ترکِ موالات کیوں صحیح نہیں ہے۔

مسلم لیگ کو فعال بنایا گیا

بہرحال ہندو سے قطعی مایوس طبقہ نے مسلم لیگ کو فعال بنانے کا فیصلہ کیا۔ قائداعظم برطانیہ چھوڑ کر وطن آ گئے۔ مسلم لیگ میں نئی جان پیدا کی گئی اور تحریک میں زور آ گیا۔ ہندو بے سمجھ، متعصب ثابت ہوا، اور کچھ نہیں سنبھلا۔ جس سے پاکستان کے نظریہ اور مسلم لیگ کے پروگرام کو تقویت پہنچتی رہی۔ تقسیم سے بچنے کی کوششیں بھی عروج کو پہنچنے کی راہ پر چل پڑیں، جن میں مسلم لیگ نے بھی کافی لچک دکھائی۔ لیکن ہندو تعصب بھی عروج کی راہ کی طرف چلتا رہا۔ جس سے مسلمانوں کی اکثریت پاکستان کو ہی مسلمانوں کے بقا کا حل اور اکیلا راستہ سمجھنے لگی۔ کئی علماء بھی جمعیۃ العلماء ہند سے آخر الگ ہونے پر مجبور ہوئے، اور پاکستان کی تحریک میں شامل ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نومبر ۱۹۴۵ء کے مرکزی انتخابات میں سب مسلم سیٹیں مسلم لیگ کو ملیں۔

بریلوی کھلی مخالفت میں

اس طرح ۱۹۳۷ء سے نومبر ۱۹۴۵ء کے انتخابات تک کا دور پاکستان کی تحریک کے لئے فیصلہ کن دور تھا۔ اس پورے دور میں بریلویوں نے دامے درمے، سخنے مسلم لیگ اور اس کے اہم پیشواؤں کی نہ صرف بھرپور مخالفت کی، بلکہ ہر آن ہر ایک طرح ہر ایک تحریر و تقریر میں اپنے روایتی انداز میں ان کو مرتد اور کافر، پھر ان کو کافر نہ سمجھنے والوں کو بھی کافر اور مرتد بھی لکھا۔ اور ساتھ ہی اپنی روایتی گالیوں اور بدزبانیوں سے بھی دل کھول کر نوازا۔ جو اُن کی اس دور کی کتابوں میں دائمی رکارڈ بن کر رہ گئیں۔ جن کی کچھ مثالیں ہم یہاں پیش کریں گے۔

اس کا کھلا تحریری رکارڈ

ہم یہاں پر ان کی کتابوں کے نام اور مصنف کے نام لکھتے ہیں، جو ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک لکھی گئیں۔ یہ واضح رہے، کہ مطابقت کے لحاظ سے ۱۳۵۸ھ سال کا عیسوی سن ۱۹۳۹ء تھا، قارئین کرام اس حساب سے خود حساب لگائیں، کہ کونسی کتاب کس عیسوی سن میں

چھپی تھی۔ مصنف کا تعارف ہم کرواتے ہیں۔ باقی مواد، الزام اور زبان خود ٹائیٹل کا صفحہ ہی بتا دے گا، جن کے فوٹو عکس ہم دے رہے ہیں۔

۱- ''مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ۱۳۵۸ھ''۔ مصنف سید شاہ آلِ رسول محمد میاں صاحب، سجادہ نشین مارہرہ شریف (اعلیٰ حضرت کا مرشد گھرانہ) اس پر دس علماء کی تائیدیں ہیں۔

۲- ''احکام شرعیہ نوریہ بر مسلم لیگ- ۱۳۵۸ھ''۔ مصنف مظہر اعلیٰ حضرت، شیر بیشۂ اہل سنت، مناظر اسلام مولانا حشمت علی خان، جس کو بریلوی اعلیٰ حضرت کا مظہر کہتے ہیں۔

۳- "الجوابات السنة علىٰ زهاء السوالات الليگيه" (۱۹۵۸ھ) اس کتاب میں ان تین بریلوی علماء نے مسلم لیگ کے بارے میں پوچھے گئے دس سوالات کے بارے میں علیحدہ علیحدہ ایک دوسرے کی تصدیق کے ساتھ جوابات دیئے ہیں:

الف- سید آلِ مصطفیٰ قادری، مارہرہ شریف۔ ب- سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں مارہروی۔ ج- مظہر اعلیٰ حضرت مولوی حشمت علی خان، اس میں آخر میں چار صفحات کا وہ فتویٰ بھی شامل ہے، جو لاہور کے حزب الاحناف کے ابوالبرکات سید احمد نے جاری کیا تھا۔

۴- "قهر القادر علىٰ كفر الليادر" (۱۳۵۹ھ)۔ از ابوطاہر دانا پوری، فاضل مرکزی ...... حزب الاحناف لاہور۔ اس میں لیاڈر کو لیڈر کی جمع بنا کر، مختلف مسلم لیگی لیڈروں پر قادر کے قہر بتائے گئے ہیں۔

۵- "تجانب اهل السنت عن اهل الفتنة" (۱۳۶۱ھ-۱۹۴۲ء)۔ از ابوطیب داناپوری ۴۷۶ صفحات کے اس کتاب کا کافی تعارف پہلے بھی آ چکا ہے۔ سرورق پر دیکھیں، کہ کن چودہ جماعتوں اور فرقوں کو اور ان کے علماء کو کافر مرتد کہا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بدزبانیوں اور گالیوں کا دائرۃ المعارف ہے۔

۶- "الدلائل القاهره علىٰ كفر النياشره". ۱۹۴۲ء کا نیا ایڈیشن۔ یہ فتویٰ پہلے ۱۹۱۶ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے خلاف اعلیٰ حضرت نے دیا تھا۔ جس میں مسلم لیگ کو بھی شامل کر کے ۱۹۴۲ء میں پھر شایع کیا گیا۔ جس کے سرورق کے ساتھ صفحہ ۳ کا عکس بھی ہم دے رہے ہیں۔ قارئین کرام خود دیکھیں کہ قرارداد پاکستان کے تین سال بعد بھی مسلم لیگ کو کیا کہا گیا ہے۔ اس فتویٰ پر ۸۰ بریلوی علماء کے دستخط ہیں۔

۷- ''صدائے حق''۔ اس میں ان بریلوی علماء کو نصیحت ہے، جو مسلم لیگ میں شریک ہو گئے تھے۔ یا وہ جو مسلم لیگ کے بارے میں احکام شرعیہ بیان کرنے سے خاموش تھے۔ ان کو لیگ کی مخالفت میں میدان میں آنے کی تاکید کی گئی۔ اس کا اشتہار تجانب اہل سنت میں ۴۷۸ پر ہے۔ مواد کا اس اشتہار سے ہی اندازہ لگائیں۔ ہم اس کا بھی فوٹو عکس دے رہے ہیں۔

۸- ''اجمل انوار الرضا''۔ از مظہر اعلیٰ حضرت مولوی حشمت علی خان۔ جو ۱۹۴۵ء میں عین مرکزی انتخابات کے دور میں مجلس اہل سنت پیلی بھت کی جانب سے شائع ہوا۔

دسمبر ۱۹۴۵ء تک بریلوی موقف یہی رہا

اس کتاب کے صفحہ کے صرف دو حوالے دیکھئے، کہ ڈاکٹر مسعود کے ممدوح بریلوی علماء دسمبر ۱۹۴۵ء تک اعلیٰ حضرت کے دو قومی نظریہ کی کس طرح ہمہ تن تائید اور تبلیغ کر رہے تھے۔

(۱) ''ہر مسلمان پر شریعت مطہرہ کی روشنی میں روشن، کہ یہ سب اغراض و مقاصد صریح محرمات شرعیہ پر مشتمل اور حرام قطعی اور منجر بہ وبال و نکال و کفر و ضلال ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ کی شرکت و رکنیت، امداد و اعانت بحکم شریعت مطہرہ اسی طرح گناہ و ممنوع و حرام و ناجائز ہے، جس طرح ندوہ اور کانگریس کی شرکت و رکنیت و امداد اور اعانت شرعاً گناہ اور حرام ہے۔ اس میں شریک ہونے والا ایسے ہی فاسق ہے، جیسا ندوہ و کانگریس میں شرکت والا''۔

(۲) ''رہا مطالبہ پاکستان، یعنی تقسیم ملک، کہ اتنا لیگیوں کا اور اتنا ہندوؤں کا، تو اس صورت میں احکام کفر ملک کے بڑے حصے میں لیگیوں کی رضا سے جاری ہوں گے، کہ وہی اس تقسیم پر راضی اور اس کے طالب ہیں۔ احکام کفر پر رضا کفر اور کم از کم سخت بے دینی ہے''۔

یہاں عکس آئیں گے

فوٹو عکس بہ طور ضمیمہ 265

10

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو

الحمد للہ یہ مبارک فتویٰ جس میں مسلمانوں کے مصائب حاضرہ کے سچے صحیح اور بعونہ تعالیٰ یقیناً نافع و کامیاب علاج کا نفیس بیان اور بدمذہبوں بیدینوں کی معجون مرکب لیگ کی بطالتوں اور ہلاکتوں کا شرعی نقطہ نظر سے واضح تبیان ہے۔ مسمّی بنام تاریخی

مسلم لیگ کی زرین بخیہ دری

۱۳۵۸ھ

ملقب بلقب تاریخی

احکام شریعت برہزیانی لیگ اہل بدعت

۱۹۳۹ء

فقیر حقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی عفی عنہ خادم سجادہ، عالیہ، غوثیہ، برکاتیہ مارہرہ نے لکھا

حسب فرمائش محب سنت جناب سیٹھ حاجی اسمٰعیل حاجی صدیق صاحب اوفیہ قادری و دیگر اراکین جماعت مبارکہ اہلسنت مارہرہ

سدرشن پریس ایٹہ میں طبع ہو کر

دفتر جماعت اہلسنت خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ سے شائع ہوا

بحمدہٖ تبارک و تعالیٰ

یہ مختصر رسالہ ہدایت قبالہ نافع عجالہ سُنی مسلمانوں کو کفار و مشرکین و مبتدعین و مرتدین کی محبت و مواخات الفت و موالات سے بچانے والا اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَ اَلْبُغْضُ فِی اللّٰہِ کا سبق سکھانے والا کانگریس و کانگریسیہ پر اعتماد اون سے اتحاد کو بحکم شریعت حرام قطعی بتانے والا مسلم لیگ کے مقاصد اساسیہ اور اوس کی کارروائیوں میں جو شرعی خرابیاں ہیں اون کا روشن بیان سنانے والا سچی حقیقی کامیابی و ترقی کا راستا دکھانے والا مسلم لیگ کو اتباع مذہب اہل سنت و اقتدائے احکام شریعت کی طرف بلانے والا

مسمّیٰ بنام تاریخی

احکامِ نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ

۱۳۵۸ھ

از رشحات قلم حق رقم شیر بیشہ سنت ناصر الاسلام حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی مناظر ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خاں قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی دام ظلہم العالی

حسب فرمائش

جماعت مبارکہ اہل سنت ۔ سرکار کلاں ۔ مارہرہ مطہرہ ۔ ضلع ایٹہ

بصرف زر و سعی جمیل

محب سنت عدو بدعت سیٹھ اسمٰعیل حاجی عبد اللہ صاحب ٹھاٹے والے دوکان ۳۵۲ کرافورڈ مارکیٹ بمبئی نمبر ۳ شائع کنندہ رسالہ ہٰذا

مطبع سلطانی واقع بیرولین ۷ بمبئی نمبر ۹ میں چھپکر

باذنہٖ تعالیٰ نافع خلائق ہوا

بحمدہٖ تبارک و تعالیٰ

رسالہ مبارکہ مجموعۂ فتاوائے مقدسہ اون مسائل کے جواب میں جو ۲۵ صفر مظفر ۱۳۵۸ھ کو حضور پر نور امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ مولٰنا شاہ عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خان صاحب قبلہ فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس سراپا قدس کے موقع پر حضرات علمائے اہلسنت دامت برکاتہم کی خدمات مبارکہ میں مسلم لیگ کے متعلق پیش کیے گئے صاف صاف واضح و روشن احکام شرعیہ سنانے والا مسلمانوں کو زمانہ موجودہ کی تمام کشمکشوں اور مصیبتوں سے نجات دلانے والا سچی آزادی حقیقی ترقی اسلامی کامیابی کا بالکل صحیح بے خطر شرعی راستا دکھانے والا مسلم لیگ کی کفر نوازیوں کانگریس کی ستم شعاریوں سے بچانے والا

مسمّیٰ بنام تاریخی

اَلْجَوَابَاتُ السَّنِیَّہ عَلٰی زُھَاءِ السُّؤَالَاتِ اللِّیْگِیَّہ

۱۳۵۸

یعنی مسلم لیگ کے متعلق خوشنما سوالوں کے روشن جواب

تحریر فرمودۂ

حضرت عظیم المدحۃ جلیل البرکۃ تاج العلماء سراج العرفاء مولٰنا مولوی حافظ مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی قاسمی دامت برکاتہم القدسیہ مسند نشین سجادۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ و حضرت مولٰنا مولوی سید العلماء سند الکملاء حافظ قاری حکیم سید آل مصطفیٰ صاحب قادری برکاتی قاسمی مارہری و حضرت شیر بیشۂ سنت ناصر الاسلام مولٰنا مولوی حافظ قاری مفتی مناظر اعظم ابوالفتح عبید الرضا محمد حشمت علی خان قادری برکاتی رضوی لکھنوی دامت برکاتہما العالیہ دُمت فیوضہما المبارکہ

بصرف زر غلام محمد سلمہ الاحد الصمد ابن اسمٰعیل حاجی عبد اللہ صاحب ٹھاٹے والے اکٹ دوکان نمبر ۳۵۲ کرافورڈ مارکیٹ بمبئی نمبر ۳

حسب فرمائش اراکین جماعت مبارکہ اہلسنت ۔ محلہ محتشم خان ۔ پیلی بھیت

مطبع سلطانی واقع بیرولین ۷ بمبئی نمبر ۹ میں چھپکر شائع اور باذنہٖ تعالیٰ مفید و نافع ہوا

خوڈ عکسی ۔ بہ طور 265-D

ملنے کا پتا:۔ حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قبلہ ۔ سرکار کلاں ۔ مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ۔

بحمدہٖ تبارک و تعالیٰ

یہ مبارک رسالہ قرۃ العلم ضرعنایت اللہ خاکسار کے گندے گھنونے کفری عقائد کے پردے کھولنے والا لیڈران قوم کے عالم و اقوال و احوال کو میزان ایمان و انصاف میں تولنے والا گمراہ کن لیڈروں کے حملوں سے سنی مسلمانوں کے دین و مذہب کو بچانے والا شرعی حدود و قیود سے آزاد لیڈروں کو احکام شریعت کے اتباع کی ہدایت فرمانے والا سچی ترقی حقیقی کامیابی کی طرف بلانے والا

مسمیٰ بنام تاریخی

قہر القادر علی الکفار اللیاڈر

ملقب بلقب

لیڈروں کی سیاہ کاریاں

مشہور بہ

مشرقی کا غلط مذہب نمبر ۸

مصنفہ

فاضل نوجوان مولنا مولوی ابو الطاہر محمد طیب صاحب صدیقی قادری برکاتی قاسمی دانا پوری

زینہ اللہ بالجمال المعنوی و الکمال الصوری

فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور (پنجاب)

حسب فرمائش نوجوانان غازی فوج ۔ محلہ محتشم خان پیلی بھیت

اراکین جماعت اہلسنت محلہ محتشم خان پیلی بھیت نے

مطبع سلطانی ۔ ابراہیم رحمت اللہ روڈ ۔ وزیر بلڈنگ بمبئی نمبر ۳ میں چھپوا کر

شائع کیا

باردوم قیمت ۱۰ر

طابع سلطان حسین ناشر:۔ منشی مصطفےٰ خان قادری ۱۳۰ بھنڈی بازار محمد علی روڈ بمبئی

ملنے کا پتہ :۔ دفتر جماعت اہل سنت ۔ محلہ محتشم خان ۔ پیلی بھیت ۔ یو۔پی۔

خوڈ عکسی ۔ بہ طور 265-

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

مسلمانو تمہاری دین دنیا کی بھلائی اور سچی حقیقی خیر خواہی کیلئے یہ مبارک فتوائے امام اہل سنت قامع بدعت قالع ندویت و نیچریت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلیٰحضرت مولنا مولوی مفتی **احمد رضا خانصاحب** قادری برکاتی رضی اللہ تعالےٰ عنہ در بارہ کاٹھیاواڑ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ہے جسمیں بدلائل قاہرہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس میں شرکت اور کسی قسم کی امداد حرام اور سخت حرام ہے اسے بغور پڑھو اور اپنا بھلا چاہتے ہو تو اسپر عمل کرو نیز تمہارے مزید اطمینان کیلئے اس فتوے کی تائید و تصدیق میں مشاہیر علمائے ہند کے جلیل القدر فتوے مسمّٰی بہ

الدلائل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ

جسمیں مسلم لیگ کی شرکت و رکنیت وامداد و اعانت کا حکم شرعی بھی واضح و آشکار

مؤلفہ

حامی سنت جناب حاجی قاسم میاں صاحب امام جامع گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ

حسب فرمائش اراکین انجمن تبلیغ صداقت بمبئی

پرنٹر سلطان حسین خاں نے مطبع سلطانی واقعہ ابراہیم رحمت اللہ روڈ گلی بمبئی میں چھاپا اور

پبلشر

منشی مصطفےٰ خاں قادری فیض آبادی نے شائع کیا

پہلی اشاعت ۱۹۱۶ء

قیمت باردوم اکتوبر جلد ۱۹۴۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین پرور و فقہائے نامور (کثرہم اللہ تعالیٰ ونصرہم) اس سوال میں کہ اس ملک کاٹھیاواڑ میں ایک مجلس بنام کاٹھیاواڑ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس یعنی کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں کی تعلیمی مجلس قائم ہوئی ہے جسکے محرک و مختار متبعین و متعلقین علیگڈھ کالج ہیں ۲ر اکتوبر ۱۹۱۶ء کو اسکا پہلا جلسہ جوناگڈھ کاٹھیاواڑ مقام پر ہوا جسکا صدر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد پروفیسر علیگڈھ کالج و سکریٹری منشی غلام محمد بیرسٹر ایٹ لا کاٹھیاواڑی ایجنٹ علیگڈھ کالج و مؤید آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اور واعظ مولوی سلیمان پھلواری جانشین جانان ندوہ مخذولہ قرار پائے اس کانفرنس کا مقصد بھی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا ہے جن میں بلا رعایت سنی ہر کلمہ گو رافضی - وہابی - نیچری - قادیانی - چکڑالوی وغیرہم رکن (ممبر) ہوسکتا ہے ایسی مجلس (کانفرنس) کو بعض مسلمان اپنی دینی و دنیوی ترقی کا سبب جانکر جان و مال سے امداد کرتے ہیں اور دینی مفسدہ و مضرت سے آگاہ نہیں اور بلا تفریق و رعایت اہل سنت تمام بدمذہبوں مرتدوں مدعیان اسلام کو مسلمان سمجھکر رکن (ممبر) بنائیں بلکہ انکے صدر اور سکریٹری اور واعظ بنانے میں بھی خوف خدا نہ لائیں اور کوئی نصیحت کرے کہ ایسی نیچری مسلم کانفرنس خلاف شرع شریف ہے تو یہ بہانا بتائیں کہ یہ دینی کانفرنس کہاں ہے یہ تو دنیوی ترقی کیلئے قائم کی گئی ہے جو ہمارا ملک تعلیم میں سب سے پیچھے ہے آیا سنیوں کو ایسی کانفرنس کا قائم کرنا اور جان و مال سے اسکی مدد کرنا اسکے جلسہ میں شریک ہونا بددین مرتدوں کو مسلمان سمجھنا اور ان سے میل جول پیدا کرنا اور ان سے ترقی کی امید رکھنا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے وہ ہمارے ائمۂ دین (رحمہم اللہ تعالیٰ) وضاحت سے بیان کرکے ان سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہی کے گڑھے اور بدمذہبوں کے ہتھکنڈوں سے بچا کر ثواب دارین حاصل کریں - جواب آنے پر انشاء اللہ تعالیٰ اس استفتا کو چھپوا کر اس ملک کاٹھیاواڑ و گجرات و برما وغیرہا جگہ پر بغرض اشاعت مسلمانوں میں عام طور سے تقسیم کیا جائیگا - فقط

تاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ ہجریہ مقدسہ پنجشنبہ - راقم آثم خادم قاسم میاں عفی عنہ از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ - ۸ اکتوبر ۱۹۱۲ء

یہ صفحہ ۱۹۴۶ء کے نئے شائع شدہ اشاعت سنی مسلم اتحاد ایڈیشن میں اضافہ کیا گیا

اسی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ جلسے میں جو ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء میں بمقام ڈھاکہ ہوا تھا اسی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ممبروں نے پیر نیچر سرسید احمد خان علیگڈھی کے رفیق اور مشہور نیچری لیڈر نواب وقار الملک کے زیر صدارت آل انڈیا مسلم لیگ کو قائم کیا جو اس وقت سے ۱۹۱۵ء تک تو انگریزوں کی وفادارانہ غلامی کرتی رہی ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۱ء تک ہندوؤں کی جان نثار و کنیز بے دام بنی رہی اور ہندو مسلم اتحاد کے نشے میں جھومتی رہی ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۴ء تک بالکل مردہ پڑی رہی ۱۹۲۵ء سے ہندوؤں کے ساتھ جنگ زرگری شروع کی مگر ساتھ ہی مسلمانان اہل سنت کو تمام کلمہ گو مرتدین و مبتدعین وہابیہ و نیچریہ و روافض وغیرہم کے ساتھ وداد بلکہ انقیاد و اتحاد کی دعوت دیتی رہی جسمیں اب تک سرگرم عمل ہے - آل انڈیا مسلم لیگ کرتا دھرتا اور عہدہ داران و ارباب حل و عقد وہی لوگ ہوتے چلے آئے جو اس نیچری آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے کرتا دھرتا و عہدہ داران و ارباب حل و عقد رہے - اسکی صدارت ہمیشہ سر علی امام و سر آغا خان و ڈاکٹر انصاری و راجہ محمود آباد وغیرہم روافض و نیاچرہ کرتے چلے آئے حتیٰ کہ ستمبر ۱۹۱۸ء کے سالانہ اجلاس مسلم لیگ میں مشہور گاندھوی لیڈر محمد علی ڈاکٹر بھائی اسکے صدر ہوئے مگر چونکہ وہ بوجہ ملازمت گورنمنٹ شریک نہ ہوسکے تو کرسی صدارت پر انکا فوٹو آویزاں کر دیا گیا اور اب اس کے مستقل قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح ہیں جو مذہباً اثنا عشری خوجہ یعنی رافضی ہیں جنکو مسلم لیگ قائد ملت اسلامیہ یعنی دین اسلام کا پیشوا مانتی ہے (دیکھو مکتبہ مسلم لیگ بھنڈی بازار بمبئی کی شائع کردہ کتاب "قائد اعظم محمد علی جناح" صفحہ ۹۳ تا صفحہ ۱۱۶ - نیز صفحہ ۲۵۰) مسلمانان اہل سنت آج سے چوبیس برس پیشتر کے شائع شدہ اس مبارک فتوے کو اب دوبارہ پھر بہ نگاہ انصاف و ایمان دیکھیں اور اس مسلم لیگ کے متعلق خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم کے احکام معلوم کریں اور ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ ہے

اراکین انجمن تبلیغ صداقت - رحمت منزل - چھاچھ محلہ - کامیکر اسٹریٹ - بمبئی نمبر ۳

الجواب

ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام اور بدمذہبوں سے میل جول آگ ہے اور اس بڑی آگ کی طرف کھینچ لیجانے والا اللہ عزوجل فرماتا ہے وامّا ینسینّک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین اور اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر پاس
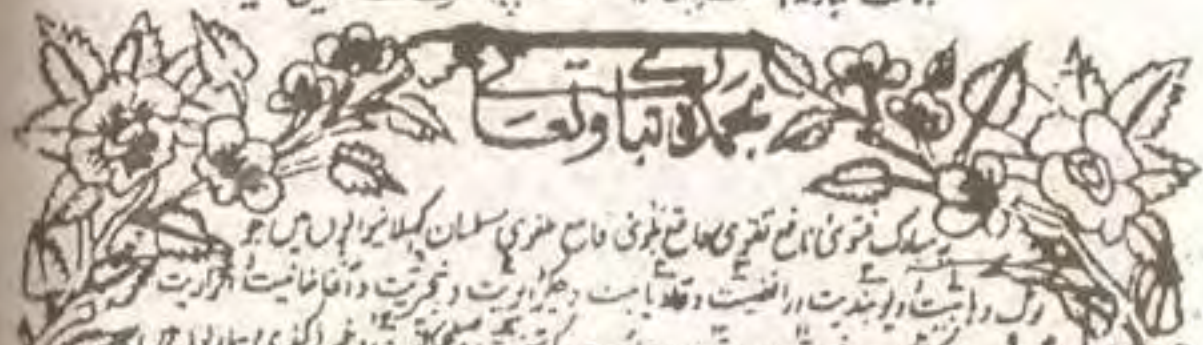
جماعت مبارکہ اہلسنت پیلی بھیت نے اپنے صرف سے شائع کیا

بحمدہ تبارک وتعالیٰ

مسمّیٰ بنام تاریخی مشعر سال تصنیف

تجانب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ

ملقب بلقب تاریخی مشعر سال تکمیل

اجتناب اہل السنۃ عن اہل الفتنۃ

تصنیف لطیف ناصر سنیت کاسر لامذہبیت فاضل نوجوان مولانا مولوی ابو الطاہر محمد طیب صاحب صدیقی قادری برکاتی قاسمی دانا پوری ادام المولیٰ فیضہم المعنوی والصوری فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور

حسب فرمائش

اراکین جمعیت اہلسنت جام جودھپور کاٹھیاواڑ

دفتر جماعت مبارکہ اہلسنت محلہ بھورے خاں پیلی بھیت

سے شائع ہوا

دہلی الیکٹرک پریس دہلی

طبع شد
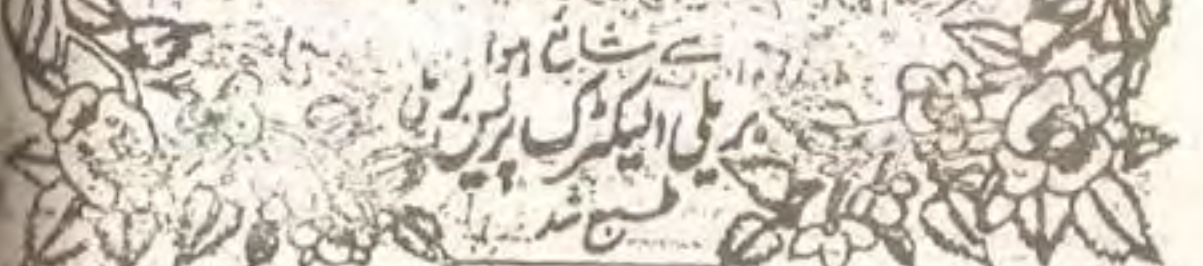
میں ملاحظہ ہو۔ اسی پیر نیچر کے دو بد زبان و دریدہ دہن چیلے عبدالرزاق ملیح آبادی ایڈیٹر اخبار ہند کلکتہ اور نیاز احمد خاں فتحپوری ایڈیٹر رسالہ نگار لکھنؤ ہیں جو پیر نیچر کے کفریات ملعونہ پر سے نام اسلام کا پردہ بھی اٹھا کر ان کی اصلی برہنہ خباثت کے ساتھ شائع کرتے رہتے ہیں۔ اور اب یہ نیچریت صرف سُنی کہلانے والوں ہی پر منحصر نہیں بلکہ بہت سے رافضی و دیوبندی و غیر مقلد کہلانے والے ایسے مرتدین ہیں جو اگرچہ ان کفری و ارتدادی مذہبوں کی طرف بظاہر منسوب ہیں لیکن درحقیقت وہ سرے سے کسی مذہب ہی کے قائل نہیں وہ رافضیوں دیوبندیوں غیر مقلدوں میں ایسے ہیں جیسے ہندوؤں میں جواہر لال نہرو۔ اسکی تفصیل کے لیے کتاب مستطاب مسمّیٰ بنام تاریخی حجابات اہل حدیث میں رسالہ مبارکہ مسمّیٰ بنام تاریخی پردہ درام لسری ملاحظہ ہو۔ اسی پیر نیچر کے اذناب و متبعین و مقلدین و معتقدین وہ مرتدین نیاچرہ ہیں جو مسلمانوں کے دین و ایمان اور دنیوی سروسامان پر ڈاکے ڈالنے کے لیے ہمیشہ نئی نئی کمیٹیاں نئی نئی پارٹیاں گڑھتے رہتے ہیں اور کبھی بندگان زر اور بدنام کنندہ نکونامے چند نام کے مولویوں کو اپنے کفری مقاصد کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس و ندوۃ العلماء و خدام کعبہ و خلافت کمیٹی و جمعیۃ العلماء ہند و خدام الحرمین و اتحاد ملت و مجلس احرار و مسلم لیگ و اتحاد کانفرنس و مسلم آزاد کانفرنس و نوجوان کانفرنس و نمازی فوج و جمعیت تبلیغ الاسلام انبالہ و سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور و امارت شرعیہ بہار شریف و آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں اسی مقصد کے لیے انھیں کفرہ نیاچرہ نے اپنی نیچریت و دہریت پھیلانے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو دین سے آزاد اور دنیوی سروسامان سے بھی تہی دست بنانے کے لیے وقتاً فوقتاً خود اپنے ہاتھوں سے یا دوسرے بد دینوں بد مذہبوں کو اپنا شریک کار بنا کر یا بعض جاہلوں سادہ لوح بیوقوفوں یا چند دین فروش دنیا خر ملانوں کو اپنے دامِ فریب میں پھانس کر ان ہی کو اپنا آلہ کار بنا کر گڑھی ہیں۔ پھر جب ان ملعونوں نے دیکھا کہ بہت سے غربائے اہل اسلام ان کمیٹیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے وہ بے چارے دن بھر محنت مزدوری

کر کے رات کو اپنے گھر آکر بیوی بچوں کا پیٹ بھرنے اور نماز و روزہ و میلاد شریف و
گیارھویں شریف و سوم و چہلم و عرس وغیرہا اعمال اسلامیہ میں نہایت خاموشی کیساتھ
مشغول ہیں اون کو ان نیچری کانفرنسوں کی طرف مطلقاً کبھی توجہ نہیں ہوتی ہاں ان میں
سے جو لوگ اپنے نفس کی شامت اور شیطان کی شرارت کے سبب کسی حکم شرعی
کی کبھی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں تو تمرد و سرکشی نہیں کرتے اپنے خلاف شرع
اعمال کو گناہ سمجھتے اور اپنے آپ کو گنہگار تصور کرتے ہیں اپنی خطاؤں پر ڈھٹائی
نہیں کرتے بلکہ شرمندہ و نادم ہوتے ہیں لیکن اعتقاد کی رو سے تو ایسے تمام لوگ
عموماً اوسی ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ قدیم اور سچے مذہب اہلسنت کے معتقد ہیں
اوسی کو حق مانتے اور اوسکے سوا تمام مذہبوں کو باطل جانتے ہیں اور نیچری مرتدین
کو ایسی ہنگامہ آرائیوں کے لیے ایسے ہی بھولے بھالے سنی مسلمانوں دین پاک
کے نام پر جان سے قربان ہونے والوں کی ضرورت تھی تو اون بے ایمانو
نے ان عوام مسلمین کے پھانسنے کے لیے اصلاح قوم کے نام سے قومی عصبیت کو
آڑ بنا کر کپڑا بننے والوں کی مومن کانفرنس جمعیۃ المومنین جمعیۃ الانصار دہلی دھنکنے والوں
کی جمعیۃ المنصور کپڑا سینے والوں کی جمعیۃ الادریسیہ قصابوں کی جمعیۃ القریش سبزی
فروشوں کی جمعیۃ الراعین پٹھانوں کی افغان کانفرنس میمنوں کی میمن کانفرنس مسلم
کھتریوں کی مسلم کھتری کانفرنس عباسیوں کی جمعیت آل عباس، کنبوہوں کی آل انڈیا
کنبوہ کانفرنس پنجابیوں کی آل انڈیا پنجابی کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں خود گڑھیں یا اپنے
دام افتادوں سے گڑھوائیں تاکہ غریب دیندار مسلمانوں کو قومی جکڑ بندیوں میں
جکڑ کر قومی ترقی قومی اصلاح و فلاح کا سبز باغ دکھا کر اونکو گمراہ کیا جاسکے اور ایسی
کمیٹیوں کی بنا محض قومیت پر رکھی دین و مذہب کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا اور
ایسے علیحدہ دستور لکھے گئے کہ اپنی قوم کا ہر فرد اگرچہ وہ دیوبندی نیچری ہو یا خارجی
رافضی ہو یا لیگی خاکساری ہو یا احراری قادیانی ہو یا گاندھوی کانگریسی ہو وہ اپنا قومی
بھائی اپنے خاندان والا اپنا رشتہ دار ہے اگرچہ وہ کافر مرتد ہو لیکن قومیت کی

مکتبۂ اہلسنت کی مختصر فہرست کتب

سنی مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرمانے والی چند مبارک کتابیں

تدبیر فلاح و نجات و اصلاح ۳۱ ۴ ۱۳

حضور پرنور اعلیحضرت قبلہ امام اہلسنت مجدد و اعظم فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کا مبارک فتوی ہے جس میں روز روشن کی طرح واضح فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے مصائب کا اصلی راز کیا ہے اور ان سے نجات پانے اور فلاح و ترقی حاصل کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے نہایت ضروری لائق ملاحظہ ہے قیمت ۲/

الدلائل القاہرہ علی الکفرۃ النیاشرہ

مسلمانوں کی دینی و دنیوی بھلائی اور سچی حقیقی خیر خواہی کیلیے یہ مبارک فتوائے امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیحضرت مولنا مولوی مفتی شاہ احمد رضا خانصاحب قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ اس مسئلے میں ہے کہ کاٹھیاواڑ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں شرکت اور کسی قسم کی امداد حرام اور سخت حرام ہے اسے بغور پڑھو اور اپنا بھلا چاہتے ہو تو اس پر عمل کرو۔ اس سے مسلم لیگ کی شرکت و رکنیت و امداد و اعانت کا حکم شرعی بھی واضح و آشکار مشہور علمائے ہند کی تصدیقات۔ قیمت ۲/

مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ۵۸ ۴ ۱۳

حضرت بابرکت تاج العلماء سراج العرفاء مولنا مولوی حافظ مفتی شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ دام ظلہم الاقدس کا مبارک فتوی مسلمانوں کے مصائب حاضرہ کے سچے صحیح اور بعونہ تعالی یقیناً نافع کامیاب علاج کا نفیس بیان۔ اور بدمذہبوں بددینوں کی معجون مرکب لیگ کی بطالتوں اور ہلاکتوں کا شرعی نقطۂ نظر سے واضح بیان قیمت ۲/

غلبۂ فئۂ قلیلۂ الٰہیہ ۵۸ ۴ ۱۳

اہل حق اگرچہ کتنے ہی قلیل و بے سر و سامان ہوں اونکی فتح و نصرت کا بعون اللہ تعالے پرچم اوڑانے والا اہل باطل کو جھٹکوں اگرچہ کتنے ہی کثیر اور زیادہ ہوں بعون اللہ تعالی شکست و ہزیمت سکھانے والا اتباع رسول و توکل علی اللہ کا سبق سکھانے والا مسلم لیگ کے معاملے انگریز کا بیڑہ چڑھانے والا۔ قیمت ۲/

احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ

کانگریس و کانگریسیہ پر اعتماد اون سے اتحاد کو بحکم شریعت حرام قطعی بتانے والا مسلم لیگ کے مقاصد آشامیہ اور اوسکی کارروائیوں میں جو شرعی خرابیاں ہیں اونکا روشن بیان سنانے والا مسلم لیگ کو

فی جمعیۃ جمیعاہ ملاحظہ ہو جو لوگ کفریات بکنے والوں کے ساتھ بیٹھیں اور بغیر کسی عذر شرعی کے کلمات کفریہ سنکر اور بڑ خاموشی اختیار کریں
ان کو بھی اللہ عزوجل کفر بکنے والوں کی طرح کافر بنا دیتا ہے تو لیگ کی جو منکرہ جمہوریان کفریات ملعونہ کی تبلیغ و اشاعت کو ترقی دے گی
و شرک کی حفاظت کرے گی وہ اسلامی حکومت ہو گی یا کفری سلطنت والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اگر آپ اس سے زیادہ مسلم لیگ کی خباثتیں دیکھنا
تو جماعت مبارکہ اہلسنت مارہرہ ضلع ایٹہ سے مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری اور احکام نوریہ شرعیہ برمسلم لیگ منگوا کر ملاحظہ فرمائیں۔
سوالات کے مختصر جوابات عرض ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) لیگ میں مرتدین منکرین ضروریات دین شامل ہیں۔ اس لیے اہلسنت وجماعت کا ان سے اتفاق واتحاد نہیں ہو سکتا
یہاں تک کہ وہ توبہ کریں۔ لیگ کے لیڈروں کو رہنما سمجھنا یا ان پر اعتبار کرنا منافقین ومرتدین کو رہنما بنانا اور
اعتبار کرنا ہے جو شرعاً ناجائز ہے کسی طرح بھی جائز نہیں۔

(۲) لیگ کی حمایت کرنا اور اس میں چندے دینا اس کا ممبر بننا اس کی اشاعت وتبلیغ کرنا منافقین ومرتدین کی جماعت کو
دینا اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔

(۳) لیگی لیڈروں کے اعمال واقوال سے ان کی گمراہی مہر نیمروز سے زائد روشن ہے۔ مرتد تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں میں
اور حکیم الامت کہا جاتا ہے۔ اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ مسٹر محمد علی جناح کو قائد اعظم سیاسی پیغمبر
اتحاد کے جنیا مہر تبایا جاتا ہے سنہ ۱۹۲۰ء وسنہ ۱۹۲۱ء کے خلافتی دور کا ذصوبت والا اسلام کش اور ایمان سوز
اتحاد کی یاد میں ترانے گائے جاتے ہیں۔ مسٹر جناح کو قائد ملت رہبر اعظم رہنمائے محترم محمود خدا ذات گرامی تم سلامت رہو
ہزار برس۔ مسلم ہے تیرا محمود جناح۔ رہبر ہے تیرا سردار جناح۔ وغیرہ کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ لوگ جو سارے
والے اصلی پکے مذہب اہلسنت پر قائم ہیں وہ اس مسلم لیگ کی شرکت وممبری کو کیونکر روا رکھ سکتے ہیں۔

(۴) صورت مسئولہ میں مرتدین ومنافقین سے اتحاد واتفاق ہرگز جائز نہیں جب تک وہ باعلان اپنے عقائد باطلہ کفریہ سے
توبہ نہ کر لیں۔

(۵) مصلحت وقت کوئی شے نہیں شریعت مطہرہ عین مصلحت ہے۔ اس سے روگردانی کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی پیروی کرنا ہر لحظہ وہر آن فرض ہے خواہ دنیا بھر میں ایک ہی مسلمان رہے۔

(۶) اس شخص پر واجب ولازم ہے کہ فوراً توبہ کرکے سچا پکا مسلمان بن جائے۔ اگر رافضی کی تعریف حلال اور جائز
اور اچھا سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے کنارہ
کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔

(۷) زید بخت غلطی پر ہے اس کو اپنے نفس کی اصلاح کرتے ہوئے فرمان خدا وندی پر ایمان لانا چاہیے۔ مصلحت وہی ہے جو اللہ
اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں۔ بجز حق پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے حق پر ثابت
رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حقیر فقیر دوانہ ازنفس شریر ابوالبرکات سید احمد غفرلہ
ناظم دارالعلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند
لاہور

الجواب:۔ ماھو رہ استاذنا العلامۃ فہو حق وصواب
فقیر ابوالطاہر محمد طیب قادری برکاتی دانا پوری
غفراللہ لہ ذنبہ المستوری والصوری
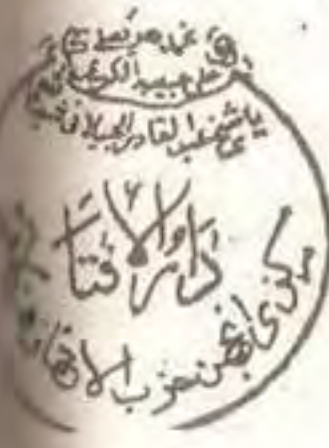
ان کتابوں کے کچھ حوالے

اگرچہ اوپر بیان کئے ہوئے کتابوں کے سرورق ان کتابوں کی مندرجات کو صاف واضح کر رہے ہیں، اور اسی لئے ہم نے ان کے فوٹو عکس دیئے ہیں: لیکن اپنی حیرت کو مزید بڑھانے کے لئے اور بریلوی محققوں کی تازہ تحقیقوں کی نہج کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے، ان ہی کتابوں کے کچھ حوالہ جات بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

لیگ والے یقیناً کافر اور مرتد ہیں

۱۹۴۲ء میں لکھی ہوئی کتاب تجانب اہل سنت کے صفحہ ۴۵۳ کی تحریر کے الفاظ ہیں، کہ "لیگیہ غالبہ اور صلح کلیہ غالیہ اپنے عقائد کفریہ قطعیہ، یقینیہ کی بناء پر بحکم شریعت قطعاً یقیناً اسلام سے خارج اور کفار و مرتدین ہیں، اور جو مدعی اسلام ان میں سے کسی کے قطعی یقینی کفر کی یقینی اطلاع رکھتے ہوئے بھی اس کو مسلمان کہے، یا اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے، یا اس کو کافر و مرتد ہونے میں توقف کرے وہ یقیناً کافر و مرتد ہے، اور بے توبہ مرا، تو مستحق نار ابد"۔

تین جید بریلوی علماء کی مشترک کتاب "الجوابات السنیہ" پر بھی ذرا اس طرح غور فرمائیں، اور کچھ حوالہ جات بھی ملاحظہ کریں:

یہ سب اس طرح حرام ہیں

۲- یہ پوری کتاب لیگ کے بارے میں دس سوالات پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کا تینوں علماء نے الگ الگ جواب دیا ہے۔ پہلے ہی سوال کے جواب میں واضح کیا گیا ہے کہ لیگ کے دستور اساسی کے تحت اس کے جو اغراض و مقاصد متعین کئے گئے ہیں، یعنی ملک کی آزادی اور وفاقی جمہوری ریاستوں کا قیام، اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت، مسلمانوں کے سیاسی اور مذہبی حقوق کی ترقی و حفاظت، یہاں کے مسلمانوں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کے ساتھ رشتۂ اخوت بڑھانا، تو یہ سب مقاصد صریح طور پر محرمات شرعیہ پر مشتمل اور حرام قطعی ہیں۔ اور کفر و ضلال کی طرف لے جانے والے ہیں۔ لہٰذا ان کے ہوتے ہوئے، لیگ کی

شرکت اور رکنیت سخت ممنوع وحرام ہے۔ اس کی تفصیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ اولاً جمہوری سلطنت کا قیام جس میں کفار مشرکین مرتدین پوری طرح آزاد وخود سر ہوں، شرعاً قطعاً حرام ہے۔ دوم ایسی جمہوری حکومت جس کی کونسل میں کفار مشرکین اور مرتدین بھی ممبر ہوں، یہ بھی حرام ہے۔ سوم ایسی جمہوریت جس میں سب غیر مسلمین کے مذہبی حقوق ومفاد کی حفاظت کی جائے اور ہر ایک کو مذہبی تبلیغ واشاعت کی بھی اجازت ہو، یہ کھلا شرک ہے۔ چہارم اس میں مسلمانوں کے سب فرقے، جو اپنے کو مسلمان کہلاتے ہیں، اور سرکاری مردم شماری میں ان کو مسلمان شمار کیا جاتا ہے، وہ سب مسلمان گنے جائیں گے۔ اس طرح وہابیہ، دیوبندیہ، غیر مقلدین، مرزائیہ قادیانیہ، مرزائیہ لاہوریہ، نیچریہ، چکڑوالیہ، خاکسار، بابیہ، بہائیہ، روافض وغیرہم جملہ کفار ومرتدین وملحدین سب لیگ کے نزدیک مسلمان ہیں۔ العیاذ باللہ ...... یہ بھی کھلا کفر وارتداد ہوگا"۔ (صفحہ ۳-۴)

۳- لیگ کے مقاصد اساسیہ گنوا کر، ان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے، آخر میں الفاظ ہیں کہ "لہٰذا علماء کرام پر فرض ہے، کہ پوری قوت کے ساتھ عوام کو اس کی شرکت ورکنیت سے باز رکھنے کی کوشش کریں، اور جو اس فرض شرعی کو بقدر قدرت وحسب استطاعت بجا نہ لائے گا، وہ اس فرمانِ الٰہی کا ......" (صفحہ ۳۔)

اگر بریلویوں سے رہنمائی لیں، تو اس طرح جائز ہوگی

۴- اس سے چند ہی سطور بعد اپنے اصل مقصد پر آجاتے ہیں کہ لیگ اسی وقت جائز جماعت ہوگی، جب کہ وہ صرف بریلویوں کی رہنمائی میں چلے۔ الفاظ دیکھئے، "اگر لیگ کو اللہ توفیق بخشے، کہ وہ احکام دینیہ میں حضرات علماء اہل سنت سے رہنمائی چاہے، تو اس میں شرکت اور رکنیت کے بغیر بھی اس کی شرعی خرابیوں اور شریعت کے حکموں پر مطلع کیا جا سکتا ہے، جیسے ندوہ اور خلافت کمیٹی کی رہنمائی فرمائی گئی۔ لیکن اس کی رکنیت صرف اس وقت جائز ہوگی، جبکہ وہ علماء اہل سنت کی رہنمائی میں اپنے آپ کو نقائص شرعیہ سے پاک کرے"۔ (صفحہ ۱۳، سطر نمبر ۱۳ سے ۱۷)

یہاں یہ واضح ہوگیا، کہ وہ بریلویوں کے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے۔ اور مسلم لیگ میں ان کے بقول سب مسلمان کہلانے والے، لیکن درحقیقت کافر اور مرتد شامل تھے۔

لہٰذا لیگ کی رکنیت حرام، جب تک کہ بریلویوں کی ہدایت کے تحت آ جائے۔

علماء کرام کو لیگ کا کھلا رد کرنا چاہئے

۵- صفحہ ۱۵ پر سوال ہشتم ہے، کہ لیگ کے ساتھ کیا طرز عمل ہونا چاہئے؟ جواب ہے کہ "علماء کرام پر فرض ہے کہ لیگ پر رد اور طرد فرمائیں۔ اس کے فریبوں، چالوں، بطالات، اور ضلالات کو عوام اہل اسلام کے سامنے واضح کر کے ان پر اللہ ورسول کے احکام پیش کریں، اور ناواقف لوگوں کو لیگ سے پرہیز اور بیزاری کی ہدایت کریں۔

۶- اسی سلسلہ میں تھوڑا آگے صفحہ ۱۶ کے آخر میں الفاظ ہیں، کہ "لیگ کے مخالف شرع کاموں کا رد لیگ کا نام لے کر واضح ہو۔ ورنہ گول مول الفاظ میں بدمذہبوں بے دینوں کا رد کرنے سے عوام لیگ کا رد نہیں سمجھیں گے۔ خصوصاً جبکہ لیگ کے حامی ان کو یہ سمجھاتے پھرتے ہیں، کہ لیگ میں آ کر بدمذہب بدمذہب نہیں رہتے، بلکہ مسلمانوں کے معظم ومکرم شہید ملت وقائد اعظم وغیرہ وغیرہ ہوجاتے ہیں"۔

۷- اسی سلسلہ میں تھوڑا آگے صفحہ ۱۷ پر ہے کہ "اس کے (لیگ کے) ساتھ مسلمانوں کا وہی طرز عمل ہونا چاہئے، جو کہ وہ دوسرے بدمذہبوں بے دینوں مرتدین ومبتدعین کے ساتھ فرداً فرداً یا بحیثیت جماعت برتتے ہیں، یعنی ان کا واضح رد کرنا، اور ان سے مجانبت اور نفرت رکھنا، اور اس کو خدا اور رسول کا مخالف اور مسلمانوں کا دشمن جاننا"۔

لیگ میں شرکت کانگریس سے زیادہ زہر قاتل ہے

۸- اسی صفحہ ۱۷ پر سوال نہم کے تحت سوال ہے، کہ خطرہ یہ ہے کہ لیگ کی رکنیت سے منع کرنے سے کانگریس کو فائدہ پہنچنے کا امکان ہے۔ تو جواب ہے کہ "اگر یہ صحیح بھی ہو، تو خود لیگ میں شرکت حرام، اور سب سے زیادہ قیمتی دولت یعنی ایمان کے لئے کانگریس سے زیادہ قوی اور سریع الاثر قاتل زہر ہے۔ جس سے علماء کا تغافل ہرگز جائز نہیں۔

۹- تھوڑا آگے صفحہ ۱۸ کے شروع میں ہے کہ "کانگریس تو کھلے ہوئے کفار ومشرکین کا مسلمانوں سے اتحاد کرانا چاہتی ہے، اور لیگ کفار ومشرکین ومرتدین ومبتدعین، سب کے ساتھ مسلمانوں کی موالات اور مواخات منانا چاہتی ہے۔ دونوں کے مقاصد میں ہندو مسلم

اتحاد و اخل'' (یہاں مشرکین مرتدین و مبتدعین سے مراد غیر بریلوی مسلم فرقے ہیں، جیسے کہ اوپر پہلے نمبر میں ہم واضح عبارت میں حوالہ دے آئے ہیں)۔

۱۰۔ ''لیگ کی حمایت کرنا، اس میں چندے دینا، اس کا ممبر بننا، اس کی اشاعت اور تبلیغ کرنا، منافقوں اور مرتدوں کی جماعت کو فروغ دینا، اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے''۔ (صفحہ ۳۲۔)

قائداعظم دوزخیوں کا کتا

اعلیٰ حضرت کے مرشدانہ گھر اور درگاہ مارہرہ کی اہم شخصیت اولادِ رسول محمد میاں مارہروی نے ۱۹۳۹ء میں جو الگ کتاب بنام ''مسلم لیگ کی زرین بخیہ دری'' لکھی، اس کے بھی کچھ حوالے دیکھ لیجئے:

۱۱۔ پہلا سوال قائداعظم کے بارے میں ہے۔ اس کے جواب میں مختلف قرآنی آیات اور مبتدع اور اہل البدع کے بارے میں چار حدیثیں دے کر لکھتے ہیں، کہ حدیث شریف میں ہے کہ اہل البدع کلاب اہل النار یعنی بدمذہب سارے جہاں سے بدتر ہیں، جانوروں سے بدتر ہیں۔ بدمذہب جہنمیوں کے کتے ہیں۔ کیا کوئی مسلمان اور سچا، ایمان والا کسی کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائداعظم، اپنا سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا؟ (صفحہ ۴۔)

قارئین کرام خود غور فرمائیں، کہ ایک مسلمان، یا کم از کم ایک انسان کو کتا، اور وہ بھی جہنمیوں کا کتا کہا جا رہا ہے۔ اور اس کے لئے کوئی دلیل اور کوئی تفصیل نہیں۔ کس طرح کے ذمہ دار اور محتاط علماء بریلوی دربار نے پیدا کئے؟

۱۲۔ ''اللہ عزوجل ایسی سراپا فساد نام نہاد اسلامی حکومت سے بچے اسلام اور مسلمانوں کو پناہ ہی میں رکھے آمین''۔ (صفحہ ۱۳ سطر نمبر ۴۔)

۱۳۔ بیشک مسلم لیگ وہی ندوہ مخذولہ کا فتنہ ہے، جو مختلف زمانوں میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا رہا، کبھی خدام کعبہ، کبھی مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، کبھی خلافت کمیٹی، کبھی خدام الحرمین، کبھی سیرت کمیٹی، اور حال میں مسلم لیگ کا لبادہ اوڑھ کر اٹھا ہے۔ درحقیقت ان سب کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا، اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں دیوبندی مرتدوں

نیچریوں۔ ندوں، رافضی بے دینوں، وغیرہم کے ساتھ اتحاد منانا، سنی مسلمانوں کا ان کے ساتھ گھال میل کرائے ان کے عقائد خراب کرنا اور جہنم کی طرف لے جانا ہے۔ سنی مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ فوراً کانگریس اور لیگ دونوں سے علیحدہ ہو جائیں۔ (صفحہ ۳۰)

نکتہ نوٹ کریں، کہ سنی مسلمان اور سنیوں کا لفظ صرف بریلوی فرقہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیگ کا بڑا قصور یہ تھا، کہ وہ سب مسلمان کہلانے والوں کو مسلمان شمار کرتی تھی۔

جناح کو قائداعظم کہنے یا لکھنے سے بیوی نکاح سے نکل گئی

قائداعظم کے بارے میں کفر کے الزام کے ساتھ بدکلامی کی ایک مثال آپ نے تھوڑا پہلے زرین بخیہ دری کے حوالے سے نمبر ۱۱ میں دیکھی۔ اب دو مثالیں اور دیکھیں۔

۱۴۔ سوال ہے کہ جو مسلمان ایک رافضی محمد علی جناح کو قائداعظم لکھے اور اپنا پیشوا مانے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟ جواب ہے کہ ''اگر رافضی کی تعریف طلال اور جناح کو اس کا اہل سمجھ کر کرتا ہے، تو وہ مرتد ہو گیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کا مقاطعہ کریں۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے''۔ (الجوابات السنیہ، صفحہ ۳۲)

۔ اسی دور میں لاہور میں بریلویوں کے سب سے بڑے اور قدیم مرکز ''مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور'' سے بھی ایک فتوائے مبارکہ لکھا گیا۔ جس میں مسلم لیگ کے بارے میں سات سوالات کا جو جواب دیا گیا، وہ بھی تقریباً ان ہی دلائل پر مبنی، اور تقریباً اسی قسم کی زبان میں تھا۔ یہ فتوے ''الجوابات السنیہ'' رسالہ کے اخیر میں چار صفحات میں شامل کر لیا گیا۔ (صفحہ ۲۹ سے ۳۲ تک) اس پر مفتی ابوالبرکات سید احمد اور بدنام کتاب تجانب اہل السنت کے مصنف طیب داناپوری کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں۔ اس فتوے میں سوال نمبر ۶ کے جواب میں قائداعظم کے لئے وہ الفاظ ہیں، جو اوپر ہم نے نمبر ۱۴ میں دیئے ہیں۔

۱۵۔ یہ فتویٰ بھی دیکھیں۔ ''بحکم شریعت مسٹر جینا اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو شخص اس کے ان کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اسے مسلمان جانے اور کافر نہ مانے، یا اس کے کافر ہونے میں شک رکھے، یا توقف کرے، وہ بھی کافر مرتد شر الانام۔ (تجانب اہل السنت، صفحہ ۱۲۲)

یکا یک پلٹا بھی ایسا کھایا

قارئین کرام خود دیکھیں، کہ دسمبر ۱۹۴۵ء تک سب بریلوی حضرات کس قسم کا کام کر رہے تھے۔ اس دوران نومبر ۱۹۴۵ء میں قومی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے، تو مسلم نشستوں کی سب تیس کی تیس سیٹیں مسلم لیگ کو ملیں۔ ادھر دوسری جنگ عظیم نے انگریز کو ایسے مسائل سے دوچار کر دیا، کہ اس نے اعلان کیا، کہ وہ جلد سے جلد ملک کو آزادی دے کر چھوڑنا چاہتے ہیں۔ اس طرح یہ بالکل واضح ہو گیا، کہ ملک بھی آزاد ہونا ہے، اور پاکستان بھی بننا ہے، تو بریلویوں نے ایک دم یکطرفہ پلٹا کھایا۔ الیکشن کے بھی چار ماہ بعد اپریل ۱۹۴۶ء میں بریلوی تنظیم ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کا بنارس میں اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں بڑے اہتمام سے سب بریلوی علماء اور عوام کا جم غفیر شامل ہوا۔ اور چار روزہ کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا، کہ تحریک پاکستان کی بھرپور تائید کرنی ہے۔

یہ خالص غیر معیاری ابن الوقتی کا اور درحقیقت غیر مشروط ہتھیار ڈالنے کا مظاہرہ تھا۔ کیونکہ مسلم لیگ کے دستور کے جن اغراض و مقاصد اور اس میں جن بے دینوں، بدمذہبوں مرتدوں کی شرکت پر اعتراضات کرکے اس کی اتنی مخالفت کی گئی تھی۔ اس میں تو کوئی بھی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ سب کچھ ویسا ہی تھا۔ پھر اس غیر مشروط تائید کے لئے سیاسی ابن الوقتی کے علاوہ دوسرے کون سے الفاظ استعمال کئے جا سکتے ہیں؟ بہرحال پھر جو تائید کی، تو وہ بھی اس افراط کے ساتھ، جس افراط کا مخالفت میں مظاہرہ کیا تھا۔ جسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے، کہ یہ وہی چار مہینے پہلے والے لوگ ہیں؟

(البتہ ہم کو کسی بریلوی تحریر سے یہ معلوم نہیں ہو سکا ہے، کہ کچھ عرصہ پہلے جینا صاحب کو قائداعظم کہنے والوں پر بیویوں کو حرام کرنے والوں نے اپنے لئے اپنی بیویوں کو کیسے حلال کیا، اور کفر سے اپنے کو کیسے بچایا۔ قائد اعظم کو کلمہ پڑھوا کر مسلمان بنایا، یا خود توبہ تائب ہوئے، یہ جواب مسعودی ملت پر ابھی تک قرضہ ہے۔)

ڈاکٹر مسعود صاحب کی حیرت انگیز غلط بیانی

اب آیئے کہ دیکھیں، کہ اس نقشے کو احیاءِ نو کی تازہ مہم میں سب سے آگے جانے

والے اور صرف حقائق پیش کرنے کے دعویدار ڈاکٹر مسعود صاحب ۱۹۷۰ء میں اپنی پہلی کتاب ''فاضل بریلوی اور ترک موالات'' میں ان حقائق کے بارے میں کیسی کھلی غلط بیانی سے پیش کرنے سے نہیں ہچکچائے، جب کہ یہ سب کتابیں بھی اس نے ضرور دیکھی ہوں گی۔

اول تو ستر صفحات صرف اس نکتے پر صرف کرتے ہیں، کہ اعلیٰ حضرت نے جو تحریکِ ترک موالات کی مخالفت کی، وہ دوقومی نظریہ تھا، کہ ہندو مسلم اتحاد اور موالات ناممکن اور ناجائز ہے۔ پھر تحریکِ پاکستان کے عنوان پر صرف چار صفحات دیتے ہیں۔ جن میں ان سارے حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے ۱۹۲۰ء سے سیدھی لمبی چھلانگ ۱۹۴۰ تک لگاتے ہیں۔ وہ بھی یہاں سے شروع کرتے ہیں، کہ صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں کہ ''۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے دوقومی نظریہ کے تحت مطالبۂ پاکستان پیش کیا، تو علماء اہلِ سنت (مسلک بریلوی) جو کہ شروع سے دوقومی نظریہ کے داعی تھے، اس لئے انہوں نے اور ان کے زیر اثر لاکھوں مسلمانوں نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے پلیٹ فارم سے (جو ایک عرصہ پہلے خود مولانا کی تحریک پر قائم ہوئی تھی) ملک کے طول و عرض میں دورے شروع کر دیئے''۔

یہ لکھنے کے بعد ڈاکٹر صاحب مولانا مراد آبادی کے کچھ ان مکاتیب کے حوالے دیتے ہیں، جو اصل میں ۱۹۴۶ء بنارس کے اجتماع کے بعد کے ہیں۔ لیکن جان بوجھ کر سن اور تاریخ کے بغیر یہ حوالے دیئے ہیں، تا کہ قارئین کرام سمجھیں کہ ۱۹۴۰ء کے بعد ہی پاکستان کی تائید میں بریلوی پورے عزم اور جوش کے ساتھ شامل رہے۔ ایک حوالہ کے یہ الفاظ ہیں، کہ ''پاکستان کی تجویز سے کسی بھی طرح، دست بردار ہونا منظور نہیں، چاہے خود جناح بھی اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں''۔ حالانکہ یہ ۱۹۴۶ء کی سنی کانفرنس کی تقریر میں ہیں۔

چھ سال کے عرصہ کی لمبی چھلانگ

ایسے تین عدد حوالوں کے بعد اگلے صفحے پر سیدھی ۱۹۴۶ء کی بنارس کانفرنس تک چھلانگ لگاتے ہیں، کہ اس میں پانچ ہزار علماء اور ڈیڑھ لاکھ حاضرین شامل ہوئے۔ اس کارروائی اور تقاریر سے محقق ڈاکٹر صاحب جو چھ عدد حوالے دیتے ہیں، ہم ان میں سے چار پیش کرتے ہیں:

(۱) صدر کانفرنس سید محمد محدث کچھوچھوی (تلمیذ مولانا احمد رضا خان) نے فرمایا کہ ''اب بحث کی لعنت چھوڑو، اب غفلت کے جرم سے باز آجاؤ، اٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ رکو، پاکستان بناؤ، تو جا کر دم لو، کہ یہ کام اے سنیو، سن لو کہ صرف تمہارا ہے''۔

(۲) ''یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پر زور حمایت کرتا ہے، اور اعلان کرتا ہے، کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے لئے تیار ہیں''۔

(۳) ''اگر ایک دم سارے سنی (بریلوی) مسلم لیگ سے نکل جائیں، تو کوئی بتائے، کہ مسلم کس کو کہا جائے گا۔ اس کا دفتر کہاں ہوگا۔ اور اس کا جھنڈا پورے ملک میں کون لہرائے گا''۔

(۴) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے، کہ اسلامی حکومت کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حضرات کی کمیٹی بنائی جاتی ہے۔........ ''اس طرح جب پاکستان بنا تو آل انڈیا سنی کانفرنس نے اس کے دستور کی طرف توجہ دی چنانچہ ....'' دوسری پیراگراف میں ہے، کہ چونکہ آل انڈیا کانفرنس کا مقصد پورا ہو چکا تھا، اس لئے مارچ ۱۹۴۸ء میں اس کا نام بدل کر جمعیۃ العلماء پاکستان رکھا گیا۔........'' تیسری پیراگراف ہے کہ ''پاکستان میں مولانا احمد رضا، اس کے تلامذہ اور متبعین نے شروع سے لے کر اب تک مثبت کردار ادا کیا ہے، اور کر رہے ہیں۔ مثلاً.......... صفحہ ختم، کتاب بھی ختم۔

اس تحقیق کے کیا کہنے!

یہ ہے چار صفحے کی کل کائنات، جس میں ڈاکٹر محمد مسعود صاحب نے یہ ثابت کیا ہے، کہ بریلویوں نے پاکستان کی تحریک میں ۱۹۴۰ء سے لے کر وجود میں آنے تک اور دستور سازی اور دوسری خدمات میں پرجوش بھرپور کردار ادا کیا۔ اور انہوں نے ہی یہ ملک بنایا۔ حالانکہ اس دور کے زمینی موجود حقائق وہی ہیں، جو ہم نے ان ہی کی آٹھ کتابوں، ان کے سرورقوں کے فوٹو عکسوں اور حوالوں سے دکھائے ہیں۔ یہ سب کچھ ڈاکٹر صاحب کو بھی معلوم

ہوں گے۔ اسی لئے وہ ایسے مجبور ہوئے ہیں، کہ اس پورے دور کے کسی کتاب کے کسی حوالہ کے بغیر ۱۹۴۰ء کے بعد صرف چار جملوں کا اجمالی ذکر کر کے، سیدھے ۱۹۴۶ء کی بنارس کانفرنس تک چلے گئے اور سب حوالے بھی اس کے بعد کے دیئے۔ اس کو کیسی دیانت اور کیسی تحقیق کہا جائے یہ فیصلہ ہم پڑھنے والوں پر چھوڑتے ہیں۔

دوسرے محقق بھی اسی راہ اور ان دلائل تک محدود ہیں

تازہ احیاء نو کی مہم میں بڑھ چڑھ کر کام کرنے والا دوسرا شخص جناب حکیم اختر شاہ شاہجہاں پوری ہے۔ جس نے ۱۹۷۵ء میں رسائل رضویہ جلد دوم میں احمد رضا خان کی اسی کتاب المحجۃ المؤتمنہ کے تعارف میں یہی راہ اختیار کی ہے، کہ یہ کتاب درحقیقت دوقومی نظریہ میں امام ربانی کے نظریہ کی وضاحت تھی۔ وہ بھی پاکستان کی تحریک کے ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۵ء کے انتہائی حساس اور متحرک اور پرجوش اور فیصلہ کن دور میں بریلویوں کی حمایت کی کوئی مثال اور حوالہ دینے سے مجبور ہیں، اور اس پورے دور کے لئے صرف اپنی ہی طرف سے یہ الفاظ دیتے ہیں، کہ اس دور میں بریلوی علماء تن من دھن سے حمایت پر تل گئے اور پھر سیدھی ۱۹۴۶ء کی بنارس کانفرنس تک چھلانگ لگاتے ہیں۔ اس طرح یہ واضح ہوگیا، کہ ان مکمل دس سالوں میں بریلویوں نے وہی صرف مخالفت والا کام کیا، جو ہم نے اوپر دکھایا۔ کسی اہم بریلوی شخصیت نے حمایت میں کچھ بھی کام نہ کیا، جس کو لے کر اس رائی کے دانے کو پہاڑ کر کے پیش کر سکیں۔ اس مجبوری پر رحم اور ایسے ورثہ پر ان سے تعزیت کے علاوہ دوسرا کوئی کیا کر سکتا ہے!

سب حوالے ۱۹۴۶ء کے بعد کے ہیں

یہ محقق بھی ۱۹۳۷ء سے سیدھی ۱۹۴۶ء تک چھلانگ لگاتے ہیں، اور صفحہ ۲۸ ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں کہ ''آخر وہ وقت آیا کہ پاکستان کے مطالبہ کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر سواد اعظم اہل سنت والجماعت نے بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا عدیم المثال تاریخی اجلاس ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء میں منعقد کیا۔ جس میں .... پھر جون ۱۹۴۶ء میں اجمیر میں اجلاس ہوئے۔

پھر اس اجلاس کے صدر محدث کچھوچھوی کی تقریر کے یہ اقتباس دیتے ہیں:

ہم ہی بنائیں گے، اور ہم ہی تعمیر کریں گے

''حضرات! میں نے بار بار پاکستان کا نام لیا ہے، اور آخر میں صاف کہدیا ہے، کہ پاکستان بنانا صرف سنیوں کا کام ہے، اور پاکستان کی تعمیر صرف سنی کانفرنس ہی کرے گی، اس میں کوئی بات مبالغہ نہیں۔ نہ شاعری ہے نہ غلو بیانی ہے۔ پاکستان کا نام بار بار لینے سے جس قدر ناپاکوں کو چڑ ہے، اسی قدر پاکوں کا وظیفہ ہے۔ اور اپنا وظیفہ کون سوتے جاگتے، لیٹتے، اٹھتے بیٹھتے، پورا نہیں کرتا۔ پاکستان صرف سنیوں کا کام ہے، یہ حقیقت ہے۔ کسی پر ملامت کے لئے یہ الفاظ نہیں۔ اول تو مسلم لیگ کے سوا کوئی ٹولی ایسی نہیں، جو پاکستان کے ساتھ لفظی مطابقت رکھتی ہو، الکفر ملۃ واحدۃ۔ سب ناپاکوں نے اپنے اندر کے اختلافات کے باوجود پاکستان کے خلاف صف آرائی کر رکھی ہے۔ اور مسلم لیگ میں پاکستان کا پیغام کس سے پہنچا۔ اور کن لوگوں نے مسلم لیگ کا عقیدہ اپنایا؟ اگر تاریخی طور پر دیکھا جائے، تو وہ صرف سنی (بریلوی) ہیں۔'' (صفحہ ۲۹ رسائل رضویہ، جلد اول)

پاکستان صرف اور صرف بریلویوں نے بنایا

دو صفحے میں پھر جمعیۃ العلماء کے کام کی مذمت کرنے کے بعد آخر میں صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں، کہ ''اگر ان جملہ انتخابات کو دیکھا جائے، تو مسلم لیگ کا ایک ممبر بھی ایسا نہیں ملتا، جس نے قومی یا صوبائی الیکشن جیتا ہو، لیکن وہ اہل سنت یعنی بریلوی حضرات کے ووٹوں سے مستغنی رہا ہو۔ یعنی اگر اہلِ سنت کے ووٹوں کو صرف ایک طرف کر دیا جائے، تو اس وقت مسلم لیگ کا ایک ممبر بھی کامیاب نہ ہوتا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا، کہ پاکستان صرف اور صرف اہلِ سنت والجماعت (بریلویوں) نے بنایا، جن کی بنیاد دو قومی نظریہ پر ہے، جس کی علمبرداری کا فریضہ حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہما نے اپنے اپنے وقت میں کی۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**''

بے حیا باش و ہرچہ خواہی گو

ہم نے دونوں طرف کا یعنی مخالفت اور تائید کا مکمل ریکارڈ بمع کتابوں، ان کے سال، تاریخ کے پیش کر دیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے، کہ نومبر ۱۹۴۵ء کے قومی اسمبلی کے انتخابات تک ہر ایک بریلوی مسلم لیگ کی تحریک پاکستان کی مخالفت میں تن من دھن سے اس طرح مصروف تھا۔ کہ کسی ایک کا ایک حوالہ بھی اتنی اندھی تائید کرنے والے بھی پیش کرنے سے قطعی عاجز ہیں۔ بریلوی تائید بھی خود ان محققین کے بقول بھی ۱۹۴۶ء کی بنارس کے اجلاس سے شروع ہوتی ہے۔ اس ریکارڈ کے باوجود نومبر ۱۹۴۵ء الیکشن کے لئے یہ محقق اسی کانفرنس کے اکیلے حوالوں کے ساتھ یہ بھی لکھے، کہ قومی اسمبلی کا ایک میمبر بھی ایسا نہیں تھا، جو سنیوں کے ووٹوں کے بغیر انتخاب جیت سکتا تھا۔ اور پاکستان صرف اور صرف بریلویوں نے بنایا تو پھر، اس کے علاوہ اور کیا کہا جائے کہ ''بے حیا باش، و ہرچہ خواہی کن''۔ انتہائی بھاری دل کے ساتھ ان الفاظ لکھنے کے بعد ہم کو اور کچھ نہیں کہنا۔ یہ اب قارئین کرام، اور اصل حالات سے بے خبر بریلوی علماء اور عوام کا کام اور ذمہ داری ہے، کہ وہ کیا نتائج اخذ کرتے ہیں، یا کرنا چاہتے ہیں۔

یہ مسئلہ نہ چھیڑا جاتا تو اچھا تھا

نام نہاد محققوں سے بھی ہماری گذارش ہے، کہ ان حقائق کو ابھی صدیاں نہیں گذری ہیں، کہ وہ یہ سمجھیں، کہ سارا ریکارڈ کیڑوں کی خوراک ہو چکا۔ اور اب آپ جو کہیں گے، وہی مانا جائے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے، اور تھا، کہ ان حقائق کو یہیں رہنے دیتے۔ نہ آپ احیاءِ نو کی مہم میں یہ سوالات اٹھاتے اور نہ یہ پردہ دری ہوتی، اور نہ ہم جیسوں کو یہ ناخوشگوار فرض ادا کرنا پڑتا۔

کتاب ''گناہِ بے گناہی'' بجائے خود ایک گناہ

چند صفحات پہلے ہم نے یہ بھی دکھایا تھا، کہ اعلیٰ حضرت کے پورے خاموش سیاسی کردار، اور آخر کے خلافت اور ترکِ موالات کے انتہائی پُر جوش اور فعال دور میں خالص منفی کردار کو تقریباً سب مسلم زعماء نے اس کی انگریز نوازی قرار دیا۔ جن میں سے اس کے ہم مسلک بدایونی رامپوری علماء بھی تھے۔ اور کئی اپنے ساتھی بھی تھے۔

احیاءِ نو کے دور میں بھی ایسی آوازیں اٹھتی رہیں، تو ڈاکٹر مسعود صاحب ہی پھر اپنے

ممدوح کے دفاع میں آگے آئے۔ ۱۹۸۰ء میں ۸۰ صفحات کی بڑے اچھے معیاری نام یعنی ''گناہ بے گناہی'' کے نام سے کتاب لکھ کر اس داغ کو دھونے کی کوشش کی۔ لیکن ہم کو تعجب ہوا، (اور شاید آپ کو بھی ہو)، کہ اپنے ممدوح کے فتووں، کتابوں، اور سیرت کے مضبوط حوالے اس کا ساتھ نہ دے سکے۔ اور ڈاکٹر صاحب کو انگریز نوازی کے الزام سے پاک کرنے کے لئے صرف یہ دلائل ہی مل سکے، کہ ایسا شخص کیسے انگریز کا خیر خواہ اور انگریز نواز مانا جائے گا۔

۱- کتاب اعلام الاعلام میں لکھا ہے کہ موجودہ نصاریٰ تین خدا ماننے والے، کھلے مشرک ہیں۔ صفحہ ۲۶۔ انگریز نواز ایسے کیسے لکھے گا۔

۲- ایک انگریز فوجی دیکھ کر کہا، ''کم بخت بالکل بندر لگتے ہیں''۔ خیر خواہ ایسا کیسے کہے گا۔ صفحہ ۵۵

۳- ایک مقدمہ میں کہا کہ عدالت میں میری جوتی جائے گی۔ اور نہیں گئے۔ (یہ بھی انگریز مخالفت کا نشان ہے)۔ صفحہ ۳۵

۴- ''کسی انگریزی فکر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اسی لئے عیسائی سائنسدانوں پر سخت تنقیدات کیں۔ حالانکہ محبت کا تقاضہ تو یہ ہے، کہ جو وہ کہتے، وہی امام احمد رضا کہتے، مگر نہیں۔ امام نے ، یعقوطیس، آئزک نیوٹن، البرٹ آئن اسٹائین، البرٹ ایف پوٹا پر تنقید کی''۔ صفحہ ۴۷

۵- نیوٹن کے رد میں فوز مبین در رد حرکت زمین لکھی (جس میں زمین کی گردش کا انکار کیا)۔ صفحہ ۴۶

۶- قادیانی انگریز کا پیدا کردہ اور خیر خواہ تھا۔ اس پر امام احمد رضا نے تنقید کی۔ اگر وہ خود انگریز کے اشاروں پر چلتے، تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ صفحہ ۴۷

۷- ''ڈاک کے ٹکٹ الٹے لگاتے تھے، تاکہ انگریز کی تصویر الٹی رہے۔ اس الٹے سر کے نیچے پھر پتہ لکھتے تھے۔ یہ اس کی سیاسی نظریات کی ترجمانی کرتا ہے کہ بادشاہ کا سر نیچے رہے''۔ صفحہ ۳۷۔ (سیاسی نظریات کی کیا خوب تفصیل ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ لگی ہے!)

۸- انگریزی تعلیمی نظام اور کالجوں یونیورسٹیوں کے بارے میں لکھا کہ ان کے پڑھے ہوئے طلبا اسلامی عقائد اور طرز معاشرت کے نمونے نہیں بن سکتے۔ صفحہ ۴۳

۹- انگریزی وضع کے کپڑوں کے لئے فتویٰ لکھا، کہ ان کو پہننا حرام، اشد حرام، اور

ان کو پہن کر نماز مکروہ تحریمی، قریب بہ حرام، واجب الاعادہ، کہ پھر جائز کپڑے پہن کر نماز لوٹائے، تو گنہگار، مستحق عذاب''۔ صفحہ ۴۳ (ہم کو معلوم نہیں کہ خود ڈاکٹر صاحب اور عام بریلوی حضرات اس فتوے پر کس قدر عمل اور یقین رکھتے ہیں)۔

۱۰- کبھی سرکار سے نہ اپنے لئے، اور نہ اپنی اولاد کے لئے کسی شمس العلماء کے خطاب کی تمنا کی اور نہ اولاد نے ایسی تمنا کی۔

ایک ماہر رضویات مؤرخ بھی ایک مقصد اور موضوع بنا کر ایک الگ کتاب لکھنے بیٹھے ہیں، تو اس کو بھی صرف اسی قسم کے حوالے مل سکے ہیں، کہ امام احمد رضا اس طرح سخت انگریز مخالف ثابت ہوتے ہیں، لہٰذا ان پر انگریز نوازی کا الزام ایک عظیم بہتان ہے، تو آپ ہی سوچیں کہ بات کہاں تک بنی! اور ڈاکٹر صاحب اپنے نام کا کیسے فائدہ اٹھا رہے ہیں!

مولانا جوہر پر شرمناک الزام

ان کے بعد آخری سات صفحات میں ''نہ'' کے لفظ کے ساتھ بائیس عنوان دیے ہیں، کہ ''نہ احمد رضا نے یہ کیا، نہ یہ کہا'' جیسے فلاں نے یہ کیا، فلاں نے یہ کہا''۔ ان عنوانات میں ڈاکٹر صاحب کی علمی دیانت کی ایک مثال ہی قارئین کرام کے لئے کافی ہوگی۔ صفحہ ۷۱ پر لکھتے ہیں کہ ''نہ احمد رضا خان نے ترک موالاتی لیڈروں کی طرح جنگ عظیم اول میں ترکوں کے خلاف ہندوستانی مسلمان سپاہیوں کو بھیجا اور نہ مولانا محمد علی جوہر کی طرح اعتراف گناہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ ''ہم نے پندرہ سو کروڑ روپے اور لاکھوں آدمی میدان جنگ میں بھیجے، اپنا ایمان بھی قربان کیا...... مسلمانوں نے مسلمان بھائیوں کے خلاف تلوار اٹھائی، اس کا جو معاوضہ دیا جا رہا ہے......''۔

آپ یقین کریں قارئین کرام! کہ یہ ڈاکٹر صاحب کے ہی اپنے لکھے ہوئے الفاظ ہیں۔ اور پھر سوچیں، کہ اس محقق مؤرخ نے جن الفاظ کو مولانا جوہر کا گناہ اور پھر اعتراف گناہ کہا ہے، وہ مولانا مرحوم کا اعتراف تھا کہ انہوں نے یہ ساتھ دیا تھا، یا انگریز کے سیاہ کارناموں پر ایک طنزیہ چوٹ تھی، کہ آپ نے اپنے ہی مذموم مقاصد کے لئے اس غریب ملک کے بجٹ سے پندرہ سو کروڑ روپے خرچ کئے، یہیں کے فوجی بھیج کر ان کو مکارانہ ترغیبوں سے اپنے ہی بھائیوں پر گولیاں چلوائیں، اور ان کے ایمان خراب کرا دیے، اور اس کے باوجود جنگ بند

تفو بر تو اے............تفو!

ہمیں افسوس ہے، کہ ردعمل میں ہمارے قلم سے کافی سخت الفاظ نکل گئے، لیکن اگر اصل کتاب کی زبان اور الزامات دیکھیں گے، تو شاید آپ بھی یہی کہیں گے اور لکھیں گے۔ ہم کو اس پر کسی معذرت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ آخر "دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت"۔

اعلیٰ حضرت نے مجدد الف ثانیؒ سے زیادہ کام کیا

یہ سارے کڑوے پھل ان کڑوے بیجوں سے پیدا ہوئے، جو احمد رضا نے بوئے۔ یہاں تک کہ کئی بریلوی مصنف احمد رضا خان کے کام کو حضرت مجدد الف ثانیؒ سے زیادہ سمجھنے اور لکھنے لگے، اور ایسے الفاظ میں لکھنے لگے، کہ ڈاکٹر محمد مسعود کو بھی شکایت کرنی پڑی، لیکن نرم ناصحانہ انداز میں!۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات میں صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں کہ "یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری سمجھتا ہوں، بعض حضرات، حضرت مجدد الف ثانی کی اصلاحی کوششوں کو صراحۃً وکنایۃً فاضل بریلوی کی کوششوں سے کم تر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ رجحان غیر مؤرخانہ ہے۔ دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کی تاریخ پاک وہند پر جس شخص کی نظر ہے، وہ اس قسم کی کوشش نہیں کرسکتا"۔ پھر ڈاکٹر صاحب حوالوں کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کام کی کچھ تفصیل بتاتے ہیں۔ جن کے مطابق:

الف- بیسیوں فرقوں کا مقابلہ حضرت مجدد نے تن تنہا کیا۔

ب- آپ کی اصلاحی کوششیں سیاسی فضا میں اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگزیب کے درباروں کی دینی فضاؤں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

ج- عہدِ اکبری سے اورنگزیب تک (ایک سو سال کے عرصہ میں) حکومت کے مزاج میں جو حیرت انگیز تبدیلیاں ہوئیں، وہ حضرت مجدد، آپ کی اولاد، اور ان کے سینکڑوں خلفاء، لاکھوں مریدوں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھیں۔

د- اگر حضرت مجدد کا یہ کام نہ ہوتا، تو شاید پاک وہند کے حالات مختلف ہوتے، اور یہاں کفر وباطل کا ایسا تسلط ہوتا کہ..............

ہ- اس کے بعد شاہ عبدالرحیم اور شاہ ولی اللہ کی علمی اور فکری تحریک نے اپنا اثر دکھایا، جو حضرت مجدد کی تحریک سے پوری طرح مستفاد تھی۔

فصل دہم

صفحہ ۲۸۰-۳۰۲

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

بریلوی اعلیٰ حضرت اور اس کی ذریت نے علم وعرفان کے کن کن آسمانوں کی تعلیم، ناموس اور کردار کو پامال کرنے کی جرأت کی۔ حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، اس کا پورا خاندان، صاحبِ تفسیر بیضاوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر خازن، امام ابن حزم، امام ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم، علامہ عبدالحق خیر آبادی، علامہ اقبال، سرسید احمد، الطاف حسین حالی، علامہ مشرقی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا عبدالحامد بدایونی، عبدالقدیر بدایونی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی ایڈیٹر زمیندار اخبار، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا عبدالشکور لکھنوی، مولانا شبلی نعمانی، مولانا ابوالکلام آزاد، عبدالماجد دریابادی، سرسید اور سب رفقائے کار مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی، ندوۃ العلماء کا پورا ادارہ، ندوۃ المصنفین کا ادارہ، سب دیوبندی زعماء وغیرہ وغیرہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے

احمد رضا خان نے کیسی ہستیوں کو روندا

قارئین کرام! اس فصل میں ہم احمد رضا خان اور اس کے ساتھی بریلوی علماء کی شخصیت اور کردار کا جو پہلو دکھائیں گے، اس کے لئے اس سے پہلے والی ہماری دونوں فصلوں کو پھر ذہن میں تازہ کریں، کہ احمد رضا خان نے جو کام کیا، اس کے لئے آج کل کے بریلوی جو بھی دعوے کریں، وہ ان کی اپنی مرضی، اور ان کا اپنا معیار۔

اصل حقائق ان کے قطعی خلاف ہیں

لیکن عام زمینی حقائق اور رکارڈ سے جو بھی حقائق سامنے آتے ہیں، وہ ہر میدان میں ان کے دعووں کے قطعی برخلاف ہیں۔ اس کی تازہ مثال ہم نے پچھلی فصل میں دکھائی اور یہاں پھر دہراتے ہیں، کہ خالص حقیقت یہ ہے کہ احمد رضا خان انیسویں صدی کی جانی پہچانی شخصیتوں میں وہ اکیلا عالم ہے، جس نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے ایک سال پہلے جنم لیا۔ بچپن میں جنگِ آزادی میں حصہ لینے والے مسلم علماء، اور زعما پر مظالم خود دیکھے، اور سنے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو مٹانے کے لئے انگریز بہادر کی سب اسکیمیں پروان چڑھتے ہوئے دیکھیں۔ انگریز پادریوں کا سیلاب دیکھا۔ انگریز کی پیدا کی ہوئی ہندو احیاء نو کی اسکیمیں پروان چڑھتی دیکھیں۔ اسلامی تعلیم کو ختم کرنے کی اسکیمیں دیکھیں۔ انگریزی علوم کی یلغار دیکھی۔ مسلمانوں کی معیشت تباہ کرنے، اور ہندو کو معاشی اور سیاسی میدان میں آگے بڑھانے کی اسکیمیں دیکھیں۔ ۱۸۸۲ء سے بلقان کی جنگ سے لے کر یورپ اور مشرقِ وسطیٰ میں مسلمانوں پر مظالم، ان کے ممالک پر قبضہ، ترکی خلافت کو ختم کرنے، بیت المقدس پر قبضہ اور اس پر برطانیہ کی پارلیامنٹ میں صلیبی جنگ میں فتح کی شادمانی کی تقاریر دیکھیں، لیکن ان میں سے کسی ایک موضوع پر کوئی چار ورقی رسالہ بھی ماہر رضویات ڈاکٹر مسعود صاحب کو بھی نہیں مل سکا۔ اور اس کو بھی اپنی کتاب ''گناہ بے گناہی'' میں امام پر انگریز نوازی کے گناہ کا الزام

دھونے کے لئے جو دلائل پیش کرنے پڑے، وہ بذاتِ خود ڈاکٹر صاحب کے تحقیقی معیار کے لئے ایک الزام بن گئے۔

ڈاکٹر صاحب نے نئے معیار اپنائے

آپ اور خود ڈاکٹر صاحب سوچیں، کہ ۱۹۷۰ء تک ڈاکٹر صاحب کا تاریخی تحقیقی معیار یہ تو نہیں تھا، کہ یہ لکھیں کہ انگریز کو جنگ عظیم اول میں ہندوستان کی بجٹ سے پندرہ سو کروڑ روپے خرچ کرنے کی اجازت اور ہندوستانی مسلمان سپاہیوں کو بیت المقدس اور عراق و شام میں گولی چلانے کی اجازت مولانا محمد علی جوہر جیسے غیور مجاہد اور ترک موالات میں شامل زعماء نے دی تھی، جس کا صلہ نہ ملنے پر انہوں نے معذرتانہ اس کو اپنا گناہ مانا اور اس کا اعتراف کیا۔ یا جیسے اس نے "فاضل بریلوی اور ترک موالات" میں صفحہ ۴۶ پر اسیر مالٹا شیخ الہند مولانا محمود الحسن پر تنقید لکھی ہے کہ "ایک ممتاز دینی عالم ہندوؤں اور سکھوں سے اتحاد کو مفید کیسے کہہ رہے ہیں"۔ حالانکہ مولانا کا اصل مقدس مقصد انگریز سے آزادی کا حصول تھا۔ زندگی بھر افغانستان ترکی اور مسلم ممالک کی مدد سے ملک کو آزاد کرا کے مسلم حکومت کے قیام کی کوششیں کیں۔ جب وہی سب ختم ہوگئے، تو اخیر دنوں میں اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آیا، کہ ملک کی تینوں بڑی قوتیں مل کر اٹھیں گی، تو چوتھا (انگریز) اس اجتماعی قوت کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا۔ اس کے علاوہ نہ آزادی ممکن تھی۔ اور نہ آزادی کے بعد والے نظام میں کام چلنا ممکن تھا۔

خود ڈاکٹر صاحب نے یہ سوال ہی نہیں چھیڑا، کہ اگر انگریز سے آزادی لینی تھی، چاہے دو قومی نظریہ کے تحت دو ممالک کی شکل میں، تو دونوں ممالک میں ہندو مسلم اتحاد کے بغیر اعلیٰ حضرت والے فارمولے کے تحت زندگی کیسے گذر سکتی تھی یا تقسیم کے بعد جو گذر رہی ہے، وہ ڈاکٹر صاحب کے امام احمد رضا کی پرنفرت کتاب المحجۃ کے فارمولے کے تحت گذر رہی ہے؟ یا اس پر عمل کرنے سے اس سے بہتر ہوسکتی ہے؟ خود اس کے عالم بیٹوں نے اس پر عمل کیا؟
ڈاکٹر صاحب کو یہ معیار بھی زیب نہیں دیتا، کہ جیسے اس نے بریلویوں پر اپنی پہلی اسی کتاب میں یہ الفاظ لکھے کہ "۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے (مولانا بریلوی کے) دو قومی نظریہ کی بنیاد پر پاکستان کا مطالبہ پیش کیا، تو علماء اہل سنت مسلک بریلوی، جو شروع سے اس نظریہ کے داعی تھے، انہوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حالانکہ ہر ایک بریلوی مسلک والے

نے ۱۹۴۶ء والی بنارس کانفرنس سے پہلے مسلم لیگ اور پاکستان کی بھرپور مخالفت کی، جس کا تحریری ثبوت اس دور میں لکھی ہوئی نو کتابوں کے مندرجات اور سرورقوں کے عکسوں کے ساتھ ہم پچھلی فصل میں پیش کر آئے ہیں۔ جو ڈاکٹر صاحب کو یقیناً معلوم ہوں گی۔

ہر ایک بدعت مخالف عالم سے دلی کدورت تھی

بہرحال یہ تو ایک جملۂ معترضہ پچھلی فصل کی تکمیل اور اس نئی فصل کی تمہید کے طور پر یہاں آگیا۔ ہماری اس فصل کا موضوع یہ دکھانا ہے، کہ اپنے خالص بدعتوں ہی کی اشاعت پر بنی مسلک کو رواج دینے کے لئے احمد رضا کی یہ بنیادی ضرورت تھی، کہ ہر ایک بدعت دشمن ہستی، چاہے وہ پورے عالم اسلام میں، یا صرف اس برصغیر میں کتنی ہی بلند مانی جاتی ہو، لیکن اگر اس کی اصل شہرت کی وجہ یہ ہے، کہ ان کو بدعتوں اور غیر اسلامی رسوم و رواج میں ڈوبا ہوا معاشرہ اور ماحول ملا، اور انہوں نے ان کے خلاف سختی سے کام لے کر ان کی جڑیں کمزور بلکہ ختم کیں، تو ان کے خلاف احمد رضا خان کو دلی کدورت تھی، کچھ قد آور شخصیتوں کے خلاف بولنا، انتہائی درجہ کی حماقت ثابت ہوسکتی تھی۔ لیکن دلی کدورت بہرحال چھپا نہیں سکے۔

مثال کے طور پر

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور امام شاہ ولی اللہؒ اور اس کے فرزندان اور خاندان ایسے ہی علم و عرفان کے بلند آسمان تھے۔ جن کی عالمی شہرت اپنی جگہ مسلمہ تھی، برصغیر ہندوپاک میں ہر ایک عالم تو کیا، ایک کم علم والا بھی ان کا نام عزت سے لیتا، اور اپنی سمجھ کے مطابق ان کو ایک سند مانتا تھا۔ ہر ایک عالم کسی مسئلہ پر ان کے حوالے کو مستند دلیل مانتا تھا۔ عام بدعات، رسوم و رواج اور تصوف کے مسائل میں حضرت امام ربانیؒ کا ہر جگہ حوالہ اور سرِ تسلیم خم ہم نے خود اپنے بچپن اور جوانی میں دیکھا۔ مزید تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

خصوصاً حضرت امام ربانیؒ کی شخصیت اپنے ہمہ گیر اصلاحی کام کی وجہ سے اتنی مقبول تھی، کہ ہمارے مطالعہ اور مشاہدہ کے مطابق اہل سنت والجماعت کے کسی بھی بڑے سے بڑے عالم نے اس کے خلاف کچھ بولنے کی جرأت کا تصور بھی نہ کیا ہوگا، یہ جرأت صرف احمد

رضا خان نے کی۔ آیئے دیکھیں، کہ کس طرح:۔

ہزار سالہ مجدد کا ہمہ گیر اصلاحی کام

حضرت مجدد الف ثانی کے ہزار سالہ تجدیدی کام کا سارا علمی ذخیرہ اس کے مکتوبات کی تین جلدیں ہیں۔ جن میں ترتیب وار ۳۱۳، ۹۹، ۱۲۴ جملہ ۵۳۶ مکتوبات ہیں۔ یہ مکتوبات انہوں نے مختلف حکام، باثر افراد، اپنے خلفاء، معتقد افراد اور علماء کو مختلف اوقات میں ان کے سوالوں کے جوابات یا اپنی طرف سے ہدایات کی شکل میں لکھے۔ ان سے یہ حیرت انگیز حقیقت سامنے آتی ہے، کہ رسل و رسائل کے اُس دور میں بھی، ملک کے ایک کونے میں بیٹھ کر یہ مجدد پورے وسیع ملک کے دینی، معاشرتی اور سیاسی حالات سے کتنا باخبر تھا، اور کیسے سب کی ڈور سنبھال کر سب کی اصلاح کر رہا تھا۔ ان ہی مکتوبات میں اُس وقت کے سارے مسائل، ان کا علمی حل اور عملی اقدام، اور کئی پیچیدہ مسائل کی اصل حقیقتیں اور حل سب کچھ آ جاتا ہے۔ تصوف کے گہرے مسائل، ان میں غیر شرعی ملاوٹ، چالو بدعات اور رسوم و رواج اور اصل شرعی تعلیم، حکومت وقت اور مختلف عہدہ داران کی برائیاں، علماء سوء کی کارستانیاں اور ان سب کے اصلاح کا طریقۂ کار، غرضیکہ سب کچھ ان مکتوبات میں ہی ہے۔ ان کے علاوہ کچھ خاص مسائل تصوف پر صرف چند چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں۔

احمد رضا خان کی ایک عبارت

امام ربانیؒ پر پانچ زہریلے الزامات

لیکن دیکھئے کہ بریلویوں کا مجدد ان مکتوبات کے بارے میں ایک ہی جملہ میں کیا کہہ کر کیسے ان سب کی بنیاد پر ہی کلہاڑی مار کر، جڑ سے کاٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت کا محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی کا چھپایا ہوا نسخہ ہمارے سامنے ہے۔ جلد سوم صفحہ ۳۵۸ کے آخر پر سوال کے الفاظ ہیں کہ کیا مجدد الف ثانی نے کہیں حضور غوث اعظم پر اپنی تفضیل لکھی ہے۔ جواب میں (اعلیٰ حضرت نے) فرمایا -۱) ''مکتوبات کی اول دو جلدوں میں تو ایسے! الفاظ ملیں گے جن میں حضرت غوث اعظمؓ کی تو کیا گنتی! ۔۲)

تیسری جلد میں فرماتے ہیں، کہ جو کچھ فیوض و برکات کا مجمع ہے، وہ سب سرکار غوثیت سے ملے ہیں، نور القمر مستفاد من نور الشمس. ۔۳) اسی میں لکھا ہے کہ'' کیا تم سمجھتے ہو، کہ جو کچھ میں نے اگلی دو جلدوں میں کہا، وہ صحو سے کہا؟ نہیں بلکہ زیادہ سکر ہے''۔۔۴) اب کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے، اس کو وہ جانے۔ ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں، جس نے جو بتایا، صحو سے بتایا، خدا کے فرمانے سے کہا۔ ۔۵) تمام جہانوں کے شیوخ نے جو دعوے کئے ہیں، ظاہر کر دیا، کہ ہمارا سکر ہے۔ اور ایسی غلطیاں دو وجہ سے ہوتی ہیں، یا ناواقفی یا سکر''۔

قارئین کرام خود ہی اس اعلیٰ حضرتی جواب میں سمائے ہوئے خطرناک زہریلے نکتے سمجھ کر ان سے حضرت مجدد الف ثانی کے لئے احمد رضا خان کی ذہنی بغاوت کا اندازہ لگائیں۔ یہ ایک سلسلہ وار مربوط عبارت ہے۔ جس کے پانچ جملوں میں پانچ نکات کو ہم نے خط کھینچ کر، اپنی طرف سے اوپر پانچ نمبر دیدیئے ہیں، تاکہ ہر ایک نکتہ سمجھنا آسان ہو۔

اب آیئے، ان نکات پر غور کریں۔

غرور یا خود پسندی یا عُجب کا الزام

پہلے جملے میں حضرت مجددؒ پر خود پسندی اور علمی غرور کا الزام ہے، کہ اول دو جلدوں میں ایسے الفاظ ملتے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے، کہ وہ حضرت غوث اعظمؒ کو کسی گنتی میں نہیں لاتے تھے۔

نمبر۲ کی ہمارے ہاں اتنی اہمیت نہیں۔ سب بزرگ اپنے پیش رووں کا احترام ہی کیا کرتے تھے۔ البتہ احمد رضا خان نے پہلے جملے میں خود الزام لگا کر، دوسرے میں جیسے امام صاحب کا رجوع بتایا ہے، اس لئے بریلوی محققوں کو ان کی وضاحت ضروری ہے۔

امام صاحب کے سارے کام کی جڑ اکھاڑ دی

<u>تیسرا نکتہ انتہائی خطرناک اور زہر آلود حملہ ہے۔</u> اس میں بغیر حوالہ کے اپنی طرف سے حضرت مجدد پر الزام لگا کر اس کی ساری تعلیم کی جڑ کاٹنے کی کوشش کی گئی ہے، کہ خود حضرت مجدد نے بھی اپنے مکتوبات کی پہلی دو جلدوں کا سکر میں لکھا ہوا مان کر، ان کو ناقابل عمل اور

ناقابلِ اعتبار بتایا ہے۔ آپ غور کریں، کہ ان دو جلدوں میں ہی زیادہ تر اہم معاملات، وقت کے حالات کی اصلاح کی ہدایات ہیں۔ تعداد میں یہ ۵۳۶ میں سے ۴۱۲ یعنی اسی فیصد حصہ بنتے ہیں۔ اس طرح ساری محنت اور ساری تعلیم پر پانی پھر گیا۔ احمد رضا خان کا یہ خالص جھوٹ اور اپنا گھڑا ہوا جملہ ہے، کہ امام صاحب نے تیسری جلد میں پہلی دو جلدوں کا سُکر کی حالت میں لکھنا مانا ہے۔ کسی مکتوب میں یہ جملہ نہیں۔ اسی لئے احمد رضا خان نے بھی حوالہ نہیں لکھا، کہ کونسے نمبر مکتوب میں، ایسی ہیر پھیر کے وہ خصوصی ماہر ہیں۔

برسوں تک لکھے گئے سب مکتوب تھا

عقلی طور پر دیکھا جائے، کہ پچیس برس تک مختلف اوقات میں، مختلف قسم کے لوگوں کو، مختلف مسائل پر جو ہدایات دی جاری تھیں، وہ سب سُکر کی حالت میں کیسے ہوسکتی ہیں! جب کہ سُکر ایک صوفی کی وہ حالت ہوا کرتی ہے، جس میں اس پر ایک خاص غلبہ طاری ہوا کرتا ہے، اور اکثر ایسے الفاظ یا ایسی تشریحات نکل جاتی ہیں، جو قابلِ اعتراض ہی ہوتی ہیں، فقہاء اگر اس کی گرفت کریں، تو ان کو غلط بھی نہیں کہا جاسکتا۔ انا الحق کا نعرہ، اور سبحانی ما اعظم شانی سُکر کی حالت کی واضح مثالیں مانی جاتی ہیں، جن پر گرفت بھی ہوئی، جو جائز مانی گئی، لیکن صوفیاء کرام اور محتاط علماء نے ان پر خاموش رہنے کی بھی تاکید کی ہے۔

اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ، ایک جملہ میں احمد رضا خان نے کیا کیا زہر اگل کر ایک ہزار سالہ مانے ہوئے مجدد کو کس مقام پر لے آنے کی کوشش کی ہے۔ سارا کام، سارے مسائل سُکر کی ناقابلِ اعتبار حالت کی نذر ہوگئے! پوری تعلیم بے اثر ہوگئی

کوئی مجددی ہی ان سے استدلال لے

چوتھے نکتہ میں احمد رضا کا عناد اپنے عروج تک پہنچا ہے، اور یہ بلی مکمل تھیلے سے باہر آگئی ہے، کہ ایسے بے اعتبار عالم سے استدلال لینا ہمارے جیسے کا تو کام نہیں، جو کرے، وہ خود جانے، خود اس کی اپنی ذمہ داری۔ اصل الفاظ پھر دیکھیں! اس میں ان سب بریلوی علماء اور محققین کا رد ہے، جو زمانہ سازی کے لئے، احمد رضا خان کی کسی نہ کسی طرح حضرت مجددؒ سے وابستگی، یا تقلید، یا احترام یا استدلال ثابت کرکے، مجددیوں کو بھی راضی رکھنا چاہتے ہیں۔

ایسا استدلال عقل کا تو کام نہ ہوگا

حالانکہ ان کے امام بریلوی کا امام ربانیؒ کے متعلق دلی عناد اس کا لاشعور تھا، جو یہاں چھلک پڑا۔ عملی طرح اس کا اسی پر عمل رہا۔ ہم سب محقق بریلویوں کو دعوت دیتے ہیں، کہ سر جوڑ کر بیٹھیں، اور اپنے نئے مسلک کے نئے عقائد اور نئے رسوم میں حضرت مجدد کے حوالے ڈھونڈھ کر بتائیں، کہ کن مسائل اور عقائد میں احمد رضا خان نے حضرت مجددؒ کے حوالہ جات سے استدلال کیا ہے۔ ہم نے بریلوی اعلیٰ حضرت کی اپنے مسلک، بریلوی عقائد، اور نئے نئے مسائل پر دلائل کی سب کتابیں تفصیل سے بغور پڑھی ہیں۔ ہم کو تو اس پورے لٹریچر میں دس حوالے بھی نظر نہیں آئے۔ یعنی احمد رضا خان عملی طور پر اپنے ان الفاظ پر عامل رہے کہ "اب کوئی مجددی ان کے کسی قول سے استدلال کرے، اس کو وہ جانے ہم تو............"

تمام جہان کے شیوخ کے دعوے سکر تھے

پانچویں نکتہ کے الفاظ ہماری سمجھ سے بالکل باہر ہیں، کہ وہ کن کن شیوخ کی طرف جاتے ہیں۔ الفاظ بظاہر بڑے ہی خطرناک ہیں، کہ "تمام جہانوں کے شیوخ نے جو دعوے کئے ہیں، (ان میں) ظاہر کردیا ہے کہ ہمارا سُکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہ سے ہوتی ہیں، ناواقفی یا سُکر۔ تمام جہان کے کن شیوخ نے اپنے کون سے دعووں کے لئے کہاں اور کس طرح یہ ظاہر کیا ہے، کہ یہ ان کا سُکر تھا، اس مبہم، لیکن بہت خطرناک جملہ کی وضاحت کوئی مجددی بریلوی ہی کرسکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو پھر آگے آنے کی ضرورت ہے۔

ہمارے خیال میں تو اس سے احمد رضا نے ہر ایک کو ٹھکرا سکنے کی راہ ہموار کرلی ہے اور اکثر مسائل میں اس نے یہی کیا بھی ہے۔ حتیٰ کہ اپنے عقائد، خصوصاً اولیاء اللہ سے استمداد میں پیران پیرؒ کے اصل حوالے بھی کہیں نظر نہیں آتے۔

شاہ ولی اللہؒ طائفہ وہابیہ کے عمائد میں سے

اور اپنے دھرم پر سب سے سخت تھے

پھر شاہ ولی اللہ اور ان کی خاندان کی طرف آئیں۔ بارھویں تیرھویں صدی ہجری میں

اس خاندان کی علمی اور روحانی حیثیت پورے برصغیر میں کسی بھی اختلاف سے اوپر رہی ہے۔ پورے ملک کا ہر ایک عالم اس بات کو اپنے لئے خصوصی اعزاز سمجھتا تھا، کہ اس کی حدیث کی سند اس خاندان سے ملے۔ ڈاکٹر مسعود صاحب بھی کسی طرح اپنے ممدوح امام کے لئے ایسی کوششوں میں مصروف ہیں۔ لیکن خود احمد رضا خان نے اس خاندان کو بھی نظر اندازی، اور دبے الفاظ میں زیر نشانہ رکھا۔ صرف تصوف کے چند مسائل کے سوا، باقی مسائل میں شاہ صاحب اور خاندان کا حوالہ نہیں ملے گا۔ کھلی مخالفت کی تو آسمان پر تھوکنا سمجھ کر جرأت نہ کی۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانی کی طرح دبے الفاظ میں کافی کچھ کہہ کر باقی کام آگے والوں کے حوالے کر گئے اور ان کی ہمتیں بڑھانے کا راستہ صاف کر گئے۔

فتاویٰ رضویہ کی چوتھے جلد کے صفحہ ۱۹۰ پر ان کو طائفہ وہابیہ کے اکابر وعمائد میں سے لکھا۔ اور ''اوخال السنان'' میں صفحہ ۷۶ پر یہ الفاظ لکھے کہ ''اپنے دھرم میں سب سے سخت تر جناب شاہ ولی اللہ''۔ دھرم اور جناب کے زہریلے الفاظ دلی عناد کی عکاسی کے لئے کافی ہیں۔

اب کھلی گالیاں دی جانے لگی ہیں

یہ اشارہ دوسروں کے لئے اس ہستی اور خاندان پر دلیر بن کر خوب کیچڑ اچھالنے کے لئے کافی تھا۔ پہلے بات صرف وہابی سمجھ کر نظر انداز کرنے تک محدود رہی۔ اور ہر ایک اپنے کو سیدھے حوالوں سے دور رکھنے میں ہی عافیت سمجھتا تھا۔ اب نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے، کہ کھل کر گالیاں ہیں۔

ایک کیچڑہ کا کیڑا کیا کیا بول گیا

تازہ دور کے بریلویوں کے جادو بیان مقرر، اور مصنف، اور الم غلم قصوں کو دلائل بنا کر سب کچھ جائز بنانے کے ماہر محمد عمر اچھروی نے اپنی ان ہی مہارتوں میں مقبول کتاب ''مقیاس حنفیت'' میں آخر میں وہابیت کی جو تاریخ اپنی طرف سے گھڑ کر بیان کی ہے، اس میں صفحہ ۵۷۵ سے ۵۷۷ تک شاہ صاحب کے لئے جو لکھا ہے، اس کا خلاصہ اسی طرح کیا جا سکتا ہے، کہ ''حج پر گئے، تو عبدالوہاب نے اس کا علمی اثر دیکھ کر خوب محنت کی اور خصوصی تربیت کی۔

واپس ہندوستان پہنچے، تو باپ کے دین سے پھر کر البلاغ المبین، وغیرہ جیسی کتابیں انبیاء اور اولیاء کی توہین میں لکھیں۔ دہلی میں عام شور برپا ہوا، کہ ولی اللہ وہابی ہو گیا ہے۔ علماء اسلام نے متفقہ طور پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے نئے مذہب کا نام بدل کر اپنے استاد محمد بن عبدالوہاب کی نسبت سے محمدی رکھا۔ چند مالدار لوگ اس کے ساتھی بن گئے، کیونکہ اس نئے مذہب میں اپنے لئے آسانی دیکھی۔ عام لوگ ان کو بڑا مذہبی مجرم سمجھ کر حملہ آور بھی ہوتے تھے..... اس کسمپرسی میں اپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر اپنے دینی وطن نجد جا کر محمد بن عبدالوہاب کے پاس رہ کر وہابیت کے مقتدر نمائندہ کی حیثیت سے وہاں قیام پذیر ہوئے۔ چنانچہ اخیر عمر میں پھر لوٹے اور محمدی مذہب پر ہی لوٹے، اور رہے۔ اسی حالت میں اپنے جانشین دو لائق بیٹے چھوڑے۔ انہوں نے اپنے دادا کا حنفی مذہب پسند کیا۔ لیکن باپ کا اثر ضرور رہتا ہے۔ کچھ نہ کچھ ولی اللہ کا رنگ چڑھا۔ جس کا علماء کرام نے کافی جواب دیا۔

اس کے بعد پھر سید اسماعیل شہید کا ذکر آتا ہے، کہ اس نے بھی شاہ ولی اللہ کی تائید میں اپنا مذہب محمدی کہلایا، اگرچہ تمام مسلمان ان کو بدعتی اور وہابی کے نام سے مدعو کرتے تھے۔ اسماعیل صاحب نے اپنے ساتھ ایک بالکل ان پڑھ شخص سید احمد کو وہابیت میں اپنا ذاتی مدد معاون بنایا''۔

پڑھیں اور عبرت حاصل کریں

ان زعماء کے بارے میں مزید کیا کیا لکھا ہے، وہ کیسے نقل کریں! قارئین کرام سے گذارش ہے، کہ کتاب لے کر صفحہ ۵۷۳ سے ۵۸۲ تک کے صفحات خود دیکھیں، کہ امام ابن تیمیہ سے لے کر ان کے جید شاگردوں، اور پھر تازہ دیوبندیوں تک کن کن کو کس طرح کے دلائل پر، بغیر کسی حوالہ کے اپنی ہی گھڑی ہوئی داستان کے طور پر کیا کیا کہا گیا ہے۔ اور اپنے ہی اندر کا کیچڑہ کس طرح کیسے مزہ لے لے کر کھایا گیا ہے۔ تعجب ہے، کہ کسی کونے سے کسی بریلوی عالم اور محقق نے تلی گواہی کے طور پر آواز نہیں اٹھائی، کہ آخر شاہ صاحب کی یہ سوانح کہاں سے لی گئی۔ اور بغیر ایک بھی حوالہ کے ان شیطانی الفاظ میں یہ ابلیسی الزامات، اور شاہ ولی اللہ اور اس کے خاندان کے زعماء پر، ان کے مقام اور مرتبہ کے مقابلہ میں ایک رینگتے کیڑے کے قلم سے!

وہاں محمد بن عبدالوہاب نے دیکھا کہ بڑا ذی اثر عالم ہے۔ شاہ صاحب سے بڑی محبت وغیرہ اختیار کیا۔ اور اپنے عقائد سے شاہ صاحب کو ورغلانا شروع کیا۔ داناؤں نے سچ کہا ہے

صحبت بد راہ تباہ مے کند — دیگ سیاہ جامہ سیاہ مے کند

باپ کی صحبت نے شاہ صاحب کو رنگا۔ اور حرمین شریفین تک رسائی کروادی جس کے متعلق آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ دیکھئے فیوض الحرمین وغیرہ۔ نجدی کی صحبت بھی تو رسائی بھی گئی۔ اور رنگ بھی جاتا رہا۔ جب واپس پہنچے تو حالت دگرگوں ہو چکی تھی اور اپنے والد ماجد کا خلیفہ ولایت بھی کھو بیٹھے۔ حتٰی کہ والد ماجد کے سلجھے ہوئے مریدین نے جب ہتک آمیز کلمات بزرگوں کی شان میں سنے تو دستِ افسوس ملتے علیحدہ ہو گئے۔ محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ کی چند کتابیں بلاغ المبین وغیرہ انبیاء و اولیاء کی توہین میں شائع کیں مسلمانان ہندوستان کا چونکہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی سعی بلیغ سے حنفیت کا رنگ پکا ہو چکا تھا۔ اور شاہ عبدالرحیم صاحب کی صحبت سے لوگ متاثر تھے۔ شاہ صاحب کی تحریر و تقریر مسلمانوں کو بے رنگ نظر آئی۔ دہلی میں ایک شور برپا ہو گیا کہ ولی اللہ وہابی ہو چکا ہے چنانچہ حیات طیبہ کے صفحہ ۲۱ پر درج ہے کہ تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر فتوے کفر صادر کئے تو شاہ صاحب کا جدی و علمی وقار مٹا منتشر ہو گیا۔ شاہ صاحب نے اپنے نئے مذہب وہابیت کی اشاعت کے واسطے اپنے خاندانی مذہب حنفی کے نام کو بدل کر محمدی رکھوا لیا۔ چنانچہ چند متمول اشخاص شاہ صاحب کے معتقد بن گئے۔ اور مذہبی آسانی اور آزادی دیکھ کر پسند کر لیا۔ اور شاہ صاحب کے ہر وقت حفاظت میں معتقد ہو گئے کیونکہ ہر مسلمان شاہ صاحب کے کلمات کو انبیاء اللہ و اولیاء کرام کے برخلاف برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اور چونکہ مسلمان فرقہ وہابی سے باخبر ہو چکے تھے۔ اس واسطے عوام و خواص ان کو بجائے محمدی کے وہابی ہی کہتے تھے۔ کیونکہ سوائے شاہ صاحب کے اور کوئی نامی شخص وہابی نہ تھا۔ لوگ اُس وقت شاہ صاحب کو بڑا مذہبی مجرم سمجھ کر علحدہ اور بھی ہو گئے

تھے۔ لیکن حکومت اسلامی کے انصاف سے خائف تھے۔ شاہ صاحب نے پیر سنی کی حالت میں اپنے دینی وطن نجد کو آبائی وطن پر مقدم سمجھے ہوئے محمد بن عبدالوہاب کے پاس جا کر وہابیت کے معتقد رہ کر نمائندے کی حیثیت میں قیام پذیر ہوئے۔ چنانچہ اخیر عمر میں جبکہ نئے مذہب کی حالت میں جب ہندوستان پھرے تو اپنے جانشین دو لائق بیٹے شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفیع الدین صاحب چھوڑ گئے۔ ان دو حضرات نے بھی اپنے دادا کے حنفی مذہب کو پسند فرمایا۔ لیکن آبائی اثر ضرور متاثر ہوتا ہے کچھ نہ کچھ شاہ ولی اللہ صاحب کا معمولی سا رنگ چڑھا جس کا علمائے کرام نے کافی جواب دیدیا۔ ان کے بعد ۱۱۹۳ھ میں ان کے بھتیجے اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ علم دین حاصل کیا لیکن تجربہ سے بیچارے بالکل عاری تھے۔ محمد اسمٰعیل صاحب نے بھی شاہ ولی اللہ صاحب کی تائید میں اپنا مذہب محمدی کہلوایا۔ گو تمام مسلمان ان کو غیر حنفی اور وہابی کے نام سے مدعو کرتے تھے۔ آخر آپ نے اپنے ساتھ ایک بالکل ان پڑھ شخص سید احمد بریلوی کو وہابیت کا دستی مدد معاون بنا لیا۔ دہلی میں کچھ حنفیت غالب تھی۔ صاحبزادگان شاہ ولی اللہ صاحب عقیدہ احناف کے مطابق فتوے دیتے تھے۔ بھلا اسمٰعیل صاحب کی کب سنتے۔ اسمٰعیل صاحب چاہتے تھے کہ میں وہابیت کا پرچار کھلم کھلا کروں اور اس مذہب کی اشاعت ہندوستان میں بھی ہو۔ لیکن ان کو کوئی موقعہ نہ ملتا تھا۔ آخر کتاب التوحید مولفہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ترجمانی میں کتاب تقویۃ الایمان صراط مستقیم اور تنویر العینین وہابیت کی تائید میں شائع کیں۔ لوگ سوائے چند اشخاص کے کتابیں پڑھ کر بڑے متنفر ہوئے اور ان کے جواب میں کتابیں لکھیں۔ چنانچہ سکھ قوم حکومت مغلیہ سے باغی ہو کر صوبہ پنجاب کے حاکم بن چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانانِ پنجاب پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ خدایا تیری پناہ۔ اسمٰعیل صاحب نے سیاسی موقعہ سوچا کہ سکھوں کے برخلاف اعلان جہاد کر کے مسلمانوں کو اپنی فوج بنا کر پنجاب فتح کیا جائے تو حکومت وہابیہ قائم ہو جائے

ہونے پر یہ صلہ مل رہا ہے، کہ خلافت کو بچانے کے وعدوں کی بھی دھجیاں بکھیری جارہی ہیں۔اسی طرح ترک موالات میں شامل مسلم زعماء پر بھی جنگ میں ہندوستانی مسلمان سپاہیوں کو بھیجنے کا الزام شرمناک بہتان ہی ہے، جو کم از کم مسعود صاحب کو زیب نہیں دیتا۔

یہ دیکھنے پر ہم بڑے افسوس اور ڈاکٹر صاحب سے معذرت کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہورہے ہیں، کہ مُشرف بہ بریلویت ہونے اور جدید میڈیا کا ہتھیار بننے کے بعد آدمی کا ذہن اور تحقیقی معیار یہ ہوجاتا ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار!

یہ دعوے، یہ کردار!

خصوصاً جبکہ ڈاکٹر صاحب نے اسی کتاب کے حرف آغاز میں اپنی غیر جانبداری دکھانے کے لئے یہ بھی دعویٰ کیا ہے، کہ اس کے تمام اساتذہ اور متعلقین کا تعلق امام احمد رضا کے مخالفین یا ان کے مؤیدین سے رہا۔ اور احمد رضا سے تعلق ان کے اپنے مطالعہ کے بعد ہوا، اور اسی سے ''کیا سنا تھا اور کیا پایا'' کا شعور ہوا۔ تو پڑھے لکھے لوگوں کی غلط فہمیوں کو صحیح فہمیوں میں لانے کے لئے، قلم اٹھایا۔ اور اصل غرض صرف حقائق کی دنیا اور سچی تاریخی تصویر پیش کرنی ہے''۔

یہ ٹھوس دلائل ہیں؟

اب یہ قارئین کرام ہی سوچیں، کہ ڈاکٹر صاحب کو واقعی اعلیٰ حضرت کو پڑھنے اور غیر جانبداری سے پرکھنے کے بعد کیسے ٹھوس واضح حقائق سامنے آئے، جن کو اس نے حقیقت پسند قارئین کے سامنے لانا مناسب سمجھا، کہ دیکھو امام احمد رضا کا رکارڈ کتنا صاف صاف بتارہا ہے، کہ ان پر انگریز نوازی کا الزام غیروں کی سازش ہے!

ڈاکٹر صاحب کی خیال اور تحقیق کی ندرت کو کیا کہا جائے، کہ ہر ایک کی ہر ایک خوبی اور نیکی کو کسی نہ کسی طرح اپنے اعلیٰ حضرت ہی کی جھولی میں ڈالنے کی تمنا اور بنیادی خاکہ لے کر ہی قلم اٹھاتے ہیں۔ ادھر ان کے ممدوح کی حالت یہ تھی، کہ اپنے سامنے علم وعرفان کے نہ معلوم کیسے آسمانوں کو زمین پر اپنے سے نیچے لانے کی کوششوں ہی میں زندگی گذاری۔ آیئے اگلی فصل میں یہی سب کچھ دیکھیں۔

تلافی کی بھی، تو ....

اب قارئین کرام خود نتائج اخذ کریں، کہ اول تو حضرت مجددؒ کا کام کتنا وسیع اور دوراثر تھا، اور اس کے مقابلہ میں احمد رضا کا اگر کچھ کام ہو بھی، تو وہ کیا نسبت رکھے گا۔ ان کو آپس میں مقابلہ کرنے کے بعد، اعلیٰ حضرت کے کام کو زیادہ بتانے والوں کے لئے ڈاکٹر صاحب کو تردید کی ضرورت پڑی بھی، تو کن ملائم الفاظ میں، کہ یہ رجحان غیر مؤرخانہ ہے۔ نہیں ہونا چاہئے۔

بقول غالب- تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی۔

دوسری طرف ملفوظات میں ڈاکٹر صاحب کے ممدوح احمد رضا خان نے جو خود واضح گستاخی کی، ان کو بے وقعت بے اثر بنایا اور بتایا، ان سے اپنی بے اعتنائی ظاہر کی، کہ ''اب کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے، تو اس کو وہ جانے''۔ یعنی خود حضرتؒ کو قابل استدلال ہی نہیں سمجھتے تھے۔ سارے تجدیدی کام کو سکر کہا۔ سب شیوخ کی تعلیم کو زبانی دعوے اور سکر قرار دیا، یہ سب ڈاکٹر صاحب نے قابل توجہ، قابل اعتراض ہی نہیں سمجھا!

لیکن یہ تنقیدیں ہضم کر گئے!

آگے چلیں، تو شاہ ولی اللہ کے لئے جو احمد رضا نے لکھا، پھر دوسروں نے زبان کھولنی شروع کی، جس کا نقطۂ عروج عمر اچھروی کی اوپر دی ہوئی تحریر ہے، ان سب کو اس مؤرخ محقق، ماہر رضویات، اور صرف حقائق پیش کرنے کے دعویدار ڈاکٹر صاحب نے اس اعتراض کے لائق بھی نہ سمجھا، کہ صرف یہی لکھتے کہ'' یہ رجحان غیر مؤرخانہ ہے۔ نامناسب ہے''۔

قارئین کرام! ہم نے حضرت مجدد الفؒ ثانی اور شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ تعالیٰ علیہم کی بریلویوں کے ہاں حیثیت کو تفصیل سے اس لئے بیان کیا، کہ گذشتہ چار صدیوں میں پورے برصغیر کی علمی دنیا پر ان ہی دو شخصیتوں کی چھاپ رہی ہے۔ اوپر پھر نگاہ ڈالیں، کہ ڈاکٹر صاحب بھی شاہ ولی اللہ کے کام کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے کام کا تسلسل قرار دے رہے ہیں۔ اور اپنے اعلیٰ حضرت کی حدیث کی سند کو شاہ ولی اللہ سے ملانے کی کوشش اور فکر میں ہیں۔

پورے ولی اللّٰہی خاندان کو نکال باہر کیا

شاہ ولی اللہ صاحب کا علمی تسلسل ان کے بیٹوں شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے ذریعے چلا۔ ان دونوں کو بھی محمد عمر اچھروی نے نہیں بخشا۔ اس میں اہم ترین نکتہ یہ ہے، کہ برصغیر میں اس خاندان کی علمی عظمت شاہ ولی اللہؒ کی وجہ سے تھی۔ جب ان کو ہی پہلے احمد رضا خان نے طائفۂ وہابیہ کے اکبر وعمائد میں شمار کیا ہے اور ''اپنے دھرم پر بختی سے قائم رہنے والا جناب'' کہا، تو عظمت کی وہ جڑ ہی کٹ گئی۔ بعد والوں نے جو چاہا لکھا۔ اچھروی صاحب یہاں تک پہنچا کہ ''تمام علماءِ اسلام نے ان پر متفقہ طور پر کفر کا فتویٰ دیا''۔ الفاظ پھر دیکھیں، برصغیر کے تمام علماءِ اسلام کا متفقہ کفر کا فتویٰ۔ اس الزام پر بھی کسی بریلوی اور آج کے محقق کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ ادھر شاہ محمد اسحاق کو بھی احمد رضا خان نے ہی فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۲۵۰ پر ہندوستانی وہابیوں کا معلم ثانی قرار دیا ہے۔ اس طرح یہ سارا خاندان بریلویوں کے ہاں کیا رہا؟۔ ڈاکٹر صاحب خواہ مخواہ کوشش کر رہے ہیں، کہ اپنے اعلیٰ حضرت کی حدیث کی سند کا سلسلہ شاہ ولی اللہ سے جوڑیں۔ اس سے کیا فرق پڑے گا؟ پہلے اپنے بریلویوں کو یہ تو سمجھائیں، کہ شاہ ولی اللہ اور اس کا خاندان مسلمان تھا۔

جبکہ وہابی لفظ کا مفہوم یہ مانتے ہیں

کیونکہ خود احمد رضا خان اور اس کے بیٹے جس کو وہابی کہتے ہیں، تو ان کا واضح مطلب واپس نہ لوٹنے جیسی گمراہی اور کفر ہوتا ہے۔ کفری فتوؤں والی فصل میں، فتویٰ نمبر ۲۳ میں ہم نے یہ فتویٰ دکھایا ہے کہ ''وہابیہ کے لئے ہدایت کی دعا فضول ہے۔ وہ کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے''، اور ''اجلی انوار الرضا'' میں صفحہ ۴۴ پر ہے کہ ''وہابی کا تو نام ہی فضول ہے، وہ نہ کبھی دین میں تھے، نہ کبھی ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرما چکے، کہ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے، جیسے تیر نشانہ سے''۔ جب یہ ذہنیت پیدا کی جارہی ہو، تو پھر ان کی سند اور نسبت کی اس ذہن میں اہمیت ہی کیا رہے گی!

بیضاوی اور خازن ائمہ تفسیر نہیں

تفسیر بیضاوی کی اہمیت سے ہر ایک بریلوی عالم بھی واقف ہے۔ ان کے مدارس میں

بھی نصاب میں شامل ہے۔ لیکن چونکہ ''تبیاناً لکل شیء'' کی تفسیر میں اعلیٰ حضرت کا اس سے اختلاف ہے، کہ امام بیضاوی لکھتے ہیں، کہ کل شیء سے مراد دینی علوم ہیں۔ اور احمد رضا خان نے علم ما کان وما یکون کی بنیاد ہی اس آیت کو مانا ہے، تو ان کے بارے میں کیا لکھ دیا، وہ دیکھیں۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ ۷ پر ایسے سوال کا جواب یہ دیا، کہ ''قاضی بیضاوی اور خازن وغیرہ ائمہ تفسیر نہیں۔ کسی فن میں کتاب لکھنا اور بات ہے، اور امام ہونا اور بات ہے''۔ اس عبارت میں ان دو مفسروں کے ساتھ وغیرہ کا بھی لفظ ہے، یعنی جن مفسروں نے اس آیت کا مفہوم احمد رضا خان کے خلاف لکھا ہے، وہ تفسیر کے امام نہیں مانے جاسکتے۔ اس قسم کے اور بھی کئی حوالے دیئے جاسکتے ہیں، کہ اپنے سے اختلاف رکھنے والے کسی امام عالم کو بھی بریلویوں کے اس امام نے سخت تنقید سے نہیں بخشا۔

ابنِ حزمؒ کو ان خطابات سے نوازا

علماء متقدمین پر مزید نظر ڈالیں، کہ کن کن کو کیسے الفاظ میں نشانہ بنایا ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہری پانچویں صدی کے جید علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ امکان کذب کے مسئلہ میں ایک عبارت کے حوالے سے احمد رضا خان نے اپنی گالیوں کی شاہکار کتاب سبحٰن السبوح میں صفحہ ۳۷ پر ان کے لئے یہ شائستہ الفاظ اور القاب لکھے ہیں، ''ان (سید شہید) کے مقتدا ابن الحزم، فاسق العزم، فاقد الجزم، ظاہری المذہب، ردی المشرب...... تک گیا''۔ اور پھر صفحہ ۱۳۳ پر لکھتے ہیں کہ ''وہابیہ کا پرانا امام ابن الحزم، ظاہر المذہب، غیر مقلد منہ بھر کر بک گیا، کہ......''۔

ان متقدمین اکابر کو کس طرح رگڑا ہے!

امام ابن تیمیہؒ کو اکثر علماء نے صدی کا امام تسلیم کیا ہے۔ احمد رضا نے ان کو بدمذہب قرار دیا ہے۔ ان کے جید شاگرد ابن قیم کو بھی اکثر کتابوں میں امام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ احمد رضا خان نے ان کو بھی بدمذہب قرار دیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے، کہ وہ کفر وشرک کی رسومات اور بدعات، اور ان جاہلی عقائد کے معاملہ میں وقت کے حالات کے تحت بہت سخت تھے۔ اب عام بریلوی عالم بھی ان پر تنقید میں بہت جری نظر آتا ہے۔ اور علم کی ابتدائی زمین

پر ابھی رینگنے کی حیثیت اور معیار والے بھی علم کے ان آسمانوں کو ہڑپ کرتے ہوئے ملیں گے۔ بدشد الفاظ تو اب ہر ایک بریلوی کی خصوصی شناخت بن ہی چکی ہے۔

برصغیر کے یہ علمی آفتاب

احمد رضا خان سے کچھ پہلے والا، اور اس کا پورا دور برصغیر کے مسلمانوں کا ہر لحاظ سے ایک انتہائی متحرک دور تھا۔ جس میں دینی، ملی، سیاسی، سماجی، معاشی ہر ایک میدان میں کام کرنے والی انتہائی معیاری شخصیات ابھریں۔ جنہوں نے اس ڈولتی ناؤ کو نہ صرف ڈوبنے سے بچایا، بلکہ نئی قوت دی۔ ہر ایک پہلو کو سنبھالا۔ اور انگریز بہادر کا مسلمانوں کو "ریڈ انڈین" بنانے کا منصوبہ خاک میں ملایا۔ ان میں سے کن کن شخصیتوں کو اعلیٰ حضرت اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے داد ملی، قدر کی گئی اور ان کو سراہا گیا، بریلوی محققوں کو تحقیق کرکے، ان خوش نصیبوں کے نام حوالوں کے ساتھ بتانے چاہئیں۔ ہم کو تو صرف ان کی نگاہ ناز کے شہداء کی ہی لمبی فہرست نظر آتی ہے۔ اور کوئی بچا ہوا نظر نہیں آتا۔

ایک قد آور علمی شخصیت سے نوجوان احمد رضا کی گستاخانہ گفتگو

مولانا عبدالحق خیر آبادی۔ شہید کالا پانی جیل علامہ فضل الحق خیر آبادی کے لائق فرزند اور جانشین، اور علم منطق میں اپنے باپ کی طرح سند مانے جاتے تھے۔ رامپور کے نواب کے ہاں احمد رضا خان کی ملاقات ہوئی، اور علم منطق پڑھنے کی بات ہوئی۔ مولانا خیر آبادی نے باتیں کرتے ہوئے، احمد رضا خان کی رد وہابیت کی مہم پر اعتراض کیا۔ یہاں سے دوٹوک (کسی حد تک گستاخانہ) جوابات دیئے گئے۔ مولانا نے کہا، کہ اگر یہ رویہ ہے، تو پڑھنا تو نہیں ہو سکے گا۔ احمد رضا خان نے جواباً دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا، کہ "ایسے شخص سے منطق پڑھنا اپنے علماء اہل سنت کی توہین ہوگی۔ اس لئے میں نے پہلے ہی آپ سے نہ پڑھنے کا فیصلہ کرلیا ہے"۔ اب یہ سوچیں، کہ اس وقت ایک غیر معروف نوجوان عالم کی ایک مانے ہوئے استاذ الاساتذہ کے آگے کیا حیثیت تھی۔ لیکن کس گستاخانہ طریقہ سے اس نوجوان نے اس محقق عالم کو علماء اہل سنت سے نکال باہر کیا۔ اور اس سے پڑھنے کو علماء اہل سنت کی توہین قرار دیا!

مزید جاہلانہ معیار یہ ہے، کہ ہر ایک سوانح نگار یہ واقعہ لکھتا بھی ضرور ہے، اور اس کو

اپنے اعلیٰ حضرت کی دین کے معاملہ میں غیرت مندی اور حقانی جرأت کرکے پیش کرتا ہے۔ حالانکہ تہذیب کی دنیا میں اس کو بے ادبی اور گستاخی ہی کہا جائے گا۔ دینی علم کا پہلا اہم سبق شیخ سعدی کا یہ شعر ہوتا ہے کہ "از خدا خواہیم توفیق ادب۔ بے ادب محروم گشت از فضل رب"۔ اور یہ بھی مانا ہوا ہے، کہ ہر ایک کو دوسرے سے بات کرتے وقت اس کے مرتبہ اور عمر کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔ مشہور مقولہ بھی ہے کہ "اگر فرق مراتب نہ دانی، زندیقی"۔ اختلاف کے اظہار کے وقت مرتبہ شناسی اور ادب سے ہی تہذیب ظاہر ہوا کرتی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے یہ ماحول پیدا کیا

لیکن بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے شاید ایسا جاگیردارانہ ماحول پایا تھا، جس میں ایسی جرأتیں اور حاضر جوابیاں شہزادوں کی شان سمجھی جاتی تھیں۔ نتیجہ میں اس شہزادہ کا مزاج اس طرح پختہ بن گیا، کہ اس نے شروع ہی سے لے کر، پوری زندگی تک جب بھی اور جس سے بھی، کوئی اختلاف کیا، تو اس کی پگڑی ضرور اتاری۔ یہاں تک کہ اپنے ہم مشرب پیر بھائی علماء بدایوں اور رامپور سے ایک فروعی مسئلہ میں اختلاف ہوا، تو ان کی کیسے تحقیر کی، کیسے کیسے الزامات، کن الفاظ میں لگائے، ان کی تفصیل ہم نے فصل ھفتم میں بیان کی ہے، اور دوسروں کے لئے جو کچھ کہنا مناسب سمجھا ہے، وہ فصل ھشتم میں دیکھ لیں۔

محلہ میں یہ تقویٰ کا ماحول پیدا کیا

حد تو یہ ہے، کہ اس بگڑے مزاج جاگیردار شہزادے نے اپنے محلے والے بچوں کو بھی تہذیب سکھانے کے لئے، خصوصی محنت سے ایک خاص ماحول پیدا کیا۔ تازہ دور کے بریلویت کے محقق اختر شاہ جہان پوری نے تازہ ۱۹۹۵ء میں "سیرت احمد رضا" میں صفحہ ۵۵ پر ایک عنوان قائم کیا ہے "اہل محلہ پر اثر"۔ اس میں لکھتا ہے، کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے محلہ میں تقویٰ کا ایسا ماحول پیدا کر رکھا تھا، کہ کسی چھوٹے بچے کے منہ سے بھی کبھی کوئی گالی یا بدلفظ سننے میں نہیں آتا تھا۔ ان کی سب سے بڑی گالی بے دین، بدعقیدہ، وہابی، چکڑالوی، دیوبندی، غیر مقلد، نیچری، ندوی وغیرہ الفاظ ہوتے تھے"۔

واہ اختر صاحب واہ! اور واہ بریلوی تہذیب!

پڑھنے والے ایک محقق بریلوی عالم کی اپنی تہذیب اور تنقید کا معیار بھی ملاحظہ فرمائیں، کہ لکھتا ہے، کہ کبھی کوئی گالی یا بدلفظ سننے میں نہیں آتا تھا۔ یعنی ان الفاظ کو بدلفظ بھی نہیں سمجھتا۔ پھر اس کو واہ واہ کی داد دیں، کہ اپنے مجدد مائۃ حاضرہ کا خوب اچھا تعارف کرایا ہے۔ محلہ کے چھوٹے بچوں کو بھی ہر وقت علمی آسمانوں کی طرف تھوک کر اپنے منہ کو ہر وقت گندہ رکھنے کا سبق سکھادیا۔ اب وہ جوان ہوگا، تو اس کی ذہنیت کیا ہوگی؟ وقتی اثر والے غیر معیاری بدالفاظ ہوتے، تو بڑے ہونے پر اور سمجھانے پر چھوٹ ہی جاتے۔ لیکن اس مجدد صاحب نے تو یہودیوں کی طرح یہ تعصب اور کچرہ ان کی گھٹی میں ملاکر ان کے مزاج کا حصہ بنالیا۔ اور پھر یہ محقق صاحب بھی اس کو تقویٰ کا ماحول کہہ رہے ہیں۔ اس معیار پر ایک بار پھر پڑھنے والے یہ خود سوچیں، کہ مہذب گھروں میں بچوں کو دوسروں سے اور اپنے سے بڑوں کے بارے میں بات کرنے کی کیا تہذیب سکھائی جاتی ہے، اور اعلیٰ حضرت نے کیا ماحول بنایا۔

اس کا فطری نتیجہ

اس کا فطری نتیجہ یہ نکلا، کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ اس کے صاحبزادوں اور ساتھیوں کا یہ عام مزاج بن گیا، کہ جب بھی کسی سے کسی مخالفت کا ذکر زبان یا قلم پر آیا، تو کچھ نہ کچھ بدزبانیاں ضرور ظاہر ہوئیں۔ جن کا کسی قدر تفصیل سے ذکر اور مثالیں ہم اس کتاب کی آٹھویں فصل میں بیان کر آئے ہیں۔

اس طرح کی ہمت افزائی سے اب یہ عام ماحول نظر آرہا ہے، کہ ایک عام اُدھ پڑھے بریلوی مولوی کے بھی وعظ کا ایک اچھا خاصہ حصہ غیر بریلویوں پر تنقید، الزام بازی، اور بدزبانی میں گذرتا ہے۔ لعنت ملامت کے نعرے اور سیاسی غیر معیاری جلسوں جلوسوں کی طرح کی بازیاں ان کی خاص شناخت بن گئی ہیں۔ مرتد، کافر، رسول کا گستاخ، ملعون، گستاخ، بے ادب، جہنمی وغیرہ کے الفاظ تو اب کوئی برائی ہی نہیں رہی، یہ تو اب بریلوی تہذیب میں عام استعمال کے الفاظ کی حیثیت اختیار کرچکے ہیں۔ البتہ ان سے آگے کے مخصوص الفاظ سے ہی یہ شناخت اور واہ واہ شروع ہوتی ہے، کہ کیا خوب مقرر ہے، کیسا وعظ سنایا۔ کیسے منکروں کے

چھکے چھڑائے!

اپنے لئے بھی اچھا نہیں کیا

بریلوی حضرات اگر سمجھ سے کام لیں، تو عام بے راہ روی کی ان کی ہی ڈالی ہوئی یہ رسم ان کے حق میں بھی اچھی نہیں رہی، مست اندھے ہاتھی کو جنگل سے نکال کر شہر کے دشمنوں کے محلہ کا راستہ دکھانے والے کو، اسی وقت یہ بھی سوچنا چاہئے، کہ ہاتھی کو اپنے پرائے کی مستقل اپنی تمیز تو ہے نہیں، وہ ان کا رخ بھی کرسکتا ہے۔

تازہ ۲۰۰۲ء کے الیکشن میں مولانا نورانی مرحوم نے متحدہ مجلس عمل سے انتخابی اتحاد کیا۔ تو ایسے ہی مست ہاتھیوں نے کھلے چوراہوں پر، پان سگریٹ کی دکانوں پر سگریٹ کے کش لگاتے ہوئے، مولانا مرحوم پر جو جملے کسے، جو فتوے لگائے، ان کو سن کر ہم جیسوں کو بھی دکھ ہوا۔ غداری، کفر، لالچ میں بک جانا، دنیا کی خاطر دین بیچنا، رسول کے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلنا، وغیرہ وغیرہ الفاظ ہر ایک سنجیدہ مہذب آدمی کو بہت بھاری لگے۔ بریلویوں کے لئے اس میں عبرت کے سامان ہیں۔ اگرچہ ہمیں اس قسم کی کوئی امید نہیں۔ تاہم اس واقعہ پر جو ذہنی تکلیف تھی، اس کا اثر ابھی تک تازہ تھا، اس لئے بے اختیار قلم سے نکل ہی گیا۔

بات کو سمیٹنا بھی ہے۔ تاہم بریلویت کی اصل حقیقت سے ناآشنا سمجھدار لوگوں کے آگے، دونوں طبقوں کے مفتیوں کے معیار اور کردار کی مثال پیش کرنا ضروری لگتا ہے۔ بریلوی عام معیار تو آپ نے پچھلی دو فصلوں میں خوب دیکھ لیا ہے، تاہم تازہ حوالہ کے لئے ہم یہاں دو مفتیوں کا معیار پھر سامنے لاتے ہیں۔

علامہ اقبال کس بنا پر کافر ہے

پہلی مثال کی تفصیل آپ نے ہماری دوسری فصل میں دیکھی، کہ اپنے مجدد کی پیروی کرتے ہوئے، علامہ اقبال کے مجموعی کلام اور اس کی نظم ''شکوہ اور جواب'' کے مکمل مضمون کو چھوڑ کر صرف شکوہ کے چند شعروں کے حوالے دے کر، ان پر اعتراضات کرکے، بریلوی محدث اعظم، دیدار علی خان نے علامہ صاحب کو کافر ٹھہرادیا، علامہ اقبال اس علمی معیار کا جواب کیا دیتے۔ زخمی دل سے شعر نکل گئے جو ''روزگار فقیر'' میں ہمیشہ کے لئے اس کے گواہ بن کر رہ گئے۔

اس پر کسی بریلوی محقق نے گرفت نہ کی، تو پھر ایک جاہل نما نوجوان عالم طاہر دانا پوری نے ان کی پیروی میں کتاب تجانب اہل سنت میں صفحہ ۳۴۴ سے ۳۴۵ تک دس صفحات میں پھر سیاق وسباق سے کاٹ کر صرف ''شکوہ'' والے حصے کے چند شعروں سے علامہ صاحب کو پھر کافر بنا دیا۔ اور یہاں تک آ۔ دیا، کہ ان کفروں کے باوجود بھی اگر ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا کوئی اسلام گھڑ لیا ہے۔

یہ ہستیاں زمین کی گردش ماننے پر کافر بنیں

اسی دانا پوری صاحب نے اسی کتاب میں صفحہ ۳۴۴ پر مولانا الطاف حسین حالی، علامہ عنایت اللہ مشرقی جیسی قدآور، اور مخلص ہستیوں کے الحاد اور مرتد ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی ہے، کہ ''یورپ کے ملحدوں کی کاسہ لیسی کرتے ہوئے زمین کو سورج کے گرد حرکت کو مان لیا۔ حالانکہ حضور پُرنور امام اور مجدد وقت احمد رضا قرآن پاک سے ثابت کر چکا ہے، کہ زمین ساکن اور مرکز ہے، اور سب سیارے اور آفتاب اس کے گرد گھوم رہے ہیں''۔ ایسے واہیات فتوے پر بھی بریلوی محقق حضرات نے پردہ پوشی ہی کی، تو نتیجہ یہ نکلا، جو ہم آپ سب نے ۱۹۶۹ء میں دیکھا، کہ جب چاند پر انسان پہنچا۔ دنیا نے ٹی وی پر اس کا مشاہدہ کیا، تو بریلویوں کے اچھے اچھے اور کافی حلقوں نے اس کو صحیح ماننے والوں پر کفر کے فتوؤں کی بھرمار کر دی۔ تقاریر اور مضامین میں اس کی دھوم مچا لی، نتیجہ میں کئی کو اس علمی معیار پر شرمسار ہونا پڑا، اور کافی کچھ لکھنا بھی پڑا۔ (لیکن ڈاکٹر مسعود صاحب ابھی تک اپنے اعلیٰ حضرت کی اقتدا میں ہیں)۔

بریلوی فتوؤں کے معیار

پچھلی فصل میں ہم نے مسلم لیگ کی مخالفت میں بریلوی علماء کی مخالفت کا تحریری ریکارڈ پیش کیا ہے، کہ کن کن الفاظ میں اس پر کفر کے فتوے لگائے گئے۔ اس کو ہر جگہ مظلم لیگ کہا گیا۔ اس کے قائدین کو کافر مرتد اور دوسرا بھی بہت کچھ کہا گیا۔ ان آٹھ رسالوں میں سب سے سخت دو رسالے ہیں، یعنی مارہرہ کے سجادہ نشین کا رسالہ الجوابات السنیہ، اور حشمت علی خان کا ''احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ''۔ دلائل ایسے ہی ہیں، لیکن طاہر دانا پوری صاحب

تجانب اہل السنت میں صفحہ ۲۸۶ پر ان کو قرآنی دلیل کی حیثیت دے کر یہ لکھتے ہیں کہ ''ان کتابوں کے دلائل کا انکار وہی کرے گا، جس کا ایمان قرآن پاک پر نہ ہوگا''۔ کہاں تازہ دور کے سیاسی مباحث، کہاں قرآنی دلائل! کیا ذہنیت وجود میں لائی گئی ہے!

اب آپ سوچیں کہ اس پورے طبقے نے کفر کے کیا ناپ، کیا دلیل بنا رکھے ہیں، مزید چاہیں تو کفری فتوؤں والے باب کو بھی دیکھ لیں۔

اب دوسری طرف آئیے۔ پہلے پچھلی فصل پر پھر نظر ڈال کر دیکھ لیں، کہ قائد اعظم محمد علی جناح کو بریلویوں نے کس قسم کے کفر، ارتداد اور دوسرے نازیبا الفاظ سے نوازا ہے۔ یہاں تک لکھا، کہ اس کو کافر نہ ماننے والے کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی۔

ایک حقانی مفتی کے احتیاط کی مثال

دوسری طرف دیکھئے کہ جہاں علم ہے، معیار ہے، خدا کا خوف، آخرت کے حساب و کتاب اور جوابدہی کا احساس اور یقین ہے۔ فتوے کے مسائل کی نزاکتوں کا احساس ہے۔ وہاں مخالف جماعت کا سرگرم رکن ہونے کے باوجود کیا فتویٰ دیا گیا۔

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ مرحوم، جمعیۃ العلماء ہند کے سرگرم رکن، اور مسلم لیگ کے خلاف تھے۔ اور آخر تک اپنے اسی موقف پر قائم رہے، کہ ملک کی تقسیم مسئلہ کا حل نہیں۔ لیگ اور لیگ والوں کے کردار اور مقاصد پر بھی تنقید کی اور فتوؤں کے جوابوں میں لکھی۔ لیکن کہیں معیار سے نیچے نہیں آئے۔ اس کی فتوؤں کی کتاب ''کفایت المفتی'' حصہ نہم میں کتاب السیاسیات میں یہ سب کچھ موجود ہے۔ آپ اور بریلوی سارا باب پڑھ لیں اور موازنہ کریں۔ بات صاف ہو جائے گی۔ آپ دیکھیں گے کہ:-

کھلی مخالفت کے باوجود نہ محمد علی جناح کو مسٹر جینا کے حقارتی نام سے یاد کیا، نہ اس کے لئے کوئی غیر معیاری لفظ لکھا۔ نہ کفر کا فتویٰ دیا، اور نہ یہ لکھا، کہ اس کو کافر نہ سمجھنے والا خود کافر ہو جائے گا اور اس کی بیوی نکاح سے نکل جائے گی۔ نہ مسلم لیگ کو مظلم لیگ کہا، اور نہ اس کے ممبر بننے اور تائید کرنے والے کو کافر کہا۔ حتیٰ کہ صفحہ ۴۳۱ پر فتویٰ نمبر ۵۳۷ دیکھئے، کہ سائل نے معتبر گواہیوں کے ساتھ بیان کیا، کہ کوئٹہ میں مسٹر جناح نے قرآن پاک کی بے حرمتی کی۔ شراب منگوا کر پی اور علماء کے شان میں گستاخی کی۔ لیکن جواب میں مفتی صاحب نے لکھا

کہ "مجھے جناح صاحب کے عقائد ذاتی طور پر معلوم نہیں، اس لئے ان کے لئے کوئی حکم لگانا مشکل ہے"۔ آگے کے سوال پر فتوے نمبر ۵۳۸ میں پھر جواب دیتے ہیں کہ "مجھے مسٹر جناح کے ذاتی خیالات اور عقائد معلوم نہیں۔ وہ فرقہ شیعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیعوں کے عقائد مختلف ہیں۔ بعض گواہ اور خطاکار ہونے کے باوجود مسلمان کہے جاسکتے ہیں۔ اور بعض کو مسلمان نہیں کہا جاسکتا، مثلاً حضرت علیؓ کی الوہیت یا نبوت کے قائل، یا قرآن پاک کو صحیح اور کامل نہ ماننے والے"۔ ایسا ہی جواب نمبر ۵۳۹ میں بھی ہے۔ مسلم لیگ کے مخالف اور اس کے کام سے مایوس ہونے کے باوجود جواب نمبر ۵۴۰ میں مسلم لیگ میں کام کرنے والوں کے لئے یہ جملہ بھی لکھتے ہیں کہ "البتہ جو لوگ ان کو مخلص اور قومی فداکار سمجھتے ہیں، وہ ان کے ساتھ کام کرنے میں معذور ہیں، ان پر گرفت نہیں"۔

اس طرح سوالات کی مختلف نوعیتیں اور مختلف طریقے، مختلف الزامات وغیرہ ہیں، لیکن محتاط خداترس مفتی کا قلم کہیں کسی کے کفر تک نہیں گیا۔

ہم نے اس کتاب کی دوسری فصل میں کفر کے فتوے میں احتیاط کے بارے میں اسلامی تعلیم اور متقدمین کے اقوال اور عملی نمونے تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اس فصل پر ایک بار پھر نظر ڈالیں، اور خود فیصلہ کریں، کہ اس اہم ترین معاملے میں کون کس راہ پر ہے، اور بریلوی اندھیر کی کس سطح پر ہیں۔ اور ایک خداترس محتاط مفتی کا کیا معیار ہوا کرتا ہے۔

ایسے شہداء کی تفصیل اور تعداد

انجمن ارشاد المسلمین لاہور نے ۱۹۷۹ء میں مولانا مدنیؒ کی کتاب "الشہاب الثاقب بع غایۃ المامول" شائع کی، تو اس کے مقدمہ میں انوار احمد خان نے صفحہ ۱۰۰ سے ۱۳۰ تک متقدمین علماء و اکابر میں سے ۱۶، انیسویں بیسویں صدی کے مانے ہوئے جید علماء اور زعماء میں سے ۵۴، اور عوامی بہبود کے لئے قائم کی ہوئی جماعتوں اور تنظیموں میں سے ۴۰ کے نام حوالوں کے ساتھ دیئے ہیں، جن کو احمد رضا سے لے کر تازہ دور کے بریلویوں نے کافر قرار دیا ہے۔ ان میں یہ قوم کے مانے ہوئے خیر خواہ عالم اور تحریک بیداری میں نمایاں کام والے حضرات بھی شامل ہیں۔

خیر آبادی سلسلہ کے خاتم جید عالم، تحریکِ آزادی اور خلافت و ترکِ موالات تحریک

کے مجاہد رکن مولانا معین الدین اجمیری، مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی، جو مولانا عبدالحق خیر آبادی کے شاگرد اور باوقار جید عالم تھے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، (جو تحریکِ خلافت کے بانی مبانی تھے۔ اس پر احمد رضا خان نے ۱۵۱ کفری الزام لگائے، اور طویل خط و کتابت کا سلسلہ چلا، جو "الطاری الداری علی ہفوات عبدالباری" کے نام سے تین جلدوں میں شائع کی گئی۔ عجیب سلسلہ ہے، ادھر سے بچاؤ، اُدھر سے حملوں کی بوچھاڑ)۔ تحریکِ خلافت اور ترکِ موالات میں حصہ لینے والے بدایونی ہم مشرب جید علما، عبدالماجد بدایونی اور عبدالقدیر بدایونی اور عبدالحامد بدایونی، بابائے خلافت مانے جانے والے علی برادران یعنی مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی مرحوم، (جس نے اپنے اخبار زمیندار کو ایک تحریک کی شکل دی۔ اس پر بریلوی فتووں کو کتابی شکل میں لاکر اس کا نام رکھا، "سیف الجبار، علی کفر زمیندار، المعروف بہ القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرۃ" یعنی صرف رب جبار کی تلوار پر بھی راضی نہ ہوئے، بلکہ عنوان میں ہی گدھا کہنا بھی ضروری سمجھا گیا)۔ مولانا شبلی نعمانی، (جس نے ندوۃ المصنفین کے ذریعے اسلامی تاریخ پر بے بہا تحقیقی کتابیں قوم کے سامنے اردو میں پیش کیں۔ ان کی لافانی اور لاجواب کتاب سیرۃ النبی اور الفاروق کو ناپاک کتاب کا لقب دیا گیا)۔ مفسرِ قرآن اور قرآنی علوم پر بہت قیمتی تحقیقی کام کرنے والے مولانا عبدالماجد دریابادی، (جس کی انگریزی تفسیر کی شان ہی اپنی ہے۔ اس کو اکثر مرتد تھانوی کے چیلے کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے)۔ مولانا ابوالکلام آزاد، شاعرِ اسلام مولانا الطاف حسین حالی، ندوۃ العلماء لکھنو کا پورا ادارہ، (جس کے خلاف بقول احمد رضا کے بھی صرف اس نے ہی پچاس رسالے لکھے۔ حالانکہ اسلامی علوم، تاریخ، جدید مسائل، جدید ذہن کے شبہات، تاریخ تفسیر فقہ و حدیث و تصوف وغیرہ موضوعات پر ان کی بے بہا کتابوں کے جوڑ کی ایک بھی کتاب کسی بریلوی نے آج تک نہیں لکھی)۔ سر سید احمد اور سب رفقاء کار اور ان کی قائم کردہ مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی، وغیرہ وغیرہ۔

باقی کون اور کتنے بچے!

یہاں تک کہ ان کے نام گنوانے کی بجائے بریلویوں سے یہ سوال پوچھنا زیادہ مناسب لگتا ہے، کہ تحقیق کرکے بتائیں، کہ برصغیر کی نشاۃ ثانیہ کے اس اہم ترین دور میں

مسلمانوں کی دینی سماجی سیاسی اور معاشرتی بھلائی اور بیداری کے میدانوں میں کام کرنے والی شخصیات میں سے کون سی وہ ہیں، جو بریلوی حلقہ کی تکفیر سے بچ گئیں۔ ابھی تک ہم کو تو کوئی نظر نہیں آ سکا ہے!

ان سب پر یہ فتوے، مع بدزبانیوں کے تقریباً اسی قسم کے ادھورے حوالوں کی وجہ سے ہیں، جن کی مثال ہم نے ابھی تھوڑا پہلے علامہ اقبال پر کفر کے فتوے میں دکھائی۔ یا ایسے حوالوں سے ہیں، کہ اعلیٰ حضرت زمین کا ساکن ہونا قرآن سے ثابت کر چکے، اعلیٰ حضرت اس بارے میں یہ فیصلہ دے چکے۔ علماءِ حرمین کتاب حسام الحرمین میں ان کے لئے یہ لکھ چکے، سجادہ نشین مارہرہ اور مولانا حشمت علی یہ لکھ چکے۔ جب قائداعظم شیعہ ہیں، اور لوگ ان کے کردار کے بارے میں یہ مشہور ہے، تو کافر ثابت ہوا، وغیرہ وغیرہ۔

آپ فتوؤں والی فصل میں یہ بھی دیکھ چکے ہیں، کہ رافضی، وہابی، غیر مقلد، چکڑالوی کے لفظ کے ساتھ کفر کا لفظ جوڑ دیا گیا ہے۔ اب جس کے ساتھ یہ نام آئے گا، وہ کافر ہی نہیں، بلکہ مرتد گنا جائے گا۔ اور چونکہ مرتد ہے، اس لئے اس سے دنیوی معاملات میں غیر مسلموں والا سلوک بھی جائز نہیں ہوگا۔ اس سے نفرت لازم۔ اس کی راتیں حرام اور اولاد ولد الزنا ہوگی۔ کوئی ایسی سماجی تنظیم یا کاروباری جماعت بنائی، جس میں بریلوی دیوبندی رافضی، وہابی کی تمیز نہیں ہوگی، تو وہ بھی سب کافر اور مرتد ہو جائیں گے۔ کیونکہ یہ مرتدوں کے ساتھ اتحاد کو عیب نہیں سمجھتا۔

نتیجہ ظاہر ہے، انوار احمد صاحب کو تو صرف بڑے بڑے ناموں میں سے ستر نظر آئے۔ اگر غور سے دیکھا جائے، تو خود بریلویوں سے بھی غیر بریلویوں سے میل جول رکھنے، شادی بیاہ کرنے والے، دفن کفن میں شریک ہونے والے، حرمین میں باجماعت نماز پڑھنے والے سب دین سے نکل جائیں گے، تو پھر باقی پورے برصغیر یعنی آج کل کے پاکستان بھارت اور بنگلہ دیش کے چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے کتنے مسلمان جنت میں جانے کے لائق بچیں گے؟ یہ ان حقائق سے آگاہ ہونے والا ہر ایک اپنی معلومات کے مطابق تعداد مقرر کرے اور بتائے۔ اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائے، و هو نعم الحفيظ.

بریلوی محققین کو تو یہ سب کچھ نظر نہیں آیا۔ لیکن پڑھنے والوں میں سے جن کو بھی مقام تاریخی ہستیوں سے واقفیت حاصل ہے، وہ سوچیں، کہ ان میں کتنی ایسی ہستیاں ہیں،

جو علم و عرفان یا سماجی اور معاشرتی اور علمی خدمات کی وجہ سے اس میدان کا آسمان کہا اور مانا اور سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ ان پر طعن کرنے والوں میں سے اکثر کی علمی اور عملی حیثیت ان کے مقابلے میں بے آب و گیاہ زمین ہی کی سی ہے۔ پھر سوچیں، کہ اس عنوان کے لئے ہمارے یہ الفاظ ہی مناسب ہو سکتے ہیں، کہ:

<u>زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے!</u>

فصل یازدہم

صفحہ ۳۰۳-۳۵۶

ایک اوھن البیوت کبیت العنکبوت

علمی دنیا کا عظیم ترین دھوکہ۔ صرف چار دیوبندی علماء کی ایک ایک عبارت پر پورے دیوبندی طبقہ پر کفر کا الزام۔ ان عبارات میں کسی دوسرے عالم کو کفریہ مضمون نظر نہیں آیا۔ آخر تک کسی عالم نے ان کی تصدیق نہیں کی۔ پیر کرم شاہ کا کھلا اعلان کہ الزام غلط ہے۔ ایک سو برس میں کوئی بریلوی کوئی پانچویں عبارت نہیں ڈھونڈھ سکا۔ پھر بھی آج بھی ہر ایک کا اصرار۔ اور حیرت انگیز تائیدیں۔ اور مزید دھوکے۔

فصل یازدہم

اعلیٰ حضرت کے دیوبندیوں پر الزامات

عرف

ایک "اوھن البیوت کبیت العنکبوت"

بدعت اور بریلویت ایک الزامی مسلک ہے

قارئین کرام

بدعت اور بریلویت ایک الزامی مسلک ہے۔ ان کے گلشن کا کاروبار بغیر الزامات اور دوسروں کی لاشوں پر اپنی بنیادیں قائم کرنے کے چل ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ ان کے پاس اپنے بدعتی عقائد اور رسوم کے لئے قرآن وحدیث، فقہ اور اسلاف کے عقائد کے مستند دلائل نہیں ہوا کرتے۔ ان کی کل پونجی، بے جوڑ مثالیں، غیر معتبر روایتیں اور کہانیاں ہی ہوا کرتی ہیں۔ ان کوزہ وردار بنانے کے لئے دوسروں کے لئے اللہ، رسول اور اولیاء کرام کی گستاخیوں کے الزام اور تحقیر ان کی سب سے اہم ضرورت ہوا کرتی ہے۔

انہوں نے کچھ اس قسم کا ماحول پیدا کر رکھا ہے، کہ اکثر ہر ایک محفل اور وعظ وتقریر، ہر ایک رسالہ کا اصل مواد کچھ بھی ہو، لیکن درمیان میں یا تمہید میں یہ نکتہ کسی نہ کسی طرح بدشد الفاظ کے ساتھ ضرور آئے گا، کہ دیوبندی حضور کریم ﷺ کے گستاخ ہیں، وہ ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں، کہ کس طرح ان کی شان بڑھنے نہ پائے۔ آپ کے معجزات کے منکر ہیں۔ درود شریف نہیں پڑھتے۔ اولیاء کرام کی شان کے منکر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

محفل کا موضوع کچھ بھی ہو، لیکن اگر کسی بریلوی نے تبرک کے طور پر اس نکتہ پر کچھ نہیں کہا، تو پڑھنے یا سننے والا یونہی بے مزہ ہو کر اٹھے گا، کہ:۔

آج غالب کچھ غزل سرا نہ ہوا

اس کی ایک اچھی اور جامع مثال وہ ہے، جو مشہور ادیب مولانا ماہر القادریؒ نے اپنی وفات سے تقریباً دو سال پہلے، اپنے ماہوار رسالہ "فاران" کی جولائی ۱۹۷۶ء کی اشاعت میں، ایک بریلوی کتاب کے تبصرہ میں، اپنی مثال دے کر لکھی تھی۔

مولانا ماہر القادری، بدایون کے حالات بتاتے ہیں

مولانا مرحوم لکھتے ہیں، کہ ان کا جنم (بدایون ضلع میں) ایسے گاؤں میں ہوا، جہاں سَو فیصد بریلوی عقائد والے مسلمان تھے۔ ہم کو یہ بات ذہن میں بٹھائی گئی تھی کہ وہابی درود شریف نہیں پڑھتے، اور رسول کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے کد اور عناد رکھتے ہیں۔ دیوبندی حضور کریم ﷺ کی تنقیص کرتے ہیں۔ اور یہ دیوبندی اور وہابی گمراہ کافر ہیں۔ اس طرح ذہن یہ بنا، کہ کسی کتاب پر کسی دیوبندی عالم کا نام تعظیمی القاب سے لکھا ہوا دیکھتا، تو ان کی جگہ گالیاں لکھ دیتا۔

ایک بار باہر سے ایک بارات آئی، ان لوگوں نے محلے کی مسجد میں نماز میں بڑے آواز سے آمین کہی، تو لوگوں نے نماز توڑ کر، ان کو مسجد سے نکال دیا اور وضو کرنے والے لوٹے توڑ دیئے، کہ وہابیوں کے وضو کرنے سے یہ ناپاک ہوگئے ہیں۔

ہم کو بتایا گیا تھا، کہ اللہ پاک نے اولیاءِ کرام کو یہ قدرت عطا کی ہے، کہ وہ اس دنیا کا نظام چلاتے اور قریب و نزدیک سے لوگوں کی فریادیں سنتے ہیں۔ حضور کریم ﷺ کو تو وہ علی کل شیءٍ قدیر سمجھتے تھے۔ حضرت غوث اعظم سے عقیدت کی انتہا نہ تھی۔ اٹھتے بیٹھتے "یا غوث یا پیر دستگیر مدد کر" جیسے الفاظ ان کا سب سے محبوب مشغلہ تھا۔ ان کو یہ بتایا گیا تھا، کہ حضرت غوث پاک کا جلال اب کم ہوگیا ہے، ورنہ پہلے بغیر وضو کے ان کا نام لینے والے کی زبان کٹ جاتی تھی۔ کسی کے پاؤں کے نیچے تبرک آ گیا تو وہ اس بے ادبی کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا۔ میں بچپن میں میلاد پڑھتا تھا، اور جوان ہو کر وعظ کی مشق ہوگئی، تو ایسی روایتیں خوب جوش سے بیان کرتا، اور اپنی طرف سے بھی ملا دیتا تھا۔ (آج کا نقشہ بھی بالکل یوں ہی ہے)

ایک بار رجبی کی محفل میں وقت کے مشہور علماء مثلاً مولانا عبدالقدیر بدایونی، عبدالماجد بدایونی، نثار احمد کانپوری، فاخر شاہ الہ آبادی وغیرہ آئے۔ ہر وعظ و تقریر میں دیوبندیوں اور وہابیوں پر طنز و تعریض، بلکہ لعنت و ملامت کی جاتی تھی۔ مولانا فاخر شاہ نے اپنی تقریر میں

فرمایا، کہ وہابی اور دیوبندی کہتے ہیں، کہ اولیاء کرام اولاد نہیں دے سکتے۔ ہم ان کو کہتے ہیں کہ اپنی عورتیں ہمارے ہاں بھیج دو، ان کو اولاد مل جائے گی"۔

ایک بدایونی صاحب نے شیخ سعدی کا فارسی شعر پڑھا، کہ گلاب کے ساتھ والی خوشبودار مٹی نے کہا، کہ گلاب کی صحبت کی وجہ سے میں بھی خوشبودار بن گئی، تو اولیاء کرام، جو اللہ کے مقرب بندے ہیں، ان میں اس قرب کی وجہ سے اللہ کی صفات کیوں نہیں آ جائیں گی۔ ایسی باتوں پر خوب واہ واہ ہوتی تھی۔

جب میرا جانا اور قیام حیدرآباد دکن میں ہونے لگا، تو دیوبندی علماء، قاری محمد طیب، مولانا شبیر احمد عثمانی وغیرہ کی تقاریر سننے کے مواقع ملے، نہ کسی پر طنز، نہ تنقید، نہ بریلوی عقائد کا نام، نہ ان کا رد۔ سیدھے اپنی بات کر رہے ہیں، اکثر موضوع رب پاک کی ربوبیت، رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک، صحابہ کرام کے احوال، اولیاءِ اللہ کے اقوال و احوال۔ کبھی اختلافی مسائل کا بیان ہوا بھی، تو نہایت سیدھے سادے الفاظ میں اپنی بات کہدی۔ کبھی یہ ذکر نہیں سنائے، کہ جن کے عقائد ہمارے جیسے نہیں، وہ کافر ہیں وغیرہ ہیں۔ بریلوی اور بدایونی کا تو نام ہی تقریر میں نہیں لاتے تھے۔ اس فرق نے ذہن کو جھنجھوڑا۔

اپنی بدعتیں اس طرح ثابت کرتے ہیں

میٹرک پاس کرنے کے دو سال بعد ۱۹۲۸ء میں مولانا عبدالقدیر بدایونی کے کہنے سے حیدرآباد دکن آیا تھا۔ ایک رسالہ کے ایک مضمون اور مسائل کے لئے، فقہ کی مختلف کتابوں کی چھان بین کرتے رہنے کی ضرورت تھی۔ ہمارے ذہن میں بٹھا دیا گیا تھا کہ عرس، نذر و نیاز، میلاد، قیام، سوئم، چہلم، گیارھویں، وغیرہ مستحب کام ہیں، ان کو بدعت سمجھنے والا اہل سنت والجماعت کے دائرے سے خارج ہے۔ ادھر جب فقہ کی کتابیں دیکھیں، تو ایسی باتوں کا کہیں بھی ذکر نہیں ملا۔ کئی مسائل میں دیکھا، کہ ایک معجزہ کے طور پر کھجوروں اور طعام میں برکت کے لئے حضور کریم ﷺ نے جو دعا کی تھی، اس کو فاتحہ کے کھانے پر فاتحہ پڑھنے کی دلیل بنا دیا گیا ہے۔ ایک قبر پر عذاب کی کمی کے لئے آپ ﷺ نے سبز شاخ رکھی تھی، اس کو اولیاء اللہ کی قبروں پر (عقیدت کے طور پر) پھولوں کی چادریں چڑھانے کی مثال بنا دیا گیا ہے۔ صبر و صلوٰۃ سے استعانت والی آیت کو اولیاء، انبیاء سے استعانت کی دلیل بنا دیا گیا ہے۔

حالانکہ صبر وصلوٰۃ سے تو آج تک کسی نے مدد نہیں چاہی۔ (صرف استعانت کے لفظ کی وجہ سے کس استعانت کو کس پر چسپاں کیا گیا ہے)۔ وغیرہ وغیرہ۔ عجب انکشافات ہوتے گئے۔

اللہ پاک سمجھ دے، تو..........

ایک بار مولانا عبدالقدیر بدایونی حیدرآباد دکن تشریف لائے، تو عرض کی، کہ حضرت! عرس کے موقع پر اکثر زائرین قبروں کا طواف کرتے ہیں، چومتے ہیں، چادریں اور پھول چڑھاتے ہیں، گاگروں کے جلوس نکلتے ہیں، چراغ جلائے جاتے ہیں، عرضیاں لکھ کر جالیوں اور دروازوں پر لٹکا دیتے ہیں، تو ان میں کوئی فعل بدعت بھی ہے؟ مولانا نے تند و تیز لہجے میں فرمایا کہ "بدعت صرف مولوی اشرف علی کا نام ہے"۔ بس! اس دن کے بعد ان مسائل پر پھر مولانا سے کوئی بات نہ کی۔ (بات سمجھ میں آ گئی)

ہم نے مولانا مرحوم کے پورے بیان کے ایک حصے کی یہ طویل تلخیص اس لئے بیان کی ہے، کہ قارئین کرام کو بدعت اور اہل بدعت کے اصل تقاضے، مزاج اور خد و خال معلوم ہو جائیں، تقریباً پون صدی کے بعد آج کل بھی دونوں طرف کا ہر ایک پہلو میں مقابلہ کریں، تو ہر لحاظ سے رویہ ایک ہی قسم کا ملے گا۔

اس ریختے کے میر اور بھی تھے

اس سے ہماری غرض یہ دکھانا بھی تھا، کہ قارئین کرام کو یہ نکتہ مدِ نظر اور ذہن نشین رہے، کہ بدعات میں بدایونی حضرات احمد رضا خان اور بریلوی طبقے کے پیش رو تھے، اور فاضل بریلوی ان کے مقلد اور خوشہ چین تھے۔ ان ہی مولانا عبدالقدیر بدایونی کے دادا حضرت یعنی مولانا فضل رسول بدایونی پہلے بدعتی عالم تھے، جنہوں نے وہابیہ کے رد میں پہلی تحریری کتاب لکھی تھی۔ ان کے فرزند مولانا محب الرسول عبدالقادر بدایونی اس معاملے میں فاضل بریلوی کی ایسی پسندیدہ شخصیت تھے، کہ ان کو تاج الفحول کا لقب دیکر، ان کی شان میں ایک سو سے زیادہ اشعار کا مدحیہ قصیدہ "چراغِ انس" کے عنوان سے لکھا جو حدائق بخشش جلد اول میں موجود ہے۔ ان ہی عبدالقادر بدایونی نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس سے اختلاف کیا، اور ایک رسالہ "ابطال اغلاط قاسمیہ" لکھا، جس پر کچھ علماء سے تصدیقیں بھی

لکھوائیں، لیکن فاضل بریلوی کی طرح اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ نہ اتنے سخت الفاظ استعمال کئے، نہ ہی تہذیب کی حدود سے باہر گئے۔

اعلیٰ حضرت سے قطعی مختلف تھے

لیکن اعلیٰ حضرت بریلوی وہ چیز تھے، کہ جمعہ کی خطبہ کی اذان پر اختلاف ہوا، تو ان پر بھی اور دوسرے ایسے ہی ہم مسلک بدعتی طبقہ رامپور اور پیلی بھیت کے علماء پر بھی ۶۳۶ اور ۲۰۲۵ قطعی کفر ثابت کرتے رہے۔ جن کی تفصیل ہم الگ فصل بہ عنوان "اک ذرا سی بات پر" میں دے چکے ہیں۔

پھر اس میں زبان بھی ایسی استعمال کی، کہ اس پر بدایون کی عدالت میں "ازالہ حیثیت عرفی" کا مقدمہ درج کیا گیا۔ جس سے اعلیٰ حضرت حد سے زیادہ گھبرائے۔ آخر رامپور کے والی نواب حامد علی نے بیچ میں آکر یہ مقدمہ ختم کروایا، تو پورا ایک مہینہ بریلی میں مبارکبادی جشن منائے جاتے رہے۔ جن کے ٹھاٹھ باٹھ کا ذکر، اس کے بھتیجے حسنین رضا نے سوانح اعلیٰ حضرت میں پورے ایک صفحے میں بیان کیا ہے۔ بدعات کے اتنے رسیا، اور بدعت کے مخالفوں کے بارے میں ایسی نفرتیں پھیلانے کے باوجود، یہ تینوں گروہ، بہرحال اپنے طور پر علمی کاموں میں مشغول تھے۔ مدرسے چلا رہے تھے۔ خود پڑھاتے تھے۔ وعظ و تبلیغ کے کاموں میں مشغول تھے۔ اپنی جگہ پیر طریقت کی مسندیں سنبھال کر، ذکر و اذکار اور تزکیہ نفس اور اصلاح کردار پر باقاعدہ عامل تھے۔ مخالفوں کی تحقیر میں زبانی جمع و خرچ تو کافی چلتا تھا، لیکن تحریر میں محتاط تھے۔ احمد رضا خان والے الزامات اور زبان کے مقابلے میں وہ اس کے ایک دو فیصد تک بھی نہیں پہنچیں گے۔ کسی مخالف پر کفر کا تحریری فتویٰ نہیں دیا۔

قومی دھارے میں بھی شامل رہے

اس کے ساتھ وہ قومی دھارے میں بھی شامل تھے۔ خلافتِ تحریک اور ترکِ موالات میں اور بعد میں جنگِ آزادی میں مولانا عبدالحامد بدایونی، عبدالماجد بدایونی جیسے علماء کی خدمات نمایاں ہیں۔ اس سے پہلے ۱۸۹۰ء سے لے کر بلقان، سمرنا، تھریس اور دوسری مسلمان

ریاستوں میں انگریز کی سازشوں، اور مظالم کے خلاف وہ عام مسلمانوں کے دھارے میں شامل تھے۔ قادیانی فتنہ ابھرا، ان میں سے کئی دیوبندیوں کے ساتھ ساتھ کام کرتے نظر آتے ہیں۔ سرسید احمد کی دنیوی تعلیمی اشاعت کی انجمنوں، شبلی نعمانی کی دارالمصنفین اور ندوۃ العلماء کے اداروں سے انہوں نے ایک حد تک اختلافات تو دکھائے، لیکن وہ اختلافات کی حد تک رہا۔ ان کو کافر اور مرتد قرار دے کر احمد رضا کی طرح لنگوٹ باندھ کر ان کے پیچھے نہیں پڑ گئے۔ دیوبندیوں کے خلاف احمد رضا نے کفری الزام لگائے، تو ساتھ نہیں دیا۔ اس کی حسام الحرمین کو خالص ایجاد بندہ کہتے تھے اور کبھی اس پر دستخط نہیں کئے۔ نجدیوں کے حرمین پر قبضے کے بعد بریلویوں کی طرح نہ یہ مہم چلائی کہ ان کے اقتدار تک حج ساقط رہے گا، اور نہ یہ فتویٰ دیا کہ نجدیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوگی۔ صرف مقبرے گرانے پر زوردار احتجاج تک محدود رہے۔

احمد رضا خان کا سب کچھ قطعی مختلف تھا

ان کے مقابلے میں، بلکہ دنیا جہان کے کچھ نہ کچھ نام پانے والے علماء کے مقابلے میں، کسی خوبی، کسی پہلو میں احمد رضا خان کے پاس کچھ بھی تو نظر نہیں آتا۔ نہ پڑھنا، نہ پڑھانا، نہ مدرسہ، نہ زہد و تقویٰ، نہ تصوف، نہ مسند، نہ عالمانہ مزاج، نہ عالمانہ زبان، نہ وعظ و نصیحت، نہ تزکیۂ نفس کی مسند اور محفلیں، نہ حدیث پر کوئی تصنیف و شغف، نہ قرآن پاک کے تفسیر اور تشریح سے دلچسپی، ہر ایک خانہ خالی ہی نظر آتا ہے، خود پسندی اور خود نمائی اتنی، کہ اپنے مستند اساتذہ نہ ہونے پر بھی فخر ہے، اٹھائیس دنیوی علوم کے آسمانی فیض پر بھی فخر ہے، اپنے مغفور ہونے اور ایمان پر خاتمہ کی بشارت پر بھی اعتماد ہے۔ دنیا کے پہلے اعلیٰ حضرت کہلانے پر بھی فخر ہے۔ اپنے مزاج کی گرمی پر بھی فخر ہے، غرض یہ کہ ان کا ہر ایک مانا ہوا عیب بھی ان کے لئے قابل فخر ہی رہا۔ اپنے مسلک کو اپنا دین و مذہب بتا کر، شریعت کے مقابلے میں لانے پر بھی فخر ہے۔

یہ سب کچھ ہم چوتھی فصل میں حیات کے اصلی حقائق میں تفصیل سے دکھا آئے ہیں۔ ہمارے دیئے ہوئے وہ حقائق ہی مستند ہیں۔ باقی سب صرف سوچی سمجھی مدح سرائی ہی نظر آتی

ہے، جن کے لئے کسی کے پاس کوئی مستند حوالہ نہیں۔ جن کی جھلک آپ کو فصل سویم میں خصوصاً، اور پھر دوسری مختلف جگہوں پر نظر آئے گی۔

دیوبندیوں کے خلاف مہم پر ہم کو تعجب نہیں

زیر بحث عنوان کی یہ تمہید روانی میں کافی طویل ہوگئی۔ لیکن بریلویوں کے اعلیٰ حضرت کی یہ اعلیٰ ترین خوبیاں اتنی اور ایسی ہیں، کہ بات چل نکلتی ہے، تو ان کی وضاحت کے بغیر چارہ بھی تو نہیں رہتا۔ بہرحال آیئے اس فصل کے اصل عنوان پر چلیں:

بریلویوں کے اعلیٰ حضرت کا اپنے لئے چنا ہوا، یا ان کو سونپا ہوا منصب صرف یہی تھا، کہ ملک کے مضبوط ترین اہل سنت والجماعت طبقے کو دو حصوں میں بانٹا جائے، اور رائج بدعتوں کو تحریری سند دے کر جہلاء میں ان کو مستند بنا کر مضبوطی سے رائج کیا جائے۔ اسی لئے صرف اسی بارے میں اس کا لکھا ہوا مواد اُسی وقت سے آج تک ہر جگہ موجود ملتا اور شائع ہوتا رہتا ہے۔ ہم کو بھی بڑی تلاش کے بعد فوٹو اسٹیٹ حاصل کرنے کے بعد بھی ادھر ادھر سے صرف یہی مواد تقریباً ستر چھوٹی بڑی کتابوں کی شکل میں مل پایا ہے۔ باقی ۵۴ علوم پر ہزار کتابوں کے صرف دعوے ہی دعوے ہیں، جو اسی برس گذرنے کے بعد بھی صرف دعوے ہی ہیں۔ حتیٰ کہ احیاء نو کی مہم کے ۳۵ برس میں بھی لمبے دعووں کی بھرمار کے باوجود ۳۵ چھوٹی موٹی کتابیں بھی منظر عام پر نہیں لائی جا سکی ہیں۔ یعنی اس دس منی دیگ میں چاول صرف یہی دس کلو تھے، جو سب باہر آ چکے۔ باقی کو عالم اور مالی وسعت رکھنے والے بیٹوں بھتیجوں نے بھی بند ہی رکھنا مناسب سمجھا۔ جس کی تفصیل ہم فصل سوم میں بیان کر چکے ہیں۔

بعد والوں کی تائید پر ضرور تعجب ہے

بہرحال ہم کو تعجب صرف بعد کے بریلوی حضرات پر ہے، جو یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی، تازہ احیاء نو کی مہم میں اس "بیت العنکبوت" کو بھی ایک مضبوط آہنی قلعہ ثابت کرنے میں عقل، عام فہم، دیانت کے سارے معیاروں کی پست ترین سطح تک آ کر، ایک اور "اوہن البیوت" بنانے میں لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حالانکہ دیکھا جائے، تو عملی طور پر وہ خود بھی

اپنے اعلیٰ حضرت کی اس کفری مہم کے کافی پہلوؤں پر شرمسار نظر آتے ہیں، اور کئی کفری فتوؤں کو خود بھی چھپانا ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً: بدایوں، رامپور اور پٹیلی بھت کے ہم مسلک علما سے محاذ آرائی، اور سینکڑوں کفری الزامات، سید اسماعیل شہید پر سُبحٰن السبوح اور الکوکب الشہابیہ میں لگائے ہوئے اللہ پاک کے بارے میں شرمناک الزامات اور عقائد، ان ہی عقائد کا علماء دیوبند اور غیر مقلدوں پر بھی الزام، شیعوں اور اہل قرآن، اور سرسید کے طبقوں کو بھی دیوبندیوں والی کفریہ فتوؤں میں شامل رکھنا۔ اور دوسرے اہم حقائق، ان سب کو اب بریلوی علما، اور محقق بھی چھپائے ہوئے ہی ہیں۔

اب آیئے دیکھیں، کہ اعلیٰ حضرت کی جب یہ سب چالیں ناکام ہوئیں، اور دیوبندیوں کے خلاف سیدھی مہم چلانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نظر نہیں آیا، تو کتنی محنت سے کس طرح دیانت اور دنیوی حیا، وشرم کا کس دیدہ دلیری سے خون ناحق کرنے سے بھی نہ چوکے۔

یہ دیوبندی احتیاط اور علمی رسوخ یا کرامت تھی، کہ کانٹ چھانٹ سے مفہوم بھرنے سے بدایونیوں پر سینکڑوں کفریہ لگا سکنے جیسی منفی صلاحیتوں والا احمد رضا بھی اتنے بڑے طبقہ کے سینکڑوں علما، اور ہزاروں کتابوں سے صرف چار علما، کی چار عبارتیں ہی کانٹ چھانٹ کے لائق بھی ڈھونڈ سکے۔ اور پھر مزید ایک سو سال سے سب بعد والے ان میں کسی چار سطری پانچویں عبارت کا اضافہ کرنے سے عاجز چلے آرہے ہیں۔ حالانکہ دیوبندی قافلہ پورے آب وتاب سے رواں دواں ہے۔ ہر ایک موضوع پر سالانکہ کم از کم سینکڑوں نئی تصانیف سامنے آرہی ہیں۔ ورجنوں رسائل مسلسل شائع ہورہے ہیں۔ ان کی اس مجبوری پر اکثر رحم ہی آتا ہے، کہ اگر الزام بازی چھوڑ دیں، تو گلشن کا کاروبار کیسے چلے اور مزید الزامات جب ان کا اس میدان کا ماہر اعلیٰ حضرت بھی، اپنی بقیہ ۷۱ سال کی زندگی میں نہ بنا سکا، تو یہ بیچارے تو بہت ہی چھوٹے حضرت ہیں۔

بہرحال آیئے دیکھیں، کہ کس طرح اعلیٰ حضرت نے چار جلیل القدر حقانی علما، کی مبنی حق پر مبنی عبارات کو آگے پیچھے اور درمیان سے کانٹ چھانٹ کر، کفریہ عبارت بنا کر، ایک جھوٹ کا کانچ محل بنایا۔ جس کو مکڑے کے جالے سے بھی کمزور ہونے کی وجہ سے ہم نے ''اوھن البیوت کبیت العنکبوت'' کا عنوان دیا ہے۔

طوالت کی پیشگی معذرت

قارئین کرام سے ہم پیشگی معذرت کرلیں، کہ یہ مواد کافی حد تک طویل ہوجائے گا، لیکن ہم اس میں مجبور ہیں، کیونکہ احمد رضا خان سے لے کر آج تک بریلویت کی ساری عمارت اسی سہارے قائم ہے، کہ دیوبندی (ان الزاموں کی وجہ سے) بنیادی عقائد میں ہی اللہ اور رسول کے منکر اور گستاخ اور اسی لئے مرتد وکافر ہیں اور مرتد ہونے کی وجہ سے ان سے کسی قسم کا تعلق رکھنے والا بھی خود بہ خود کافر ہوجائے گا۔ اب اگر یہ الزام ہی مکڑے کا جالا ثابت ہوجائے، تو ساری عمارت خود بہ خود گر کر، صرف کچھ اختلاف تک ہی آجائے گی۔ اس لئے یہ پوری تفصیل انتہائی ضروری ہے۔

پہلا الزام

''دیوبندی ختم نبوت کے عقیدے کے منکر ہیں''

کتاب تحذیر الناس اور ختم نبوت کا عقیدہ

بریلویوں کے پاس پہلا الزام یہ ہے، کہ دیوبند کے مدرسہ کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں حضور کریم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے عقیدہ کا انکار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ آپ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے، تو کوئی حرج نہیں۔

آیئے اصل کتاب کا تجزیہ اور اس پر حقیقت پسندوں کی رائے دیکھیں۔

مولانا مرحوم نے یہ کتاب ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۴ء میں لکھی۔ کتاب اردو میں تھی۔ عام چھپی۔ لیکن کسی کو اس میں وہ مفہوم نظر نہیں آیا، جو ۲۸ سال بعد یکایک احمد رضا خان کو نظر آیا۔ مولانا مرحوم کی یہ کتاب خالص ختم نبوت کے عقیدے کے ثبوت اور دلائل کے بارے میں نہیں، بلکہ ایک بہت باریک سوال کے جواب کے طور پر لکھی گئی تھی۔

سوال کرنے والے نے پوچھا کہ ''ایک روایت میں مفسر قرآن حضرت ابن عباس کا

یہ قول ہے، کہ اللہ پاک نے سات زمینیں پیدا کیں اور ہر ایک زمین میں یہاں کی طرح آدم بھی ہے، اور انبیا بھی، تو اس حالت میں ہر ایک زمین کے نبیوں کا ایک خاتم بھی ضرور ہوگا۔ اس حالت میں ہمارے خاتم النبیین ﷺ کی حیثیت کیا اور کیسی رہے گی"۔

یہ سوال پہلے بھی اختیار رہا ہے۔ کچھ علماء نے اپنے اپنے طریقوں سے اس کا جواب بھی دیا ہے، اور اکثر علماء اس پر سوچنے سے منع کرتے، اور اس کو اللہ پاک پر چھوڑنے کی تلقین کرتے آئے ہیں۔ جیسے سورۃ طلاق کی آخری آیت کے بارے میں بھی اکثر مفسروں نے یہ لکھا ہے، کہ اس کے مزید مفہوم کو اللہ پاک پر چھوڑنا چاہئے، اس آیت میں بھی ہے کہ "اللہ الذی خلق سبع سمٰوت و من الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن"۔ (اللہ وہ ہے، جس نے سات آسمان پیدا کئے، اور زمینوں میں بھی ان کی طرح، ان میں اللہ کا حکم نازل ہوتا ہے، تا کہ تم کو معلوم ہو، کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

مولانا کو اس کی یہ انوکھی تشریح سمجھ میں آئی

مولانا نانوتوی کو اس سوال پر ایک عجیب و غریب، عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تشریح سمجھ میں آئی، جو انہوں نے ۶۰ صفحات کی ایک کتاب میں لکھ کر اس کا نام "تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس" رکھا۔ (یعنی لوگوں کو حضرت ابن عباس کے اثر کے انکار سے ڈرنا چاہئے۔) ظاہر ہے کہ یہ مولانا مرحوم کی اپنی سوچ اور تشریح تھی۔ اور اس کے لئے اپنے منطقی دلائل تھے۔ ایسے معاملات میں مصنف سے نفس مضمون، دلائل، تشریح وغیرہ پر اختلافات بھی ہو سکتے ہیں، یہ بھی کہا جا سکتا ہے، کہ اس دلیل کا اس طرح جواب ہوتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ مسئلہ بھی پیچیدہ ہے۔ جن زمینوں کے بارے میں پوچھا گیا ہے، ان کے حالات بھی ابھی سامنے نہیں ہیں، کہ واضح بات سامنے ہو، کہ وہاں کس زمین پر زندگی کس مرحلہ میں ہے۔ اس لئے اکثر محدثین اور مفسرین اس معاملہ میں کچھ سوچنے اور لکھنے سے منع کرتے آئے ہیں۔

اس سے ہمارے آقا ﷺ کی شان سات گنی بڑھ جاتی ہے

لیکن مولانا مرحوم کے بقول اس کو جو جواب سمجھ میں آیا، اس میں اس نے دیکھا، کہ

اس سے ہمارے محبوب ہادی ﷺ کو ایک کی بجائے سات زمینوں کی ختم نبوت کا مرتبہ حاصل ہو کر ان کی شان سات گنا بڑھ جاتی ہے۔ تو کیوں نہ اس کو بیان کر دیا جائے، جب کہ اس سے آپ کی ختم نبوت اور مرتبہ میں کسی کمی یا تبدیلی کا کوئی دور کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ سو مولانا مرحوم نے یہ تفصیلی جواب لکھ ہی لیا۔

اصلی ذاتی نبوت صرف ہمارے آقا ﷺ کی ہے

مولانا مرحوم کے دلائل اور تشریحات کا خلاصہ یہ تھا، کہ نبوت ذاتی یا مرتبی یا اصلی صرف ہمارے آقا خاتم النبین ﷺ کی ہے۔ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت، تعلیم اور فیض صرف آپ سے حاصل شدہ ہے۔ جس طرح روشنی کا اصل مرکز صرف سورج ہے، اور ہماری زمین کی طرح دوسری سب زمینیں اسی مرکز سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح دوسری زمینوں پر بھی اگر آدم ہوگا، نبوت کا سلسلہ ہوگا، تو سب زمینوں کے سب انبیاء کے نبوت کے علوم اور فیض کا اصل مرکز بھی بہر حال آپ ﷺ ہی ہوں گے۔

مولانا نے سورج کی روشنی کو سب گرہوں یا سب زمینوں کے لئے مرکز کے عام طور پر مانے ہوئے دلیل کو عام فہم مثال بنا کر یہ نکتہ ثابت کیا، کہ اسی طرح سب زمینوں اور وہاں کے انبیاء کرام کے علوم نبوت اور فیض نبوت کا مرکز آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہونے میں کوئی دلیل مانع نہیں ہوگی۔ کیونکہ جب یہ مانا ہوا عقیدہ ہے، کہ آدم علیہ السلام سے لے کر جو نبی آئے، ان سب کی نبوت اور نبوی علوم اور فیض کا مرکز آپ ہیں (اور ان سب کے علوم آپ کے علم میں سمائے ہوئے ہیں) تو آپ ﷺ کو ساتوں زمینوں کے نبیوں کی نبوت کے مرکز ماننے میں کیا چیز مانع ہوگی۔ ادھر آپ کی شان سات گنا بڑھی ہوئی ملے گی۔

خاتم النبیین کے دو مفہوم

مولانا پھر لکھتے ہیں، کہ اس طرح اس سمجھ میں آنے والے مفہوم کو لیا جائے گا، تو پھر لفظ خاتم النبیین کے دو مفہوم ہوں گے۔ ایک وہ مفہوم جو عام طور پر ہر ایک عام مسلمان کو بھی معلوم ہے۔ جس کو ہر ایک ختم نبوت زمانی کے طور پر جانتا اور مانتا ہے۔ یعنی جس طرح سب کے علوم اور مزید بھی جاننے والا الحکیم سب کے بعد میں ہی آتا ہے، یا اس کی طرف آخر میں رجوع

کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سب نبیوں کے علوم اور مزید رہتی دنیا تک کی حکمتوں اور ضرورتوں کو جاننے والا روحانی حکیم اور ہادی سب سے آخر میں آیا۔ اب نہ مزید علم رہا، نہ کسی نئے کے آنے کی ضرورت۔ یہ عقل کا تقاضا بھی ہے، اس زمین کی واضح حقیقت بھی ہے، اور ایسی واضح کہ ہر ایک کم علم عام مسلمان کو بھی معلوم ہے، کہ آپ آخری نبی ہیں۔ پھر اس پر صدیوں پہلے ایسا اتفاق قائم ہوا، اور ایسے تواتر کے ساتھ ثابت ہے، جیسے تواتر کے ساتھ نماز کی رکعتیں ثابت ہیں۔ یہاں مولانا مرحوم خصوصی زور دے کر کہتے ہیں، کہ خاتم النبیین کا اس طرح زمانے کے لحاظ سے خاتم ہونے کا عقیدہ ایسے تواتر کے ساتھ، اور ایسی صحیح احادیث سے ثابت ہے، کہ اس کے خلاف ماننے والا بلاشبہ کافر ہو جائے گا۔ (تحذیر الناس صفحہ ۱۳)

اس نکتہ کو سمجھانے کے لئے تفصیلی تمہید

اسی مفہوم کو ظاہر کرنے کے لئے مولانا مرحوم نے تمہید ہی میں یہ لکھا، کہ سب سے اول تو لفظ خاتم النبیین کے معنی معلوم کرنے چاہئیں۔ جس کو مولانا دو قسم بتاتا ہے۔ ایک ختم نبوت زمانی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے آپ سب سے آخر میں آئے۔ اور آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ اس کے بارے میں مولانا مرحوم کا موقف ہم نے بیان کیا، جو امت کے مسلمہ عقیدہ کے عین مطابق ہے۔ مولانا کو آگے چل کر ختم نبوت کا دوسرا مفہوم بیان کرنا ہے۔ جس کو وہ "ختم نبوت مرتبی" کہتے ہیں۔ یعنی سب نبیوں کے سب نبوی مرتبوں کا بھی خاتم ہونا۔

مولانا اسی کو آپ کی اصل مرتبہ کی وجہ سمجھتے ہیں، اور اسی کے لئے کہتے ہیں، کہ یہ نکتہ صرف اہل فہم ہی سمجھ سکتے ہیں۔ مولانا مرحوم کے نزدیک خاتم النبیین والی آیت میں اس لفظ سے پہلے جو آپ کے لئے دوسرے دو لفظ آئے ہیں، "ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ" یعنی کسی مرد انسان کا باپ نہ ہونا اور رسول اللہ ہونا، یہ اسی قسم کی یعنی مرتبی ختم نبوت کا تعارف یا تمہید ہیں۔ یعنی اگرچہ جسمانی طور پر آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں، لیکن روحانی طور پر سب انبیاء اور مسلمانوں سے آپ کا ابوۃ کا رشتہ بھی ہے، اور سب کے رسول بھی ہیں۔ ورنہ صرف زمانے کے لحاظ سے خاتم ہونے، اور آپ پر اس سلسلہ کو ختم کرنے کے اعلان کے لئے یہ دونوں الفاظ ضروری نہیں تھے۔ سیدھا سادہ اعلان کافی ہوتا، کہ ہم نے آپ پر اپنا دین مکمل

کیا۔ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جیسا احادیث میں بھی اعلان ہے کہ "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی" یا آپ نے فرمایا، کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے، یا یہ واضح اعلان ہوا، کہ آسمان پر اٹھائے ہوئے عیسیٰ علیہ السلام بھی پھر آئیں گے، تو حضور کریم ﷺ کے دین کے تابع رہیں گے، جو ہی دین کامل ہے۔ (صفحہ ۱۳)

عوام اور اہلِ فہم کی سوچ کا فرق

یہ سب نکتے مولانا مرحوم کو آگے چل کر زیر بحث لانے تھے، اس لئے تمہید کو شروع ہی ان الفاظ سے کیا کہ: "جواب سے قبل یہ گذارش ہے کہ اول خاتم النبیین کے معنی معلوم کرنے چاہئیں، تاکہ جواب کے فہم میں کچھ دقت نہ ہو، سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا، اس معنی میں ہے کہ آپ کا زمانہ سابق انبیاء کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ (۱) پھر مقام مدح میں "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" کے الفاظ کا کوئی خاص مطلب ضرور ہے، الی آخر۔ اس کے بعد آپ خاتم نبوت مرتبی کی طرف بڑھنے سے پہلے، یہ سوال اٹھاتے ہیں، کہ اگر کہا جائے کہ اس آیت میں یہ اعلان نئی نبوت کے دعووں کے سد باب کے لئے کیا گیا ہے، تو سوچنا چاہئے، کہ اس سادہ سے اعلان کے بجائے وہ تمہیدی لفظوں کا استعمال یہ اشارہ کر رہا ہے، کہ کوئی اور ایسا مفہوم بھی ہے، جس سے نبوت کے لئے نئے دعووں کا بھی سد باب ہو جائے، اور فضیلت نبوی بھی دو بالا ہو جائے۔ یعنی سب نبیوں کے سب مرتبوں اور علوم کا خاتم یا اختتامی مرکز اور سب کے رسول۔

اول عام فہم عقیدہ یعنی خاتم زمانی کی واضح تصدیق

اس "ختم نبوت مرتبی" کا مفہوم سمجھاتے اور دلائل دیتے ہوئے صفحہ ۱۳ تک کم از کم سات بار مولانا مرحوم آپ کی ختم نبوت زمانی کو بھی اپنے دلائل کے ساتھ بالکل واضح طور پر بیان کرتے جاتے ہیں۔ ۱-) مثلاً صفحہ ۶ پر اس حدیث کو دلیل بناتے ہیں، کہ آپ سب نبیوں

(۱) اس جملہ کو بریلویوں نے عوام کو خواہ مخواہ برانگیختہ کرنے کے لئے اچھالا ہے۔ اس لئے آگے ہم اس کی الگ وضاحت کریں گے۔

کے بھی نبی یعنی نبی الانبیاء ہیں، اسی لئے سب نبیوں سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع کا عہد لیا گیا۔ جس کا ذکر سورۃ آل عمران کی آیت میثاق میں ہے۔-۲) پھر آپ کا ارشاد بھی ہے، کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے، تو میری ہی اتباع کرتے، عیسیٰ علیہ السلام بھی آئیں گے تو آپ ہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ (صفحہ ۷) -۳) ادھر آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ علمت علوم الاولین والآخرین۔ وہ بھی اسی کی دلیل ہے (صفحہ ۶)۔-۴) اس حدیث کے مفہوم کی تشریح میں عجیب نکات نکالتے ہوئے، مولانا مرحوم صفحہ ۱۰ پر یہ نکتہ بھی نکالتے ہیں، کہ جب آپ نبوت کی صفت میں موصوف بالذات ہیں، اور دوسرے انبیاء موصوف بالعرض، اور سب کے علوم بھی آپ کو دیئے گئے، تو یہ لازم تھا، کہ آپ کو سب سے آخر میں بھیجا جاتا۔ کیونکہ جب سب علوم آپ پر ختم ہیں، تو آپ کے بعد والا نبی کیا تعلیم دیتا۔ اسی لئے منطقی طور پر بھی آپ کو سب کے آخر میں ہی آنا تھا۔-۵) پھر یہ بحث چلاتے ہوئے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں، کہ آپ کے صریح ارشاد لانبی بعدی سے یہ مفہوم بالکل صاف واضح ہے۔-۶) پھر لکھتے ہیں کہ اس مفہوم پر اجماع منعقد ہوگیا ہے۔ اور یہ ایسے تواتر تک پہنچ گیا ہے، جیسا نماز کی رکعتوں پر ہے۔ سو اس کا منکر کافر ہوگا۔-۷) یہیں مولانا اپنے ان مباحث کا حاصل مطلب بتاتے ہیں کہ ان دلائل سے مرتبہ کی خاتمیت بھی بطریق احسن ثابت ہوئی، اور خاتمیت زمانی بھی قائم رہی۔ (ص ۱۳)

اس طرح دونوں طرح کی خاتمیت بطریقہ احسن ثابت ہوگئیں

یہ جملہ وہی ہے، جو مولانا پہلے شروع تمہید میں دیا تھا، کہ اس آیت میں ابا احد من رجالکم اور رسول اللہ کے الفاظ کے بعد لفظ خاتم النبیین سے مراد صرف خاتم زمانی کا اعلان نہیں، کہ آئندہ نبوت کے دعویداروں کا سد باب ہوجائے، بلکہ خاتم المرتبی بھی ہے، یعنی سب نبیوں سے سب مرتبوں، ان کے علوم، فیض نبوت کا بھی خاتم اور اصل مرکز اور اصلی یا بالذات نبی ہونا۔ سو اس سے بھی ایک طرح خاتم زمانی ہونا، یعنی فطری طور پر سب سے آخر میں آکر، علوم نبوت کے کمال کا ثبوت دینا، اور اس پر بھی مہر لگانا ہی ثابت ہوا، اور دوسرے دلائل، احادیث، امت کے اجماع اور تواتر سے بھی ثابت ہوا، کہ آپ خاتم المرتبت کے موصوف ہونے کے ساتھ ساتھ زمانے کے لحاظ سے بھی آخر میں آئے، اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ آیا،

ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی باینہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو وہی موصوف بالذات ہوگا۔ اور اس کا نور ذاتی ہوگا کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہوگا۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، چنانچہ خدا کے لئے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی معنی بالعرض ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتی تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا علی الدوام وجود اور کمالات وجود ذات ممکنات کو لازم ملازم رہتے سو اسی طور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں، اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہوجاتا ہے، غرض آپ جیسے نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ اور انبیاء کرام علیہ وعلیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا، ادھر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے، ادھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ علمت علم الاولین والاخرین بشرط فہم اسی جانب مشیر ہے شرح اس معمہ کی یہ ہے کہ اس ارشاد سے ہر خاص و عام کو یہ بات واضح ہے کہ علوم اولین مثلاً اور ہیں اور علوم آخرین اور۔ لیکن وہ سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہیں سو جیسے علم سمع اور ہے اور علم بصر اور اور یہ باہم قوت عاقلہ اور نفس ناطقہ میں یہ سب علوم مجتمع ہیں ایسے ہی رسول اللہ صلعم اور انبیاء باقی کو سمجھئے۔ پر ظاہر ہو کہ سمع و بصر اگر مدرک عالم ہیں تو بالعرض

انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا اب دیکھیے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی اور نیز اس صورت میں جیسے قرأت خاتم بکسر التاء چسپاں ہے ایسے ہی قرأت خاتم بفتح التاء بھی نہایت درجہ کو بے تکلف موزوں ہو جاتی ہے کیونکہ جیسے خاتم بفتح التاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے موصوف بالذات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے حاصل مطلب آیہ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے کیونکہ اوصاف معروض موصوف بالعرض موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور وہ اس کی نسل اور ظاہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ فاعل ہوتا ہے چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اس پر شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہیں چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اس کی دلیل ہے سو حیث ذات بابرکات محمدی صلعم موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی انبیا باقی موصوف بالعرض تو یہ بات اب ثابت ہو گئی کہ آپ معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپ کے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی اور امتیوں کی نسبت لفظ رسول اللہ میں غور کیجیے تو یہ بات واضح ہے پر آیہ النبی اولی بالمومنین ملانے کی ضرورت ہے محمد رسول اللہ صلعم

نہ آئے گا، نہ اس کی ضرورت۔ اس طرح آپ کی خاتم المرتبی بھی ثابت ہوئی اور خاتمیت زمانی بھی قائم رہی۔ اور آپ کے بعد نبوت کے نئے امیدواروں کا بھی سد باب ثابت ہوا، کہ سب نبوی علوم جب ختم ہو گئے، تو نیا نبی آ کر کیا کرے گا۔ رہی تبلیغ، تو وہ قیامت تک ہر جگہ ہر دور میں علماء کرتے رہیں گے۔

اس سے آگے ختم المرتبت کی منطقی بحثیں

اس کے بعد باقی کتاب میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا سارا رخ خاتم مرتبی، اور ختم مکانی کی بحثوں پر مرکوز رہتا ہے۔ جن میں اکثر دلائل منطقی ہیں۔ جو اکثر "فرض کرو، اگر یہ مانا جائے، اس کا مفہوم اگر اس طرح لیا جائے، تو اس سے ثابت ہوا، پھر اس پر یہ دلیل ہے، حالانکہ، اگرچہ، مگر، اگر، وغیرہ وغیرہ" الفاظ اور دلائل سے چلتا ہے۔ جس کو سمجھنا، اچھوں اچھوں بلکہ کئی بہت اچھوں سے بھی اوپر ہی ہوتا ہے۔ اس میں منطق میں مہارت کی ضرورت ہے، جو بقول خود احمد رضا کے اس نے کسی استاد سے نہیں پڑھی۔ کسی بریلوی میں اگر اتنا فہم ہے، تو خود پڑھ لے۔ ہماری اس سے یہاں کوئی غرض بھی نہیں۔ جس کو فہم تھا، تو پیر کرم شاہ مرحوم کو اس میں شان حبیب کبریا کے عجیب عجیب نکتے نظر آئے، جو ہم تھوڑا آگے بیان کریں گے۔

بریلویوں کی کھلی خیانت اور فریب

بہرحال اس طویل تفصیلی تجزیہ اور خلاصہ سے ہماری غرض یہ ثابت کرنا ہے، کہ یہ جو بریلوی اعلیٰ حضرت نے بھی مولانا مرحوم پر الزام لگایا، کہ اس نے ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال قرار دے کر اس کا انکار کیا ہے، تو قارئین کرام خود دیکھیں، کہ مولانا مرحوم نے پہلے تیرہ صفحوں کے اندر کم از کم سات دفعہ تو واضح دلائل سے ثابت کیا، کہ آپ کو آخر میں ہی آنا چاہیے، آخر میں ہی آئے، اب عیسیٰ علیہ السلام بھی آئیں گے، تو آپ کا اتباع کریں گے۔ آپ نے لا نبی بعدی کا واضح اعلان کر دیا ہے۔ اس عقیدہ پر امت کا ایسا اجماع اور تواتر قائم ہو چکا ہے، کہ اس کا انکار کفر ہے۔

لیکن بریلوی حضرتوں کے اعلیٰ حضرت نے یہ سب کچھ جان بوجھ کر نظر انداز کیا۔ پھر

عبارت بنائی بھی، تو کافی آگے جاکر، جہاں فرض کرو، اگر یہ مان لیا جائے، وغیرہ کے منطقی دلائل سے ختم نبوت مرتبی اور دوسری زمینوں کے نبیوں کی بات چل رہی ہے۔ پھر وہاں سے بھی پہلے دو سطریں صفحہ ۱۸ سے لیں، پھر ڈیڑھ سطر صفحہ ۳۴ کی، ان سے بھی دلیل کے شروع والے "اگر یہ مان لیا جائے" اور "فرض کرو والے" الفاظ نکال دیئے۔ پھر ان کے آخر میں صفحہ ۳ کے تمہید والے الفاظ دیئے۔ ان میں بھی پہلی سطر غائب کر دی کہ "جواب میں عرض ہے کہ پہلے لفظ خاتم النبیین کے معنی معلوم کرنے چاہئیں"۔ اور یہاں سے لیا، کہ "عوام کے خیال میں تو ....: ان سب کے وقف کے نشانات بھی اڑا دیئے۔ اور ایک ترتیب وار مسلسل عبارت کر کے پیش کر دی۔

اس کھلی ہیر پھیر سے بنائی ہوئی عبارت پر ہی ایک سو سال سے سب بریلوی اور ان کے پرانے اور نئے محقق بجائے نادم ہونے کے، علی الاعلان بغلیں بجا کر کہہ رہے ہیں، کہ یہ عبارت واضح ثابت اور شرعی حجت ہے، کہ مولانا مرحوم عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے، اور اس طرح سب دیوبندی اس میں شامل ہیں۔ اس لئے وہ کافر ہیں۔ والی اللہ المشتکیٰ۔

ہم نے پوری قلعی کھول دی ہے

ہم نے ہر ایک نکتہ صفحات کے حوالات کے ساتھ دیئے ہیں۔ قارئین کرام، اور اصل کتاب سے ناواقف بریلوی علماء اور عوام خود دیکھیں، کہ مولانا مرحوم نے پہلے تیرہ صفحات میں کس طرح کم از کم سات بار واضح الفاظ میں عام طور پر ختم نبوت کا سمجھا ہوا اور عوام کے فہم میں بھی آنے جیسے اس عام مفہوم کو، یعنی آپ کے سب سے بعد میں آنے اور آپ کے بعد کسی نبی کے نہ آنے کو واضح کیا، اور اسے اپنا اور امت کا عام عقیدہ بتا کر، اس کے بعد دوسرے خصوصاً اہل علم کی سمجھ میں آنے جیسے نکات پر بحث کی ہے۔ ہمارے پاس دار الاشاعت کراچی کا شائع شدہ نسخہ ہے، جس کے حوالہ جات کے صفحات ہم نے دیئے ہیں۔ آپ کو دوسرا نسخہ ملے، تو اس سے صفحات کی مطابقت کر کے خود سب کچھ دیکھ لیں۔

پیر کرم شاہ مرحوم کو یہ کتاب اس طرح نظر آئی

ہم نے اپنی طرف سے معاملہ کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ اگرچہ یہ بات کافی طویل

ہو گئی ہے۔ پھر بھی اس معاملہ کی اہمیت کو مدِ نظر رکھ کر ہم ایک مزید بے ریا شہادت بھی پیش کر رہے ہیں۔ جس کو ہم بریلیوں کی اپنی گھر کی گواہی کہیں گے۔ یہ گواہی پیر کرم شاہ ازہری کی ہے، جس نے ۱۹۶۴ء میں مولانا کامل الدین رتولوی کے ایک سوال کے جواب میں دو صفحہ کا اپنے ہاتھ اور دستخط اور مہر سے جو جوابی خط لکھا، ہم اس کا فوٹو عکس دے رہے ہیں۔ یہ خط بمع فوٹو عکس کے، مکتبہ حنفیہ مکی مسجد، گوجرانوالہ کی مارچ ۱۹۸۷ء میں چھپائی ہوئی کتاب "تحذیر الناس" میں صفحہ ۳۰-۳۱ پر دیا ہوا ہے۔ اس خط کو پیر صاحب مرحوم نے سلام مسنون کے بعد شروع ان الفاظ میں کیا ہے کہ "حضرت قاسم العلومؒ کی تصنیف لطیف مسمّیٰ بہ تحذیر الناس کو متعدد بار غور و تامل کے ساتھ پڑھا اور ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا۔ علماءِ حق کے نزدیک حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ و سلام متشابہات سے ہے۔ اور اس کی صحیح معرفت انسانی حیلۂ امکان سے باہر ہے۔ لیکن جہاں تک انسانی فکر کا تعلق ہے، حضرت مولانا قدس سرہ کی یہ نادر تحقیق کئی شپرہ چشموں کے لئے سرمۂ بصیرت کا کام دے سکتی ہے، رہے فریفتگانِ حسنِ مصطفوی، تو ان کے بے قرار دلوں اور بے تاب نگاہوں کی وارفتگیوں میں اضافہ کا ہزار سامان مولانا کی اس کتاب میں موجود ہے۔ آپ نے اپنے علمی، دقیق اور محققانہ انداز میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے: کہ ہر قسم کا کمال علمی ہو یا عملی، حسی ہو یا معنوی، ظاہری ہو یا باطنی، حضور ﷺ کا ذاتی کمال ہے۔ اور جہاں کہیں کم و بیش اس کی جلوہ نمائی ہے، وہ اثرِ نظرِ فیضِ حبیب کبریا ہے۔ علیه اجمل التحیة و اطیب الثناء.

دو صفحات کے اس خط کا آخر اس طرح لکھتے ہیں کہ "گویا عوام کی قاصر نگاہیں صرف انجام کار حضور کی خاتمیت کو سمجھ سکیں، لیکن مقبولانِ بارگاہ کو اچھی طرح معلوم، کہ حضور مبدء و مآلاً دونوں طرح سلسلہ نبوت کے خاتم ہیں۔ اللّٰہم صلی علی ....

اس کے بعد یہ جملہ ہے کہ "ختم نبوت کا یہ ہمہ گیر مفہوم جو مبداء و مآل، ابتدا و انتہا کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، وہ اگر امتِ مرزائیہ کی علمی سطح سے بلند تر ہو، تو اس میں کسی کا کیا قصور!

پیر صاحب کے اس آخری جملہ میں ہم حالات کے تقاضے کے تحت اس طرح تصرف کرتے ہیں کہ "ختم نبوت کا یہ ہمہ گیر مفہوم، جو .... اگر امتِ بریلویہ کی علمی سطح سے بلند ہو، یا بدنیت لوگوں کی بدنیتوں کے کام آ سکے، تو اس میں حضرت قاسم العلوم کا کیا قصور!

پیر صاحب مرحوم کا آخری دور کا موقف

بائیس سال کے عرصے کے بعد ۱۹۸۶ء میں پیر صاحب مرحوم نے ایک اور کتاب "تحذیر الناس میری نظر میں" لکھی۔ اس عرصے میں پیر صاحب مرحوم بریلیوں کے کافی ہمدرد بن چکے تھے۔ آپ کے اشاعتی ادارے "ضیاء القرآن پبلیکیشنز" سے آج بھی بریلوی کتب شائع ہو رہی ہیں۔ پہلے دور میں جس پیر صاحب کو پہلے ہر بار پڑھنے سے نیا لطف و سرور آتا تھا، اب ان کو یہ احساس بھی ہوا، کہ تحذیر الناس کی کچھ عبارتیں کسی کے لئے کچھ غلط فہمیوں کا سبب بن سکتی ہیں اور صفحہ ۶۰ پر لکھتے ہیں کہ "کاش مولانا حضرت ابن عباسؓ کے اس اثر کو اتنی اہمیت نہ دیتے، اور جتنا وقت انہوں نے اس کی وضاحت میں صرف کیا ہے، وہ کسی اور اہم موضوع کے الجھے ہوئے گیسو سنوارنے میں صرف کرتے"۔

تاہم ختم نبوت کا انکار نظر نہیں آیا

تاہم ان کو کتاب میں ختم نبوت کا انکار یا حضور ﷺ کی شان مبارک میں کوئی سقم نظر نہیں آیا۔ بلکہ عظمتِ حبیب کبریا کا اعتراف ہی نظر آیا۔ مثلاً صفحہ ۵۸ پر لکھتے ہیں کہ "لیکن مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھنے کے بعد یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدۂ ختم نبوت کے منکر تھے۔

کیونکہ یہ عبارات بطور عبارت النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں، کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کو ضروریاتِ دین سے یقین کرتے تھے۔ اور ان کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے۔ انہوں نے اس بات کو صراحۃ سے ذکر کیا ہے، کہ جو ختم نبوت زمانی کا منکر ہے، وہ کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے"۔

مولانا نانوتوی کے اہم نکات۔ کے

پیر صاحب آخر تک مداح ہی رہے

اسی کتاب میں مندرجہ ذیل عبارتیں بھی دیکھئے۔ صفحہ ۲۶ پر ایک عنوان بناتے ہیں کہ "کمالات مصطفوی کا کھلا اعتراف" اور لکھتے ہیں کہ "پہلے ہم ان کمالات احمدی کا ذکر کرتے

ہیں، جو تحذیر الناس کے مصنف نے اپنی اس تصنیف میں بیان کئے ہیں۔ جن کو اہل سنت تو روز اول سے ہی اپنے ایمان کی جان اور اپنے عقیدہ کی روح یقین کرتے ہیں"۔ اور صفحہ ۳۲ پر لکھتے ہیں کہ "مولانا کی اس تصنیف کا مطالعہ کرتے ہوئے جب وہ دلائل سامنے آتے ہیں، جن میں مولانا نے حضور کریم ﷺ کی عظمتِ شان اور رفعتِ مقام کو ثابت کیا ہے، تو ہر مؤمن کا دل فرحت اور انبساط سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شانِ محمدی کو کما حقہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین"۔

دیوبندیوں کی ختمِ نبوت میں خدمات کا کھلا اعتراف

پیر صاحب مرحوم کو کچھ مسائل میں خصوصاً نوجوان دیوبندی علماء سے کچھ شکایات بھی ہیں۔ لیکن ختم نبوت کے معاملہ میں دیوبندیوں کی بے مثال جدوجہد اور اس کے مثبت اثرات کا کھلا اعتراف بھی ہے۔ مثلاً صفحہ ۵۲ کے آخری دو سطروں سے یہ لکھتے ہیں، کہ "علماء دیوبند اپنا زورِ قلم برسہا برس تک ان عبارات کا ایسا محمل تلاش کرنے میں صرف نہ کرتے، جو کتاب و سنت سے بھی ہم آہنگ ہو اور مولانا نانوتوی کے صحیح عقائد کی بھی عکاسی اور ترجمانی کرتا ہو، تو معلوم نہیں مرزائی بھیڑیے کتنے بے شمار سادہ لوح مسلمانوں کو اپنا تر نوالہ بنا لیتے"۔

یہ بریلویوں کے گھر کی گواہی ہے

قارئین کرام! ہم نے پیر صاحب مرحوم کے آخری موقف تک کے اتنے تفصیلی حوالے اس لئے پیش کئے ہیں، کہ پیر صاحب کی اخیر میں شہرت ازہری سے زیادہ بریلوی کی ہوگئی تھی۔ اس نے بریلویوں کی کئی معاملات میں اچھی خاصی وکالت بھی کی۔ بریلوی بلاشبہ اس کو اپنا سمجھتے ہیں۔ اس طرح یہ ان کی اپنے گھر کی بے لاگ گواہی کہی جائے گی۔ اور پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ "مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری"۔

اس مثال سے ہم یہ دو نکتے بھی واضح کرنا چاہتے ہیں، کہ بریلوی کیمپ میں ہوتے ہوئے بھی علم اور کردار کی پختگی تھی، خاندانی شرافت اور وقار تھا، تو اختلاف پیدا ہونے کے بعد بھی صحیح بات سمجھنے سے اتنے دور نہیں گئے، اور سمجھ پر ایسا گھور سیاہ چشمہ نہیں چڑھ سکا، کہ مولانا کی ہر دلیل ان کو سیاہ ہی نظر آتی۔

بعد والوں کا مزید اندھیر

جیسے آج کل اکثر بریلویوں میں افسوس ناک منظر یا حرکتیں نظر آتی ہیں، کہ مفتی احمد یار گجراتی ہو یا محمد عمر اچھروی صاحب، مفتی عبدالرحمن شخضوی ہو، یا مفتی عبدالرحیم سکندری، اپنی اندھی الزاموں بھری کتابوں میں دو صفحات اس کے لئے بھی ضرور رکھیں گے، کہ "دیوبندی عقائد بمقابلہ اہلِ سنت (بریلویوں) کے عقائد"۔ اور اس میں اعلیٰ حضرت والے الفاظ میں بھی مزید کانٹ چھانٹ، بلکہ اپنے الفاظ ہی لکھیں گے، اور حوالہ میں لکھیں گے کہ تحذیر الناس صفحہ فلاں۔ اس منفی جرأت اور دیانت کو کیا کہا جائے۔ خصوصاً جبکہ تحریک ختم نبوت میں دیوبندیوں کا عملی کردار ان سے کہیں زیادہ ہے۔ جو ہر ایک کے سامنے ہے۔ اور جس کے پیر صاحب بھی قائل ہیں۔

مغرب جیسا مذموم پروپیگنڈہ

اب تو یہ غیر ذمہ دار الزام بازی اور دھوکہ مغربی مذموم پروپیگنڈہ کو بھی مات دینے لگا ہے، کہ پیر بھائی کمپنی لاہور نے اعلیٰ حضرت کا ترجمہ کنز الایمان بمع تفسیر نور العرفان شائع کیا ہے۔ تو اس پر بھی صفحہ ۳۵ پر عنوان قائم کیا ہے، کہ "دیوبندیوں کے عقائد" اور ان کو اس طرح اپنے الفاظ میں پیش کر کے حوالہ تحذیر الناس پر مڑھ دیا ہے۔ عقیدہ نمبر ۵ آپ کو آخری نبی سمجھنا عوام کا کام ہے۔ اہلِ علم کا نہیں۔ عقیدہ نمبر ۶ حضورؐ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے، تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہیں آئے گا۔ ہر کتاب کا حوالے ایک الفاظ اپنے اپنے۔ اعلیٰ حضرت نے کفری عبارت بنایا آٹھ دس سطروں کو، چھوٹے حضرت اس کو بنا رہے ہیں، اپنی مرضی کا، اپنے الفاظ میں ایک جملہ۔ کیا کہا جائے۔ کس طرح کہا جائے اور دینی علم، دین کے علماء، اتنی کھلی بددیانتی! اگر اپنے سچے ہونے کا یقین ہوتا، تو پورا صفحہ بمع عکس دیتے، کہ دیکھو خود تصدیق کرلو۔ جیسے ہم نے کیا ہے۔

قابلِ تحسین جرأت

اس لحاظ سے پیر صاحب مرحوم کی یہ جرأت رندانہ یقیناً قابلِ تحسین ہے، اور یقیناً

عنداللہ ماجور ہوگی، کہ آخر عمر میں بریلوی شناخت حاصل کرنے اور ان کی کافی وکالت کے باوجود، اپنے دیانت دارانہ موقف کا برملا اظہار کیا، کہ مولانا نانوتوی بہرحال عظمت اور شانِ محمدی میں ان کے لئے بھی قابلِ رشک اور ایمان کی حرارت بڑھانے والی عبارات کے مصنف تھے، وہ بلاشبہ ختم نبوت زمانی کے انکاری نہ تھے، بلکہ زوردار وکیل تھے اور اس کے نہ ماننے والے کو کھلا کافر اور اسلام سے خارج سمجھتے تھے اور علماء دیوبند اگر ختم نبوت پر برسہا برس تک محنت نہ کرتے، تو نہ معلوم کتنے سادہ عوام مرزائی بھیڑیوں کا شکار ہو جاتے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

کاش! یہ بھی کر جاتے!

لیکن ان کے اٹھ جانے پر ایک حسرت ہی رہی، کہ وہی یہ جرأت بھی دکھا سکتے تھے، کہ چھوٹے قد و قامت اور علمی سطح والے بریلویوں کو دوسرے تین کفر کے ملزم دیوبندیوں کے بارے میں بھی اسی طرح صاف گوئی سے ہدایت کر جاتے، کہ ان سے کئی مسائل میں اختلافات کے باوجود، ان کا دامن ان کفریہ عبارتوں اور ان کے عام لئے جانے والے مفہوم سے پاک ہے۔ وہ کم از کم گستاخ رسول اور تنقیص شان حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ وافضل التسلیم کے الزام اور کفر وارتداد سے پاک وصاف ہیں۔ جبکہ ہمیں یقین ہے، کہ وہ ان کے کفر کے یقیناً قائل نہیں تھے۔ جیسا کہ اپنے تفسیر کے دیباچہ میں ہی لکھا ہے، کہ بنیادی عقائد میں دونوں طبقوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

ایک لطیف نکتہ قابلِ غور ہے

یہاں پر یہ لطیف نکتہ بہرحال نکلتا ہے، کہ پیر صاحب مولانا نانوتوی کو مسلمان اور ختم نبوت کا قائل سمجھتے تھے، اور اعلیٰ حضرت کا اخیر تک یہ موقف تھا اور کئی واضح فتاویٰ موجود ہیں، کہ ان کے ملزم بنائے ہوئے چاروں اکابر دیوبندیوں کا کفر ایسا ہے، کہ ان کے کافر ہونے میں شک کرنے والا بھی خود بہ خود کافر ہو جائے گا، اور پھر اس کو کافر نہ سمجھنے والا بھی۔ اس طرح کفر کے یہ چھینٹے پیر صاحب اور کئی ان جیسوں کی طرف بھی پہنچتے ہیں۔ اس معاملہ کو پیر صاحب مرحوم نے کیسے سلجھایا، اور دوسرے ان کے معتقدین یا اس ذہن والے بریلوی کیسے سلجھا رہے

ہیں، یہ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ اگر پیر صاحب مرحوم نے اس بارے میں کہیں کوئی وضاحت کی ہو، یا دوسرے کسی ایسے بریلوی عالم نے ان کے اعلیٰ حضرت کی الجھائی ہوئی یہ گتھی سلجھائی ہو، تو اس کی نشاندہی پر ہم اس کے ذاتی طور پر مشکور رہیں گے۔ ہمارے ہاں تو بہرحال ایسے عالم اور اشخاص اور پیر صاحب قابلِ احترام مسلمان ہی ہیں۔ اختلافات اپنی جگہ پر ہیں، لیکن کم از کم اس لحاظ سے ہم دیوبندی بڑی سلامتی والی اور آسان راہ پر ہیں۔ اور ہادی اعظم ﷺ کی اس وعید میں انشاء اللہ سلامتی ہی کی راہ پر ہیں، جس میں آپ کا ارشاد مبارک ہے، کہ ''جس نے کسی مسلمان پر کفر یا لعنت کا کلمہ کہا، تو وہ دونوں میں سے ایک پر لوٹتا ہے، اگلا ایسا ہے تو اس پر، نہیں تو کہنے والے پر''۔ ہماری عوام سے بھی گذارش ہے، کہ محتاط رہیں اور سلامتی والی راہ اختیار کریں۔ عوام یہ نکتہ ضرور ذہن میں رکھیں، کہ بریلویوں کے کافی بدعتی کاموں کے لئے دیوبندیوں کی طرف سے ''جو کفریہ عقائد، شرکیہ کام'' وغیرہ کے الفاظ ہیں، ان سے ان کا مفہوم وعید اور سخت مذمت ہے۔ ان میں سے کبھی کسی نے یہ نہیں کہا، یا لکھا، کہ ایسے لوگ مشرک یا کافر ہو چکے۔ (جیسے حدیث پاک میں نماز چھوڑنے پر کفر کا لفظ ہے۔ لیکن عام تشریح یہی ہے کہ یہ وعید اور سخت مذمت کے لئے ہے)۔

اسی کتاب کی مزید دو عبارتوں میں بھی خیانت

مولانا مرحوم کی کمالاتِ نبوی پر ایسی لاجواب کتاب میں سے بریلوی حضرات دوسری دو صاف عبارتوں میں بھی واضح خیانت کر کے، مولانا مرحوم پر تنقیصِ شان اور حضور ﷺ کی گستاخی کا الزام لگاتے ہیں۔

اول: مولانا رحمۃ اللہ علیہ چونکہ آپ کی اصل شان آپ کی خاتمِ مرتبت میں سمجھتے ہیں اور خاتمیت زمانی کو اس کا فطری نتیجہ سمجھتے ہیں، تو اس نکتہ کو واضح کرنے کے لئے، تمہید میں یہ جملہ لکھتے ہیں کہ ''مگر اہلِ فہم پر روشن، کہ تاخر یا تقدم زمانے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں''۔ اس جملے میں یہ واضح اور مانا ہوا نکتہ ہے، کہ لفظ ''اول یا آخر'' میں بالذات کوئی ایسی فضیلت نہیں کہ صرف اس کو ہی معیار بنا کر کسی کی فضیلت کا معیار بنایا جائے، کہ ہر ایک بعد میں آنے والا پہلے سے بہتر ہوگا۔ اگر بریلوی بھی فہم رکھتے ہیں، تو ان کو بھی معلوم ہوگا، کہ ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء کہا جاتا ہے، اس کے بعد اس کی ذریت میں آنے والے انبیاء میں کوئی اس

کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکا۔ سابقون الاولون صحابہ کرام کے رتبہ کو بعد والا کوئی صحابی نہیں پہنچ سکا۔ صحابہ کرام کے بعد آنے والا کوئی غوث وقطب ان کے رتبے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ تو پھر مولانا کا یہ جملہ قابلِ اعتراض کیسے رہا؟ کسی لفظ کے بالذات مفہوم کے معنیٰ یہ ہوتے ہیں، کہ یہ مفہوم اس لفظ میں اکیلا ایسے سمایا ہوا ہو، کہ اس سے دوسرا مفہوم سوچا بھی نہ جا سکے۔ اگر لفظ اول، اور آخر میں بالذات فضیلت سمائی ہوئی ہوتی، تو ہر ایک بعد والے کو اول آنے والے پر خود بخود فضیلت حاصل ہو جاتی۔ فخرِ کائنات ﷺ کو اگر آخر میں آنے سے فضیلت ہے، تو یہ بھی اس خصوصی وجہ سے ہے، آپ ﷺ سب نبیوں کے نبوت کے مرتبہ، فیض اور علوم کے بھی خاتم ہیں۔ اس لئے ان کو آخر میں ہی بھیجا گیا، اور عقلی طور پر بھی آپ کو آخر میں آنا چاہئے تھا، کیونکہ جب سب علوم آ چکے، تو نیا آ کر کونسے علوم دے گا، اور اس پر وحی کی کیا ضرورت ہوگی! اس طرح خاص آپ کے معاملہ میں اس لفظ آخر زمانی کو بھی ایک فضیلت حاصل ہو گئی۔ اور عوام کا فہم چونکہ صرف آخر میں آنے کو سمجھ سکتا ہے، اسی لئے اسی کو آپ کی فضیلت بھی سمجھ رہا ہے، جو غلط تو نہیں، لیکن ظاہر ہے، کہ اہلِ فہم کے ہاں تو اصل معیار اور ہی ہیں، صرف بعد میں آنا نہیں۔

اب بریلوی حضرات یا تو فہم سے عاری ہیں، یا جان بوجھ کر خیانت کر کے، اس سیدھے صاف نکتے کو بھی مولانا اور دیوبندیوں کے خلاف الزام بنا دیتے ہیں، تو کیا کہا جائے!

امتی عمل میں بڑھ جاتے ہیں

دوم: اسی کتاب میں مولانا کے بیان کردہ ایک اہم نکتہ کو بھی بریلویوں نے خالص خیانت سے قابلِ اعتراض اور عوام کو برانگیختہ کرنے والا نکتہ بنا لیا۔ مولانا مرحوم یہ بحث کر رہے ہیں، کہ نبیوں کا خصوصی مرتبہ ان کا علم ہوتا ہے۔ جس سے ان کا یقین اور معرفتِ الٰہی کا مشاہدہ اور قلبی کیفیت اور حال اس سطح پر ہوا کرتا ہے، کہ اس کو کوئی غیر نبی سوچ بھی نہیں سکتا۔ اسی لئے ان کے ایک چھوٹے عمل کو بھی وہ مرتبہ ہوتا ہے، کہ غیر نبی کا کوئی بڑے سے بڑا عمل بھی (بلکہ ساری زندگی کے اعمال بھی) اس کو نہیں پہنچ سکتا۔ باقی رہے اعمال کی مقدار، تو اس بارے میں حضرت مولانا کے صفحہ ۷ سطر ۱۱ کے الفاظ ہیں، ''باقی رہا عمل، تو اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے، بلکہ بڑھ جاتے ہیں''۔

اگر تھوڑا سا بھی فہم دکھایا جائے، تو یہ صاف بے غبار جملہ ہے۔ بلکہ یہ عقل کے ماروں کا کبھی ایک طرح کا دلیل یا اشکال بھی تھا، جس کا مولانا نے سد باب کر دیا، کہ ان کو یہ تو برابر نظر آتا ہے، کہ آپ ﷺ نے صرف ایک حج کیا، اور ایک عمرہ؛ اور یہاں گئی کے نہ معلوم کتنے نظر آتے ہیں۔

آپ نے صرف بارہ تیرہ سال نماز باجماعت ادا کی، جب کہ ادھر ساٹھ ستر سال نظر آتے ہیں۔ اس طرح دوسرے نیک عمل، تو ان کے لئے جواب بھی موجود ہے، جو بریلویوں کو بھی ضرور معلوم ہوگا، کہ کسی بھی عمل کا مرتبہ علم و یقین اور معرفت و مشاہدہ کی دلی اور ایمانی کیفیت پر ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور کریم ﷺ کی واضح حدیث ہے، کہ میرے کسی صحابی کے ایک صاع جو یا کھجور کے صدقہ کو غیر صحابی کا احد پہاڑ جتنا سونے کا صدقہ نہیں پہنچ سکتا۔ خود آپ ﷺ کے سجدۂ سہو، اور نماز قضا ہو جانے کو بھی ایسا رتبہ حاصل ہے، کہ آپ کے سجدۂ سہو کے بارے میں افضل البشر بعد الانبیاء صدیق اکبرؓ نے فرمایا، کہ کاش صدیق (کے سارے اعمال) محمد ﷺ کی سہو (کے برابر) بن جائیں۔ کیونکہ ان میں پوری امت کی سہولت کی رحمت ہے۔

بات تو صاف ہے، لیکن بریلوی حضرات اگر "یا بے ایمانی تیرا ہی سہارا" کا نعرہ لگا کر یا فہم سے عاری ہونے کے باعث ایسے صاف نکتوں کو بھی گستاخانہ جملے بناتے اور اور بتاتے رہیں، تو اہل فہم اور اہل علم اس جہالت اور خیانت کو کیا کہیں! یہ قارئین کی دیانت کے حوالے کر کے، ہم ایسے ہی جھوٹے دوسرے اعلیٰ حضرتی الزام کی طرف بڑھتے ہیں۔

دوسرا الزام

شیطان کا علم، حضور کریم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے

بریلویوں کے اعلیٰ حضرت کا دیوبندیوں پر دوسرا یہ الزام ہے، کہ ان کا عقیدہ ہے، کہ شیطان کا علم حضور کریم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ (نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات)

حقیقت یہ ہے، کہ اگر واقعی کوئی شخص یہ عقیدہ رکھنا تو درکنار، کسی بھی طرح یہ الفاظ استعمال کرے، تو علماء کے اتفاق سے اس پر کفر و ارتداد کا متفق علیہ فتویٰ ضرور لگے گا، اور اس کو مردود و ملعون مرتد کہنے میں کسی کو تھوڑا سا بھی تامل نہ ہوگا۔

کچھ چھوٹے حضرات اصل کتاب دیکھے بغیر اپنے اعلیٰ حضرت پر اعتماد کر کے اس میں اپنے مزید مصالحے ملا کر مولانا خلیل احمد سہارن پوری کا نام دے کر یہ لکھ دیتے ہیں، کہ اس نے "اپنی کتاب براہین قاطعہ" میں یہ لکھا ہے، کہ شیطان کا علم حضور کریم ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ کیونکہ شیطان کے علم کے لئے نص دلائل موجود ہیں اور حضور کریم ﷺ کے علم کی وسعت کے لئے کوئی نص دلیل ثابت نہیں وغیرہ وغیرہ۔

<u>ہر ایک کا حوالہ ایک اور الفاظ اپنے اپنے ملیں گے۔</u> حالانکہ حوالہ کا بنیادی اصول ہے، کہ ملزم کے اصل الفاظ قوسین میں مکمل لکھنے ضروری ہیں۔ (مع سیاق و سباق و عنوان کے)۔ کسی پر کفر کے الزام میں اعلیٰ حضرت نے تو غیر ذمہ داری کی حد ہی کر دی، جیسا کہ آپ مولانا نانوتوی کے ختم نبوت کے عقیدہ کے بارے میں اس سے پہلے دیکھ آئے ہیں، لیکن بعد والوں نے اس کو بھی مات دے دی ہے، کہ حوالہ وہی اعلیٰ حضرت والا، اور الفاظ اپنے اپنے۔ پھر اعلیٰ حضرت نے اس بارے میں ملزموں کے لئے بدزبانی اور بدتہذیبی کی جو رسم ڈالی، تو بعد والوں نے اس بدرسم میں بھی مزید اضافہ کیا۔ آیئے پہلے اس بارے میں اعلیٰ حضرت کی ایک عالم کے لئے شائستہ زبان اور الزام کی زبان دیکھیں:-

برے الزام کے بُرے الفاظ

اپنی کتاب حسام الحرمین میں صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ "چوتھا فرقہ وہابیہ شیطانیہ ہے اور وہ رافضیوں کے فرقۂ شیطانیہ کی طرح ہیں۔ وہ شیطان الطاق کے پیرو تھے اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں، اور یہ بھی (مولانا خلیل احمد) اس تکذیب خدا کرنے والے گنگوہی کے دُم چھلے ہیں، کہ اس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی، کہ ان کے پیر ابلیس کا علم نبی ﷺ کے علم سے زیادہ ہے، اور یہ اس کا بُرا قول خود اس کے بد الفاظ میں صفحہ ۵۵ پر اس طرح ہے کہ "شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا جائے، اور اس

سے پہلے لکھا، کہ شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے"۔

پھر بڑی فریادیں کرنے اور دہائیاں دینے اور حضور کریم ﷺ کی وسعتِ علم کے عام دلائل دینے کے بعد یہ الزام لگاتے ہیں، کہ اس طرح یہ شخص شیطان کے علم پر ایمان اور علمِ محمد ﷺ کا انکار کرتا ہے، اور اس کے علم کے لئے نص دلیل مانگتا ہے۔

ملزم کا مختصر تعارف

قارئین کرام یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھیں، کہ جس ہستی پر یہ ذلیل ترین الزام لگایا جارہا ہے، وہ عام طور پر "محدث سہارن پوری" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ دیوبند میں علم حدیث کے استاد تھے۔ علم کی پختگی اور تقویٰ میں عام شہرت رکھتے تھے۔ ہزاروں علماء کے استاد اور پیر طریقت تھے۔ علم حدیث میں اس نے صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن ابوداؤد کی عربی زبان میں گیارہ جلدوں میں شرح لکھی، جو "بذل المجہود" کے نام سے مصر سے شایع ہوکر پوری اسلامی علمی دنیا میں پھیلی اور داد حاصل کی۔ اخیر عمر میں ہجرت کرکے مدینہ طیبہ زادھا اللہ شرفاً و تعظیماً میں سکونت اختیار کی۔ وہاں آخر دم تک حرمِ مدینہ میں حدیث کا درس دیتے رہے، اور ہزاروں سوگواروں کے ہجوم میں جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

سوچیں کہ یہ ممکن ہے؟

علم حدیث کی صرف ایک کتاب ابوداؤد پر گیارہ ضخیم جلدوں میں شرح لکھنے والا ایسا محدث عالم خود صاحب حدیث ﷺ کے علم مبارک کی وسعت کا انکاری ہوگا، اور تحریر میں اس علم کی وسعت کی نص دلیل مانگے گا، یہ بات کسی کے فہم میں بھی آسکتی ہے؟ جب کہ ہر ایک تھوڑے پڑھے لکھے مسلمان کو بھی معلوم ہے، کہ جس کو نص دلیل کہتے ہیں، یعنی قرآن اور حدیث، ان کا تو منبع و مرکز ہی آپ کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے، جس پر نازل شدہ قرآن پاک اور جس کی حدیث کے شارحین کو چودہ سو برس میں اتنے حکیمانہ نکتے۔ نت نئے رموز القاء ہوتے رہے ہیں، کہ آج تک صرف قرآن و حدیث کی تفسیر اور تشریح پر لکھی ہوئی کتابوں کو جمع کیا جائے، تو دنیا کی بڑی سے بڑی لائبریری میں نہیں سما سکتے۔ حدیث کی ہی صرف ایک کتاب پر گیارہ جلدوں میں شرح لکھنے والا عالم خود اس صاحب حدیث ذات

مبارکہ کی علمی وسعت کی نص دلیل مانگے گا، اور شیطان لعین کے علم کی وسعت کا نص دلیل سے ثابت ہونے کا اور حضور سے وسیع علم ہونے کا قائل ہوگا، اور پھر تحریری طور پر اس کا ثبوت مانگنے کی جرأت بھی کرے گا، یہ عقل کی دنیا میں انہونی بات بریلی کے نام نہاد اعلیٰ حضرت، اور اس کو امام ماننے والے درمیانہ اور چھوٹے حضرتوں نے ہونی کر دکھائی۔

اصلی ملزم عبدالسمیع رامپوری تھے

اب آیئے اس اعلیٰ حضرتی کارستانی کی تفصیل دیکھیں:

پہلے سنہ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں بریلوی ذہن کے ایک غیر معروف مولوی مسمی عبدالسمیع رامپوری نے ایک کتاب "انوار ساطعہ دربیان مولود و فاتحہ" کے نام سے لکھ کر شایع کی۔ مولانا فضل رسول بدایونی کے بعد یہ پہلی الزامی قسم کی کتاب تھی، جس میں اس دور میں رائج جملہ بدعاتی رسوم، میلاد، قیام، سویم، دہم، بستم، چہلم سالانہ عرس، جمعرات اور عیدوں کی فاتحہ، شیرینی، روشنی، فاتحہ کے طریقے وغیرہ کی تائید میں ادھر ادھر کے عام مثالوں سے تائید لکھی گئی، اور مخالفوں کو الزام دینے کی کوشش کی گئی۔ اس کے شایع ہونے کے اگلی ہی سال دیوبند کے محدث عالم مولانا خلیل احمد سہارن پوری نے اس کے جواب میں کتاب "براہین قاطعہ" کے نام سے اس طرح لکھی، کہ ہر ایک صفحے میں اوپر انوار ساطعہ کا مواد رکھا گیا اور نیچے اس کا جواب اور دلائل لکھے گئے۔

ہمارے پاس اس کتاب کا ۱۹۷۸ء میں "دارالاشاعت کراچی" کا شایع کردہ نسخہ ہے۔ اس میں صفحہ ۵۲ سے "نور اول کے لمعہ رابعہ" (یعنی باب اول فصل چہارم) سے حضور کریم ﷺ کے مولود شریف کی محفلوں میں حاضر ہونے کی بحث شروع ہوتی ہے۔ کسی مولوی عبدالجبار عمر پوری کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہیں، کہ اس نے فتویٰ دیا ہے کہ "حضور کریم ﷺ کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا، کہ آپ مولود شریف کی محفلوں میں تشریف لاتے ہیں یہ شرک ہے، کیونکہ ہر جگہ موجود خدا پاک کی صفت ہے، جو اس نے کسی کو عطا نہیں فرمائی"۔ اس کے جواب میں مولانا رامپوری دلیل دیتے ہیں، کہ اللہ پاک کی موجودگی پوری کائنات زمین و آسمان اور دوسری غیر معلوم ہر جگہ پر ہے، اور حضور کریم ﷺ کے لئے ہم صرف مولود کی محفلوں میں حاضر ہونا مانتے ہیں، تو یہ برابری نہیں ہوئی۔

مولانا خلیل احمد کا مدلل جواب

مولانا سہارن پوری نے اس کا مناسب جواب دیا، کہ آپ کو تو اتنا بھی علم نہیں کہ شرک اللہ کی کسی صفت میں شرکت کا نام ہے، برابری کا نام نہیں۔ اس طرح تو کوئی مشرک بھی مشرک نہیں رہے گا۔ کیونکہ جن کو وہ خالص خدائی صفات میں شریک مانتے تھے، مثلاً دنیا کے مختلف کاموں میں تصرف، رزق اور اولاد دینا، مشکلات دور کرنا وغیرہ۔ ان میں وہ بھی اصل خالق، رازق، اور ہر معاملے میں بے حد وحساب قدرت کا مالک تو اللہ ہی کو مانتے تھے، البتہ ان کا شرک یہ تھا کہ کچھ دوسری معزز ہستیوں کے لئے بھی، کچھ حد تک یہ اختیارات مانتے تھے، اور اسی لئے ان کی پوجا کرتے تھے۔ یہ قرآن پاک میں کئی جگہ واضح بحث ہے۔ رامپوری کی اس دلیل پر تو دنیا میں کوئی بھی مشرک نہیں بچے گا۔ کیونکہ اختیارات کی برابری تو کبھی کسی مشرک نے نہیں مانی۔ قارئین کرام یہ بریلوی دلیل خصوصاً ذہن میں رکھا کریں۔

رامپوری کا خطرناک جہل

آگے صفحہ ۵۴ پر مولانا رامپوری بڑا ہی خطرناک جاہلانہ جملہ لکھتے ہیں کہ "روئے زمین پر کل جگہ موجود ہونا، تو کچھ خاص خدا پاک کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ دوسرے بھی ہیں۔

ملک الموت اور شیطان کی موجودگی کے نص دلائل

اس کی تفصیل میں صفحہ ۵۴ کی سطر ۵ سے تفسیر معالم التنزیل، رسالہ برزخ از علامہ سیوطی اور علامہ زرقانی کی شرح مواہب کے حوالوں سے کہتے ہیں، کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن وانس و بہائم اور جمیع مخلوقات کا، اور اللہ نے (اس منصب کے لئے) اس کے آگے دنیا کو ایک چھوٹے خوان یا طشت کے کر دیا ہے۔ اس طرح مشرق سے مغرب تک ہر ایک مرنے والے کے پاس ہر جگہ موجود ہے۔ پھر مشکوۃ شریف کی ایک طویل حدیث کے حوالے اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب تذکرۃ الموتی اور طبرانی کے حوالے سے بتاتا ہے، کہ ملک الموت نے خود حضور کریم ﷺ کو بتایا کہ میری نظر ہر جگہ موجود رہتی ہے۔ اس طرح ان کتابوں اور ان حدیثوں سے یہ نتیجہ نکالتا ہے، کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے۔ اس کے بعد

لکھتا ہے کہ ملک الموت تو فرشتہ ہے، خود شیطان کو دیکھو کہ ہر جگہ موجود ہے۔ اس کے لئے بھی درمختار کے مسائل نماز کی فصل اور علامہ شامیؒ کی اس کی شرح کے حوالے سے لکھتا ہے، کہ شیطان ہر بنی آدم کے ساتھ ہوتا ہے، اور اللہ نے اس کو یہ قدرت دے دی ہے، جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا۔ صفحہ ۵۵ سطر نمبر ۸۔ (اس طرح ثابت کرتا ہے، کہ اللہ کے سوا، دوسرے بھی ہر جگہ موجود ہوا کرتے ہیں۔ ہر جگہ کے اس محدود مفہوم کی جہالت کو کیا کہا جائے! جس کو ہر جگہ اور ایک سے زیادہ جگہوں کا فرق اور مفہوم معلوم نہیں۔

پھر یہاں پر بھی ایسی نص دلیل دینی چاہئے تھی

ان فقہ وحدیث کے دلائل اور حوالوں کے بعد، ظاہر ہے کہ اس کو حضور کریم ﷺ کے میلاد یا کچھ محفلوں میں حاضر ہونے کی بھی ایسی ہی دلیلیں دینی ضروری تھیں۔ کیونکہ اصل موضوع تو وہی تھا، جس کے لئے یہ دلیلیں اور مثالیں دی جا رہی ہیں۔ لیکن اس کے بعد فوراً سورج اور چاند کے ہر جگہ ہونے کی عقلی دلیل کی طرف چلے جاتے ہیں، اور صفحہ ۵۷ کی پہلی تین سطروں تک مسئلہ اور لمعہ (یہ باب) ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے، کہ حضور کریم ﷺ کی محفلوں میں حاضر ہونے کے لئے اس کو بھی کسی عقیدہ یا فقہ کی کتاب، حدیث یا کسی کا معتبر قول اور دلیل کہیں کچھ ہاتھ نہ آ سکا۔

مولانا خلیل احمد کی مدلل جرح

ان دلائل کے جواب میں مولانا سہارن پوریؒ نے جو سنجیدہ جرح کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے، کہ اہل سنت کا مانا ہوا عقیدہ ہے، کہ اللہ پاک کی کوئی صفت بندہ میں نہیں ہوتی اور وہ اپنی کچھ صفات کا جو ظل کسی کو عطا فرماتے ہیں، اس سے زیادہ کسی میں ہونا ممکن نہیں۔ سمع وبصر وعلم وتصرف حق تعالی کا حقیقی ہے، اور مخلوق کا مجازی۔ پھر جس کو جس قدر کوئی علم، قدرت وغیرہ عطا فرمائی ہے، اس سے زیادہ وہ ذرہ برابر بھی نہیں بڑھ سکتا۔ شیطان کو جس قدر وسعت دی، اور ملائکہ کو جس طرح کی جس قدر وسعت دی، یا سورج اور چاند کو جس ہیئت ووضع پر بنایا، اس سے زیادہ کوئی نہیں جا رہا اور نہ جا سکتا ہے۔ مقرب فرشتوں میں بھی ہر ایک کو اپنے منصب کے لحاظ سے، اور شیطان کو اپنے منصب کے لحاظ سے، قدرتیں دیں، وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ بھی ہے کہ ان میں کسی کی کوئی لیاقت یا منصب کے لئے دی ہوئی قدرت کی کمی یا زیادتی پر اس کے رتبے کی بلندی یا کمی کا مدار نہیں ہوتا، اور نہ کسی کی کوئی مثال دوسرے کے لئے دے کر اس کی فضیلت یا برتری کا فیصلہ کیا جانا مناسب ہوگا۔ اس کی مثال میں مولانا سہارن پوری صفحہ ۵۵ پر بہت اچھی اور نہایت مناسب جرح کرتے ہیں، جس سے معاملہ بالکل عام فہم طریقے سے حل ہی ہو جاتا ہے۔

اس طرح تو ہر ایک مسلمان بھی ہر جگہ حاضر ہونا چاہیے

مولانا دلیل دیتے ہوئے وضاحت سے کہتے ہیں، کہ ملک الموت اور شیطان کو اپنے منصب کی ادائیگی کے لئے جو یہ لیاقتیں یا قدرتیں دی گئی ہیں، جن کے نص سے ثابت شدہ دلائل اور حوالے مولانا رامپوری نے بھی دیئے ہیں، اگر ان کو دوسروں کے لئے بھی معیار اور مثال بنا کر عقائد قائم کئے جائیں، یا کسی کا رتبہ اور اختیارات اور لیاقتیں فیصل کی جائیں، تو پہلے مولانا یہ فیصلہ کریں کہ ہر ایک مسلمان کم از کم شیطان سے تو افضل ہی ہے۔ خود مولانا صاحب ماشاء اللہ نیک مسلمان بھی ہیں اور عالم دین بھی ہیں۔ اس طرح یقیناً شیطان سے کہیں افضل ہیں۔ پھر وہ خود اپنے لئے تو کم از کم شیطان والی جگہوں پر موجود ہو سکنا، اور ان والے دوسرے کام کر سکنا ثابت کر کے دکھائے۔ (ظاہر ہے کہ اگر کسی بھی بریلوی عالم سے ان الفاظ میں سوال کیا جائے، تو سر جھکا کر اپنی لاجوابی کا تماشہ ہی بنے رہیں گے)۔

عقائد صرف نص دلائل سے ثابت ہوتے ہیں

یہاں پر پہنچ کر مولانا سہارن پوری کی مدلل جرح اپنے نکتۂ عروج کو پہنچتی ہے، کہ عقائد کے مسائل مثالوں اور اندازوں سے طے نہیں ہوتے، وہاں نص دلائل ضروری ہوا کرتے ہیں۔ اللہ پاک ہی نے ہر ایک کو اس کی ذمہ داری، منصب اور رتبے کی ضرورت اور حیثیت کے مطابق صلاحیتیں، لیاقتیں، قدرتیں دے رکھی ہیں، اس لئے اُسی دینے والے سے پوچھنا پڑے گا، کہ کس کو کیا دیا ہے اور کیا حیثیت دی ہے۔ سب ملائکہ تو کیا، صرف چار مقرب ملائکہ کے کام اور لیاقتیں بھی ایک دوسرے کی مثال سے طے نہیں ہوں گی۔ ارذل المخلوقات اور لعین ترین شیطان کے رذیل ترین منصب کی وجہ سے اس کو دی ہوئی خالص مکر و فریب والی

صلاحیتوں اور قوتوں سے افضل المخلوقات ذاتِ مبارکہ کی صلاحیتوں کی تشبیہ تو خیر مولانا عبدالسمیع رامپوری اور اس کو عالم ماننے والا بریلوی اعلیٰ حضرت اور درمیانے اور ادنیٰ حضرت ہی دے سکتے ہیں، چاند اور سورج کو ہر جگہ موجود ہونے کی مثال بھی اس قسم کے جہل کو ہی زیب دیتی ہے۔ لیکن عام عقل و فہم اور حقائق کی دنیا میں ایسی مثالوں سے کام نہیں چلا کرتا۔ اس طرح تو جنوں کو ہوا میں اڑتا دیکھ کر، یا روپ بدلتا دیکھ کر ان سے بہتر مخلوق انسان کے لئے بھی یہی کچھ ماننا ہوگا، ہر ایک مسلمان کے شیطان سے اچھا ہونے کی بناء پر، ہر ایک مسلمان کے لئے بھی بہت کچھ ماننا پڑے گا۔

مشکوٰۃ شریف میں "باب فی الوسوسۃ" حدیث نمبر ۶۱ میں حضرت انسؓ سے روایت اور بخاری و مسلم کی صحیح حدیث ہے کہ "آپ کریم ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح جاری و ساری ہے"۔ تو کہا جائے کہ ہر ایک بریلوی کی رگوں میں خون کی طرح ان کا اعلیٰ حضرت جاری و ساری ہے۔ اس طرح بات اتنی آگے جا سکتی ہے، جو بریلویوں کو بھی قبول نہیں ہوگی۔ وہ بھی کئی باتوں کی اپنی طرف مناسبت بھی قبول نہیں کریں گے۔

شیطان کے لئے نص دلیل

حضورؐ کے لئے اس کی مثال

شریعتِ مطہرہ کا تو یہ مانا ہوا اصول ہے، کہ کسی عقیدہ کے لئے نہ کوئی مثال مانی جائے گی، نہ کسی کا قول، بلکہ صرف نص دلیل یعنی قرآن پاک اور صحیح حدیث ہی مانی جائے گی، یا ان اسلاف کے وہ فیصلے، جو انہوں نے ان نص دلائل کے حوالوں اور ان کی روشنی میں عقائد اور فقہ کی کتابوں میں بیان کئے ہیں۔ اب زیرِ بحث مسئلے میں دیکھیں، کہ اس مسئلہ میں خود دلائل دینے والے مولانا عبدالسمیع رامپوری کتنے بے بس ہیں، کہ مختلف مقامات پر حاضر ہونے کے لئے ملک الموت اور شیطان کی موجودگی کو مثال بناتے ہیں، تو ان دونوں کے لئے تو حدیث، فقہ اور عقائد کی کتابوں سے کئی حوالے دے دیتے ہیں، لیکن حضور کریم ﷺ کے لئے ایسا کوئی ایک حوالہ بھی نہ دے سکے ہیں۔ یعنی ان کو بھی ایسا کوئی معتبر حوالہ نہیں مل سکا ہے۔

تو ان مثالوں کے لئے مولانا سہارن پوری پہلے تو خود اس پر جرح کرتے ہیں، کہ اس مثال کے تحت تو آپ کو بھی ہر جگہ موجود ہونا چاہیے، کیونکہ شیطان ملعون سے تو بہر حال آپ

بھی کہیں افضل ہیں، اور ہر ایک کلمہ گو مسلمان بھی، پھر اس خالص جہل اور عام عقل سے بھی محرومی پر افسوس کرتے ہوئے، صفحہ ۵۷ کی آخری سطور میں وہ الفاظ لکھتے ہیں، جن کو اعلیٰ حضرت نے اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔ مولانا مرحوم کے اصل الفاظ اس طرح ہیں۔

''الحاصل، غور کرنا چاہئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ علم محیط زمین کا فخر عالم ﷺ کو، خلاف نصوص قطعیہ کے، بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں، تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔

زیر بحث مسئلہ میں علم کا ذکر ہی نہیں

ہم نے پوری تفصیل کے ساتھ سارا ماجرا قارئین کرام کے سامنے رکھ دیا ہے۔ اب وہ خود سوچیں اور دیکھیں، کہ اس پورے مسئلہ اور بحث میں دونوں طرف سے حضور کریم ﷺ کے علم مبارک اور اس کی وسعت کا کہیں کوئی ذکر یا بحث نہیں ہے۔ ساری بحث اور دلائل اس نکتہ پر ہے، کہ دنیا میں مختلف جگہوں پر ہونے والی، میلاد کی محفلوں کا حضور کو علم یا خبر ہوتی ہیں یا نہیں، اور آپ وہاں موجود ہوتے ہیں یا نہیں۔ آپ کو اس طرح کی خبر ہونے کے لئے مولانا سہارن پوری کے الفاظ ہیں ''علم محیط زمین'' اور پھر اخیر جملے میں اسی لفظ کو دہرانے کی بجائے ''وسعتِ علم کی کونسی نص دلیل ہے'' کے الفاظ دیئے ہیں۔ ''وسعتِ علم'' کے اسی لفظ سے احمد رضا خان کی گدھ والی نظر نے اپنا شکار پالیا۔

مولانا کی نص دلائل سے مثالیں

اب قارئین پہلے تو یہ سوچیں، کہ جب مولانا رامپوری بھی اس کے لئے کسی نص دلیل، یعنی قرآن وحدیث کا کوئی بھی حوالہ نہیں دے سکے ہیں، تو پھر مولانا خلیل احمد نے بحث کو سمیٹتے ہوئے، جو الفاظ لکھے ہیں، ان میں کیا غلط ہے، اور کیوں؟ پھر اس نے اس کو اگر شرکیہ عقیدہ کہا ہے، تو وہ بھی ان کی اپنی رائے نہیں۔ صفحہ ۵۴ کے آخر میں معتبر فقہ کی کتابوں فتویٰ عالمگیری، درمختار اور بحر الرائق سے حوالہ دیا ہے، کہ جس کسی نے نکاح کیا، اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کو حاضر سمجھ کر دو گواہ بنائے وہ کافر ہوگیا، اس لئے کہ حضور کو حاضر سمجھ کر گواہ بنایا۔ یعنی ان معتبر

کتب میں آپ کو موجود سمجھنے یا ماننے کو کفر کہا گیا ہے۔ اب اگر بریلویوں کو اتنے اہم معتبر کتابوں پر بھی یقین نہیں، اور اپنی شیطان، ملک الموت، چاند سورج وغیرہ کی مثالوں پر اعتماد ہے، تو وہ کھل کر ان کو غلط کہیں۔ باقی عوام کو گمراہ کرنے کے لئے، ان عبارتوں کو چھپا کر اتنا دوسروں پر الزام لگا کر عوام کے عقائد خراب کرتے رہیں، جن کے بارے میں واضح نص دلائل ان کے خلاف ہیں۔

مثلاً فقہ کی کتب اور عقائد کی کتب کا ہم نے حوالہ دیا اور یہ واضح حدیثیں موجود ہیں، جو مشکوۃ شریف پہلی جلد میں ''باب الصلوۃ علی النبی ﷺ میں ہر ایک دیکھ سکتا ہے''۔ (۱) حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے۔ میں اسے سنتا ہوں، اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجے، وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے''۔ (۲) حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے بہت سے فرشتے زمین پر سیاحت کرتے رہتے ہیں اور وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں''۔ (۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اپنے گھروں کو قبروں کی مانند نہ بناؤ، اور میری قبر کو میلہ (عید) نہ بناؤ، اور مجھ پر درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود میرے پاس پہنچتا ہے، چاہے تم کہیں ہو''۔ کسی بریلوی نے کہیں کوئی حوالہ نہیں دیا، کہ میں تمہارا درود سنتا ہوں، سوائے قبر مبارک کے سامنے کے۔

اس طرح موجودگی کا مسئلہ خلافِ نص ہے

ان حدیثوں کی صحت سے بریلویوں کو بھی انکار نہیں۔ پھر اگر مولانا سہارن پوری نے یہ لکھا کہ آپ کو زمین کی معلومات ہونے (علم محیط زمین) کی کونسی نصِ قطعی ہے، کہ جس سے نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ یعنی آپ درود پڑھنے والوں کے پاس موجود نہیں ہوتے، بلکہ فرشتے پہنچاتے ہیں، یہ نص دلیل حدیثوں سے ثابت ہے۔ اور نکاح میں آپ کو موجود سمجھ کر گواہ بنانا، فقہ کی معتبر ترین کتابوں کے مطابق شرکیہ عقیدہ ہے، تو مولانا نے کیا غلط کہا، بریلویوں کو لازم ہے کہ ان نصوص کے رد میں ان سے زیادہ معتبر دلائل لائیں۔

اعلیٰ حضرتی کارستانی

اب اعلیٰ حضرتی کارستانی کی طرف آئیں۔ ایک معزز دین کے عالم پر قطعی کفر کا الزام

لگا رہے ہیں، اس کو بہت ہی غیر معیاری الفاظ میں بُرا کہہ رہے ہیں، لیکن چار صفحات میں چلنے والی بحث کا نہ موضوع بتاتے ہیں، نہ سیاق وسباق، نہ دونوں طرف کی بحث میں دونوں طرف کے دلائل، صرف آخری حاصل کلام والی سطریں لیتے ہیں۔ وہ بھی پوری نہیں۔ ایک بار پھر مولانا خلیل احمد کی عبارت کا حاصل کلام دیکھیں، جو ان الفاظ میں ہے کہ "الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس سے ثابت کرنا، شرک نہیں، تو کون سا ایمان کا حصہ ہے"۔ یہ سارا حصہ اعلیٰ حضرت نے بیان ہی نہیں کیا۔ کیونکہ اس سے پڑھنے والے پر ظاہر ہو جاتا، کہ بات حضور ﷺ کو زمین کی معلومات حاصل ہونے کی ہو رہی ہے، اور اس کے لئے نص دلائل کی بجائے شیطان اور ملک الموت کی مثالوں کو بنیاد بنایا جا رہا ہے۔ اس کے آخری ہماری لکیر کھینچے ہوئے آخری سات الفاظ کو بھی نکال کر الگ کیا اور ان کو عبارت کی بعد والی دو سطروں کے بعد رکھا۔ اس طرح اپنی تین سطری عبارت شروع ہی بعد والی سطروں سے اس طرح کی کہ "اس کا یہ بُرا قول خود اس کے اپنے ہی الفاظ میں صفحہ ۵۵ پر یوں ہے، کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے، ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ اور اس سے پہلے لکھا کہ شرک نہیں، تو کونسا ایمان کا حصہ ہے"۔

قارئین کرام یہاں دو سیدھی واضح بے ایمانیاں ملاحظہ فرمائیں، کہ اول تو مولانا کے حاصل کلام کی پہلی دو سطریں حذف کر دیں، جن سے معاملہ صاف ہوتا، کہ بات علم محیط زمین یعنی زمین کے واقعات کے خبر ہونے کی چل رہی ہے، نہ کہ آپ کے علم مبارکہ کی۔ پھر اسی کے ساتھ والے مزید وضاحتی یہ الفاظ یعنی "شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے" والے درمیانی الفاظ کو سلسلے سے کاٹ کر آخر میں رکھ دیا۔ جن سے اس کے پٹنے ہوئے ادھورے حصہ کو مزید تقویت پہنچ جاتی ہے کہ آپ کی وسعت علم کو پہلے شرک لکھ چکا ہے۔ مزید دھوکے کے لئے یہ بھی لکھ دیا کہ اس کا یہ بُرا قول خود اس کے بُرے الفاظ میں صفحہ ۵۵ پر اس طرح ہے، تاکہ اس کٹے پھٹے دو جملوں کو ہی اصل مکمل عبارت سمجھا جائے۔

بعد والوں کی مزید کارستانیاں

بریلوی اعلیٰ حضرت کی طرف سے بات کو سیاق وسباق سے الگ کر کے، جملوں کو آگے

پیچھے کر کے، اس طرح دوسروں کی عبارتوں کے مفہوم کو بدل کر، اس میں اپنی مرضی کا مفہوم بھر دینے کی کھلی بے ایمانی والی یہ رسم اب ہر ایک بریلوی چھوٹے حضرت کی بھی پکی بن چکی ہے۔ بلکہ اکثر وہ اب دیوبندی عقائد کا عنوان بنا کر صرف ایک ڈیڑھ جملوں کے بھی اپنے ہی الفاظ دے کر، ان کے لئے کتاب براہین قاطعہ کا حوالہ لکھ کر، پھر نفرت بھرے الفاظ کا استعمال ہی کافی سمجھنے لگے ہیں۔ مثلاً اسی حوالے کے لئے دوسرے بریلوی معتبر مصنفوں کے الفاظ کو ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مقیاس حنفیت از مولانا عمر اچھروی۔ صفحہ ۲۱۱ "دیوبندیوں کے نزدیک نبی ﷺ سے معاذ اللہ شیطان اور ملک الموت کا علم زیادہ ہے"۔

(۲) کتاب "جاء الحق" از مفتی احمد یار خان گجراتی، صفحہ ۲۱۸۔ دیوبندی عقائد نمبر ۸ "شیطان اور ملک الموت کا علم حضور ﷺ سے زیادہ ہے"۔ (براہین قاطعہ)

(۳) کتاب "دیوبندی دھرم" از مفتی عبدالرحیم سکندری۔ وہابی دیوبندیوں کا عقیدہ نمبر ۵۔ "دیوبندی مولویوں کے عقیدے کے مطابق (نعوذ باللہ منہا) رسول کریم ﷺ کا علم مبارکہ شیطان کے علم سے کم ہے۔ شیطان اور ملک الموت کے لئے یہ وسعت (علم کی) تو نص سے ثابت ہے۔ حضور کے علم کی وسعت کے لئے کونسی قطعی نص ہے؟ جس سے سب نصوص کو رد کر کے ایک شرک کو ثابت کیا جاتا ہے"۔ (براہین قاطعہ (صفحہ ۵۵)

(۴) پیر بھائی کمپنی لاہور کا شائع کردہ ترجمہ کنز الایمان بمع تفسیر نور العرفان۔ صفحہ ۳۵۔ بعنوان وہابی دیوبندی عقائد کے چند نمونے۔ عقیدہ نمبر ۷:- شیطان اور ملک الموت کو تمام روئے زمین کا علم، اور حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے"۔ (براہین قاطعہ صفحہ ۵۵)

اب فیصلہ قارئین پر ہے

مزید تجزیہ ہم قارئین کرام پر چھوڑ دیتے ہیں۔ بات کافی طویل ہو چکی ہے۔ لیکن ہم نے جان بوجھ کر پوری تفصیل کو بیان کیا، جس سے ہم کو یہ دکھانا مقصود تھا اور ہے، کہ بریلوی خمیر کس مٹی سے اٹھا ہے اور کس قسم کی پلید کھاد اور پانی سے پروان چڑھ کر کس طرح امت کے سدا بہار عقائد اور علم کی فضا کو مسموم کر رہا ہے اور اس کے پیچھے کس کے کون سے مقاصد ہو سکتے ہیں۔

محبت کے نام پر جاہلانہ گستاخیاں

اس عنوان میں مزید ہم کو یہ بھی دکھانا ہے، کہ بریلویوں نے اپنی طرف سے جو بدعات اور شرکیہ عقائد گڑھ رکھے ہیں، ان میں ان کو کہیں نص دلائل یعنی قرآن، حدیث، صحابہ کے عمل، اجماع اور مشہور فقہاء کی تائید حاصل نہیں۔ ان کا اکثر کاروبار قصہ کہانیوں اور مثالوں اور غیر معتبر حوالوں سے ہی چلتا ہے۔ اس گورکھ دھندے میں محبت، تعظیم، ادب واحترام، اور تہذیب کے نام نہاد دعویداروں کے ہاں تعظیم کے نام پر ایسی ایسی گستاخیاں ہوجاتی ہیں، کہ ان کا اصل مفہوم سمجھنے والے، انگلیوں سے کان پکڑ کر استغفار کا بے اختیار ورد شروع کر دیں۔

رامپوری کی مزید گستاخیاں

اس مسئلہ کے شروع ہی میں صفحہ ۵۳ پر مولانا عبدالماجد عمر پوری کا یہ حوالہ دیتے ہیں، کہ مولود کی محفلوں میں آپ کی حاضری کا عقیدہ شرک ہے۔ کیونکہ ہر جگہ موجود ہونا صرف اللہ پاک کی صفت ہے۔ تو رامپوری صاحب نے کیا جاہلانہ دلیل دی، کہ اگر اللہ کے لئے بھی صرف محافل میلاد میں ہی حاضر ہونے کا عقیدہ ہوتا، تو صفت الاہی میں شرک لازم ہوتا۔ لیکن جب وہ پوری کائنات میں ہر جگہ موجود ہے، اور یہاں صرف کچھ جگہ، تو شرک نہیں ہوا۔ اس کا جواب ہم مولانا خلیل احمد کی زبانی پہلے بیان کر آئے ہیں۔ پھر دیکھ کر رامپوری دلیل کا جہل ملاحظہ فرمائیں! کہ شرک صرف تب ہوگا، جب مکمل برابری مانی جائے۔

(ب) اسی سلسلہ میں صفحہ ۵۴ پر لکھتے ہیں، کہ روئے زمین میں ہر جگہ موجود ہونا، خاص خدا پاک کی مخصوص صفت نہیں۔ کیونکہ ملک الموت کے بھی ساری زمین کا ہر جاندار سامنے ہے، اور وہاں ہر ایک جاندار کی روح قبض کر رہا ہوتا ہے۔ پھر آگے چل کر صفحہ ۵۵ پر شیطان کے بھی ہر جگہ موجود ہونے کی دلیلیں دیتا ہے۔ (جس پر مولانا سہارن پوری نے ان الفاظ میں جواب دیا، جن کو شکار بنا کر اعلیٰ حضرت نے اپنا کفریہ کھیل کھیلا ہے)۔

اب کوئی بتائے، کہ یہ جہل کی انتہا نہیں، کہ دنیا میں اپنے منصب کے لئے اللہ پاک نے مخلوق کو جو صلاحیتیں یا قدرتیں دی ہیں، ان کی مثالیں دے کر یہ کہا جائے، کہ اس طرح صفت اکیلی اللہ کی کہاں ہے۔ اس سے تو شرک کا بند پھاٹک مکمل طور پر کھل گیا۔ کئی لوگ

سخاوت میں دل کھول کر دوسروں کے رزق کی کفالت کرتے ہیں، تو رزاقیت کی صفت اکیلی اللہ کی صفت کہاں رہ گئی، وغیرہ وغیرہ۔ پھر یہ بھی سوچیں کہ اس جہل پر حیرت کی جائے یا افسوس! کہ اللہ پاک کے لئے ہر جگہ کا دائرہ انہوں نے یہی سمجھا ہے، کہ جہاں انسان اور جاندار بستے ہیں، حالانکہ کل کائنات کی وسعت ہر ایک کو معلوم ہے۔ پھر سورج اور چاند کو بھی ہر جگہ موجود کہا جارہا ہے۔ انہیں کائنات کی وسعت کا بھی علم نہیں۔

آپ حیرت کریں، یا افسوس، لیکن سوچیں کہ اللہ پاک کی ہر ایک صفت کی لامحدودیت کو اس طرح محدود کر دینا اس کی شان میں کھلی گستاخی اور کفر و شرک نہیں؟

شیطان کے مکر وفریب کو علم کہنا، خود گستاخی ہے

پھر یہ بھی گستاخی دیکھیں، کہ شیطان کو جو قوتیں دی ہوئی ہیں، ان کو علم کہا جارہا ہے، اور اس کی وسعت کو نبوی علم سے تقابل کے لائق بھی بنایا جارہا ہے۔ حالانکہ اس کو جو لیاقتیں اس کے منصب کے لئے دی گئی ہیں، وہ علم کے کسی زمرے میں نہیں آتیں۔ وہ سراسر مکاری، دھوکہ، تلبیس، عیاری، اور شر ہی شر ہے۔ دوسری طرف لفظ علم، خصوصاً نبوی علم ایک مقدس لفظ ہے۔ جو خیر ہی خیر ہے۔ جو نام ہے اللہ پاک کی معرفت، کائنات اور انسان کی حیثیت کی صحیح شناس، اور انسانی روحانی پہلو کی بلندی، انسان کی خودشناسی اور خداشناسی وغیرہ جیسے لطیف نکات کی شناس اور لطیف حقائق کی پہچان کا۔ کئی اسلامی مفکر اس لئے دنیوی علوم کو ہنر وفن (Arts)، سائنس اور ٹیکنالوجی کے نام سے ہی موسوم رکھنے اور سمجھنے کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں، کہ لفظ علم صرف نبوی علوم اور حقائق وعقائد کے معنیٰ تک ہے۔ پھر نبوی علوم کے دائرے کے بارے میں تو خود اللہ پاک نے یہ حدود قائم رکھے ہیں، کہ شعر وشاعری میں چونکہ خیالی باتوں، خواہشوں اور مبالغے کی گنجائش ہوتی ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ کے لئے سورۃ یٰس کے آخری رکوع میں واضح ارشاد ہوا، کہ ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور نہ یہ آپ کے شایانِ شان ہے۔ آپ پر جادو ہوا، تو اس کے توڑ کے لئے اللہ سے پناہ مانگنے کی آیات نازل کی گئیں، جادو کا کوئی ذریعہ نہیں سکھایا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ساحروں کا طلسم توڑنے آئے۔ لیکن ان کو جادو کا علم نہیں دیا گیا۔ بلکہ معجزاتی لاٹھی کا معجزہ دیا گیا۔

ادھر ہمارے بریلوی حضرات شیطان ملعون کے صرف مکر ہی مکر، دھوکہ اور رذیل ترین

چالوں کو بھی علم کہتے ہیں، وہ بھی ایسا، کہ اس کو حضور کریم ﷺ کے علم کے مقابلے میں لا کر کہا جائے، کہ اگر شیطان کو یہ علم ہو سکتا ہے، تو آپ ﷺ کو کیوں نہیں۔ اور اللہ پاک کے لئے بھی کہا جائے کہ ہر جگہ موجود ہونا صرف اکیلی اللہ کی صفت نہیں ہے؟ ہر جگہ تو ملک الموت بھی ہے اور شیطان بھی۔ اس جہالت اور گستاخی پر کسی بریلوی کی نظر نہیں جاتی۔ فیا للعجب۔

گستاخی کی انتہا۔ ابلیس لعین حضورؐ سے زیادہ علم رکھتے ہیں

(۵) پھر اس "لمعہ (فصل) رابعہ" کے آخر میں صفحہ ۵۶ کی آخری دو سطور سے اس نام نہاد بریلی عالم کے مکمل جہل بھرے یہ الفاظ بھی دیکھیں، جن سے ہم اس بحث کو سمیٹتے ہیں، کہ "اب فکر کرنی چاہئے، کہ جب چاند سورج ہر جگہ موجود، اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے، اور ملک الموت بھی ہر جگہ موجود ہے، تو یہ صفت خالص خدا کی کہاں ہوئی اور تماشہ یہ کہ اصحاب محفل میلاد (یعنی مصنف جیسے) تو زمین کی تمام جگہ، پاک و ناپاک، مذہبی اور غیر مذہبی مجالس میں حضور ﷺ کے حاضر ہونے کا ذکر نہیں کرتے۔ ملک الموت اور ابلیس کو اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک اور ناپاک، کفر، غیر کفریہ میں حاضر پایا جاتا ہے، تو تمہارے استدلال کے موافق تو یہ سب محدث اور فقہا، ابلیس اور ملک الموت کے ہر جائے ہونے کو ماننے کی وجہ سے، ان سے زیادہ مشرک ٹھہریں گے"۔

اس عبارت کے ہر ایک لفظ پر خوب غور کیا جائے، کہ شروع سے آخر تک پورے باب میں بات ہر جگہ کی معلومات ہونے کی، اور وہاں حاضر ہونے یا ہو سکنے کی ہی چل رہی ہے۔ اب اگر ایسی معلومات کو حضورؐ کا علم اور اس کی وسعت قرار دیا جائے، تو ان اختتامی الفاظ کی رو سے ابلیس کے علم کو حضور کریم ﷺ سے زیادہ کہنے والے مولانا عبدالسمیع رامپوری، اور اس کی اس عبارت کو صحیح سمجھنے والا اعلیٰ حضرت، اور اس پر اعتماد کرنے والے بریلوی قرار پاتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ یہ اسی کے الفاظ ہیں، کہ ملک الموت اور ابلیس کو اس سے بھی زیادہ مقامات پاک و ناپاک میں حاضر ہونا پایا جاتا ہے۔

آخر میں ہم سب بریلویوں کو دعوت دیتے ہیں، کہ اس کتاب کے چاروں صفحات اور پورا لمعہ یعنی باب پڑھ کر ان الفاظ کی نشاندہی کریں، جن سے صاف واضح ہوتا ہو، کہ پورے باب میں کہیں حضور کریم ﷺ کے نبوی علم مبارک اور اس کی وسعت کے نکتے کو چھیڑا بھی گیا

ہے۔ ساتھ ہی تازہ بریلوی عالم اور عام قارئین یہ بھی دیکھیں، کہ ۱۸۸۶ء تک بھی سب بدعات کو صحیح ماننے والے عالم بھی حضور کریم ﷺ کے غیب کی معلومات اور حاضر ہونے کے عقیدے میں صرف یہیں تک جاتے تھے، کہ دنیا میں ہونے والے مولود کی محفلوں کی ان کو خبر ہوتی ہے، اور وہاں آپ حاضر ہوتے ہیں۔

جبکہ اعلیٰ حضرت نے اس کو یہاں تک پہنچا دیا، کہ "ہر صغیر و کبیر، ہر رطب و یابس جو پتہ گرتا ہے، زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے، وہ سب تفصیلاً آپ نے جان لیا، مزید یہ بھی کہ "آپ کو تمام موجودات، جملہ ہو چکنے اور قیامت تک ہونے والے واقعات، لوح محفوظ کے جملہ مندرجات اور عرش و فرش کا ذرہ ذرہ آپ کے علم میں ہے"۔ (انباء مصطفیٰ ص ۲۴ اور ۲۶)۔

مزید یہ بھی، کہ "دنیا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، اس کو ایسے دیکھ رہے ہیں، جیسے اپنی ہتھیلی کو"۔ (اعتقاد الاحباب از احمد رضا، ترجمہ و ترتیب خلیل احمد قادری برکاتی، مدرسہ احسن البرکات، حیدر آباد، ص ۱۷)۔

یہ اب عام قارئین اور بریلوی علماء ہی سوچیں۔ یہ بھی خوب غور سے دیکھیں، کہ احمد رضا کے اس عقیدے پر علماء مدینہ نے اس کا کس طرح کن سخت الفاظ میں کس طرح مکمل رد لکھا تھا، جس کا تفصیلی ذکر، آئندہ فصل بعنوان "پس منظر اور پیش منظر" میں آئے گا۔

مولانا کی تردید

ادھر یہ بھی دیکھ لیں، کہ خود مولانا سہارن پوریؒ نے اس الزام کی تردید کن واضح الفاظ میں کی:

"مولوی احمد رضا خان بریلوی نے جو بندے پر الزام لگایا ہے، وہ بالکل بے بنیاد اور لغو ہے۔ میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر، مرتد اور ملعون مانتے ہیں، جو شیطان علیہ اللعن تو کیا، کسی بھی مخلوق کو جناب سرور عالم ﷺ میں زیادہ کہے۔ یہ کفریہ مضمون، کہ شیطان علیہ اللعن کا علم نبی ﷺ سے زیادہ ہے، براہین قاطعہ کی کسی عبارت میں نہ صراحۃً نہ کنایۃً لکھا۔ مجھ کو تو ساری عمر بھی اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوا، کہ شیطان تو کیا، کوئی نبی اور فرشتہ بھی آپ کے علم کی برابری کر سکے، چہ جائیکہ علم میں زیادہ ہو۔ یہ عقیدہ، جو خان صاحب نے بندہ

کی طرف منسوب کیا ہے، کفر خالص ہے۔ اس کا مطالبہ خان صاحب سے روز جزا ہوگا۔ میں اس سے بالکل بری الذمہ ہوں، اور پاک۔ وکفی باللہ شہیدا"۔

قارئین کرام اس کتاب کی پہلی اور دوسری فصل میں پھر دیکھیں، کہ سب فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے، کہ کسی اعتراض والی عبارت میں ملزم کی اپنی تشریح آخری دلیل مانی جائے گی، اور دلوں کا حال دلوں کے بھید جاننے والے اللہ پر چھوڑ دیا جائے گا۔

اس معاملے میں مولانا کی اتنی صاف وضاحت کو اعلیٰ حضرت نے کیوں نہ مانا، اور آج تک سب بریلوی کیوں نہیں مان رہے، یہ آپ ان سے پوچھیں۔ ہم اب اگلے الزام کی طرف آگے بڑھتے ہیں۔ جس کا واہیات ہونا اس سے بھی زیادہ واضح ہے۔

تیسرا الزام

حضور ﷺ جیسا علم

بچوں، پاگلوں، جانوروں کو بھی حاصل ہے

ملزم، مولانا تھانوی کی علمی حیثیت

تیسرا الزام برصغیر کے چودھویں صدی کے سب سے بڑے مانے ہوئے عالم، سینکڑوں خلفاء رکھنے والے پیر طریقت، ہزاروں کے مرشد، لاکھوں کی محبوب شخصیت مولانا اشرف علی تھانویؒ پر ہے۔ جو تازہ صدیوں کے سب سے کثیر التصانیف عالم ہے۔ جس نے دین کے ہر ایک پہلو پر تقریباً آٹھ سو کتابیں لکھیں، جو احمد رضا کی طرح صرف زیب داستان نہیں، بلکہ سب ان ہی کی زندگی میں چھپیں اور بار بار چھپیں، اور آج تک بار بار ہر جگہ سے بغیر کسی خصوصی اجازت حاصل کرنے کے شایع ہو رہی ہیں۔ ان کی مکمل فہرست بھی ان ہی کی زندگی میں چھپی۔ مکمل سوانح بھی ان ہی کی زندگی میں چھپی۔ ان کے علاوہ سات ماہوار رسالے ان کے ملفوظ و مواعظ ہی شایع کرنے کے لئے مخصوص رہے، اور مواعظ کی اشاعت کا یہ سلسلہ رحلت کے بعد بھی کئی سال تک جاری رہا۔ پھر مواعظ اور ملفوظات کے انتخابات وغیرہ بھی کئی چھپے اور ابھی تک ہو رہے ہیں۔ جس کی فہرست کی صرف یہ جھلک دیکھیں:۔

خطبات ۳۲ جلد؛ ملفوظات ۲۵ جلد؛ کلید مثنوی ۲۴ جلد؛ اشرف التفاسیر ۴ جلد؛ اشرف السوانح ۴ جلد۔ مختلف کتب فروشوں کی فہرستوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ چالیس پچاس ہزار روپے لے کر اگر آپ نکلیں، تو کراچی یا لاہور جیسے شہر سے ایک دو دن میں جیب خالی اور الماریاں بھر جائیں گی۔

اس کی طرف منسوب عبارتیں

ایسی ہمہ گیر علمی شخصیت پر اعلیٰ حضرت کا الزام ہے، کہ اس نے حضور کریم ﷺ کے علم

غیب کے بارے میں اپنی چھوٹی سی کتاب ''حفظ الایمان'' میں لکھا ہے کہ ''غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے، ایسا تو ہر بچے، ہر پاگل، ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے''۔ (حسام الحرمین، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، دسمبر ۱۹۸۹ء ایڈیشن، صفحہ ۱۸) یہ الفاظ مولانا مرحوم کی مسلسل عبارت نہیں۔ بلکہ ایک سوال کے جواب کی ایک مربوط عبارت سے درمیان میں اس طرح لئے گئے ہیں، کہ ص ۱۳ کی اس عبارت کے درمیان سے چار سطریں لے کر، پھر اس کی وضاحت والی پانچ سطریں چھوڑ کر پھر ان کے بعد اپنے کام کی ڈیڑھ سطر دے کر، دونوں کو ایک مسلسل عبارت بنا کر اس ساڑھی پانچ سطری عبارت کو کفریہ الزام بنا کر، پھر زور سے چلانا شروع کر دیتا ہے، کہ دیکھو کیا کیا اندھیر کیا ہے، اور حضور ﷺ کے علم غیب کی کن کن سے برابری کی ہے۔

گیارہ سطری عبارت بھی مکمل نہیں دی

یہ پورا سوال اور مکمل جواب صرف تین چھوٹے صفحات میں مکمل ہو جاتا ہے۔ اب پڑھنے والے غور کریں، کہ ایک اتنے بڑے عالم اور اس کو اپنا رہنما سمجھنے والے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو کافر اور مرتد بنایا جا رہا ہے اور پورے تین صفحات تو درکنار، صرف ایک گیارہ سطری عبارت بھی سلسلہ وار پوری نہیں دی۔ عین نتیجہ والی تشریح کے الفاظ والی پانچ سطریں درمیان میں سے نکال دیں، جن میں صاف الفاظ ہیں کہ ''کیونکہ (اس طرح) ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے سے مخفی ہے، تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے''۔ اگر یہ سطریں بھی درمیان میں قائم رکھی جاتیں، تو ہر ایک خود بہ خود سمجھ جاتا کہ بات آپ ﷺ کے علم غیب کی مقدار کی نہیں، بلکہ آپ کو عالم الغیب کہنے یا نہ کہنے کی چل رہی ہے، جو ہی اس رسالہ کا بنیادی موضوع ہے۔

اصل سوال ہی دوسرا ہے

اصل حقیقت یہ ہے کہ زیر حوالہ رسالہ ''حفظ الایمان'' ایک چودہ صفحات کا مختصر سا رسالہ ہے، جس میں تین سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ زید سجدۂ تعظیمی کو جائز کہتا ہے، دوسرے قبور کے طواف کو جائز کہتا ہے۔ تیسرے یہ کہتا ہے، کہ علم ذاتی کی وجہ

سے اللہ پاک کے سوا اور کوئی عالم الغیب نہیں ہو سکتا۔ (لیکن) بالواسطہ علم غیب کی وجہ یا معنی سے رسول اللہ ﷺ کو بھی عالم الغیب کہا جائے گا۔ اس تیسرے سوال کا جواب صرف تین صفحات کا ہے۔ سوال اور جواب آپ کے علم غیب کے مقدار کے بارے میں نہیں۔ بلکہ آپ کو عالم الغیب کہنے کے بارے میں ہے۔ جس کو گھما پھرا کر، کانٹ چھانٹ سے علمِ غیب کی مقدار کا مفہوم بھرا گیا ہے۔

تینوں جوابات سے اصولی طور پر احمد رضا خان کو بھی اتفاق ہے

ان تینوں سوالون کے جواب میں مولانا تھانویؒ نے جو کچھ لکھا، احمد رضا خان کا بھی تینوں سے اتفاق ہے۔ اس کا ایک رسالہ بنام ''الزبدۃ الزکیہ'' جو آج کل بھی تازہ شائع ہوا ہے، اس میں پہلے دو سوالوں کے جواب تقریباً وہی ہیں۔ یعنی سجدہ تعظیمی حرام ہے۔ اور قبروں کا طواف حرام ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں بھی صفحہ ۱۸۰ اور صفحہ ۲۱۲ پر ایسے فتوے ہیں۔

تیسرے نمبر سوال، جو اس وقت زیر بحث ہے، یعنی آپ کو عالم الغیب کہنا: اس کے بھی جواب میں اصولی طور احمد رضا خان بھی مولانا تھانویؒ سے متفق ہی نظر آتے ہیں، مثلاً اپنی کتاب ''الامن والعلیٰ'' (مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر اشاعتِ دوم) میں ۱۸۸ صفحہ پر لکھتے ہیں، کہ ''علمِ غیب بالذات اللہ پاک کے لئے خاص ہے۔ کفار اپنے باطل معبودوں کے لئے مانتے تھے، لہٰذا مخلوق کو عالم الغیب کہنا مکروہ ہے۔ البتہ یوں کوئی حرج نہیں، کہ اللہ کے بتانے سے اس (غیب) پر ان کو اطلاع ہے''۔ واضح رہے کہ فقہ میں جہاں صرف مکروہ کا لفظ لکھا جائے گا، تو مفہوم مکروہ تحریمی ہوگا۔ یعنی حرام۔ خود احمد رضا خان نے بھی کئی جگہ اور فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ۲۱۵ پر یہی لکھا ہے۔ احمد رضا خان کی اس عبارت سے یہ بھی واضح ہوا، کہ مخلوق کو عالم الغیب کہنے کے مکروہ تحریمی یعنی حرام ہونے کی وجہ یہ ہے، کہ کفار اپنے معبودانِ باطل کے لئے یہ علم ذاتی مانتے تھے۔ اسی لئے اگر کسی مخلوق کو عالم الغیب کہا جائے گا، تو اس سے یہ شرکیہ وہم یا خیال پیدا ہوگا، کہ اس مخلوق کے لئے علم ذاتی مانتا ہے، جو بالاتفاق کفر ہے۔

اسی طرح ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت جلد سوم صفحہ ۳۱۵ میں سماعِ موتیٰ کے عنوان کے تحت حضرت بی بی عائشہؓ کے حضور ﷺ کے ''علم مافی الغد'' کے قول کی وضاحت مین لکھتے ہیں، کہ ''علم (کا لفظ) جب مطلق بولا جائے، خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو، (یعنی علم

الغیب) تو اس سے مراد علمِ ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریفؒ نے کردی ہے، اور یہ یقیناً حق ہے، کہ کوئی شخص کسی مخلوق (بمع حضور کریم ﷺ) کے لئے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے، یقیناً کافر ہے"۔ اس طرح ذاتی اور کلی غیب کو تو اعلیٰ حضرت بھی نہیں مانتے اور الامن والعلیٰ والی عبارت کی رُو سے "عالم الغیب" کہنے کو بھی مکروہ تحریمی مانتے ہیں، جو ہی مولانا تھانویؒ کا بھی مرکزی نکتہ ہے۔ صرف سوال کی نوعیت کے لحاظ سے طرزِ تحریر کی اور دلائل اور مثال کے الفاظ کا فرق ہے۔

مولانا تھانویؒ وہی نکتہ، اس طرح بیان کرتے ہیں

مولانا تھانویؒ بھی اس سوال کا جواب شروع ہی یہاں سے کرتے ہیں، کہ شرعی محاورات میں "علم غیب" اس علم کو کہا جاتا ہے، جو بالذات، بلاواسطہ اور کسی کے دیئے بغیر حاصل ہو، تو ظاہر ہے کہ یہ صرف اللہ پاک کو ہی حاصل ہے۔ اس لئے زید یا کوئی شخص اگر بلاقرینہ حضور ﷺ پر بھی اس لفظ کا اطلاق کرے گا، تو اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوگی، کہ آپ کو بھی ذاتی طور پر یہ علم حاصل ہے۔ جو بالاتفاق کفر ہے۔ ایسے ہی اوہام سے بچانے کے لئے قرآن پاک میں لفظ "راعنا" کہنے کی ممانعت آئی ہے۔ اور احادیث میں عبدی، امتی اور ربی کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

مولاناؒ دوسری دلیل دیتے ہیں، کہ اگر ایسے الفاظ کا اطلاق جائز کیا جائے گا، تو پھر آپ کو خالق اور رازق کہنا بھی ناجائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ آپ اس دنیا کی ایجاد اور بقاء کا سبب ہیں (۱)۔ اور مطاع ہونے کی وجہ سے مالک و معبود کہنا بھی جائز ہوگا۔

سارے علومِ نبوت حاصل ہونے کی صریح عبارت

دوسرے صفحے پر بحث کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھیں، کہ تیسرے صفحے پر مولانا مرحوم یہ بھی صاف الفاظ میں لکھتے ہیں، کہ "نبوت کے لئے جو علوم ضروری ہیں وہ سب آپ کو تمام

(۱) حضرت مولانا "لولاک لما خلقت الافلاک" کے قائل ہیں۔ ان کی میلاد کے مضمون پر عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" شروع ہی اس مضمون سے ہوتی ہے۔ ایسی محبوب ہستی کو بھی احمد رضا خان نے گستاخِ رسول مرتد بنا کے رکھ دیا۔ فیاللعجب!

حاصل ہوگئے تھے۔ (جس میں سب نبیوں کے سب علوم بھی شامل ہیں)۔ تو پھر احمد رضا والے اعتراض والے جملے کی کیا حیثیت رہی، کہ "ایسا علم تو ہر بچے، ہر پاگل، بلکہ ہر جاندار اور ہر چوپائے کو حاصل ہے"۔ کیا ان چاروں جنسوں کو یہ سارے نبوت والے علوم حاصل ہوتے ہیں؟ کیا کوئی کم سے کمتر عقل والا بھی یہ مان سکتا ہے؟ لیکن بریلویوں کے بنائے ہوئے اعلیٰ حضرت کی ادائیں ہی اپنی ہیں۔ باتوں کو بنانے اور توڑتے مروڑتے وقت اس کو کبھی خیال ہی نہیں رہتا، کہ اصل کتابیں بھی عام جام موجود ہیں، اور ہر ایک پڑھ سکتا ہے۔

الزام خود بھی ناقابلِ یقین ہے

اس نکتہ پر ایک اور طرح سے بھی غور کریں، کہ ایک کم سے کم پڑھے لکھے مسلمان سے بھی اگر کہا جائے، کہ حضور کریم ﷺ نے کون سی غیب کی باتیں بتائیں، تو کم از کم اللہ، دوسرے پیغمبر، فرشتے، جنت، دوزخ، قیامت کا حساب کتاب، قبر کا حساب کتاب، قرآن پاک کا وحی ہونا تو وہ بھی بتا ہی دے گا۔ تو پھر اگر اس سے کہا جائے، کہ میاں صاحب! یہ تو سب ایسی باتیں ہیں، جو ہر ایک بچے، ہر ایک پاگل، ہر ایک جانور کو بھی معلوم ہیں۔ تو مزید بحث سے پہلے وہ شخص یقیناً حیرت سے جواب دے گا، کہ میاں جی! مجھے تو آپ ہی یہ جنس نظر آتے ہیں، جائیے اپنی جنس سے وقت گذاریئے، مجھے ایسی باتیں سننے کی تاب نہیں۔

یہ ایک منطقی دلیل ہے

غور سے دیکھا جائے، اس پورے گیارہ سطری جواب کے حصے میں مولانا مرحوم نے زید پر منطقی جرح سے یہ نکتہ واضح کرنا چاہا ہے، کہ اگر وہ حضور ﷺ کے لئے کلی علم غیب مانتا ہے، تو یہ کئی عقلی خواہ شرعی دلائل سے باطل ہے اور کسی نے آج تک یہ نہیں مانا، اور نہ یہ ممکن ہے (۱)۔ باقی اگر وہ جزوی علم کی وجہ سے آپ کو عالم الغیب کہنے پر مصر ہے، تو بھی وہ اس طرح غلط ہے: کہ اگرچہ یہ درست ہے، کہ مخلوق میں سب سے زیادہ غیب کی خبروں سے آپ ہی کو واقف کیا گیا، حتیٰ کہ نبوت کے جو علوم دوسری مخلوق کے لئے غیب ہوتے ہیں اور ہر ایک کو دربارِ نبوت سے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ تو سب نبیوں کے سب علوم بھی آپ کو دیئے گئے۔ لیکن بہرحال وہ سب مل کر بھی، پھر بھی اصل عالم الغیب ذات اقدس کے مقابلے میں ایک جز

(۱) قارئین کرام نے دیکھا، کہ احمد رضا خان نے بھی اس کا انکار کیا ہے۔

اور جزوی یا بعض ہی ہیں۔ (جیسے ایک دریا کے مقابلے میں ایک قطرہ بھی جز گنا جاتا ہے، اور اس سے نکلنے والی لاکھوں ایکڑ کو سیراب کرنے والی نہر بھی جز گنی جاتی ہے)۔ اور پھر یہ ایسی چیز ہے، کہ انبیاء کرام کے علاوہ اگرچہ بہت ہی قلیل مقدار میں (جیسے دریا، اور قطرہ کی نسبت سے)، لیکن بہرحال دوسری مخلوق حتیٰ کہ بہائم کو بھی حاصل ہوتے ہیں، تو صرف جزوی علم کی وجہ سے اگر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کیا جائے، تو منطقی طور پر ان سب پر بھی کرنا پڑے گا۔ اور اگر سب پر کیا جانا پڑے، تو پھر وہ کمالاتِ نبوی میں کیسے شمار ہوگا، جس میں کسی نہ کسی حد تک ہر ایک حتیٰ کہ دوسرے جاندار تک شامل ہو۔

علمِ غیب کی مقدار زیرِ بحث ہی نہیں

پھر اس ساری عبارت کو دیکھا جائے، تو کھلی حقیقت ہے کہ ساری بحث خالص آپ کو عالم الغیب کہنے کی ہی چل رہی ہے۔ حضور کریم ﷺ کے علم غیب کی نوعیت اور مقدار کے بارے میں نہ سوال ہے، اور نہ جواب میں کوئی پہلو اور نکتہ۔ اسی لئے اہلِ زبان میں سے مولانا تھانویؒ اور دیوبندی طبقے سے اختلافات رکھنے والے طبقوں یا اشخاص میں بھی کسی نے احمد رضا خان کے اعتراض سے پہلے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اور احمد رضا خان کے اعتراض یا نشاندہی کے بعد بھی کسی نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ حتیٰ کہ زیادہ اصرار چلا، تو بدعتی مسلک والے بدایونیوں رامپوریوں نے بھی اس کو خالص رضا خانی مکر وفریب ہی قرار دیا۔ (جیسا کہ ان کے ساتھ اختلافات کے ذکر میں الگ فصل میں بیان ہوچکا ہے)۔

یہ سب کچھ ذہن میں رکھ کر آپ بھی دیکھیں، کہ اصل گیارہ سطری مربوط (خالص منطقی دلیل پر مبنی) یہ عبارت کیا ہے، اور اعلیٰ حضرت نے درمیان والی یہ پانچ سطریں کیوں حذف کیں:۔ ''جانوروں کو بھی حاصل ہے'' کے الفاظ کے بعد اعلیٰ حضرت کی حذف کردہ عبارت کے اصل الفاظ سلسلہ وار اس طرح ہیں:۔ ''کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے شخص سے مخفی ہے، تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے، پھر اگر زید اس کا التزام کردے، کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا، تو پھر غیب کو منجملہ کمالاتِ نبوی کیوں شمار کیا جاتا ہے، جس امر میں مؤمن، بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو، وہ کمالاتِ نبوت سے کب ہوسکتا ہے، اور التزام نہ کیا جائے، تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے''۔

اب قارئین کرام خود غور کریں، کہ اس خالص منطقی اور وضاحتی دلیل کو پچھلی عبارت سے ملا ہوا رکھ کر پڑھا جائے، تو اس میں حضور ﷺ اور دوسروں کے غیبی خبروں کی مشابہت اور مقدار کا سوال کہاں ابھرتا ہے؟ یہ تو زید کو اپنی غلطی سمجھنے کے لئے، پہلے دلیل کے بعد، دوسرے طریقے سے منطقی طور پر بھی سمجھانے کی کوشش کی جارہی ہے، کہ میاں سوچو، تو کن کن کو عالم الغیب کہنا پڑے گا، اور اس سے حضور کریم ﷺ کے کمالات پر کیسے زد پڑے گی۔

فاضل بریلوی بھی دوسری مخلوق کے علم غیب کے قائل ہیں

اب باقی رہا یہ سوال کہ دوسری مخلوق، انسان اور جانوروں وغیرہ کو بھی غیب کی کچھ نہ کچھ خبریں ہوتی ہیں، یا ہوسکتی ہیں، یا نہیں، تو آیئے پہلے خود احمد رضا خان کا موقف دیکھیں:۔

فاضل بریلوی کا علم غیب پر ایک رسالہ الدولۃ المکیہ ہے، اس میں صفحہ ۱۳ پر، اور دوسرے رسالے خالص الاعتقاد میں صفحہ ۲۴ پر تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ''ہم قیامت، جنت دوزخ، اللہ پاک کے وجود اور سب ذاتی صفات اور وحی، ملائکہ، رسالت وغیرہ غیب کی چیزوں پر یقین رکھتے ہیں، اس طرح یہ کہنا کچھ منع نہیں کہ ہم کو اس غیب کا علم ہے، جس کے لئے ہمارے پاس شرعی دلیل ہے''۔ اعلیٰ حضرت کی اس عبارت سے ہر مسلمان کے لئے علم غیب ثابت ہوا۔ پھر ہر ایک مسلمان نیک بندوں کے کشف کا قائل ہے۔ بریلوی تو اس معاملے میں غیر تحقیقی معیار تک مثالوں کا اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں۔ پھر ہر ایک اس کا بھی قائل ہے کہ جوگیوں اور راہبوں کو بھی ریاضت اور مجاہدے سے کشف اور غیبی حالات کا علم ہوجاتا ہے، تو اس طرح ہر ایک انسان کے لئے کسی نہ کسی حد تک یہ ممکن ہوا۔

گدھے کو بھی کشف تھا

خان صاحب احمد رضا خان تو گدھے کے بھی کشف اور غیبی خبر ہونے کے قائل ہیں۔ اپنے ملفوظات میں، (جلد چہارم، مطبوعہ محمد علی کارخانہ کتب، کراچی) میں صفحہ ۳۷۸ پر ایک بزرگ کی خود بیان کردہ حکایت لکھتے ہیں، کہ اس بزرگ نے فرمایا، کہ ہم مصر میں تھے، ایک جگہ مجمع دیکھا، قریب جاکر دیکھا کہ ایک شخص نے اپنے گدھے کی آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ ایک چیز کسی شخص کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ پھر گدھے سے پوچھا جاتا ہے، وہ ساری

مجلس کا دورہ کرتا ہے اور اس چیز والے شخص کے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ اس پر خان صاحب کا اپنا ریمارک یہ ہے کہ ''بس یہ سمجھئے، کہ جو صفت غیر انسانوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے، (یعنی کشف اور غیب کی خبر کا معلوم ہونا) وہ انسان کے لئے کمال نہیں''۔

گدھے کے ایسے کشف اور غیب کو تو بریلوی جانیں، باقی ہمارے پاس بھی اس بارے میں صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث مشکوٰۃ میں ''باب اثبات عذاب القبر'' میں ہے، کہ قبر کا عذاب انسانوں اور جنوں کے علاوہ سب سنتے ہیں''۔ ان سب میں ساری غیر انسان مخلوق، چرند پرند شامل ہیں، تو ان کو بھی غیب کی خبر ہوتی ہے۔ ایک آدھ پرندے کے لئے بھی مشہور ہے کہ صاف فضا میں بھی اگر وہ آوازیں نکالیں، تو سمجھ لو کہ ضرور بارش آنے والی ہے، ان کو بارش آنے کی قبل از وقت خبر ہو جاتی ہے۔

نباتات اور جمادات کو بھی حاصل ہے

فاضل بریلوی نے تو ہر ایک نباتات اور جمادات کو بھی حضور کریم کی رسالت اور اللہ پاک کی تسبیح کا مکلف بیان کیا ہے۔ یعنی اس طرح ان کو بھی آپ کی رسالت کی غیبی خبر ہے۔ ملفوظات جلد چہارم میں صفحہ ۴۵۴ پر ہے، کہ ''ہر شے مکلف ہے، کہ حضور پر ایمان لائے، اور خدا پاک کی تسبیح کرے''۔ اور صفحہ ۴۵۶ پر لکھتے ہیں کہ ''ایک ایک روحانیت تو ہر ایک نبات اور ہر ایک جماد سے متعلق ہے، خواہ اس کو روح کہا جائے، یا کچھ اور، اور وہی مکلف ہے، حضور پر ایمان لانے اور اللہ کی تسبیح کرنے کی''۔

سلسلہ چالو رکھتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ حدیث میں ہے کہ کوئی شے ایسی نہیں، جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو، سوائے سرکش جن اور انسانوں کے''۔ سلسلہ چلتے ہوئے دس سطروں کے بعد لکھتے ہیں کہ ''علماء فرماتے ہیں کہ جو ان (یعنی نبات و جماد) کے سمع و ادراک پر ایمان نہ لائے، اس کے ایمان میں نقص ہے...... یہاں تک کہ انسان کی مصنوعات، جیسے یہ گھڑی، یا یہ ڈبیہ وغیرہ جن کو انسان نے بنایا ہے، مگر روز اول سب سے عہد لیا گیا تھا، کہ حضور پر ایمان لاؤ۔ تو اگر (ان میں) فہم و ادراک نہیں تھا، تو یہ عہد کیسا''؟

ان نکات کا خلاصہ

ان حوالوں والے واقعات اور گھڑیوں، ماچس کی ڈبیوں کے بھی ایمان لانے کی صحت

وغیرہ کی ذمہ داری بریلویوں اور ان کے اعلیٰ حضرت پر۔ ہماری یہاں غرض یہ ہے، کہ حضور کریم ﷺ کی ذات مبارکہ غیب نہیں، لیکن آپ کی رسالت بلاشبہ، ایک غیب ہے۔ جو دیکھی اور محسوس نہیں کی جا سکتی، یہ اللہ اور رسول کے درمیان ایک مخفی تعلق ہے، جو ہمارے ظاہری احساس کی دسترس سے باہر ہے۔ صرف پیغمبر کی صداقت کی وجہ سے اس کو مانا جاتا ہے۔ بہر حال بریلوی اعلیٰ حضرت کے ان سب حوالوں سے مندرجہ ذیل نکات واضح ثابت ہوئے:۔

(۱) ہر ایک مسلمان کو غیب کی کچھ باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔

(۲) غیر مسلموں کو بھی کشف اور کچھ مخفی باتیں معلوم ہو جایا کرتی ہیں۔

(۳) گدھے جیسے جانور کو بھی بعض مخفی باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔

(۴) کائنات کی ہر ایک چیز نباتات اور جمادات کی روحانیات کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہیں۔

(۵) انسان اور جن کے علاوہ ہر ایک چرند پرند کو قبر کا مخفی عذاب معلوم ہوتا ہے۔

پھر مولانا تھانویؒ کا کیا قصور ہوا

اب آپ ہی بتائیں، کہ اگر ان کے ایک جگہ نام اور مثال دے کر منطقی دلیل بنا کر مولانا تھانویؒ نے لکھ دیا، کہ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو ایسا علمِ غیب (بعض چیزوں کا) تو زید عمر...... بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کو بھی حاصل ہے، تو کیا کفر کیا؟ اگر ان کو بعض غیب حاصل ہونے کو ماننا کفر ہے، تو اس میں تو اعلیٰ حضرت بھی برابر کے حصہ دار ہیں۔ باقی رہا لفظ ''بعض اور ایسا'' سے جہلاء کو بھڑکانا، تو یہ خالص بدنیتی ہے۔ علمی اصطلاح میں کل کے مقابلے میں کتنا بھی بڑا یا چھوٹا حصہ بہر حال بعض ہی کہلاتا ہے۔ ایک ارب کی جنس میں ایک لاکھ، دس لاکھ بھی بعض کہلاتا ہے، اور ایک دو بھی ''بعض'' ہوتا ہے، البتہ اس کی مزید تشریح مختلف طریقوں سے ہوگی۔ اور پھر مولانا نے ''اتنا علم غیب'' نہیں لکھا کہ جس سے آپ کی مقدار کی برابری ظاہر ہو، (جو یقیناً کفریہ اور ملعون عقیدہ ہوگا) بلکہ الفاظ ہیں کہ ''اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو ...... کو بھی حاصل ہے''۔ یہ جملہ ایک صاف نیت رواجی پڑھے لکھے کو بھی صاف بتا رہا ہے کہ لفظ ''ایسا'' کا تعلق بعض علوم غیبیہ سے ہے، نہ کہ مقدار کے تقابل سے''۔ یعنی مطلب ہے، کہ ایسا بعض غیبی خبروں کا علم۔

احمد رضا بھی بعض غیب کے قائل ہیں نہ کہ جمیع غیب

باقی رہا یہ سوال، کہ اللہ پاک کے ذاتی اور کلی علم غیب کے کسی طرح تقابل میں آنے کے بعد، آپ ﷺ کے علم کو بعض کہا جا سکتا ہے یا نہیں، تو یہ کلیہ بریلویوں کے ہاں بھی عام طور مانا ہوا، اور عام استعمال ہے۔ مثلاً:۔ خود اعلیٰ حضرت علم غیب پر اپنی مفصل اور مدینہ شریف کے علماء کے بھی زیر اعتراض آنے والی کتاب الدولة المکیہ میں صفحہ ۲۵ پر لکھتے ہیں، کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں، کہ آپ کا علم شریف تمام معلومات الٰہیہ کو محیط ہے، کیونکہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے"۔ اسی کتاب میں صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں کہ "ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ملنا مانتے ہیں، نہ کہ جمیع"۔

علم غیب ہی پر لکھی ہوئی دوسری کتاب "خالص الاعتقاد" میں بھی اپنے ان ہی حوالوں کے ساتھ مزید صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ "علم ذاتی و علم محیط تفصیلی اللہ پاک کے ساتھ خاص ہے، بندوں کے لئے صرف ایک گونہ علم بعطائے الٰہیٰ ہے"۔ پھر آگے لکھتے ہیں کہ "ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں، نہ کہ جمیع"۔ صفحہ ۲۳ پر اپنے بچاؤ میں لفظ "بعض" کی تشریح میں یہ جملہ بھی لکھتے ہیں کہ "مساوی تو درکنار، تمام اولین و آخرین، وانبیاء و مرسلین، و ملائکہ مقربین، سب کے علوم مل کر علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے، جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے، ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو ہے"۔ (۱)

بہر حال اس طرح حضور کریم ﷺ کے علم غیب کو اللہ پاک کے مقابلے میں "بعض" کا لفظ بریلویوں اور ان کے اعلیٰ حضرت کے ہاں بھی مستعمل ہے، اور حفظ الایمان کے دوسرے بنیادی نکات پر بھی اعلیٰ حضرت کا بھی اتفاق ہے، کہ بعض غیب غیر مسلموں

---

(۱) یہ جملہ اور مثال بریلوی اعلیٰ حضرت کی افراط و تفریط اور اپنوں کی چشم پوشی کی ایک بدترین مثال ہے۔ جس پر ہم کو سخت اعتراض ہے۔ ذرا سوچیں کہ اس بارے میں عام مثال "قطرے اور دریا" کی تو دی جاتی ہے۔ لیکن قطرے کی بجائے بوند کا لفظ، پھر اس کا بھی کروڑواں حصہ کبھی کچھ ہوگا بھی؟ پھر اس کا مقابلہ دریا یا سمندر سے بھی نہیں، بلکہ کروڑہا کروڑ سمندروں سے! اگر کوئی دیوبندی ایسی غیر ذمہ دار اور اس افراط والی عبارت لکھ دیتا، تو بریلوی دربار سے نہ معلوم کیسے طوفان، الزام اور گالیوں کی موسلا دھار بارش برستی!

جانوروں، جمادات، نباتات کو بھی ہوتے ہیں، تو پھر مولانا تھانویؒ کے جواب پر بنیادی طور پر تو کوئی الزام نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ مولاناؒ کو مثال دیتے ہوئے ان "بعض علوم غیبیہ" میں دوسروں کے بھی شامل ہونے کے لئے کسی دوسرے طریقے اور دوسرے الفاظ میں مثال دینی چاہئے تھی، جس سے کوئی بدنیت غلط فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اعلیٰ حضرت دیانت سے کام لیتے، تو صرف اس مثال کے ان الفاظ کو ہی نامناسب کہہ سکتے تھے۔ دوسرا کوئی اعتراض کس طرح مناسب نہ تھا۔ کیونکہ بنیادی نکتہ سے اس کو بھی اختلاف نہیں۔

منطقی دلائل اصل عقائد نہیں ہوا کرتے

لیکن منطقی دلائل کی ایک عام مشکل یہی ہے، کہ سوال کے الفاظ میں سوال کرنے والے کی اس بارے میں غلطی اور اس کے معیار وغیرہ کے مدنظر ہر ایک مسؤل، حتیٰ کہ ایک ہی مسؤل مختلف اوقات میں مختلف دلائل، ان کا طریقہ اور زبان استعمال کر سکتا ہے۔ اس لئے ان پر اختلاف ظاہر کرتے وقت بڑی کشادہ دلی اور دیانت کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس حالت میں دیئے گئے دلائل اور الفاظ کو کسی بھی طرح مسؤل کا اپنا عقیدہ نہیں کہا جا سکتا۔

اس نزاکتوں کا بریلوی اعلیٰ حضرت کو بھی ادراک ہے۔ اپنے پر ایک اسی قسم کی آنچ آنے پر خود اس نے اپنی کتاب "سبحٰن السبوح" کے صفحہ ۱۵۴-۱۵۵ پر مکمل دو صفحات میں اس کی مکمل وضاحت کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "بحث و مباحث اور سوال و جواب میں شارح جو کچھ دلائل اور جو کچھ بحث لکھ جاتے ہیں، وہ مطلقاً ان کے اپنے عقائد نہیں ہوا کرتے اور نہ اہل سنت کے عقائد ہوتے ہیں۔ عقیدہ وہ ہوتا ہے، جو متون و رسائل میں بیان کیا جاتا ہے، بالائی تقریریں اور دلائل اس کے موافق ہیں، تو حق ہیں، اگر ان کے مخالف ہیں، تو وہ ان کی بحث بازیاں، ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں"۔ ان دو صفحات میں اس موضوع پر ایسے سب اہم نکات ایسے اچھے اور واضح طریقے سے آ گئے ہیں، کہ ان کی اہمیت کے مدنظر ہم ان دونوں صفحات کا عکس اور اعلیٰ حضرت کی اپنی مزید تشریح، ہم اگلی فصل میں پیش کرنے والے ہیں۔ چاہیں تو ابھی دیکھ لیں، کوئی بیس صفحات کے بعد۔ عنوان ہے "منطقی دلائل میں اصل عقائد نہیں ہوتے"۔

مولانا تھانویؒ کی وضاحت

ادھر مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کی تردید میں ایک گیارہ صفحہ کا رسالہ بسط البنان کے نام سے لکھا، جو اس وقت سے حفظ الایمان کے ساتھ اکٹھا شائع ہوتا آرہا ہے، اس میں اپنے مضمون کی وضاحت بھی پیش کی، اور حسام الحرمین والی عبارت کے بارے میں لکھا، کہ

"میں نے یہ خبیث مضمون، جو حسام الحرمین اور تمہید وغیرہ میں میری طرف منسوب کیا گیا ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ ﷺ کو ہے، ایسا تو ہر بچے ہر پاگل، ہر جانور اور ہر چوپائے کو حاصل ہے، کسی کتاب میں نہیں لکھا، اور لکھنا تو درکنار، میرے قلب میں کبھی اس مضمون کا خطرہ بھی نہیں گذرا۔ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے، میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں، کیونکہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ کی۔

پھر آخر میں لکھتے ہیں کہ میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ کے باب میں یہ ہے، ع بعد از خدا بزرگ توئی، قصہ مختصر۔

اک تماشہ ہوا

اس نکتہ کا بھی کوئی نیا محقق بھی جواب نہیں دیتا اور پرانے بھی سب خاموش ہیں، کہ جب ملزموں نے اتنی صاف وضاحتیں لکھیں، اور سب فقہاء کا اس نکتہ پر اجماع ہے، کہ کسی اعتراض والی عبارت میں ملزم کی اپنی تشریح آخری مانی جائے گی۔ خصوصاً جبکہ سب ملزم کثیر التصانیف عالم ہیں، جن کی کوئی دوسری ایک مزید قابل اعتراض عبارت بھی سو سال میں کسی کو نہیں مل سکی، تو پھر یہ کفر کا فتویٰ ابھی تک کیسے اور کیوں قابل قبول کیا جارہا ہے؟ یہ نکتہ ہم بھی بار بار لکھتے آئے ہیں اور ہر ایک بریلوی چھوٹے بڑے عالم یا عام فہم قاری کو بھی بار بار سوچنا چاہیے۔

چوتھا الزام

بریلویوں کے اعلیٰ حضرت کا چوتھا الزام دیوبند کے انتہائی اہم استاد، بزرگ عالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے لئے ہے، کہ وہ لکھتا ہے، کہ اللہ پاک کے لئے جھوٹا ہونا ممکن ہے، اور ایک الگ فتوے میں اس نے یہ بھی لکھا، کہ اللہ پاک جھوٹ بول بھی چکا ہے۔

یہ قطعی جھوٹ ہے۔ عقلی طور پر بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ ہر کوئی کسی اچھے انسان کے لئے بھی جھوٹ کو عیب اور برائی جانتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس پر فصل پنجم میں سید شہیدؒ پر الزامات کے حوالوں سے کافی بات ہوچکی ہے۔ یہ بھی بیان ہوچکا ہے، کہ یہ ایک خالص خیالی مسئلہ ہے، جس کا نام ہی امکانِ کذب ہے، کہ اگر اس طرح مانا جائے گا، تو اللہ پاک کے لئے کذب کا امکان ہوجائے گا، جب کہ ذات پاک کے لئے یہ عیب ناممکن ہے۔

حد تو یہ ہے کہ خود ملزم یعنی مولانا رشید احمدؒ کی اپنی فتوؤں کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ میں، ص ۱۱۸ پر اعلیٰ حضرتی الزام سے پہلے سے لے کر آج تک موجود ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:-

"ذاتِ پاک حق تعالیٰ پاک و منزہ ہے اس سے، کہ اس کو متصف بہ صفتِ کذب کیا جائے۔ معاذ اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز شائبہ کذب کا نہیں۔ خود اس کا قول ہے، ومن اصدق من اللہ قیلا۔

جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے، یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، وہ قطعاً کافر و ملعون ہے۔ اور مخالف ہے، قرآن و حدیث کا اور امت کے اجماع کا وہ ہرگز مؤمن نہیں"۔

اوھن البیوت کبیت العنکبوت

بہر حال اہم چار دیو بندی علماء کی چاروں عبارات سے صاف عیاں ہے، کہ بریلوی اعلیٰ حضرت کا یہ کھلا دھوکہ تھا، جس کو کسی نے نہیں مانا۔ کسی مسلک نے بھی اس پر تصدیق نہیں لکھی۔ تین سال کی ایسی بے ثمر کوشش کے بعد احمد رضا خان کو ایک نئی چال سوجھی، وہ عرب

گئے۔ وہاں اس کو عربی لباس دے کر خوب رو رو کر وہاں سے تصدیقیں حاصل کرنے کی کوشش کی۔ چار مہینے میں صرف ۳۷ تصدیقات حاصل کیں۔ جو ہی آج تک سب بریلویوں کی اکیلی پونجی ہے۔ اور وہ ان کو سارے عرب کا متفقہ فیصلہ کہتے رہے ہیں۔

پھر وہیں پر اعلیٰ حضرت کے مکر کا بھانڈہ پھوٹا۔ مدینے شریف کے مفتی احمد برزنجیؒ نے اعلیٰ حضرت کے عقیدۂ علمِ غیب کے رد میں کتاب "غایۃ المامول" لکھی۔ جس پر حسام پر تصدیق کرنے والے ۳۷ علماء میں سے ۱۱ مدنی علماء نے بھی تصدیقات لکھیں۔ جن میں احمد رضا خان کو جاہل، ہٹ دھرم، تفسیری علوم سے محروم، اپنی بات پر اڑ جانے والا، اور ایسے کئی القاب سے نواز کر اس کی مکمل تردید کی گئی۔ یہ سب داستانیں فوراً چھپیں، تو اس غبارے سے مکمل طور پر ہوا نکل گئی۔ لیکن ان سب کا کوئی بریلوی بھولے سے بھی ذکر نہیں کرتا۔

یہ ساری ماجرا ہم اس کتاب کی اگلی آخری فصل میں، آخری مجموعی تجزیے کے طور پر دکھائیں گے۔ یہاں آپ صرف اس نکتے کو مرکزی نکتہ کے طور پر ذہن میں رکھیں، کہ صرف ان بیت العنکبوت کی طرح کمزور الزاموں کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت نے دیوبندیوں پر کیسے کیسے اور کتنے کفری فتووں کی بھرمار کر دی۔ اور ان کے ساتھ ساتھ دوسرے بھی کن کن فرقوں کو خواہ مخواہ شریک کر کے، پورے ملک کو کافر ہی قرار دیا۔

چونکہ ان کی اصل کوئی حیثیت نہیں، اسی لئے ہم نے اس فصل کا عنوان ہی "اوہن البیوت کبیت العنکبوت" مناسب سمجھا ہے۔ کیونکہ اتنے بودے الزاموں کو کسی نے کبھی اتنا مضبوط سمجھنے کی حماقت نہیں کی۔

فصل دوازدہم

صفحہ ۳۵۷ - ۴۲۰

پسِ منظر کا خلاصہ اور پیش منظر
سراب ہی سراب کے سوا کچھ نہیں

علماء حرمین کی تصدیقات کی اصل حقیقت

اسی سفر میں اصل عقائد کھلنے پر انہوں نے احمد رضا خان کے لئے کیا کیا کہا اور لکھا۔ (جاہل، ضدی، اپنی بات پر اڑ جانے والا، علمِ تفسیر سے محروم، اپنے دلائل گھڑنے والا، صریح جھوٹی حدیثوں کی تصدیق کرنے والا، اور مانی ہوئی صحیح حدیثوں میں تحریف کرنے والا وغیرہ وغیرہ)۔

نئے محققوں کے لمبے چوڑے حق و سچ کے دعوے۔ ان کے پردے میں نئے سراب- اصل حقائق پر پردہ ڈالنے، اور تائید میں کھلی خیانت کے کھلے ثبوت۔

فصل دوازدہم

پسِ منظر کا خلاصہ اور پیش منظر

قارئین کرام!

اس سے پہلے پچھلی فصلوں میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس کو بریلویت کا پس منظر ہی کہنا چاہئے۔ جس میں ہم نے بریلویت کا ہر ایک وہ پہلو پوری تفصیل سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جس سے پڑھنے والے کو بریلویت کے بانی کے مزاج، اس کے تعلیمی معیار، دینی خواہ دنیوی اعمال کی عملی حیثیت، دینی تعلیم سے لگاؤ، دین کی فکر، کیا ہوا کام، اس سے عیاں نظر آنے والے مقاصد، طریقۂ واردات، اصل کردار، زبان، تہذیب، اسی وجہ سے عوام میں عدم مقبولیت اور پھر تازہ احیاءِ نو کی مہم کا مزاج اور خدوخال، وغیرہ سب پہلوؤں کی پوری مدلل، مفصل اور مستند واقفیت حاصل ہوجائے۔ ہم نے اس میں انحصار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، پوری کوشش کی ہے، کہ ایک درمیانہ درجے کی دین کی سمجھ اور علم رکھنے والے کو بھی پوری بات سمجھ میں آجائے۔ آج کل کے عمومی غیر ذمہ داری اور خصوصاً بریلویوں کی غیر ذمہ دارانہ روش کی وجہ سے ہم نے جو حوالے دیئے ہیں، ان کی بھی پوری تفصیل اور مکمل مفہوم دینے کی کوشش کی ہے۔ اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی، پورے صفحات کے مکمل عکس دیئے ہیں۔

پچھلی فصلوں کے چند اہم نکات

اس فصل میں ہم بات کو سمیٹنے کی کوشش کرتے ہوئے، جو کچھ پیش کریں گے، اس کو بریلویت کا تازہ ترین موجود حال اور قیام و اشاعت کی جدوجہد یا پیش منظر ہی کہنا چاہئے، جو بھی ہم پس منظر کی طرح پوری تفصیل اور مستند حوالوں سے پیش کریں گے، لیکن اس سے پہلے پچھلی فصلوں کے چند اہم نکات ذہن میں ہونے ضروری ہیں۔ جن میں سے اہم یہ ہیں:

۱- کفر کی سزا ایک مسلمان کے لئے انتہائی سزا ہے۔ جس میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔

۲- اسی لئے پوری تاریخ میں کفر کے فتوے خال خال ہی نظر آتے ہیں، حتیٰ کہ اہم عقائدی فرقوں پر بھی کفر کے فتوے خال خال ہی نظر آتے ہیں۔

۳- پھر یہ تقلیدی مسئلہ نہیں۔ کئی جید شخصیات کے فتووں کو ان کے جید شاگردوں نے بھی ان کی اپنی رائے قرار دے کر ان سے اتفاق نہیں کیا۔

۴- جبکہ زبانی اور تحریری طور پر ان نکات پر اتفاق دکھانے کے باوجود بریلویت میں سب سے سستا فتوے کفر کا ہی نظر آتا ہے۔ طبقوں کے طبقے معمولی اختلافات پر کفر کی زد میں آئے۔ اور آخر تک رہے، اور آج تک اسی دلیل کی بنیاد پر کافر کہے جا رہے ہیں۔

۵- کوئی مسلمان اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے لئے کسی گستاخی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ بلکہ اس پر اپنی جان دینے کو سعادت ہی سمجھتا ہے۔ برصغیر کا مسلمان تو اس معاملہ میں عملی طور پر بہت ہی حساس رہتا آیا ہے۔ جس کی کئی بڑی مثالیں بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔ لیکن بریلویوں کے ہاں سب سے سستا الزام یہی ہے۔ سوئے بازسوالی بھی کسی بھی وقت کسی پر بھی یہ الزام عائد کرسکتا ہے۔

۶- دنیا جہان میں اب تک یہ بھرم تھا، کہ مسلمان اپنے نبی اور دوسروں کے بھی انبیاء کرام اور اللہ پاک کی گستاخی کے بارے میں نہایت حساس ہے۔ لیکن بریلویوں نے ان کو بھی متنازعہ مسئلہ بنا دیا ہے۔ اس طرح غیروں کو یہ راہ دکھانے کی کوشش کی، کہ اب مسلمان وہ نہیں رہا۔ خود انکے طبقوں کے طبقے ایسے ہیں، جو ہر وقت اس کوشش میں رہتے ہیں، کہ کسی طرح ان کی شان گھٹا دی جائے۔ آپ تو صرف اللہ کے ایک بیٹے کی باتے کرتے ہیں، یا کچھ کو اس کا اوتار ماننے کی وجہ سے اپنے کفر کا دفاع کرنے کی سوچ رہے ہیں، کہ یہ ان فلسفی دلائل کی وجہ سے ممکن ہے۔ لیکن یہاں تو لاکھوں کے طبقوں کے طبقے اللہ کے لئے بیوی، اولاد، مرسکنے، زنا، لواطت، جھوٹ، مکر و فریب، اور رسول کے لئے بچوں، پاگلوں اور جانوروں جیسا اور جتنا علم وغیرہ تک کے قائل پیدا ہو چکے ہیں۔ ہمارے احمد رضا خان بہت چلائے، کتابوں کی کتابیں لکھ کر نشاندہی کی۔ حرمین سے تصدیقیں کروائیں، لیکن پوری قوم اس بارے میں اب اتنی بے غیرت اور ڈھیٹ بن چکی ہے، کہ بیچارے کا کسی نے ساتھ نہیں دیا۔

لطیفہ: اعلیٰ حضرت کے اس نصیب پر سب بریلوی حضرات اگر کسی طرح روئیں، تو ہم بھی ان کے ساتھ ہیں، کہ اتنی محنت کے باوجود کسی غیر مسلم نے بھی عملی طور پر اس کو نہیں مانا۔ کسی عیسائی یا ہندو کی طرف سے اگر کسی گستاخی کی وجہ سے کوئی مہم اٹھی، تو کسی نے یہ دلیل نہیں دی، کہ پہلے خود اپنے ان نام نہاد مسلمانوں کو تو روکو، تمہارے یہ قول بھی ڈھیر ساری گستاخیوں کے قائل ہیں۔ نہ کبھی کسی قادیانی نے یہ دلیل دی، کہ ہمارے ہی پیچھے کیوں پڑے ہو، دیوبندیوں کو بھی تو غیر مسلم قرار دو، جو بھی تمہارے کہنے کے مطابق یہ عقیدہ رکھتے ہیں، کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس طرح اعلیٰ حضرت سے لے کر اس کی تعلیم اور حسام الحرمین کے دفاع کرنے والے سب بریلویوں کے لئے یہ ایک طرح کا المیہ کہا جائے گا کہ ان والے الزامات غیروں کو بھی تسلیم نہیں۔

۷- اعلیٰ حضرت نے زبان بھی ایسی استعمال کی، جس کے لئے اب بار بار کیا کہا اور لکھا جائے۔ آپ ہی پھر سے اس مکمل فصل کو پھر دیکھ لیں۔

اب آیئے اس نئے فصل کے مضمون کی طرف بڑھیں۔

کفری مہم ہی اہم ترین مسئلہ ہے

۱- بریلویوں کے اعلیٰ حضرت اور اس کے بعد چھوٹے حضرتوں کی طرف سے دیوبندیوں کے خلاف جو کفری مہم چل رہی ہے، وہی اہلِ سنت والجماعت کہلانے والے (یا دعویدار) دونوں طبقوں کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ یہی آج کل کا برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کے مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے، جو کئی اہم مسائل میں رکاوٹ کی وجہ بن رہا ہے، اور بن جاتا ہے۔ یہی بریلویت کا پس منظر بھی ہے، کہ اعلیٰ حضرت نے صرف اسی منفی نقطۂ نظر پر کام کیا۔ اور اپنی ساری صلاحیتیں اور قوتیں اول سے آخر دن تک اسی میں صرف کر دیں۔ اور یہی آج کل کی بریلویت اور اس کے احیاء نو کی مہم کا مرکزی نکتہ ہے۔ فرق صرف اتنا آیا ہے، کہ اعلیٰ حضرت نے اس وقت باقی سب مسلم طبقوں کو بھی نشانہ بنائے رکھا اور آج کل اس ساری مہم کا مرکزی نکتہ صرف دیوبندی طبقہ ہے۔

دیوبندیوں کے کام کی اہمیت

اعلیٰ حضرت کے اپنے لئے مقرر کئے یا اس کو سونپے ہوئے منصب، یا خود اس کے

بقول اس کے دین و مذہب میں اصل رکاوٹ دیوبندی تھے، جن کا مدرسہ جنگ آزادی کی ناکامی کے دس سال بعد، ۱۸۶۷ء میں خالص اسلامی علوم کی حفاظت اور اشاعت کے لئے قائم کیا گیا۔ جو دیکھتے دیکھتے چند سال میں پورے برصغیر کا سب سے بڑا دینی مرکز بن گیا۔ وہاں مانے ہوئے معیار اور کردار کے مفسر بھی تھے، اور محدث بھی، فقیہ بھی اور معقولات کے ماہر بھی، تحریر کے میدان کے غازی بھی تھے، اور تقریر کے بھی، پیر طریقت بھی، اور صاحب شریعت صوفی عالم بھی۔ جن سے فیض حاصل کر کے ہر سال سینکڑوں عالم پورے ملک کے کونے کونے میں دینی علم پھیلانے لگے۔ اور دوسری طرف ان ہی میں کئی صاحب طریقت اجازت یافتہ خلفاء بھی ہوتے تھے، جنہوں نے اطراف میں پھیل کر تعلیم کے ساتھ روحانیت، لوگوں کے اخلاق و کردار کی تربیت اور اصلاح کی مسندوں کو بھی سنبھالا۔ جلد ہی اس کو عالمی شہرت بھی حاصل ہوگئی۔ اور مسلم ممالک کے طلباء بھی یہاں آ کر علمی اور روحانی فیض لے کر اپنے ممالک میں پھیلانے لگے۔

کبھی کے علمی مراکز بخارا، سمرقند کے، اور افریقی ممالک میں ماریشس اور افریقہ جیسے دور دور کے طلباء بھی یہاں آتے۔ قریبی ممالک برما اور افغانستان کی تو یہ حالت تھی، کہ افغانستان کے ظاہر شاہ کی دعوت پر دیوبند کے مہتمم مولانا قاری طیب افغانستان گئے، تو شاہی دعوت میں جو علماء شریک ہوئے، وہ سب دیوبند سے فارغ التحصیل تھے۔ جس پر قاری طیب مرحوم کہہ اٹھے، کہ "دیوبند سے دیوبند آیا ہوں"۔

مسلک کے لحاظ سے وہ شاہ ولی اللہ اور اس کے خاندان کے علمی وارث تھے، جو ہندو مسلم مخلوط معاشرے کی وجہ سے رائج ہندوانہ رسوم و رواج - اور عقائدی اور عملی بدعات کے سخت مخالف تھے، اور خالص اسلامی توحید، سنت کے اتباع اور قرآن و حدیث اور فقہ میں اسلاف کی تشریحات کے زوردار داعی تھے۔ تصوف میں بھی وہ صرف اُس طریقت کے قائل تھے، جو شریعت پر عمل اور سنت کے اتباع کے جذبے اور عمل کو مستحکم کرے۔ اس بارے میں صاحبِ شریعت صوفیاء کرام خواجہ نظام الدین اولیاء، سیدنا جیلانی بغدادی، اور تازہ دور کے مجدد الف ثانی اور ولی اللہی خاندان کے رد بدعات کے نکات پر خصوصاً عامل اور ان کے زوردار داعی تھے۔ اور ہلکی سی بدعت کو بھی اس آخری دین کے لئے سمِ قاتل سمجھتے تھے۔

جبکہ بریلویوں نے حضرت مجدد اور شاہ ولی اللہ کو تو کھل کر کاٹ ہی دیا ہے۔ اور

دوسرے اولیاء کرام بمع پیران پیرؒ کے حوالے ان کے خودساختہ عقائد میں کہیں نظر نہیں آتے۔ صرف کرامات و خرافات کو ہی وہ ان کا سارا کام کر کے پیش کرتے رہتے ہیں۔

احمد رضا خان کی طرف کے اصل حالات

۲- دوسری طرف خود احمد رضا خان کی یہ حالت تھی، کہ نہ تو ان کی کوئی علمی حیثیت تھی، نہ کوئی مانا ہوا معیاری استاد یا تعلیمی ادارہ، جس پر عموماً ہر ایک عالم کو ناز بھی ہوتا ہے، شہرت بھی اور خوداعتمادی بھی۔ نہ کہیں زانو ٹیک کر کسی مستند اور مشہور پیر طریقت کی رہنمائی میں طریقت کی منزلیں طے کر کے اس کی اجازت سے کوئی روحانی مسند سنبھالی، اور نہ لوگوں کی روحانی تربیت کے لئے کوئی خانقاہ یا تربیت گاہ قائم کی۔ صرف اپنے جاگیردار باپ سے گھر میں علوم حاصل کیے، چند سال چند طلباء کو تعلیم دی۔ بعد میں کبھی کہیں نہیں پڑھایا۔ والد صاحب نے احمد رضا کی فراغت کے بعد مدرسہ قائم کیا بھی، تو وہ ان کی بے توجہی کی وجہ سے دیوبندیوں کے پاس چلا گیا، تو دونوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ حتیٰ کہ اپنی علمی زندگی کے چونتیس برس بعد، اور زندگی کے ۴۸ ویں برس میں ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں ایک مدرسہ منظر الاسلام کے نام سے قائم کیا۔ لیکن اپنی دوسری مناظراتی اور منفی تحریرات میں انہماک کی وجہ سے وہ مکمل کسمپرسی کی حالت میں، بس نام کا چلتا ہی رہا۔

احمد رضا خان اچھے مقرر بھی نہیں تھے۔ یہ سب حالات ہم نے اعلیٰ حضرت کی سوانح پر لکھی گئی دو سب سے معتبر کتابوں سے لے کر ایک الگ فصل میں پیش کیے ہیں۔

دونوں طرف کے علم اور دینی لگاؤ کا یہ تقابلی فرق ہم نے تفصیل سے یہاں اسی لئے بیان کیا ہے، کہ یہ ذہن میں رہے، کہ کس زمین نے کون سے آسمانوں کو کھانے کی کوشش کی، اور اس کا فطری نتیجہ کیا ہونا چاہئے تھا۔ اس کی مزید مثالیں پچھلی فصل میں بھی دیکھ سکتے ہیں، کہ امام ربانیؒ اور ولی اللہی خاندان بھی اس کی زد میں کس طرح آئے۔ اور دوسری کون سی بلند ہستیوں کو کیسے پامال کرنے کی کوشش کی گئی۔

علماءِ دیوبند کا علمی رسوخ

۳- علمی اور عملی میدان میں اس فرق کے ساتھ دیوبندی علم اور عقائد میں اتنے راسخ،

کردار میں اتنے مخلص اور بلند، اور تحریر و تقریر میں اتنے محتاط اور باادب تھے، کہ ان کی کسی بھی تحریر سے کوئی ایسا عقیدہ ثابت کرنا، ہر ایک بریلوی کے لئے ناممکن رہتا آیا ہے، جس سے ان کو کافر یا گستاخ رسول ثابت کیا جاسکے۔ زیادہ سے زیادہ الم غلم قصوں کہانیوں سے ان کے خلاف اس قسم کی گالی گلوچ اور نفرت کی مہم ہی چلائی جاسکتی تھی، جن کا ذکر مولانا ماہر القادری کی زبانی بدایونی اور رامپوری بدعتی علماء کے ذکر میں ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ لیکن احمد رضا خان دوسرے ہی عزائم اور مقاصد سے آئے تھے۔

اعلیٰ حضرتی مہم کا

تفصیلی جائزہ

ان سب نکات کو ذہن میں رکھ کر اب اس اہم نکتہ پر آئیں، کہ احمد رضا خان کو اصل جو کام کرنا تھا، وہ دیوبندیوں کو دین سے خارج دکھانا تھا۔ جو ہی اس کے اصل کام، یا منصب میں رکاوٹ تھے۔ لیکن ایسا کوئی مواد مل ہی نہیں رہا تھا۔ ادھر کافر بنائے بغیر اصل کام نہیں بن رہا تھا۔

شاہ شہیدؒ کے خلاف مہم صرف ایک تمہید تھی

اس لئے اعلیٰ حضرت نے پہلے تو یہ راہ اختیار کی، کہ سید اسماعیل شہید کے خلاف محاذ قائم کیا۔ جس میں اس کو دو طرفہ فائدہ نظر آیا۔ ایک تو یہ کہ شاہ ولی اللہ کے خاندان کی پورے برصغیر کی علمی افق پر چھائی ہوئی عظمت میں آہستہ آہستہ کمی آتی رہے گی۔ دوسرے یہ کہ اس سے وہ یہ ثابت کریں گے، کہ یہ دیوبندی جو اپنے کو ولی اللّٰہی عقائد و علوم کا وارث کہتے ہیں، ان کے بھی اصل عقائد یہی ہیں۔ البتہ اپنے اوپر لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں۔ لیکن اپنی طبیعت کے فطری غصہ کی زیادتی، افراط اور بے احتیاطی میں بڑی ٹھوکر کھا بیٹھے۔ ایسا کچھ اس طرح لکھ بیٹھے اور ایسے ایسے الزامات ایسی زبان اور الفاظ میں لکھ بیٹھے، اور مسلسل لکھتے رہے، کہ وہ خود بریلویوں کے لئے بھی آج تک ندامت کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ پہلے ہم یہ سب کچھ دکھا

آئے ہیں، کہ اعلیٰ حضرت کے یہ الزامات خصوصاً اللہ پاک کے بارے میں رذیل عقائد کا آج تک نہ کسی دوسرے بریلوی نے بھی کوئی حوالہ دیا ہے، اور نہ آج کل دے رہا ہے۔ البتہ وہ اگر سید اسماعیل شہید کے عقائد پر کفریہ اور گستاخانہ ہونے کا الزام لگاتا بھی ہے، تو صرف تقویۃ الایمان کی کچھ عبارات کے حوالے سے، جن کو اعلیٰ حضرت نے بھی کفریہ نہیں مانا، ان کی سید شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت میں لکھی گئی تینوں اہم کتابیں سبحٰن السبوح، الکوکب الشہابیہ اور سل السیوف میں تقویۃ الایمان والی ان عبارتوں پر کوئی جرح کر کے ان سے کوئی کفر ثابت نہیں کیا گیا ہے۔ جن کو آج کل بریلوی خوب اچھالتے رہتے ہیں، کہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ کی عزت بڑے بھائی کی طرح ہے۔ وہ مر کر مٹی میں مل گئے، آپ سے زیادہ اختیار اور قوت لاٹھی کو حاصل ہے، نماز میں حضور کے خیال آنے سے گدھے کا خیال آنا بہتر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اعلیٰ حضرت کے ساتھ عام بریلوی علماء کا یہ اختلاف خصوصاً قابل توجہ ہے!

شاہ شہید کی عظمت کے آگے بے بسی

بہرحال اعلیٰ حضرت اپنے مزاج کے ہاتھوں ٹھوکر کھا گئے۔ اول تو اس وقت کے عام لوگ بھی آج کل کے بریلوی علماء سے زیادہ سمجھدار اور ذمہ دار تھے، کیونکہ وہ ایک انتہائی فعال دور تھا۔ دوسرے وہ سیدین شہیدین کی شہادت کا ابھی قریبی دور تھا۔ ابھی گھر گھر میں ان کے کردار اور جہاد کی تحریک کے تذکرے زبانوں پر تھے۔ ان کی للٰہیت، خلوص، کرامات، کلکتہ سے براستہ یو پی، گجرات، صحرائے سندھ۔ اور شمالی سندھ سے سرحد تک کا طویل سفر، جگہ جگہ عام لوگوں اور علماء و صلحاء، اور خانقاہی پیروں کا استقبال، دعوتیں، لوگوں کے دلوں کو گرمانے کے مناظر وغیرہ سب کچھ تازہ اور ہر جگہ زندہ زبانوں پر موجود اور ذہنوں میں محفوظ تھا۔ ایسی ہستیوں کے لئے ایسے گندے عقائد سن کر اکثر لوگ کہہ اٹھتے ''تفو بر تو اے .... تفو''۔

اختلاف کرنے والے بھی کردار کے قائل تھے

جن علماء نے سید اسماعیل شہیدؒ کی کچھ تحریروں سے اختلاف کیا تھا، انہوں نے بھی اس کو ایسا کافر نہیں سمجھا، جیسا کہ احمد رضا اور اس کے پیروؤں نے رواج بنا رکھا ہے۔ اگر ان کے اختلافات مشہور تھے، تو ساتھ ہی ان ہی کے بارے میں یہ بھی مشہور تھا، کہ فضل حق خیرآبادی

کو شہادت کی خبر ملی، تو اس نے سبق پڑھانا چھوڑ کر، غمگین لہجہ میں فرمایا، کہ "اسماعیل کو ہم مولوی ہی نہیں مانتے تھے، وہ امتِ محمدیہ کا حکیم تھا۔ کوئی شے نہ تھی، جس کی انیت اورلیت ان کے ذہن میں نہ ہو............ الی آخر۔ اٹھ کر گھر چلے گئے اور سارا دن اندر رہے"۔ (الحیات بعد الممات صفحہ ۱۰۰)

دوسرے نامور خیر آبادی سلسلہ کے عالم حکیم محمود احمد برکاتی نے بھی یوں لکھا کہ "شاہ اسماعیل ایک جید عالم تھے، دماغ نکتہ رس تھا، بلند کردار متقی تھے، ان کی پوری زندگی اخیار اور صلحاء کی سی تھی۔ اپنی جان تو انہوں نے اس شان سے جان دینے والے کے سپرد کی، کہ ہر مؤمن کے دل سے آواز اٹھتی ہے، کہ یہ نصیب! اللہ اکبر، لوٹنے کی جائے ہے"۔ (حیاتِ شاہ اسحٰق، صفحہ ۳۸)

علامہ عبدالحق خیر آبادی کا واقعہ بھی ہم پہلے لکھ آئے ہیں، کہ نواب رامپور کے ہاں احمد رضا خان سے ملاقات کے دوران انہوں نے احمد رضا خان کی رد وہابیت کی مہم کو ایک خبط کہا تھا۔ یہ سب باتیں اس بات کی گواہ ہیں، کہ سید شہید کی بدعات کے رد میں سختی اور کچھ عبارتوں سے اختلاف تو تھا، لیکن اُس کفر اور شدت تک نہیں پہنچا، جس حد تک احمد رضا خان لے گیا، جو اختلاف نہیں کہا جائے گا، بلکہ انتہائی شدت کے ساتھ ایک مہم کی صورت میں شروع بھی ہوا، اور ہر لحہ اس میں حیرت انگیز شدت ہی آتی گئی۔

ولیم ہنٹر کی گواہی

کٹر مسلم دشمن انگریز مصنف ولیم ہنٹر جو ہندوستان میں برطانیہ کا پولیٹیکل ایجنٹ تھا، اور جس نے ہی ہندوستان میں پہلی بار لفظ وہابی کا استعمال اپنی کتاب "ہندوستانی مسلمان (Indian Muslims)" میں کیا۔ اس نے شاہ شہید کے قافلوں کے سفر کے تفصیلی احوال اپنے رنگ سے دیئے ہیں۔ لیکن کئی جگہ یہ بھی ضرور لکھا ہے، کہ ہر جگہ قافلہ کے والہانہ استقبال ہوتے، عجیب جوش وخروش اور ایمانی جوش پیدا ہوجاتا، ہزاروں لوگ توبہ تائب ہو کر مرید بن جاتے۔ کئی قافلے میں شامل ہوجاتے۔ (اس سے شاہ شہید کی تقویٰ اور للّٰہیت والے کردار کے دل گداز پہلو سامنے آتے ہیں)۔

اس دور کا عام مزاج

اپنوں اور غیروں کی ان گواہیوں سے ہم کو یہاں صرف یہ دکھانا ہے، کہ وہ ایک پُر جوش، باخبری اور عمل پسندی کا دور تھا۔ آج والا گمراہی پسند دور نہ تھا، جس میں اکثر لوگوں بلکہ ڈگری یافتہ لوگوں کو بھی یہ معلومات نہیں ہوتی، کہ انگریز کے خلاف کس نے کیا کام کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی اہمیت کیا تھی، اس کی تفصیل کیا ہے، اور اس میں حصہ لینے والوں میں اہم حصہ کن کن کا تھا۔ آج کل تو لوگوں کو پاکستان کی تحریک آزادی کی اہم شخصیات بھی معلوم نہیں ہونے دی جاتیں۔ نصابی تاریخ سے یہ تک نکال پھینکا گیا ہے، کہ مسلمان ہندوستان میں کب آئے، ان میں اہم حکمران کون تھے۔ انہوں نے ہندوستان کو کیا کیا دیا۔ اور کیسا امن اور ہم آہنگی کا دور دیا۔ مغربی قومیں کب آئیں، کون سی آئیں، ان کی آپس کی کشمکش میں انگریز کیسے کامیاب ہوا۔ پھر اس نے ہندوستان جیسے دولت مند اور دنیا کے خوش حال ترین ملک پر کیسے قبضہ جمایا۔ اس کو کس کس طرح لوٹ کر بھوکے برطانیہ کو برطانیہ عظمیٰ اور ہندوستان کو غریب ترین بھوکا ملک بنادیا۔ اس کے خلاف کن قوتوں اور کن مجاہدوں نے کب کب اور کس کس طرح مقابلہ کیا۔ وہ کیوں ناکام ہوئے۔ کس کس نے ملک وملت کے ساتھ غداریاں کیں۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں کا کیا کیا لٹا اور کیسے لٹا۔ ان کو ختم کرنے کے لئے کیا کیا منصوبے بنے۔ ان سے بچنے اور اپنا وجود قائم رکھنے میں وہ کیسے کامیاب ہوئے۔ وجود کی بقا کی اس جدوجہد میں کس مسلمان لیڈر اور طبقے نے کیا کیا کام کیا اور کیسے کیا۔ سکھ فتنہ پنجاب کی مسلم آبادی کے لئے کتنا ظالم فتنہ تھا، وغیرہ وغیرہ۔

انگریز بہادر کی مکاریاں

دنیا بھر میں مکروفریب کی سیاست کے بانی اور آج تک بھی اس میں کلیدی کردار ادا کرنے والے انگریز بہادر کو یہ داد بہرحال دینی ہی پڑے گی، کہ جانے کے بعد بھی ایک تو یہ کیا، کہ جائے جاتے بھی ایسے مسائل بہرحال چھوڑ ہی گیا، کہ دونوں آزاد حکومتیں آپس میں ہر وقت الجھی اور لڑتی رہیں، تعصب اور آپس کی دشمنی بڑھتی ہی رہے اور قوتیں اسی میں صَرف ہوتی رہیں۔ ایسے انتظام بھی کرہی گیا، کہ ان کی تعلیمی پالیسی کی ڈور بہرحال اپنے ذہنی غلام

اوران کی تہذیب سے وفادار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں رہے، کہ جس سے مسلمان اپنے ماضی سے بے خبر بھی رہے، اپنے دور اقتدار کی اچھائیوں اور عظیم کردار سے ناواقف رہے۔ اور دوسری طرف ہندو کو مسلسل یہ سبق اور نئے روز نئے انکشافات ملتے رہیں، کہ مسلمان ایک ہزار سال تک ان کا ہر لحاظ سے غاصب رہا۔ جن کا وجود ان کی تہذیب، مذہب اور سماج کے لئے ایک ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ تھا۔ جن کو ختم کئے بغیر آزادی کا پھل بے مزہ رہے گا۔

اس سے سامراج کے اصل بانی انگریز اور آج کے مغربی سامراج کا دوہرا مقصد خود بہ خود حل ہو رہا ہے۔ ایک مسلمان کی پستی، دوسرے برصغیر کی عظمت کے اصل غاصب انگریز کے مظالم اور لوٹ کھسوٹ سے توجہ دور رہنا۔

اعلیٰ حضرت کی یہ مہم نہیں چل سکی

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، دل سے اٹھنے والے ایک .... کے ساتھ زیر قلم آ گیا۔
ہماری بات یہ چل رہی تھی، کہ احمد رضا خان نے جس وقت سید شہیدؒ کے خلاف رذیل ترین زبان میں ذلیل ترین الزامات کی بوچھاڑ شروع کر دی، تو سید شہیدؒ کی تعلیم، کردار اور اس کی تحریک جہاد کے چرچے ابھی ماضی قریب کے واقعات اور ذہنوں میں تازہ تھے۔ وہ تازہ چلنے والی جدوجہد کی بنیاد تھی۔ انگریز اور اس کے پروپیگنڈائی عناصر ابھی اس پر وقت اور پروپیگنڈہ کی دبیز تہ اور غلاف نہیں چڑھا سکے تھے۔ پھر سونے پر سہاگہ اعلیٰ حضرت کے انتہائی غلو پر مبنی کفری الزام اور انتہائی گندی زبان تھی۔ دوسری طرف اس کو کسی عالم کی تائید حاصل نہیں تھی۔ اس لئے یہ ترکیب کوئی کام نہیں کر سکی۔ بلکہ الٹا احمد رضا خان کے دماغی توازن اور کردار پر انگلیاں اٹھنے لگیں۔ اور اس کی مقبولیت کا گراف تیزی سے گرنے لگا۔

احمد رضا خان نے ہار نہ مانی

دوسری طرف ہار ماننے کے لئے تو احمد رضا خان بھی میدان میں نہیں آئے تھے، یا زیادہ صحیح الفاظ میں لائے گئے تھے۔ عمر عزیز کے ۴۸ برس اور اپنی مہم کے تیس برس لاحاصل اور بے نتیجہ نظر آئے، تو ایک مرنے والی کی قوت نے نئی راہ دکھائی، کہ خود دیوبندیوں کی عبارتوں کو کفریہ دکھا کر، ان کو سیدھا کفر کا نشانہ بنایا جائے۔ ان کے تحریری احتیاط اور رسوخ فی العلم نے

یہ موقع نہیں دیا، تو اعلیٰ حضرت نے شاہ شہیدؒ کی طرح ان کی چند عبارتوں کو بڑی مشکل سے کانٹ چھانٹ کے لائق ڈھونڈھ ہی لیا۔

اس کی تفصیل ہم پچھلی فصل بنام "بیت العنکبوت" میں پیش کر آئے ہیں۔ چاہیں تو اس کو ایک بار پھر مطالعہ کر کے دیکھیں، کہ اتنے بڑے علماء کی صرف ایک ایک عبارت بھی مکمل نہیں مل سکی۔ لیکن پھر بھی خطرناک ترین کفری الزام بنا ہی لئے۔ جو ہی آج تک یعنی ایک سو طویل برس گذرنے کے بعد بھی سب بریلویوں کی اکیلی پونجی ہے، حالانکہ دیوبندی ایک مسلسل متحرک طبقہ ہے۔ ان ایک سو سال میں ان موضوعات پر سینکڑوں اور دوسری اسلامی تعلیمات پر ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں، اور لکھی جا رہی ہیں، لیکن کوئی رضا خانی ایک چھوٹی سی پانچویں عبارت بھی نہیں ڈھونڈھ سکا۔ پھر بھی ہر ایک کے ہر ایک وعظ اور محفل کا اہم ترین موضوع یہی ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ اپنے اس دیوالیہ پن پر ہر ایک کو گردن جھکانی چاہئے۔

قارئین کرام یہ نکتہ ذہن میں رکھیں، کہ احمد رضا خان نے دیوبندیوں کی یہ کانٹ چھانٹ والی عبارات ۱۳۲۰ھ میں تیار کر کے "المعتمد المستند" کے نام سے شائع کروائیں۔

کسی ایک نے تائید نہیں لکھی

۷- اس کو اہل زبان ہم وطن کسی نے نہیں مانا۔ آخر عمر تک بیس برس کے طویل عرصہ میں کسی ایک بھی ملکی عالم، حتیٰ کہ ہم مسلک بدایونیوں اور اپنے ہم مرشد بھائیوں اور خود مرشد گھرانے مارہرہ کے کسی ایک عالم نے اس پر تائید یا تصدیق کا ایک جملہ بھی نہ لکھا۔ یہ آج تک رکارڈ پر موجود ہے۔ اس طرح اس جھوٹ و مکر کے بیت العنکبوت کو نہ خواص میں سے ایک بھی تائید حاصل ہو سکی، اور نہ عوام میں بھی کوئی وقعت حاصل ہو سکی۔ کیونکہ وہ بھی ایسے تماشے برسوں سے دیکھ رہے تھے اور دیوبندیوں کا کردار اور کام ان کے سامنے تھا۔

حرمین شریفین سے تائید حاصل کرنے کا منصوبہ

۸- یہ ناکامی دیکھ کر اعلیٰ حضرت کو ایک خطرناک اسکیم سوجھی (یا سجھائی گئی)۔ ۱۳۲۳ھ میں یکا یک حج کا ارادہ کر کے وہاں روانہ ہوئے۔ اپنی کتاب کو مزید مصالح جات کے ساتھ مزین کر کے، عربی میں ترجمہ کر کے علماء حرمین کے سامنے خوب رویا پیٹا، کہ ہندوستان کے دینی

حالات دگرگوں ہیں، نیا نبی اپنی نبوت کا اعلان کر چکا ہے۔ نئے نئے خالص کفریہ عقائد والے اس اس طرح لکھ کر لوگوں کو مرتد بنا رہے ہیں۔ لوگ حیران و پریشان ہیں۔ آپ حرمین میں دین کے پاسبان ہیں، آپ کی وہاں خصوصی ساکھ اور احترام ہے۔ آپ کی ان عقائد کے واضح کفریہ ہونے اور ان عقائد والے کے کافر ہونے کی تصدیق سے وہاں کے مسلمانوں میں اعتبار و یقین پیدا ہوگا، اور یہ فتنے ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

تائید حاصل کرنے کی کوشش

حرمین شریفین میں کچھ ہندوستانی علماء بھی قیام پذیر تھے۔ احمد رضا خان نے ان کو سہارا بنایا۔ وہ بدعت کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ اور برسوں کی دوری کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کے پورے کردار سے کم واقف تھے۔ ان کی تائید سے حرمین کے علماء میں سے کچھ سادہ مزاج علماء اس جھانسے میں آ ہی گئے، قادیانی نبی کی خبریں تو وہاں پہلے پہنچ رہی تھیں۔ اس لئے وہ سمجھ بیٹھے کہ حالات حد سے زیادہ دگرگوں ہیں۔ پھر ایک عالم کا، دین کے درد میں اس قدر رونا، پیٹنا اور اپنی بے بسی دکھانا، اس پر موجود ہندوستانی علماء کی تائید، کچھ مخلص علماء کے دلوں میں ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے، اور احمد رضا خان کی پیش کردہ عبارات اور بیان کردہ حالات اور عقائد کو سچ سمجھنے کے لئے کافی ثابت ہوئے۔ اور انہوں نے ایسی عبارتیں لکھنے والوں کے کفر کا فتویٰ اور تقریظیں لکھ دیں۔

صرف ۳۷ علماء نے تصدیق لکھی

احمد رضا خان اور اس کے ہندوستانی حواریوں نے یہ مہم خفیہ چلائی، تاہم بھی دونوں حرمین سے صرف ۳۷ علماء کی تصدیق لکھوا سکے۔ جن میں وہاں رہنے بسنے والے کچھ ہندوستانی بھی شامل تھے۔

اتنے بڑے ملک اور دنیا جہاں کے دینی مرکز سے صرف ۳۷ علماء کی تعداد کوئی بڑی نہیں۔ لیکن ان کو اعلیٰ حضرت آخر تک سب عرب علماء کا متفقہ فیصلہ کہتے رہے۔ اس کی مزید تفصیل آگے مناسب جگہ پر آئے گی۔ یہاں "صرف ۳۷" کا نکتہ سمجھیں، کہ جب ڈاکٹر مسعود صاحب بھی، اسی سفر میں لکھی گئی، اور تصدیقات لی گئی دوسری کتاب "الدولۃ المکیہ" کے

لئے لکھتے ہیں، کہ اس پر دل کھول کر ۷۷ تصدیقات لکھی گئیں، تو پھر ۳۷ کی تعداد کو صرف کہا جائے، یا پورے عرب کا متفقہ فیصلہ؟!

پھر یہ بھی ہوا کہ، تھوڑے ہی دنوں بعد احمد رضا خان کے اصل عقائد اور حالات سے واقف ہو کر، مدینہ شریف کے مفتی اعظم نے احمد رضا کے رد میں ایک مکمل کتاب لکھی، جس پر پہلے تصدیق کرنے والوں میں سے گیارہ نے کھل کر تصدیق لکھی۔ اس طرح ۳۷ میں سے بھی یہ گیارہ تصدیقیں نکل گئیں۔ لیکن ان کا احمد رضا خان سے لے کر آج تک کوئی بھی ذکر ہی نہیں کرتا۔ اس کی پوری تفصیل ہم تھوڑا آگے بیان کریں گے۔

شرطیہ تائیدیں، کہ اگر ایسا ثابت ہو جائے، تو

احمد رضا خان نے یہ عبارات اس طرح بنائی تھیں، کہ عرب علماء کو کسی طرح یقین نہیں آتا تھا، کہ دینی علماء مسلمانوں کے درمیان رہ کر یہ باتیں کیسے لکھ سکتے ہیں۔ اس لئے تیس علماء نے ان پر تقریظ لکھنے سے کھلا انکار کر دیا۔ جن کے نام اور مرتبہ مولانا مدنی نے فوراً بعد میں لکھی گئی کتاب الشہاب الثاقب میں لکھے۔ جن کی تردید نہیں کی گئی۔ کچھ نے بہت زور بار پر طوعاً و کرھاً تقریظ لکھی، لیکن پھر بھی احتیاطاً یہ شرط لگا دی، کہ اگر واقعی یہ عقائد ہوں، اور ثابت ہو جائیں، تو یہ یقیناً کفر ہوگا۔ اس طرح کم از کم سات جید عالم ایسے ہیں، جنہوں نے ان شرطیہ الفاظ کے ساتھ تقریظ لکھی، کہ اگر یہ عقائد ثابت ہو جائیں، تو ان کے ماننے والے یقیناً کافر اور مرتد ہوں گے۔ اب یہ عام فہم بات ہے، کہ آج تک جب یہ ثابت ہو ہی نہیں سکا ہے، کہ یہ عقائد کیا، یہ عبارات ہی صحیح ہیں، تو پھر یہ کیسے قائم رہیں گی؟ آپ حسام الحرمین کھول کر ان نمبروں والی تصدیقوں کے الفاظ خود پڑھ لیں: ۲-۳-۱۶-۲۳-۲۷-۳۵-۳۷۔

بنیاد ہی غلط تھی تو

اگر یہ شرطیہ عبارتیں نہ بھی ہوں، تب بھی دنیا جہاں کا، اور سیدھے فہم کا مانا ہوا اصول ہے، کہ کسی بھی فیصلہ میں جب کبھی بھی یہ ثابت ہو جائے، کہ اصل پیش کیے ہوئے دلائل یا گواہیوں میں کوئی غلطی تھی، تو ان کے سامنے آنے پر خود وہ فیصلہ کرنے والا فیصلہ کو رد کر کے، نئے سرے سے غور کرے گا۔ اور وہ فیصلہ یا فتویٰ، یا فیصلہ دینے والا جج یا مفتی اور اس کا فیصلہ

غلط سمجھا جائے گا۔ جیسے کبھی کوئی نیا وارث یا عینی معتبر گواہ سامنے آ گیا، جو پہلے رہ گیا تھا، یا چھپا دیا گیا تھا، وغیرہ وغیرہ، یہ فتویٰ اس لحاظ سے بھی ہر ایک معیار پر باطل ہے۔

ملزمان کے انکار سے یہ فتویٰ خود بہ خود ختم ہو جاتا ہے

۱۴- ہماری پہلی فصل والی اس شرعی دلیل میں احمد رضا خان بھی متفق ہیں، کہ شرعی کفری فتویٰ میں سب سے پہلے ملزم کی اپنی تشریح لے جائے گی، اور وہ بہرحال قبول کی جائے گی۔ اور دلوں کا معاملہ علیم وخبیر وبصیر ذات پر چھوڑا جائے گا۔ اس فتوے کے تینوں زندہ ملزموں نے اپنے اس عقیدہ اور مفہوم کا صاف رد کیا، کہ یہ مفہوم کبھی ان کے ذہن میں بھی نہیں آیا، تو معاملہ تو اُسی وقت ختم ہو گیا۔ (اس بنا پر ڈاکٹر مسعود کے والد مفتی مظہر اللہ دہلوی نے بھی تصدیق سے انکار کیا تھا)۔ پھر اس طرح بھی تو ہوا، کہ:-

علماءِ دیوبند سے سوالات اور ان کے عقائد کی تصدیق

۱۶- کچھ عرصہ بعد علماء حرمین کو احساس ہوا، کہ ان سے غلط فتوے پر دھوکہ سے تصدیقات لکھوائی گئی ہیں، لیکن تیر کمان سے چل چکا تھا، اس لئے حل یہ نظر آیا، کہ خود علماءِ دیوبند سے ان کے عقائد کی وضاحت پوچھی جائے۔ سارے عقائد پر چھبیس سوالات بھیجے گئے۔ یہاں سے تفصیلی عقائد بمع ملکی جید علماء کی تصدیقات کی بھیجے گئے۔ ان پر حرمین شریفین کے ۴۶ علماء نے تصدیق لکھی۔ شام، حلب اور مصر کے علماء نے بھی تصدیقات لکھیں۔ یہ ''عقائد علماءِ دیوبند'' کے نام سے ۱۳۲۶ھ میں شایع ہو کر گھر گھر پھیلی، اور آج تک عام مل رہی ہے۔ لیکن غایۃ المامول کی طرح اس اہم ترین کتاب کا نہ احمد رضا خان نے اپنے ملفوظات میں ذکر کیا ہے، اور نہ آج تک تازہ دور کے محققوں تک کوئی بھی ذکر کرتا ہے۔ صرف ایک مولانا نعیم مرادآبادی نے ایک پندرہ صفحاتی رسالہ لکھا، ''جو عذر گناہ بدتر از گناہ'' قسم کا دفاع تھا، جس نے خود نعیم صاحب کی پوزیشن کو دھبہ لگایا۔

یہ اس بارے میں ایک سوال کا مختصر جان چھڑانے والا جواب ہے، جس میں حسام الحرمین کے بارے میں صرف دو پیرا ہیں، کہ ''اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف سے کفر نہیں لگایا۔ نصوص (عبارتیں) نقل فرمائیں۔ جن کے (اعلیٰ حضرت والے لئے ہوئے مفہوم کے کھلے)

کفر ہونے کے دیوبندی بھی قائل ہیں۔ جیسے خود انہوں نے بھی جواب میں مانا، کہ جو شخص ایسا اعتقاد رکھے، وہ خود بھی ان کو کافر سمجھتے ہیں۔ (تو اس طرح اعلیٰ حضرت کے ایسے نصوص پیش کرنے کی وجہ سے وہ خود اپنی زبانی بھی وہ کافر ہوئے۔ نہ ماننا ان کی بے ایمانی ہے)۔

پھر لکھتے ہیں، کہ یہ قطعاً غلط ہے، کہ اعلیٰ حضرت نے عبارات میں قطع و برید کر کے کفری مفہوم بھرا (بلکہ) عبارتیں بلفظہا نقل کی گئی ہیں۔ البتہ ایک مضمون کی چند عبارتیں ایک کتاب (تحذیر الناس) میں تھیں، تو ان کو اختصار کے لئے یکجا کر کے لکھدیا ہے۔

جب کھلی کانٹ چھانٹ والی عبارتوں کی بھی اس طرح تائید ہے، تو ''علماء عقائد دیوبند'' پر جرح کے معیار کا تصور قارئین خود ہی کرلیں۔ یا اصل رسالہ لے کر دیکھیں۔

ہم کو یہ پڑھ کر تعجب ہوا، کہ بریلویت بھی کیا چیز ہے، کہ کتنے بڑے عالم، مفسر قرآن سے کیا لکھوا دیا، کہ دیوبندیوں کے اصل عقائد نصوص کی شکل میں ہی ہمارے اعلیٰ حضرت نے پیش کئے ہیں۔ اور تین مختلف صفحات والی عبارت کے لئے قطعی وثوق سے لکھ دیا، کہ یہ اختصار کے لئے ایک جگہ یکجا کی گئی ہیں۔ پھر اس کا نام بھی رکھا، ''التحقیقات لدفع التلبیسات، عرف ڈھول کا پول''۔ کیا تحقیق کے کیا حقانی معیار ہیں!

بھوپال کی شرعی عدالت میں دیوبندی عبارات کی چھان بین

اعلیٰ حضرت کی دیوبندیوں کے خلاف بنائی ہوئی ان چار عبارتوں، اور ان میں اپنی طرف سے بھرے ہوئے کفریہ مفہوم کا معاملہ مسلم ریاست بھوپال کی شرعی کورٹ میں بھی گیا تھا۔ جہاں کافی تفصیلی چھان بین کے بعد یہ فیصلہ ہوا، کہ یہ عبارتیں قطعاً بے غبار ہیں۔ اور ان کے سیاق وسباق میں دیکھنے کے بعد ان سے کسی بھی حال میں کفر کے معنیٰ اور مفہوم نہیں نکل سکتا۔ اس پر ملک بھر کے ۷۱۶ علماءِ کرام نے تائیدی دستخط کئے۔ اس کا ذکر بھی احمد رضا خان سے لے کر آج تک کوئی بریلوی کہیں اشارتاً بھی نہیں کرتا۔

بدایونی اور رامپوری بھی تو ملزم بنے تھے

ہم نے اس کتاب میں پوری ایک فصل ششم میں دکھایا ہے، کہ کسی کی کسی عبارت کو گستاخی رسول بنا کر اس پر کفر کا الزام لگا دینا احمد رضا خان کی پسندیدہ اور خصوصی مہارت کی

صلاحیت تھی۔ بدایونیوں کو دیکھئے کہ کیسے گستاخ رسول اور دشمن خدا ثابت کر کے کتنے کفر مزہ لئے۔

پیر کرم شاہ مولانا قاسم کی تائید

ہم نے مولانا نانوتوی والی عبارت میں پیر کرم شاہ مرحوم کی حقانی گواہی دکھائی ہے، کہ وہ مولانا مرحوم اور دیوبندیوں کو ختم نبوت کی بھرپور تائید کرنے والے مانتے تھے۔ لیکن اس کا بھی کوئی بریلوی محقق ذکر نہیں کرتا۔

اس لئے ذکر نہیں کرتے

قارئین کرام ہمارے بیان کئے ہوئے ان سب اہم نکات پر پھر غور کریں، کہ یہ سب دلائل اس پورے کیس کو مکمل طور پر خارج کر دیتے ہیں۔ اسی لئے کوئی بریلوی محقق ان کا ذکر تک نہیں کرتا۔ اس سے آپ ان کی نیت، خدا خوفی، تحقیقی معیار پرکھ کر اپنی طرف سے دوسرے بھی کئی اٹھنے والے سوالات کا جواب خود حاصل کر سکتے ہیں۔

اپنے اوپر آنچ آئی، تو یہ معیار بنایا

اب آپ ایک اور سب سے اہم نکتہ دیکھیں، کہ خود اس پوری کہانی یعنی ''حسام الحرمین'' کا مصنف بریلویوں کا اعلیٰ حضرت اور مجدد اپنے اوپر آنچ آنے پر اس طرح یک طرفہ فتوے حاصل کرنے کے بارے میں کیا کہہ بیٹھا اور کیا معیار بیان کر لیا۔

ہم نے یہاں ایک الگ فصل میں اعلیٰ حضرت کی بدایونی اور رامپوری علماء کے ساتھ جمعے کی اذان ثانی کی بارے میں اختلاف اور فتوے بازی کی لین دین کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس نزاع کے دوران بدایون سے کسی نے اس مسئلہ کی تفصیل لکھ کر مدینہ شریف بھیج دی، اور اس پر ان کی رائے پوچھی۔ وہاں سے جواب آیا، کہ یہ اذان حضرت عثمانؓ کے دور سے جس طرح ہر جگہ مسجد کے اندر خطیب کے سامنے ہو رہی ہے، یہی درست اور یہی متوارث معمول اور درست ہے۔ یہ شائع کروا کے چھاپی گئی۔ اس پر احمد رضا خان کو چوٹ پہنچی اور سبکی ہوئی، تو کچھ عرصہ پہلے اپنے ممدوح حنفی مفتی عبدالقادر توفیق پر بھی انتہائی نامناسب جرح کی، (جس کا تفصیلی ذکر اس فصل ہفتم میں ہو چکا ہے)۔

عرب سے فتوے اس طرح لینا چاہئے تھا

اسی کے ساتھ اپنی کتاب ''مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ'' میں صفحہ ۸ کی سطر نمبر ۹ سے اعلیٰ حضرت نے اس فیصلہ پر اہم اعتراض یہ کیا، کہ اس طرح ایک طرفہ سوال پوچھ کر مسئلہ پوچھنا کسی طرح درست نہیں۔ اس طرح جو جواب ملے گا، وہ بھی یک طرفہ، ادھورا اور ناقابل اعتبار ہوگا۔ اس کے اپنے الفاظ ہیں کہ ''جو صاحب عرب شریف سے فتوے لینا چاہے، اس کو چاہئے کہ بات پوری پیش کرے۔ جن کو دین مراد نہ ہو، حق کی تحقیق سے غرض نہ ہو، صرف ہار جیت ہی مقصود ہو، اس کا حساب اللہ واحد قہار پر ہے۔ اور جن کو حق مقصود ہو، حق کی سچی تحقیق مقصود ہو، وہ ہم سے بھی کہیں، کہ ہم اپنے سوالات کا عربی ترجمہ کریں، اور ان میں جہاں جہاں جو دلیل دیئے ہیں، ان کا خلاصۂ مضامین دیں اور (پھر) اگر یہ حضرات کوئی سوال بڑھانا چاہیں، تو وہ بڑھا لیں۔ اگر ان پر ہم کو کوئی سوال اٹھانا ہو، تو ہم کریں۔ تو اس طرح فریقین کے اتفاق سے یہ سوالات حرمین شریفین جائیں۔ اس کے بعد دیکھئے کہ جواب کیا ملتا ہے...... پھر وہاں سے جو جواب آئے، اگر ہمارے اور آپ کے سوالات میں سے کسی کا جواب یا وضاحت رہ گئی ہو، یا نہ ملا ہو، یا کسی جواب پر ہم کو یا آپ کو ابھی کچھ کہنا ہو، تو پھر ہمارے آپ کے اتفاق سے یہ مزید کر کے پھر بھیجا جائے، (اسی طرح ہوتا رہے) یہاں تک کہ حق ہر پہلو سے ہر طرح واضح ہو جائے۔ ہم اور جتنے ہمارے بھائی (بدایونی رامپوری) سنی علماء ہمارے خلاف رائے رکھتے ہوں، سب کے اتفاق سے ان سوالات پر (اس طرح) کارروائیاں ہوں، کہ ہر ایک کو اپنے دلائل کے اظہار کا موقعہ ملے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں، کہ اس خدا پسند طریقہ سے اگر حق ہمارے خلاف ظاہر ہوا، تو سب سے پہلے اس کو قبول کرنے والے ہم ہوں گے۔ اور اگر حق ہماری طرف ثابت ہوا، تو وہ لکھ کر دیں، کہ وہ اسے قبول فرمائیں گے۔ حق جوئی حق طلبی اور حق پسندی کا طریقہ تو یہ ہے، اور اگر کسی کو ہٹ دھرمی ہی منظور ہو، تو وہ جانے اور اس کا ایمان''۔

اللہ پاک نے حق بات ظاہر کروا دی

ہم اس پوری عبارت کو دیکھ کر حیران ہوئے، اور اس کو دیوبندی مظلوم اہل اللہ علماء کی

کرامت اور ان کی آہ کا اثر سمجھا، کہ کچھ سال پہلے صرف ایک ایک واضح ادھوری اور قطع و برید کی ہوئی عبارت پر یک طرفہ اور دوسروں کی بے خبری میں کفریہ فتوے لینے والے شخص ہی کے قلم سے اللہ پاک نے یہ عین حق کی بات ان صاف الفاظ میں لکھوادی۔

ویسے احمد رضا خان نے اس دلیل میں جو کچھ لکھا ہے، وہی عام انصاف کا بھی اور عام عقل کا بھی تقاضا ہے، اور حق اور صرف حق یہی ہوسکتا ہے، کہ دونوں طرف کو کھل کر یہ موقعہ دیا جائے کہ وہ اپنے دلائل اور پھر دوسری طرف کے جوابی دلائل، پھر ان پر اپنا نکتہ ونظر پیش کریں۔ لیکن اس کو کیا جائے، کہ خود اعلیٰ حضرت نے بھی اس عام فہم حق کو جب مانا، جب ایک طرفہ فتوئی کی آنچ خود اس کو پہنچی۔

پھر بھی رجوع نصیب نہیں ہوا

عام قسم کے حالات میں ایک شخص کی طرف سے بعد والی اس قسم کی موقف کی تبدیلی کو اس کا عملی رجوع مانا جاتا ہے۔ اور ہم نے بھی اس سے یہی سمجھا، کہ اللہ پاک نے اس کو آخر حق سمجھنے کی اور اپنی غلطی کی تلافی اور رجوع کی توفیق نصیب کی۔ لیکن یہ اپنی ہی سادگی اور خوش فہمی ثابت ہوئی: جب یہ دیکھا، کہ یہ سب کچھ اس طرح واضح لکھنے کے باوجود، اس پر عمل کرنا نصیب نہیں ہوا۔ اور اپنے پچھلے رویہ بلکہ اندھیر پر ہی قائم رہے۔ اور اخیر عمر تک کے فتووں میں بھی دیوبندیوں کے خلاف اپنے دھوکہ کے کاک محل ''حسام الحرمین'' کے ہی حوالے اور دلائل پر مزید فتوے لکھتے رہے۔ والی اللہ المشتکیٰ۔

یہی حال بریلوی علماء اور محققین کا بھی نظر آرہا ہے، کہ وہ ایک طرف تو ان سارے دلائل کو عوام کے سامنے ہی نہیں لاتے۔ بلکہ پھر بھی اعلیٰ حضرتی اندھیر کی مزید تائید میں مزید اندھیر کر رہے ہیں، جن کی کچھ مثالیں تھوڑا ہی آگے آنے والی ہیں۔

لیکن عام مسلمان سوچے کہ......

لیکن ہم عوام کے سامنے عام عقل وفہم کے تحت بھی ہر طرح درست اور کسی نہ کسی وجہ سے سہی؛ لیکن اعلیٰ حضرت کا تسلیم شدہ یہ معیار پیش کرکے، ان کے دل کی عدالت سے پوچھتے ہیں، کہ کیا اس کے بعد اعلیٰ حضرت اور سب بریلویوں کی اکیلی پونجی ''حسام الحرمین'' کے کاک

محل کی ساری تعمیر کی ایک ایک اینٹ زمین بوس ہوگئی، یا کچھ بچتا بھی ہے؟

ایسی ہی ایک اور مثال

۲۱- اللہ پاک کے اپنے بندوں کو گمراہی سے بچانے، حق کو پہنچانے اور ان پر اتمام حجت کے لئے اپنے انتظامات ہوتے ہیں۔ اس کی ایک یہ مثال خود احمد رضا کے قلم سے آپ نے دیکھی۔ ایک مثال اور بھی ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ جس کے حوالے دینے کا ہم نے سبحٰن السبوح والے الزامات میں وعدہ کیا تھا۔ وہاں آپ نے ملاحظہ فرمالیا، کہ کس طرح کتاب سبحٰن السبوح میں امکان کذب کے خالص منطقی خیالی مسئلہ کی ایک منطقی دلیل کو بھی مزید توڑ مروڑ کر سید شہیدؒ پر اللہ پاک کے بارے میں ۷۵ ذلیل ترین عقائد مڑھ لئے، جن کا کسی خدا دشمن ملحد نے بھی کبھی سوچا بھی نہ ہوگا۔ لیکن اسی کتاب میں مکمل دو صفحات میں اللہ پاک نے اسی قلم سے وہ دلیل لکھوادی، جس سے نہ صرف اس کتاب کے الزامات کی، بلکہ سید شہید اور دیوبندیوں پر لگائے ہوئے سارے الزامات اور حسام الحرمین کی ساری تعمیر زمین بوس ہوجاتی ہے۔

یونانی فلسفہ کی یلغار

اس کا پس منظر سمجھنے کے لئے یہ نکتہ سمجھنا ضروری ہے کہ دوسری تیسری صدی ہجری میں اسلامی علوم میں یونانی فلسفہ کے فلسفیانہ دلائل اور عقل پرستی کی یلغار ہوئی۔ اور ہر ایک عقیدہ کو عقلی معیار پر پرکھنے کی رسم چل پڑی، اور ایسا ایک فرقہ ''معتزلہ'' کے نام سے وجود میں آیا، تو ان کے رد میں علماءِ اسلام نے علمِ کلام یا منطق کا فن ایجاد کیا۔ یہ طویل تاریخ اور طویل بحث ہے۔ آخر امام اشعری اور امام ماتریدی رحمہم اللہ نے یہ گمراہی ختم کرکے، اسلامی عقائد کو صحیح دلائل سے مرتب کرکے، کچھ کتابیں لکھیں، جن کو ہی اہلِ سنت والجماعت کے ہاں قبولِ عام حاصل ہوا، اور وہی آج تک مستند مانی جاتی ہیں، اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان میں سے دو کتابوں، یعنی ''مسایرہ اور شرح مواقف'' کا حوالہ آنے پر، سبحٰن السبوح کے ہی صفحہ ۱۵۳ کے آخر میں اعلیٰ حضرت خود اس طرح وضاحت کرتے ہیں، کہ:

منطقی دلائل میں اصل عقائد نہیں ہوتے

"مسلمانو! عقائد وہ سنت ہیں، جو سید المرسلین ﷺ اور صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہیں۔ انہیں کے بیان کے لئے عقائد کی کتابوں کے متون موضوع ہوتے ہیں۔ زمانۂ خیر میں یہ عقائد ائمہ سنۃ سے تلقین کئے جاتے تھے۔ اور مسلمان اپنی سلامتِ صدر سے ان پر ایمان لاتے تھے، انہیں چوں وچرا کی عادت نہ تھی۔ جب بدمذہبوں کا شیوع ہوا، اور گمراہوں نے عوام مسلمین کو بہکانے کے لئے اپنے عقائد باطلہ پر عقلی ونقلی مغالطے پیش کرنے شروع کئے، تو علماءِ اہل سنت کو حاجت ہوئی، کہ ان کے دلائل باطلہ کا رد کریں، اور اپنے حقانی عقائد پر دلائل قائل کریں۔ یہاں سے کلام متاخرین کی بناء پڑی"۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد والے دو صفحات میں ایسا مواد آ گیا ہے، جو ہمارے قارئین کرام کو یہاں زیرِ بحث بریلوی الزامی عبارتیں سمجھنے کے علاوہ اور بھی کئی طرح سے کام آ سکتا ہے، اس لئے ہم یہاں ان دونوں صفحات نمبر ۱۵۴-۱۵۵ کا مکمل عکس دیدیتے ہیں۔ صفحہ ۱۵۳ کی آخری سطریں ہم نے بیان کر ہی دی ہیں۔ جو سلسلہ صفحہ ۱۵۴ پر چالو ہے۔ ہم نے ان دونوں صفحات میں اہم نکات کی سطروں کے نیچے لکیر کھینچ دی ہے۔

احمد رضا کا اقرار، کہ سوال و جواب والے دلائل اصل عقائد نہیں ہوتے

اب قارئین خود غور کریں، کہ ان میں اعلیٰ حضرت نے یہ تسلیم کیا ہے، کہ سوال و جواب، بحث بازی، اور دلائل کی موشگافیوں میں دیئے ہوئے دلائل کی اپنی الگ غرض ہوتی ہے۔ وہ بیان کرنے والے کے اپنے عقائد نہیں ہوا کرتے، اور ان میں قواعد حق کی پابندی نہیں ہوتی، بلکہ جواب دینے والے کی ساری توجہ اس طرف ہوتی ہے، کہ پوچھنے والا، جو اپنی غلط عقلی دلیل کی وجہ سے غلط راہ پر جا رہا ہے، اس کا کسی "فرض ٹرو" کی خیالی یا منطقی دلیل اور مثال سے اس طرح جواب دیا جائے، کہ وہ اس معاملہ میں گمراہی سے بچ کر، کسی طرح اپنی عقل اور فہم کو مطمئن کر کے حق کی راہ کی طرف آ جائے۔ اس میں جو دلائل دیئے جاتے ہیں، ان میں ایک سے زیادہ رائے ہونے کی، اور اعتراض کی گنجائش یقیناً ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کو خود جواب

جب بدمذہبوں کا شیوع ہوا، اور گمراہوں نے عوام مسلمین کو بہکانے کے لئے اپنے عقائد باطلہ پر عقلی ونقلی مغالطے پیش کرنے شروع کیے، علمائے اہل سنت وجماعت کو حاجت ہوئی کہ اُن کے دلائل باطلہ کا رد کریں، اپنے عقائد حقہ پر دلائل قائم فرمائیں۔ یہاں سے کلام متاخرین کی بنا پڑی۔ اب کہ استدلال وبحث ومناظرہ کا پھاٹک کھلا خود اپنے دلائل وجوابات کی جانچ پرکھ کی بھی حاجت ہوئی، اذہان مختلف ہوتے ہیں، اور بحث واستخراج میں خطا واصابت آدمی کے ساتھ لگے ہوتے ہیں۔ ایک نے مذہب پر ایک دلیل قائم فرمائی یا مخالف کے کسی اعتراض کا جواب دیا، دوسرے نے اُس پر بحث کردی کہ اپنے مذہب پر یہ دلیل تام نہیں، مخالف کی طرف سے اُس کا رد یہ ہو سکتا ہے۔ یا اعتراض کا یہ جواب کافی نہیں، مخالف اسے یوں کہہ سکتا ہے، اس رد وبحث کا اثر فقط اُسی دلیل وجواب تک ہوتا ہے عام ازیں کہ اُس دلیل وجواب ہی میں قصور ہو جیسا کہ بحث کرنے والے کا بیان ہے یا خود اس باحث ہی کی نظر نے خطا کی دلیل وجواب صحیح وصواب ہو، بہرحال معاذ اللہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اپنا اصل مذہب باطل یا مخالف کا ضلال حق ہے، ہر عاقل جانتا ہے کہ کسی کی قائم کی ہوئی ایک دلیل یا دیا ہوا جواب بگڑ جانے سے اصل مسئلہ باطل نہیں ہو سکتا، نہ معاذ اللہ یہ بحث کرنے والا اپنا عقیدہ بدلتا اور مذہب اہل سنت کو باطل جان کر اُس سے باہر نکلتا ہے، یہ ایک ایسی بات ہے جسے نہ فقط اہل سنت بلکہ ہر مذہب وملت والا اپنے یہاں دیکھتا جانتا ہے۔ پھر بھی جب تک زمانۂ خیر کا قرب تھا، اس رد وکد میں ایک اعتدال باقی تھا جب فن کلام فلسفہ دان متاخرین کے ہاتھ پڑا، اب تو بات بات میں وجہ بے وجہ نکتہ چینی کی لے بڑھی جس سے مقصود صرف بردوات ورد واثبات ومنع ونقض وبحث واخذ میں ذہن آزمائی، اور اپنی طاقت سخن کی رونمائی ہوتی ہے۔ وبس نہ کہ معاذ اللہ مذہب سے پھریں، دین وعقائد کو باطل کریں حاشا للہ ہزار حاشا للہ یہاں سے ہر ذی انصاف پر ظاہر کہ یہ متاخر شارح محشی جو کچھ بحث میں لکھ جایا کرتے ہیں، وہ مطلقاً خود اُن کا اپنا بھی اعتقاد نہیں ہوتا، نہ کہ تمام اہل سنت وجماعت کا عقیدہ، عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون ومسائل میں بیان کر دیا، بالائی نظر ہو یہاں اُس کے موافق ہیں تو حق ہیں۔ مخالف ہیں، تو وہی اُن کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں، جن کا خود نہیں اقرار ہے، کہ ان میں قواعد اہل حق کی پابندی

نہیں کی جاتی، اور معرفت سامع پر چھوڑا جاتا ہے، عقیدہ اہل حق اُسے معلوم ہے، اُس کی مراعات کرے گا مواقف میں ہے انت تعرف مذهب اهل الحق وانما لانتعرض لامثالہ للاعتماد علی معرفتك بهافی مواضعها شرح میں ہے نعيلك برعاية قواعد اهل الحق فی جميع المباحث وان لم نصرح بها شرح مقاصد میں ہے كثيرا ماتورد الاراء الباطلة للفلاسفة من غير تعرض لبيان البطلان الا فيما يحتاج الى زيادة بيان بعینہ اسی طرح حسن چلپی علی السید میں ہے تو عقائد اُن کے وہی ہیں جو متون اور خود اُن کے کلام میں جابجا مصرح ہیں، اگرچہ بحث مباحث میں کچھ کہیں خصوصاً وہ جن پر فلسفہ کا رنگ چڑھا، اُن کو تو لم ولانسلم کا وہ لپکا پڑھا جس کے آگے کھائی، خندق، دریا، پہاڑ سب یکساں ہیں، مطارحات میں وہ باتیں کہہ جاتے ہیں کہ خدا کی پناہ شرح فقہ اکبر میں ہے، سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں لقد اطلعت من اهل الكلام على شئ فما ظننت مسلما يقوله یعنی میں نے اہل کلام سے بعض باتیں وہ سنیں کہ مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی مسلمان ایسا کہتا وہ تو سمجھ لئے کہ بحث مذہب پر حاکم نہیں، ہمارے عقائد معلوم و معروف ہیں لم ولانسلم میں جوبات اُس کے خلاف ہوگی، ناظرین خود ہی سمجھ لیں گے، اور اُن کے متعدد اکابر نے اس پر تنبیہ بھی کر دی، مگر مفضل مغوی کا کیا علاج، وہ تو ایسے ہی موقع کی تاک میں رہتا ہے، اُدھر عامی بے چارہ مارا پڑا، یا وادی حیرت میں سرگردان رہا، اُسے ہر بات میں قاعدۂ اہل حق کہاں معلوم کہ اُس کی مراعات کرے گا، یہی وہ باتیں ہیں جنہوں نے اس قسم کے کلام متاخرین کو ائمۂ دین کی نگاہ میں سخت ذلیل و بے قدر بنادیا، یہاں تک کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا من طلب العلم بالكلام تزندق فقہائے کرام نے فرمایا جو مال علماء کے لئے وصیت کیا گیا ہو متکلمین کا اُس میں حصہ نہیں کہ نہ کتب کلام، کتب علم میں داخل، ہندیہ میں محیط سے ہے لايدخل فی هذه الوصية المتكلمون اُنہیں میں امام ابو القاسم صفار رحمہ اللہ تعالٰی سے ہے كتب الكلام ليست كتب العلم منح الروض الازہر میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے اوصى لعلماء بلدة لايدخل المتكلمون ولو اوصى ان يوقف من كتبه كتب العلم افتى السلف انه يباع مافيها من كتب الكلام طریقہ محمدیہ میں بحوالہ

دینے والے کا اپنا عقیدہ کہنا سراسر کھلا جہل بھی ہوگا، اور ظلم بھی ہوگا۔ اعلیٰ حضرت نے صفحہ ۱۵۴ کی آخری دو سطروں میں کیا خوب لکھا ہے، کہ "بالائی تقریریں اگر موافق ہیں، تو حق ہیں، اور اگر حق کے مخالف ہیں، تو یہ بحث بازیاں، ذہن آرائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں، جن میں خود انہیں کا اقرار ہے، کہ ان میں قواعد حق کی پابندی نہیں کی جاتی، اور معرفت سامع پر چھوڑ دی جاتی ہے۔ اصل عقیدہ اس سامع (یا پڑھنے والے) کو معلوم ہے، وہ خود اس کی رعایت کرلے گا۔ اصل عقائد ان کے وہی ہوتے ہیں، جو خود متون (عام معلوم) اور خود ان کے کلام میں جابجا صریح ہیں، اگرچہ مباحث میں وہ کچھ (اور طرح) کہیں یا لکھیں۔

صفحہ ۱۵۵ پر خود احمد رضا خان کا ہی یہ اقرار بھی ملاحظہ فرمائیں، کہ ان سوالات و جوابات اور فلسفیانہ موشگافیوں میں تو ایسی باتیں بھی آجاتی ہیں، کہ جن کو دیکھ کر امام شافعیؒ کو کہنا پڑا، کہ "میں نے علم کلام والوں سے بعض باتیں ایسی سنیں، کہ مجھے گمان نہ تھا، کہ کوئی مسلمان ایسا کہہ سکتا ہے"۔ یا امام ابو یوسفؒ نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار ان الفاظ میں کیا، کہ "جس نے علم کلام پڑھا، اس نے زندیقی کی راہ اختیار کی"۔

لیکن پھر بھی سب ایسی ہی عبارتوں سے کفری حکم لگائے

اعلیٰ حضرت سے اللہ پاک نے یہ حق بات کا نکتہ جس تفصیل سے خود بیان کروادیا ہے۔ اس کو مدنظر رکھ کر قارئین کرام خود سوچیں، کہ سبحٰن السبوح میں، اور امکان کذب کے بارے میں دوسری جگہوں پر بھی خود اعلیٰ حضرت نے سید شہیدؒ پر اور حضرت مولانا رشید احمد پر حسام الحرمین اور دوسری جگہوں پر، جن پر بھی جہاں پر بھی الزام لگا کر ان سے کفر منسوب کئے ہیں، وہ سب اسی قسم کی عبارتیں ہی تو ہیں، جن میں پوچھنے والے نے سوال کیا اور اس کا عقلی دلائل سے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو بقول اعلیٰ حضرت کے بھی بحث بازیاں، ذہن آرائیاں اور قلم کی جولانیاں ہوا کرتی ہیں۔ جن سے ان کے اپنے اصل عقائد ثابت نہیں ہوتے، اور ان میں حق کے قواعد کی پابندی نہیں ہوا کرتی۔ یہی حال دیوبندیوں کے باقی تین ملزموں کی عبارات کا ہے، کہ وہ ان کے اپنے عقائد کی کتابوں میں سلسلہ وار بیان کئے ہوئے نہیں۔ تینوں عبارتیں مختلف سوالوں کے جوابات کی بحث بازیوں کے سلسلے میں ہیں۔ جن کے بارے میں یہ تو کہا جاسکتا ہے، کہ یہ بحث اور یہ دلیل اس طرح ان الفاظ کی بجائے دوسری

طرح بھی ہوسکتی تھی، یا یہ کہا جائے، کہ یہ دلیل اور یہ الفاظ اس طرح مناسب نہ تھے۔ لیکن ان کو اصل عقائد کے طور پر پیش کرنا، اس پر اصرار کرنا، اور ملزموں کی وضاحت کے بعد بھی ان کو نہ ماننا، اور مسلسل اصرار کرتے رہنا، خالص دھوکہ بھی تھا: اور اعلیٰ حضرت کی مجبوری بھی تھی، کہ عقائد اور بیان کی کتابوں میں ان کو کوئی توڑ مروڑ کے لائق عبارت بھی نہیں مل سکی۔

بہرحال آپ یہ نکتہ بھی ہر وقت ذہن میں رکھیں، جو اللہ پاک نے اتمام حجت اور اظہار حق کے لئے خود اعلیٰ حضرت سے سبحٰن السبوح میں ص ۱۵۴ کی آخری سطور میں بیان کروادیا۔ آج کے نام نہاد حق اور صرف کے دعویدار محقق حامیوں کو خود اپنی سالم عقل کے تحت بھی یہ نکتہ ذہن میں ہونا چاہئے تھا، اور اعلیٰ حضرتی کتابوں کے مطالعے سے بھی سمجھ اور نظر میں آنا چاہئے تھا۔ لیکن اس سے ان کا پورا کیس ختم ہوجاتا تھا۔ اس لئے اسی پر اڑے ہوئے ہیں۔

حرمین میں احمد رضا کو دو جان لیوا چوٹیں

حرمین شریفین کے اس سفر اور تصدیقات کی مہم کے دوران احمد رضا خان کو دونوں جگہ دو جان لیوا قسم کی چوٹیں بھی نصیب ہوئیں۔ ایک حج کے فوراً بعد، جس میں شریف مکہ نے اس کو اپنے علم غیب کے عقائد کو لکھ کر پیش کرنے کا حکم دیا۔ اور اس معاملے کے صاف ہونے میں اس کو مکمل دو مہینے وہاں رکنا پڑا۔ پھر مدینہ پاک میں اُسی جواب میں لکھی ہوئی کتاب "الدولۃ المکیہ" پر سخت اعتراضات ہوئے، اور اس کے رد میں مفتی مدینہ نے الگ کتاب لکھی، جس میں احمد رضا خان کو خوب لتاڑا۔ جس کا نام "غایۃ المأمول فی علم الرسول" رکھا۔

اسی کتاب پر مدینہ شریف کے ان پندرہ میں سے گیارہ علماء نے تصدیق لکھی، جنہوں نے کچھ دن پہلے اصل حالات اور احمد رضا خان کے اصل مواد اور عقائد سے بے خبری کی وجہ سے حسام الحرمین پر تقریظیں لکھی تھیں۔ یہ کتاب جلد ہی ہندوستان میں اردو ترجمہ ہوکر عام شائع ہوئی۔ ساتھ ہی حسام الحرمین کے دستخطوں والی مہم سے واقف ہوکر، مدینہ پاک میں ہی برسوں سے قیام پذیر مولانا حسین احمد مدنی نے یہ سارے حالات ایک کتاب "الشہاب الثاقب" میں لکھ بھیجے۔ یہ بھی فوراً شائع ہوئی۔ اس سے حسام الحرمین والے غبارے کی ساری ہوا نکل گئی۔ خصوصاً جبکہ بریلویوں کی طرف سے اس کی تردید تو نہیں ہوئی، البتہ کتاب الدولۃ کی اشاعت کو پچاس برس تک ملتوی رکھا گیا۔

یہ واقعات دو کتابوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک مولانا مدنی کی الشہاب الثاقب، جو احمد رضا خان کی واپسی کے ڈیڑھ سال بعد ۱۳۲۵ھ میں چھپی۔ اس میں احمد رضا کی مکہ پاک میں آمد سے وطن واپسی تک اور ان دونوں واقعات کے تفصیل اور سلسلہ وار حالات، حسام الحرمین پر تصدیق نہ لکھنے والے تمیں جید علماء کے نام اور تعارف، اور مفتی برزنجی والی کتاب کے اہم عنوانات اور اہم تفاصیل اور تصدیقات کی تفصیل سب کچھ لکھا گیا اور فوراً شائع ہوا۔ جن کے جواب میں احمد رضا خان اور سفر کے ساتھی بیٹے حامد رضا نے کبھی کچھ بھی نہیں لکھا۔

دوسری طرف احمد رضا کے ملفوظات کی جلد دوم کے شروع صفحات میں اس سفر کا ذکر ہے، لیکن ایسا بے ربط اور ادھورا، کہ صرف اس کو دیکھنے والا اہم واقعات کو بھی نہیں سمجھ پائے گا۔ یہ تجزیہ بعد میں کریں گے۔ پہلے یہ دیکھیں کہ دونوں بیان ملا کر اصل واقع کا خلاصہ یہ بنتا ہے:

اس واقعہ کی مکمل تفصیل

احمد رضا خان ۱۳۲۳ھ میں آخری جہاز میں حج کرنے پہنچے، تو مولانا خلیل احمد سہارن پوری وہاں پہلے حج کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔ اس کو احمد رضا کی آمد کی خبر ہوئی، تو اس کے ارادوں پر شک ہوا۔ اس نے کسی طرح یہ بات شریف مکہ تک پہنچوادی، کہ یہ شخص حضور کریم ﷺ کے علم غیب اور دوسرے عقائد کے متعلق سخت غلو پر مبنی عقائد رکھتا ہے۔ اور ہندوستان میں ایک عام فساد پھیلانے میں مشغول ہے۔ شریف مکہ کی طرف سے احمد رضا خان کو ۲۵ ذوالحجہ پر حکم ملا، کہ دو دن کے اندر حضور کریم ﷺ کے علم غیب پر اپنے اعتقادات مع دلائل کے تحریری طور پر پیش کرے۔

جواب میں "الدولۃ المکیہ" لکھی

احمد رضا خان کے بہ قول اس نے بخار کے باوجود حکیم شاہی کی تعمیل میں صرف دو بیٹھکوں میں آٹھ گھنٹوں میں یہ جواب لکھا۔ اس کا نام "الدولۃ المکیہ" رکھا گیا۔ اس کتاب کا تازہ نذیر سنز پبلشرز لاہور کا چھپایا ہوا نسخہ ہمارے سامنے ہے۔ ۳۷۶ صفحات کی اس کتاب میں اصل عربی مواد جو مکہ شریف میں لکھا گیا، وہ عربی میں ۲۵۹ سے ۳۰۸ تک ہے: حواشی بھی

بعد کے ہیں۔ باقی کتاب میں اردو ترجمہ، تصدیقات کا اردو ترجمہ، تصدیقات کا عربی متن ہے۔ اس طرح مکہ شریف میں اس لکھے ہوئے متن سے بعد لکھے ہوئے حواشی کو نکالا جائے، تو تقریباً ۳۶ صفحات بنتا ہے۔ ۴×۸ کی تختی پر ہاتھ کے لکھے بڑے حروف پر مبنی یہ مواد، کوئی غیر معمولی بات نہیں، جبکہ اپنی پسند کا مضمون ہو۔ جس پر وہ عمومی طور پر اردو میں کئی رسائل بھی لکھ چکا تھا۔ اور رات دن گفتگو کا بھی موضوع تھا۔ لیکن آج کل کے عام بریلوی اس کو ۸ گھنٹے میں لکھی ہوئی، ایک ضخیم کتاب کے عنوان سے پیش کر کے، اس کو اعلیٰ حضرت کی کرامت اور اللہ کی غیبی مدد سے محیر العقول کارنامہ لکھتے رہتے ہیں۔ ایک صاحب نے تو اس کو چار سو صفحات کی ضخیم کتاب اور صرف آٹھ گھنٹوں کا کارنامہ لکھ دیا ہے۔ ہم نے یہ تفصیل عام بریلوی علمی دیانت کی مثال دکھانے کے لئے لکھی ہے۔ چاہیں تو اصل کتاب دیکھ لیں۔

دو مہینے رکا رہنا پڑا

شریف مکہ اس کو ایک محفل میں آدھا سننے کے بعد دوسرے مشاغل نکل آنے کی وجہ سے دوسری قسط سن نہ سکے۔ احمد رضا وہاں دو مہینے انتظار کرتا رُکا رہا۔ پھر شریف کو یاد دلایا گیا، تو مناسب سمجھا، کہ ایک پردیسی کو کیا روکے رکھیں۔ اس کو حکم ملا کہ فوراً مکہ چھوڑ دو۔ شریف کے حدود یہی تھے۔ مدینہ شریف اس وقت شریف کے حدود میں نہ تھا۔ احمد رضا خان اور بریلوی اس طویل قیام کی وجہ اپنے اعلیٰ حضرت کی طویل بیماری بتاتے ہیں۔ جبکہ مولانا حسین احمد مدنی کا بیان وہ ہے، جو ہم نے اوپر دیا ہے۔

مدینہ پاک کا واقعہ خود اپنی زبانی

بہر حال مکہ شریف زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً میں دو مہینے رکنے کے بعد احمد رضا خان ۲۵ صفر کو مدینہ شریف روانہ ہوئے اور وہاں اپنے ہندوستانی ساتھیوں مولانا کریم اللہ وغیرہ کی مدد سے حسام الحرمین پر تصدیقات لکھوانے کی مہم چالو رہی۔ ان تصدیقات لکھوانے کے دوران اس کے دل میں یہ خیال آیا (یا لالچ پیدا ہوئی) کہ کیوں نہ مکہ پاک میں لکھی ہوئی کتاب الدولۃ المکیہ پر بھی تصدیقات لکھوائی جائیں۔ یہ اس کے اپنے الفاظ ہیں، جو ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۸۶ پر موجود ہیں، کہ "حسام الحرمین کا کام پورے ہونے کے بعد الدولۃ المکیہ پر

تقریظات (لکھوانے) کا خیال آیا۔ تیسری باری مفتی شافعیہ (شیخ احمد برزنجی) کی آئی۔ یہ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے۔ اس کے داماد کے گھر پر کتاب سننے کی مجلس ہوئی۔ بعض جگہ مفتی صاحب کو شکوک ہوئے۔ میری غلطی، کہ حسب عادت جرأت کے ساتھ مسکت جواب دیئے، جو مفتی صاحب کو اپنی عظمتِ شان کی وجہ سے ناگوار ہوئے......ایک رات ان کے شاگرد شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی آئے اور بعض مسائل میں کچھ الجھنے لگے۔ حامد رضا نے ان کو جواب دیئے، جن کا وہ جواب نہ دے سکے، اور وہ بھی سینے میں غبار لے کر اٹھے۔ جن کی ہم نے پرواہ نہ کی۔ انصاف پسند تو ان کے ممنون ہوتے ہیں، جو انہیں صواب کی راہ بتائے۔ نہ یہ کہ بات سمجھ لیں جواب نہ دے سکیں، اور بتانے سے رنجیدہ ہوں"۔

بات ادھوری ہی چھوڑ دی

اعلیٰ حضرت نے مزید حالات یعنی الدولۃ المکیہ کی تصدیقات، اور مفتی برزنجی اور طرابلسی سے بات چیت کا سلسلہ یہیں پر چھوڑ دیا ہے۔ آگے پھر مدینہ پاک میں اپنے اکرام کی کچھ مثالیں دے کر اگلے صفحے پر اپنی واپسی کا ذکر شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ذکر کہیں کسی دوسری جگہ بھی نہیں کیا، کہ مفتی برزنجی نے اس کے جواب میں ایک الگ کتاب لکھی۔ جو چھپی بھی۔ یہیں قارئین کرام یہ بھی دیکھیں کہ حسام الحرمین کی تصدیقات میں نمبر ۳۵ اور ۳۷ پر مفتی برزنجی اور شیخ طرابلسی کی تقریظات کے تعارف میں ان دونوں علماء کی شان میں احمد رضا خان نے کتنے بلند القاب لکھے ہیں، اور کچھ ہی دن بعد ان کے اختلاف یا دل میں غبار لینے پر ان کا نام کس طرح لیا گیا ہے۔ اور کس طرح آخر میں ان کو حق کی راہ اور دلائل پر ناانصافی کے رویہ کا الزام لگایا ہے۔ ان الفاظ کو ہم نے لکیر دے کر واضح کر دیا ہے۔

مکہ شریف کا واقعہ بھی ادھورا چھوڑ دیا

اسی طرح احمد رضا خان نے شریف مکہ کے حکم پر الدولۃ المکیہ لکھنے اور منظور کرانے کے قصے کو بھی صفحہ ۱۹۰ پر یہ لکھ کر ادھورا ہی چھوڑ دیا، کہ "۲۷ ذوالحج کو عشاء کے بعد کی محفل میں آدھی کتاب سننے کے بعد وہ یہ کتاب اپنے ساتھ لے گئے اور وہ آج تک انہیں کے پاس ہے"۔ پھر کہیں اس افسانے کو مکمل نہیں کیا، کہ آخر شریف نے اس کو کب اور کیسے اجازت دی،

اور کتاب کے بارے میں کیا کہا، یا کہلوایا۔ مولانا مدنی نے لکھا ہے، کہ احمد رضا خان کو انتظار میں رکا رہنا پڑا۔ شریف سیاسی حالات اور مسائل میں الجھا رہا۔ احمد رضا خان دو مہینے تک رکا رہنا تو مانتے ہیں، لیکن اس کی وجہ اپنی ایسی بیماری بتاتے ہیں، جس میں کئی ہفتے حرم پاک بھی نہ جا سکے (صفحہ ۱۷۳)۔ لیکن یہ بھی صفحہ ۱۷۷ سے چار مکمل صفحات میں تفصیل سے لکھتے ہیں، کہ کس طرح اس قیام کے دوران کسی جفر کے علم سکھانے والے کی تلاش کی، ڈھونڈھا، پایا، سیکھا، خوب عمل کیا، کتاب لکھی وغیرہ (اس طرح یہ عجیب بیماری تھی)۔ بہرحال الدولۃ المکیہ کتاب کا افسانہ، اور شریف مکہ کے مزید حکم کا افسانہ وہیں ادھورے کا ادھورا ہی رہنے دیا، اور آج تک ادھورا ہے، جو مولانا مدنی کے بیان سے ہی مکمل ہو سکتا ہے۔

جرأت کر کے لکھ دیتے، تو اچھا ہی ہوتا

یہ تفصیل غیر ضروری حد تک طویل ہوگئی۔ حالانکہ ہماری غرض یہ دکھانا تھا، کہ جس سفر کو سب بریلوی ''کامیابیوں کے جھنڈے گاڑ کے لوٹنے والا'' بتا رہے ہیں، اسی میں احمد رضا خان کو دو ایسی چوٹیں نصیب ہوئیں، کہ ڈیڑھ سال بعد ان کا منظر عام پر آنا ہی احمد رضا خان کے زوال کا بنیادی سبب بنا۔ دوسرے ہم کو یہ دکھانا ہے، کہ واقعات بتانے اور لکھنے میں احمد رضا خان سے لے کر ہر ایک بریلوی کے پاس سچ اور جھوٹ کا تناسب کیا ہے۔ احمد رضا خان نے ایک واقعہ کو شریف تک پہنچا کر، آگے نامکمل ہی چھوڑ دیا۔ حالانکہ یہ سب کچھ کئی برسوں بعد ملفوظات میں اس وقت لکھایا گیا تھا، جب کہ کئی برس پہلے اصل واقعہ کے کچھ ہی بعد یہ سب کچھ الشہاب الثاقب میں سب کے سامنے آچکا تھا۔ اور بریلوی طرف سے خاموشی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی تھی۔ تو اب خود احمد رضا خان کے حق میں بھی بہتر تھا، کہ واقعات کو مکمل لکھ دیتے۔ اور مولانا مدنی کے بیان کی دلائل سے تردید کرتے۔

دوسرے واقعہ کو بھی مفتی برزنجیؒ کے دل کے غبار اور اپنی بے اعتنائی پر چھوڑ دیا۔ حالانکہ ایک عرصہ پہلے الشہاب الثاقب میں اس کی مکمل تفصیل کے علاوہ، خود مفتی برزنجیؒ کی احمد رضا نے علم غیب کے عقیدے کی کتاب کے مکمل رد میں لکھی ہوئی کتاب ''الغایۃ المامول'' اردو ترجمہ کے ساتھ چھپ کر، پورے ملک میں احمد رضا خان کے سفر اور علمی مقام کے پول کھول

چکی تھی۔

یہ تحقیقی معیار!

دوسری طرف بریلوی تحقیق کا معیار دیکھیں، کہ خود احمد رضا خان صفحہ ۱۸۶ پر لکھتے ہیں، کہ مدینہ پاک میں حسام الحرمین کی تصدیقات مکمل ہونے بعد الدولۃ المکیہ پر بھی تقریظات لکھانے کا خیال آیا، تیسرے نمبر پر مفتی برزنجی سے ملاقات ہوئی .... یہ بھی لکھتے ہیں کہ مولوی کریم اللہ نے ایک نسخہ رکھ لیا تھا، تصدیقات کراتا بھیجتا رہا۔ خود کتاب میں تصدیقات کی تاریخیں دس سال بعد تک کی ہیں۔ لیکن تازہ محقق ڈاکٹر مسعود لکھتے ہیں، کہ اس کتاب الدولۃ المکیہ نے علماء عرب میں اعلیٰ حضرت کے علمی برتری کا غلغلہ برپا کر دیا، اور انہوں نے بڑی پذیرائی کی اور بڑے علماء نے تصدیقات لکھیں۔ یہ ساری تفصیل آگے آئے گی۔

بہرحال الدولۃ المکیہ کا شریف مکہ کی دربار میں جو حشر ہوا ہو، اس سے احمد رضا خان کی جس طرح بھی جان خلاصی ہوئی ہو، اس سے ہم کو اصل میں کوئی غرض نہیں۔ ہماری غرض صرف ان حقائق سے ہے، جن کو احمد رضا خان اور سب بریلوی مکمل طور پر چھپائے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ اس دور میں بھی احمد رضا خان کے لئے جان لیوا چوٹیں ثابت ہوئیں۔ اسی سے ان کے حسام الحرمین والے غبارے کی ہوا چور ہوئی، جو بعد میں اس کے زوال اور کسمپرسی کی حالت پر منتج ہوئیں۔ جبکہ ان کے رکارڈ پر بھی یہ حقائق کسی نہ کسی طرح بہرحال موجود ہیں، تو یہ آنکھ مچولی کیوں؟ بیان کرتے اور اپنا دفاع کرتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے، کہ مولانا مدنی والے حقائق مکمل درست تھے۔ ان کا جواب دینا، مزید عینی گواہیوں کو دعوت دینا ہوتا۔

آیئے اب ان حقائق کو پھر یہاں سے شروع کریں:

اصل مکمل حقائق

مدینہ شریف کے اس دور کے سب سے باوقار اور محترم عالم مفتی شافعیہ شیخ احمد برزنجی کو احمد رضا خان کے ''الدولۃ المکیہ'' میں بیان کئے ہوئے علم غیب کے عقائد پر اتنے بنیادی اعتراضات تھے، کہ ان میں احمد رضا خان کے غیر لچکدار رویہ سے مایوس ہو کر، اس کتاب کی ہر ایک فصل کی رد میں ایک مکمل تفصیلی کتاب بنام ''غایۃ المامول فی تحقیق علم الرسول''، لکھی۔ جو

فوراً ایک سال کے اندر اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوکر ہر جگہ پہنچی۔ اور تازہ بھی ۱۹۷۹ء میں انجمن ارشاد المسلمین لاہور نے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کی ہے۔ اور ہمارے سامنے ہے۔ جو ترجمہ کے ساتھ ۱۲۲ صفحات پر ہے، یعنی اصل کتاب تقریباً ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس سے حسام الحرمین زائل ہوگئی

اس کتاب پر شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی اور شیخ فالح بن محمد ظاہری اور شیخ تاج الدین الیاس نے کئی صفحات کے تفصیلی تبصرے اور تصدیقیں لکھیں۔ اور احمد رضا خان کے علم غیب والے عقائد کو باطل، شیطان کے القاء کردہ، واضح بطلان والے دعوے، بیکار دلائل والی خرافات، اور خود احمد رضا کو جھگڑالو، میں نہ مانوں کی زرہ پہننے والا، چالاک وغیرہ لکھا ہے۔ دوسرے گیارہ مدنی علماء نے تصدیقی دستخط کیئے۔ ان پندرہ میں سے گیارہ وہی علماء ہیں، جنہوں نے کچھ دن پہلے حسام الحرمین پر بھی تصدیق لکھی تھی، کیونکہ اس وقت تک ان سے اصل حقائق چھپے ہوئے تھے۔ اس طرح حسام الحرمین کی تصدیق کرنے والے ۱۵ مدنی علماء میں سے گیارہ کا حسام الحرمین پر اعتماد اور تصدیق خود بہ خود ختم ہوگئی۔ پھر یہ تو علماءِ دیوبند کا اپنے اوپر اعتماد تھا، کہ انہوں نے غایۃ المأمول پر مکہ شریف سے بھی تصدیقات لکھانے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی۔ ورنہ کیا معلوم، کہ وہاں کی بھی کتنی تصدیقات اس طرح خود بہ خود ختم ہوجاتیں۔

یہ تصدیقات کس طرح زائل ہوگئیں

قارئین کرام کو اگر یہ شبہ پیدا ہو، کہ غایۃ المأمول پر تصدیق لکھنے سے حسام الحرمین پر لکھی ہوئی تصدیق کیسے واپس ہوگئی۔ تو یہ بات خود مفتی برزنجی صاحب نے غایۃ المأمول کی تمہید میں ہی واضح کردی ہے۔ ان کے واضح الفاظ ہیں کہ "احمد رضا آیا، اور اہل ہند میں کفر و ضلال کے قصے بتائے، اور ان کی عبارتیں دکھائیں .... جن میں ان کے اقوال کا مختصر ذکر اور رد تھا۔ ہم نے اس پر تقریظ اور تصدیق لکھی، جس کا خلاصہ یہ تھا، کہ اگر ان لوگوں کے یہ مقالاتِ شنیعہ ثابت ہوجائیں، تو یہ لوگ کافر اور گمراہ ہوں گے .... بعد میں احمد رضا نے اپنا علم غیب پر رسالہ (الدولۃ المکیہ) دکھایا......"۔

اس کے تھوڑا آگے اپنی طرف سے یہ جوابی کتاب لکھنے کی وجہ مفتی صاحب یہ بتاتے ہیں، کہ "ہم نے یہ رسالہ (غایۃ المأمول) لکھا، تاکہ ایک تو احمد رضا کے اس رسالہ کے نقص اور عدم صحت بیان کی جائے، دوسرے جو شخص ہماری مذکورہ (حسام الحرمین والی) تصدیق دیکھے، وہ یہ گمان نہ کرے، کہ ہم اس مطلب میں اس کی موافقت کررہے ہیں"۔

دوسرے تینوں حضرات نے بھی احمد رضا خان کے بارے میں بہت سخت الفاظ استعمال کیئے ہیں۔ مثلاً شیخ عبدالقادر شلبی کے یہ الفاظ دیکھیں، کہ "حالانکہ احمد رضا کے خالص بطلان والے دعوں، بے کار دلائل والی خرافات اور واہیات باتوں کو ثابت کرنے کے لئے بے جا حمایت کا جواب دینا ضروری تھا"۔

شیخ فالح ظاہری نے لکھا ہے کہ، "ایسے لوگ واضح دلائل کے بعد بھی اپنے وسوسوں کی اتباع کرتے رہتے ہیں، جو ان کے شیخ شیطان نے ان پر القا کیئے ہیں"۔ پڑھنے والے سوچیں کہ جب احمد رضا خان کے علم دیانت اور کردار کی حالت یہ سامنے آگئی، تو پھر اس کے پہلے والے بیان یعنی حسام الحرمین کی حمایت کہاں قائم رہی، جبکہ وہ تصدیق بھی شرطیہ تھی، کہ اگر یہ صحیح ثابت ہوں، تو پھر ان کے لکھنے والے کافر قرار دیئے جائیں گے۔

اتنا اہم سدا زندہ واقعہ، اور بریلوی دیانت

قارئین کرام بریلوی دیانت دیکھیں، کہ پوری ایک صدی سے احمد رضا خان سے لے کر کسی بریلوی نے اتنی اہم جوابی کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اگر ان کے بقول حسام الحرمین کی سچائی کا اکیلا یہی ثبوت کافی ہے، کہ اگرچہ اس پر کسی مقامی عالم کی تصدیق نہیں، لیکن علماءِ حرمین کی تصدیق ہے، جو آخری سند ہیں؛ تو "الدولۃ المکیہ" کے خلاف مدینہ پاک کے ان ہی ۱۵ میں سے گیارہ کی یہ گواہی ہے۔ پہلی حسام والی گواہی تو ایک مہمان کے اعزاز کی وجہ سے اور اس کی علمی دیانت اور حیثیت کی بے خبری کی حالت میں تھی، اور یہ اصل حیثیت معلوم ہونے کے بعد کی ہے۔ اپنے پر بھروسہ تھا، تو اس کا بھرپور جواب دیتے، کہ ہمارے عقائد اس اس طرح درست ہیں، اور غایۃ المأمول کے اس طرح کمزور ہیں۔ اس سب کی بجائے مزید اندھیر یہ ہے، کہ الدولۃ المکیہ میں بعد میں ایک مکمل باب بڑھایا گیا، اور وسیع حاشیے بڑھائے گئے، لیکن پوری کتاب کے آخر میں نام نہاد تصدیقات کا اطلاق دکھاتے رہتے

ہیں، اور یہ بھی لکھتے رہتے ہیں، کہ اس کتاب کو خوب پذیرائی ملی۔ غلغلہ برپا ہوگیا، اور دل کھول کر تقریظات لکھی گئیں۔ حالانکہ وہ سب بعد میں دس سال تک لکھوائی جاتی رہیں۔ جس کی تفصیل ہم آگے خود ان ہی کی اپنی گواہیوں کے ساتھ پیش کریں گے۔

بہرحال اب آیئے، کہ اس فیصلہ کن کتاب کے مضامین کا مکمل جائزہ لیں، جن سے ہی ظاہر ہے، کہ اس کی وجہ سے احمد رضا خان کے اس سفر کی پوری کمائی مکمل طرح ضائع ہوگئی۔

یہ پوری کتاب ایک مکمل ردّ کی شکل میں لکھی گئی ہے

پوری کتاب کو اگر غور سے دیکھا جائے، تو اس کی ہر ایک فصل کے دلائل احمد رضا خان کی کتاب "الدولۃ المکیہ" کی ہر ایک فصل کا واضح ردّ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شروع تمہید ہی میں مفتی صاحب واضح طور پر طور پر لکھتے ہیں کہ "میرے پاس ہندوستان کا ایک احمد رضا نامی شخص آیا۔ اس نے اول ہندوستان میں کفر اور گمراہی والے کچھ لوگوں کا ذکر کیا۔ اور اپنا ایک رسالہ ان کی تحریروں والا پیش کیا۔ ہم نے اس پر ایک تقریظ لکھی، جس کا خلاصہ یہ تھا، کہ اگر ان لوگوں سے یہ گندے قول ثابت ہوجائیں، تو پھر یہ لوگ کافر اور گمراہ ہوں گے، کیونکہ ان کے یہ قول امت کے اجماع کے خلاف ہیں۔ (یہ "حسام الحرمین" پر مفتی صاحب کی تقریظ کی طرف اشارہ ہے)۔

احمد رضا خان پر سخت جرح

آگے لکھتے ہیں، کہ اس کے بعد احمد رضا خان نے اپنا ایک رسالہ دکھایا، جس میں وہ اس طرف گئے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ کا علم ہر ایک چیز کو محیط ہے، حتیٰ کہ مغیبات خمسہ کو بھی............ میں نے اس کو دلیل دی کہ...... لیکن اس نے اپنے قول سے رجوع نہیں کیا، بلکہ وہ اپنے قول پر اڑے رہے، اور حق سے عناد کیا۔ کیونکہ اس کا یہ گمان غلط اور قرآن پاک کی تفسیر غلط اور بلا دلیل تھی، اس لئے میں نے چاہا، کہ ایک مختصر کلام جمع کروں، اور اس کے دلیل کے باطل ہونے کے ساتھ ساتھ، اس کے رسالہ (الدولۃ المکیہ) کی بعض اہم باتوں کی طرف اشارہ کرکے، اس رسالہ کا توڑ اور غیر صحیح ہونا بیان کیا جائے۔..... ہمارے اس رسالہ کے دو باب ہیں، ایک ان دلائل میں، جو کہ احمد رضا کے صحیح نہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اور

دوسرے میں ائمہ دین کی اس معاملہ میں اہم تصریحات ہیں"۔ آگے کی تفصیل میں کئی جگہ احمد رضا کا نام لے کر، اس کے علم، اور دلائل پر واضح جرح اور رد ہے۔ مثلاً پانچویں فصل میں آیت مبارکہ "تبیاناً لکل شیء" کی رضا خانی تفسیر پر لکھتے ہیں، اس کی یہ تفسیر مردود تفسیر ہے۔ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس شخص کو تفسیر کے علم کی گہرائی اور بنیادی اصولوں کا علم نصیب ہی نہیں ہوا۔

احمد رضا خان کے لئے مدنی القاب

بریلویوں کے لئے عبرت کا مقام

اس کتاب میں آگے احمد رضا خان کے لئے واضح طور پر یہ الفاظ بھی استعمال ہیں:

(مولانا حضرت وغیرہ خطابات کے بجائے) ایک شخص احمد رضا، اپنے غلط اور بے دلیل اقوال سے قطعی دلائل سامنے آنے کے بعد بھی رجوع نہ کرنے والا، اپنی بات پر اڑ جانے والا، حق سے عناد کرنے والا، قرآنی آیات کی تشریح میں حضور کریم ﷺ کے بتائے مفہوم سے ہٹ کر دوسرے مفہوم لینے والا، قطعی ثابت شدہ دلائل کی بجائے اپنے دلائل گھڑنے والا، ضعیف شبہات کو قطعی دلائل قرار دینے والا، باطل دلائل پیش کرنے والا، صریح جھوٹی حدیثوں کی تصدیق کرنے والا، مانی ہوئی صحیح حدیثوں میں تحریف کرنے والا، مانے ہوئے تفسیری علوم اور اصولوں سے محروم۔ یہ تقریباً وہی الزامات ہیں، جو دیوبندی بھی بریلویت پر لگاتے ہیں، کہ فیصل شدہ عقائد اور مسائل کو احمد رضا نے نئے تفسیری مفہوم دیئے، اور اپنی مرضی کے مطابق نئے عقائد گھڑے، جو مانے ہوئے عقائد کی کتابوں کے قطعی خلاف ہیں۔

مفتی صاحب اس کے بالکل شروع میں یہ بھی لکھتے ہیں، کہ اس سے پہلے بھی مرے پاس ہندوستان سے علمِ غیب کے بارے میں ایک سوال آیا، جس کا جواب میں نے لکھا تھا، کہ بلاشبہ آپ کا علم دنیا و آخرت کے تمام اہم امور کو محیط ہے، لیکن مغیبات خمسہ آپ کے علم میں داخل نہیں۔ پھر اس کے بعد ایک شخص احمد رضا خان میرے پاس آیا، اور......

غایۃ المأمول سے اس قسم کے کچھ حوالہ جات

ہمارے پاس اس کتاب کا انجمن ارشاد المسلمین لاہور کا ۱۹۷۹ء میں چھپایا ہوا نسخہ

ہے۔ جس میں الشہاب الثاقب کے بعد یہ کتاب ص ۲۹۵ سے ۴۲۵ تک ہے۔ قارئین کرام چاہیں، تو اس میں مندرجہ ذیل صفحات پر خود دیکھیں، کہ مفتی صاحب نے کس طرح بار بار احمد رضا خان کا نام لے کر اس کا رد کیا ہے۔ صفحات ۳۰۶-۳۰۷-۳۲۹-۳۳۴-۳۵-۳۷-۴۷-۴۸-۵۹-۹-۶۰-۶۳-۶۷-اور ۳۹۶۔

کچھ تردیدی عبارات یہاں بھی ملاحظہ کریں (یہ تمہید والے خطابات کے علاوہ ہیں، جن کا ذکر ہو چکا ہے)۔

(۱) احمد رضا کا ان آیتوں کو حضور کریم ﷺ کے سمجھے ہوئے مفہوم کے علاوہ دوسرے مفہوم پر محمول کرنا بہت بڑی غلطی ہے .... اس نے بلا کسی قطعی دلیل کے یہ یقین کرلیا ہے، کہ یہ آیت اس کے دعوے پر دال ہے، حالانکہ قطعیہ دلائل اس کے خلاف ہیں۔ صفحہ ۳۰۷۔

(۲) پس احمد رضا کا اپنے دعوے کے لئے دلائل قطعیہ کا دعویٰ کرنا باطل ہوگیا۔ صفحہ ۳۲۹۔

(۳) لہٰذا احمد رضا خان کا یہ دعویٰ کرنا باطل ہوگیا، کہ آیت مذکورہ میں .... ص ۳۳۴۔

(۴) اور احمد رضا خان کا دعویٰ درست نہیں ہوسکتا، مگر جبکہ .... ص ۳۳۵۔

(۵) اور حدیث مذکور سے احمد رضا کا استدلال براہین عقلیہ صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔ ص ۳۳۷

(۶) اور یہ کہ اس نے اپنے موقف پر سابقہ آیت اور ان ضعیف شبہات سے استدلال کیا ہے...... ص ۳۴۸۔

(۷) اگر ایسا ہی ہوتا، جیسا کہ احمد رضا خان نے بیان کیا ہے، کہ حضور کریم ﷺ کا علم جمیع ما کان و ما یکون کی جزئیات و کلیات کو تفصیلاً محیط ہے، تو...... ص ۳۵۱۔

(۸) اور اس جیسے دیگر اعتراضات میں بھی ہمارا جواب یہی ہے کہ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ ص ۳۵۹۔

(۹) پس احمد رضا خان نے ہماری بات کا جو جواب دیا ہے، وہ مذکورہ وجوہ کی بناء پر باطل ہے۔ اور اس بنا پر بھی کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ...... ص ۳۶۰۔

(۱۰) آیت تبیاناً لکل شی کی جس تفسیر کا احمد رضا خان نے دعویٰ کیا ہے، وہ ایسی تفسیر

ہے، جس سے رد کا گیا ہے .... یہ مردود تفسیر ہے۔ صفحہ ۳۶۳۔

(۱۱) صفحہ ۳۶۳ سے ایک مفسر کے لئے ضروری پندرہ علوم کی تفصیل گنوانے کے بعد صفحہ ۳۶۷ پر لکھتے ہیں، کہ ایک مفسر کا ان سب علوم میں ملکہ راسخہ رکھنا ضروری ہوتا ہے، پھر لکھتے ہیں کہ "اور یہ احمد رضا کو کہاں نصیب ہے! پس یہ ثابت ہوا، کہ آیہ کریمہ کی اس کی تفسیر مردود ہے۔

(۱۲) لیکن ان غالی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا علم...... صفحہ ۳۹۶۔

(۱۳) بلاشبہ ان غالی لوگوں کو اس غلو پر ابھارنے والی چیز ان کا یہ اعتقاد ہے، کہ اس طرح حضور کریم ﷺ ان کے گناہ دور کردیں گے، اور جنت میں داخل کریں گے، اور جس قدر یہ غلو کریں گے، اس قدر...... <u>پس یہ لوگ حضور ﷺ کے سب سے زیادہ نافرمان اور آپ کی سنت کے سب سے زیادہ مخالف ہیں۔ ان میں نصاریٰ کے ساتھ کھلی مشابہت ہے کہ ...... یہ لوگ واضح جھوٹی احادیث کی تو تصدیق کرتے ہیں، اور صحیح احادیث میں تحریف کرتے ہیں۔ ۴۰۱-۰۲۔</u>

(۱۴) صفحہ ۲۹۷ اور ص ۴۰۶ پر واضح لکھا ہے کہ پہلے ایسے سوال کے جواب میں رسالہ لکھا تھا۔ اور یہ احمد رضا خان کے جواب میں ہے۔ (مولانا مدنیؒ نے الشہاب الثاقب میں ایسی ۲۶ عبارات بمع صفحہ اور سطر کے دی ہیں۔ ہم صرف ۱۴ پر اکتفا کرتے ہیں)۔

پڑھنے والے محترم حضرات یہ پوری تفصیل ذہن میں رکھیں۔ چاہیں تو کتاب کھول کر خود چیک کریں۔ پھر یہ دیکھیں، کہ احمد رضا خان اور ہر ایک بریلوی اس کو کیوں مکمل ہضم کر جاتا ہے۔ صرف ایک بریلوی محقق ڈاکٹر مسعود صاحب نے اس کا ذکر کیا بھی، تو کس طرح تحقیق کے لفظ کے منہ پر طمانچہ مارا ہے:

اتنا اہم معاملہ صرف ایک نے ہی ذکر کیا ہے! وہ بھی......

قارئین کرام پہلے ہمارا نکتہ اور پھر ان چودہ حوالوں میں دیکھیں، کہ ہر جگہ احمد رضا خان کا نام لے کر اس کو رد اور باطل کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ بھی دیکھیں، کہ ڈاکٹر مسعود صاحب نے اس کتاب کو اس کے بہ قول خود دیکھ کر بھی اس بارے میں کیا "بے لاگ تحقیق" پیش کی ہے!

اپنی کتاب "فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں" اتنے اہم موضوع کو صرف ڈیڑھ صفحہ

دیا ہے۔ وہ بھی مولانا حسین مدنی کی الشہاب الثاقب پر جرح کرتے ہوئے ان کو کوسنے کے لئے۔ صفحہ ۱۸۹ پر لکھتے ہیں کہ "شہاب ثاقب کے بقول مدینہ کے ایک عالم علامہ سید احمد برزنجی کا رسالہ غایۃ المامول فاضل بریلوی کے رد میں ہے۔ حالانکہ ہم نے اس کے ضروری اور اہم اقتباسات مطالعہ کئے، تو

(۱) اندازہ ہوا، کہ ہندوستانی علماء مخالفین کے استفسار پر انہوں نے یہ رسالہ لکھا ہے، جس میں یہ صراحت کی ہے، کہ ہندوستانی علماء میں سے احمد رضا نامی ایک عالم تشریف لائے، انہوں نے ہم سے یہ سوالات کئے، اور ان کو ہم نے یہ جوابات بتائے۔ (۲) چند جوابات فاضل بریلوی کے مسلک کے عین مطابق ہیں۔ گویا اس میں بعض جوابات سابقہ کی تصدیق مزید ہے، نہ کہ تردید۔ (۳) مگر شہاب ثاقب والے نے اس سے فاضل بریلوی کی تنقیص کے وہ وہ پہلو نکالے ہیں، کہ...... اور خوب حواشی چڑھائے ہیں۔ اس پر بھی بس نہیں۔ دشنام طرازی سے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ حالانکہ علامہ برزنجی کا جواب بڑا مہذب و شائستہ ہے، مگر شہاب ثاقب کے تفسیری حواشی نے اس کی تہذیب و شائستگی کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ہے۔

قارئین کرام خود دیکھیں تو صاف ظاہر ہے، کہ مولانا مدنی نے الفاظ کے ترجمہ اور مواد میں کوئی ہیر پھیر نہیں کی۔ البتہ کئی جگہ اس کی اپنی تشریحات یقیناً کافی سخت ہیں۔ لیکن یہ فطری ردعمل ہے، اس اندھیر کا، جو اعلیٰ حضرت کی طرف سے مسلسل ہوا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو جرح کرتے ہوئے اس کا خیال رکھنا لازم تھا، لیکن اپنے اعلیٰ حضرت کی زبان کو تو وہ شائستگی کا سرٹیفکیٹ دیتے ہیں، اگرچہ فحش گالیاں ہیں۔

(۴) اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی لکھا ہے، کہ اگر علامہ برزنجی نے اختلاف کیا، تو یہ ان کی اپنی رائے ہے۔ اس سے جماعت کثیر کی رائے کو کس طرح باطل کیا جا سکتا ہے۔ (۵) اس کے بعد (تحقیق کا مزید منہ چڑانے کے لئے یہ بھی لکھتے ہیں، کہ) اسی رسالہ غایۃ المامول میں ان تحریرات کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جو فاضل بریلوی نے المعتمد والمستند میں لکھی ہیں، اور ان پر وہی حکم لگایا ہے، جو فاضل بریلوی نے لگایا ہے (ظاہر ہے کہ یہ حسام الحرمین کی تصدیق کی طرف اشارہ ہے، جو شروع میں بھی شرطیہ ہی تھی)۔ (۶) (ڈاکٹر صاحب یہ بھی شکایت لکھتے ہیں کہ) "مولانا مدنیؒ نے غایۃ المامول کے ذکر میں اس تصدیق کا ذکر حذف کر کے صرف اپنے مطلب کی باتیں بیان کی ہیں، جو علمی دیانت کے خلاف ہے"۔

تحقیق کے منہ پر طمانچہ

ڈاکٹر صاحب کی اس عبارت میں ہم نے اپنی طرف سے نمبر لگا دیئے ہیں، تاکہ ان کی وضاحت کرنے میں آسانی ہو۔ قارئین کرام ذرا غور سے ہمارے ان نکات پر نگاہ رکھیں:

اول تو اپنی گواہی کو معتبر بنانے کے لئے یہ الفاظ لکھے، کہ "ہم نے خود اس کی ضروری اور اہم اقتباسات دیکھے، تو اندازہ ہوا کہ یہ رسالہ مختلف ہندوستانی علماء کے سوالات کے جواب میں لکھا گیا تھا"۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے، کہ اصل کتاب کی تمہید میں ہی خود مفتی صاحب نے بات واضح کر دی ہے، کہ پہلے اس مسئلہ پر ہندوستان سے سوال آئے تھے، جن کا ہم نے جواب لکھا تھا، پھر احمد رضا نامی شخص آیا، اول اس نے ......"۔ آپ دیکھیں، کہ مفتی صاحب نے صاف لکھا ہے، کہ یہ جواب خالص اس احمد رضا خان کے رسالہ الدولۃ المکیہ کا ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے کوشش کی ہے، کہ اس کو کوئی دوسرا احمد رضا دکھایا جائے۔

سورج جیسا واضح جھوٹ

نمبر۲ میں دیکھیں، کہ ڈاکٹر صاحب نے واضح لکھا ہے، کہ اس میں کچھ جوابات فاضل بریلوی کے عین مطابق ہیں۔ یہ سورج سے بھی زیادہ روشن واضح جھوٹ ہے، جو جان بوجھ کر لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے گھڑا ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بریلویت پر لکھنے میں عام عادت بنا رکھی ہے، کہ اپنی عام نیک نامی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی طرف سے ہی تشریح کر کے اس کو اپنے اعلیٰ حضرت اور اپنے نئے اختیار شدہ مسلک کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔ ہم نے اسی جملہ پر کتاب کے ہر ایک لفظ پر پھر نظر ڈالی تو اس کی ہر ایک فصل کی ہر ایک دلیل میں احمد رضا کے بطلان ہی ظاہر کئے گئے پائے، ایک پیراگراف بھی احمد رضا کی تائید میں نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب پر حوالہ لازم تھا، جو انہوں نے جان بوجھ کر ہضم کیا ہے۔

نمبر۳ حضرت مفتی برزنجی کا جواب یقیناً شائستہ ہے، کیونکہ وہ بریلوی نہیں تھے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے مولانا مدنی کی طرف سے حواشی چڑھانے کی شکایت غلط ہی کی ہے۔ ان کی زبان سخت ہے، لیکن مظلوم کو ایسی سختی کا حق ہوا کرتا ہے، جبکہ ان کو بغیر سبب کے وہ وہ گالیاں دی گئی ہیں، جن کی ہم نے پوری فصل میں تفصیل دی ہے۔ ایسی فحش زبان اور ننگی گالیوں کے

لئے بھی جب ڈاکٹر صاحب نے ''دشنام طرازی'' کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ اسی کتاب میں صفحہ ۱۹۹ پر یہ سرٹیفکیٹ دیتے ہیں، کہ ''فاضل بریلوی کا لہجہ بھی نہایت درشت ہے، لیکن کسی مقام پر تہذیب وشائستگی سے گرا ہوا نہیں، تو پھر مولانا مدنی کے (دجال، صاحب بطلان، مجدد الضالین، مفتری، کذاب جیسے) الفاظ کو دشنام طرازی کہہ کر، یہ لکھنا، کہ اس نے تہذیب و شائستگی کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ہے، اس پر اب قارئین کرام ہی غور کریں۔ اس دوہرے معیار پر ہم کیا کہیں!

چودہ تصدیقیں گول کر گئے

نمبر۴ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے، کہ اگر علامہ برزنجی نے اختلاف کیا بھی، تو یہ ان کی اپنی رائے ہے۔ اس سے جماعتِ کثیر کی رائے کو کس طرح باطل کیا جاسکتا ہے۔ چلئے ڈاکٹر صاحب نے یہ تو مانا، کہ علامہ برزنجی نے ان کے اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیا۔ حالانکہ اختلاف اور رد اور باطل کرنے میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے، یہ ڈاکٹر صاحب کو بھی معلوم ہوگا۔ لیکن یہاں دو واضح غلط بیانیاں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ایک رائے نہیں، اس پر مزید چودہ مدنی علماء کی تصدیق اور ہے۔ جن میں سے تین نے تفصیلی تائید کر کے، احمد رضا خان کو مفتی برزنجی سے بھی زیادہ گوسا ہے۔ ان کے الفاظ قارئین کرام تھوڑا پیچھے مڑ کر پھر پڑھ لیں۔

پھر حسام الحرمین میں بھی ایک شخصی رائے کیوں نہیں؟

دوسرے یہ کہ سب دیوبندی اور حسام الحرمین کے ناقدین بھی سو برس سے یہی تو کہتے آئے ہیں، کہ دیوبندیوں کے خلاف جو عقائد احمد رضا خان نے بیان کئے ہیں، جن پر اپنی پوری زندگی میں کسی کی تائید وتصدیق حاصل نہیں کر سکے، تو وہ ان کی اپنی رائے ہوئی۔ جس پر کفر کا حکم نہیں لگے گا۔ چاہے وہ اکیلا شخص اپنی رائے پر قائم رہے، لیکن اس کی تقلید لازم نہیں، اور عام حکم نہیں مانا جائے گا۔

لیکن اس بارے میں ہر ایک بریلوی کی اکیلی دلیل یہ ہے، کہ اس پر حرمین کے ۳۷ علماء کی تصدیق ہے، جو بہرحال پورے ہندوستانی علماء سے زیادہ وزنی گنی جائے گی۔ تو جناب محترم ڈاکٹر صاحب، اول تو اس کو آپ نے اکیلی رائے کیسے لکھ دیا۔ اگر آپ نے کتاب

دیکھی ہے، تو اس کے آخر میں آپ کو پندرہ مدنی علماء کی تصدیق، مہریں اور دستخط بھی نظر آئے ہوں گے۔ پندرہ مدنی علماء کی تصدیق اکیلی رائے، اور باقی ۲۵ کی رائے پورا عرب! واہ صاحب! جبکہ آپ کے بہ قول اسی سفر میں دوسری کتاب پر ۷۷ نے تصدیقیں لکھیں۔ پھر مولانا مدنی کی اس بات کو بھی کسی نے رد نہیں کیا، کہ تمیں جید علماء نے صاف انکار کیا۔

ڈاکٹر صاحب! ذرا معیار قائم رکھیں

<u>نمبر۵</u> ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں، کہ اس کتاب غایۃ المأمول میں ان تحریرات کا بھی ذکر ہے، جو فاضل بریلوی نے المعتمد والمستند (عربی ایڈیشن کا نام حسام الحرمین) میں لکھی ہیں، <u>اور ان پر فاضل بریلوی والا حکم لگایا ہے۔</u> جی نہیں ڈاکٹر صاحب محترم! ہرگز نہیں۔ آپ مشرف بہ بریلویت ہونے کے بعد اپنے پرانے مسلک کے ساتھ شاید سب معیاروں سے بھی ہاتھ اٹھا کر نئے مذہب میں آئے ہیں۔ غایۃ المأمول میں کہیں بھی اعلیٰ حضرت کی کتاب المعتمد والمستند عرف حسام الحرمین کی تائید میں ایک جملہ بھی نہیں۔ بلکہ ان کی پہلے شرطیہ تصدیق لکھنے کا ذکر کیا ہے، جبکہ وہ احمد رضا سے واقف نہ تھے۔ الدولۃ المکیہ سے اس کے عقائد اور مزاج سے واقفیت کے بعد مفتی برزنجی صاحب نے یہ ضروری سمجھا، کہ اپنی پہلی شرطیہ تصدیق کا ذکر کریں اور یہ ذکر اس طرح کیا ہے، کہ واضح طور پر اس کو واپس لینا ہی ثابت ہوتا ہے۔ قارئین کرام مفتی صاحب کے الفاظ پھر دیکھ لیں، جو ہم تھوڑا پہلے شروع میں لفظ بہ لفظ دے چکے ہیں۔

ہمارے پاس موجود انجمن ارشاد المسلمین لاہور کی ۱۹۷۹ء میں طبع کردہ کتاب کے صفحہ ۲۹۷ سے ۳۰۱ تک یہ ساری ماجرا مفتی برزنجی صاحب کے قلم سے موجود ہے۔ پھر بھی ڈاکٹر صاحب یہ لکھتے ہیں۔ تو اس جرأت کی داد تو وصول کریں، لیکن منفی جرأت کی!

حسام الحرمین کے بعد الدولۃ المکیہ کا ڈرامہ

کچھ پہلے ہم نے ''حرمین شریفین میں احمد رضا خان کو دو جان لیوا چوٹیں'' کے عنوان کے تحت پوری تفصیل سے یہ حالت دکھائے ہیں، کہ کس طرح وہاں اس کو علم غیب کے متعلق اپنے عقائد کے بارے میں کچھ سوالات کے جوابات کے لئے الدولۃ المکیہ لکھنی پڑی، ہم نے

یہ بھی دکھایا کہ مکہ شریف میں تو اس پر تصدیق کروانے کا سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔ کیونکہ شریف مکہ نے وہ کتاب پوری سنی نہیں۔ اور شاہی حکم پر لکھی ہوئی کتاب کے لئے جب تک حاکم وقت کوئی فیصلہ نہ دے، جب تک اس پر کسی کی تقریظ لکھوانا ممکن نہیں تھا۔ خود اعلیٰ حضرت نے بھی اپنے سفر کے مدینہ پاک والے واقعات والے حصہ میں یہ لکھا ہے، کہ حسام الحرمین پر تصدیقات کا کام پورا ہونے کے بعد الدولۃ المکیہ پر تقریظات لکھوانے کا خیال آیا۔ دو تقریظات کے بعد مفتی برزنجی کی باری آئی .... (اسی کے جواب میں غایۃ المأمول لکھی گئی)''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم ص۱۸۶)

یہ تصدیقات مشکوک ہیں

یہ تصدیقات شروع ہی سے متنازعہ اور مشکوک رہتی آئی ہیں۔ ان پر جعلی ہونے کا بھی الزام ہے۔ تاہم یہ تو بریلوی رکارڈ بھی بتاتا ہے، کہ اعلیٰ حضرت کی واپسی کے پانچ سال بعد ۱۳۲۸ھ تک بھی ان کی تعداد صرف ۲۰ بیس تھی۔ اور کم از کم ۲۸ تصدیقات پر ۱۳۲۸ سے ۱۳۳۳ تک کی تاریخیں ہیں۔ اس طرح یہ تو خود بریلوی رکارڈ دکھا رہا ہے، کہ یہ دس سال تک لکھوائی جاتی رہیں۔

بہرحال یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے، کہ اس سفر سے لوٹنے کے بعد احمد رضا خان نے حسام الحرمین شائع کی۔ اس کی مقبولیت کا گراف پہلی بار بڑھا، لیکن جلد ہی جواب میں ''علماءِ دیوبند کے عقائد'' بھی حرمین شریفین کے علماء کی تقاریظ کے ساتھ شائع ہوئی۔ الشہاب الثاقب نے بھی سب واقعات ظاہر کئے، اور مفتی برزنجی کی کتاب غایۃ المأمول بھی اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔ (۱) تو حالات اس حد تک ناموافق ہوئے، کہ الدولۃ المکیہ کو سردخانہ

(۱) اس طرح حرمین سے تصدیقات والے ڈرامے سے دیوبندیوں میں بھی بیداری آئی۔ انہوں نے محسوس کیا، کہ یہ شخص کس قسم کی چیز ہیں، اور اس کو نظرانداز کرکے، اور مناسب مختصر جواب دے کر خاموشی اختیار کرکے کتنی غلطی کی گئی۔ یہاں ترکی بہ ترکی جواب دینا درست تھا، اور رہے گا۔ لہٰذا اول تو انہوں نے یہ تینوں کتابیں جلد سے جلد شائع کروائیں، اور ان کی خوب اشاعت کی۔ دوسری طرف دیوبند کے استاد مولانا محمد مرتضیٰ چاندپوری نے اعلیٰ حضرت کا مسلسل تعاقب کرتے ہوئے، چالیس رسالے لکھے۔ جن میں اُس سے اُسی کے سِکوں میں خوب لین دین ہوئی۔ ☜

میں ہی رکھنے میں عافیت سمجھی گئی۔ (اور وہ احمد رضا خان کی زندگی میں تو کیا، پورے پچاس برس تک منظر عام پر نہیں آئی)۔ نہ چھپنے سے غلط فہمیوں نے جنم لیا اور اشاعت کے مطالبے بڑھے۔

اللہ پاک اس طرح حق کو ظاہر کرواتا ہے

یہ ہم نہیں کہہ رہے۔ خود ڈاکٹر صاحب نے بھی اس طرح مانا ہے۔ اپنے اعلیٰ حضرت کا گراف بڑھانے کے لئے اسی کتاب کی تقریظات کو الگ موضوع بناکر ۱۹۸۰، میں الگ کتاب لکھی۔ جس کا نام رکھا، ''امام احمد رضا اور عالمِ اسلام''، اس میں ان تقاریظ کے بارے میں مختلف طریقوں کی غلو پر مبنی مداحیوں کے عین درمیان میں اللہ پاک نے حق کی تلاش والوں کے لئے، افتتاحیہ میں صفحہ ۲۰ کے حاشیہ میں ڈاکٹر صاحب سے یہ حق کی بات اس طرح لکھوائی۔ پہلے حاشیہ کے مکمل الفاظ دیکھئے:

''سب سے پہلے ''افتائے حرمین کا تازہ عطیہ'' (۱۳۲۸/۱۹۱۰ء، بریلی) کے عنوان سے الدولۃ المکیہ کا خلاصہ شائع ہوا، اور اس میں بیس تقاریظ کا خلاصہ شامل کیا گیا۔ (کیونکہ)

☜ چیلنج در چیلنج، یہ ثابت کرو، یہ دیکھو، یہ جواب دو، فلاں تاریخ فلاں جگہ سامنے آؤ، کیوں جواب نہیں، اس پر مزید یہ سوال اٹھتے ہیں، پھر جواب نہیں، کچھ تو بولو، یہ تو ثابت کرو کہ سکوت کی وجہ سے تم کیوں کافر نہیں ہوئے، تمہارا نکاح قائم نہیں رہا، وغیرہ وغیرہ۔ ایک مسلسل پیچھا جاری رہا۔ ان میں سے اہم ۲۶ رسائل دو جلدوں میں۔ تازہ انجمن ارشاد المسلمین نے ''رسائل چاندپوری'' کے نام سے شائع کئے۔ ہمارے ماخذ و مراجع کی فہرست میں ان کی فہرست اور عنوان دیکھ کر اندازہ کرلیں۔ ممکن ہو تو پڑھ لیں۔

دوسری طرف مشہور مناظر مولانا محمد منظور نعمانی نے اپنے ماہوار رسالہ الفرقان کو بھی اس کے لئے وقف کردیا۔ اور کئی رسائل اور کتابیں بھی لکھیں۔ اور کامیاب مناظرے بھی کئے۔ اس مسلسل تعاقب کا اثر یہ ہوا، کہ اعلیٰ حضرت اور اس کے حواریوں کو دفاع کرتے کرتے، پیچھے ہٹتے ہٹتے پچھلی دیوار کے آخری کونے تک جانا پڑا۔ حسام الحرمین کے غبارے کی پوری ہوا نکل گئی۔ ہماری معلومات کے مطابق اس کا دوسرا ایڈیشن اعلیٰ حضرت کی زندگی میں نہیں چھپا۔ یہاں سے احمد رضا خان کا عمومی زوال شروع ہوا۔ جس کو بدایونیوں رامپور والوں سے مخاصمت نے مزید تقویت دی۔ اور مزید خلافت تحریک کی مخالفت نے دی۔ نتیجہ میں آخر وہ کسمپرسی نصیب ہوئی، جس کا ہم تفصیل سے ان کے اپنوں کے حوالوں کی تصدیق سے شروع فصلوں میں بیان کرچکے ہیں۔

بعض مخالفین نے اس کتاب کی عدم اشاعت کی وجہ سے عوام اور خواص میں اس کے مندرجات کے متعلق غلط فہمیاں پھیلادیں تھیں۔ اس لئے ضروری ہوا، کہ فوری طور پر اس کا خلاصہ مع تقاریظ پیش کردیا جائے۔ چنانچہ مندرجہ بالا عنوان سے ۱۹ شعبان ۱۳۲۸ھ کو یہ خلاصہ مدرسہ اہل سنت والجماعت منظر الاسلام بریلی کے اجلاس میں تقسیم کیا گیا۔ اصل متن اور تقاریظ بعد میں شائع ہوئے۔ چنانچہ ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء میں پہلی بار کراچی (پاکستان) سے شائع ہوا۔ اس میں علماءِ عرب کی ۶۰ تقاریظ اور امام احمد رضا کے حواشی شامل ہیں۔ پھر ۱۹۷۶ء میں کراچی ہی سے دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس میں تقاریظ نہیں، صرف متن اور حواشی ہیں"۔ مسعود۔

اللہ پاک کے حق کے ظاہر کرنے اور اتمام حجت کے اپنے انتظام ہیں۔ یہ خود اس ڈاکٹر صاحب کی گواہی ہے، جو ہر جگہ اس کتاب کی مدح سرائی میں سب سے آگے نکل گئے ہیں۔ جس کی مثالیں کچھ آپ نے دیکھ لیں، مزید آگے دیکھیں گے۔ فی الحال اس عبارت پر تفصیلی نظر ڈالیں، اور دیکھیں کہ اس بارے میں مولانا مدنی کے شہاب ثاقب کے حوالے اور عام دیوبندی موقف کس قدر درست ثابت ہورہا ہے۔ اور یہ "مدعی لاکھ پر بھاری ہے، تیری گواہی" ہی کہا جاسکتا ہے۔

پانچ سال بعد بھی صرف خلاصہ ہی تقسیم کیا

احمد رضا خان کے واپس ہوتے ہی سفرِ حرمین کی قبولیت عامہ کے ہر جگہ چرچے پھیلا دیئے گئے۔ حسام الحرمین شائع ہوئی۔ الدولۃ المکیہ کے عام چرچے ہوئے۔ احمد رضا خان کا گراف بڑھا۔ اُدھر اگلے ہی سال دوسری طرف سے شریف مکہ والی داستان پھیلی، شہاب ثاقب اور غایۃ المأمول شائع ہوئی۔ تو الدولۃ کی اشاعت کے عام مطالبے ہوئے، غلط فہمیاں پھیلیں۔ لہٰذا کسی نہ کسی طرح کا جواب ضروری تھا۔ پانچ سال کی ٹال مٹول سے کام نہ چلا، تو جو کچھ سامنے لایا گیا، وہ کتاب کی جگہ اس کا اپنی پسند کا خلاصہ تھا جو بھی عام اشاعت کی بجائے کچھ کاپیاں مدرسہ کے جلسۂ اسناد کی مجلس میں تقسیم کی گئیں اور اس پر تقریظات تھیں صرف بیس۔

اب آپ ہی سوچیں، کہ اس خلاصہ کا نام ہی رکھا گیا "افتائے حرمین کا تازہ عطیہ"۔ اور تقاریظ تھیں بیس عدد؛ تو یہ اس وقت کی تازہ ترین پوزیشن ہی ہوئی۔ کتاب کے تو خلاصہ کی

ضرورت محسوس کی گئی، کہ غایۃ المأمول کا عام چرچہ تھا، لہٰذا مفتی صاحب کے اعتراضات والی عبارات کو چھوڑ کر باقی متفقہ عبارات دی جائیں۔ لیکن تقاریظ کی تعداد کے بارے میں تو ایسا کوئی نزاع نہ تھا۔ بلکہ وہ تو زیادہ سے زیادہ دینی ضروری تھیں، تاکہ گراف بڑھے بھی اور فخریہ کہا جاسکے، کہ یہ مخالف پروپیگنڈہ ہے۔ دیکھئے کتاب بھی لکھی ہوئی ہے، اور اس پر تقاریظ بھی ہیں۔

پانچ سال میں صرف بیس عدد تقاریظ

ثابت یہ ہوا کہ سچ اور صرف سچ یہی تھا، کہ اس وقت تک پانچ سال میں صرف اتنی ہی تقاریظ حاصل کی جاسکی تھیں۔ حرمین شریفین میں احمد رضا کی واپسی کے بعد اس کے پول کھلے۔ مدینہ پاک میں تو مخالف کتاب لکھی گئی، جو ہر ایک نے دیکھی۔ پندرہ علماء نے اس کی تصدیق کی۔ تو دوسرے بھی کم از کم الدولۃ المکیہ پر تقاریظ کیوں لکھتے۔ یہی حالات مکہ پاک بھی پہنچے ہوں گے، تو بیچارے ہندوستان سے آکر بسنے والے مولوی کریم اللہ کے کہنے پر کیوں تقاریظ لکھتے! یہ بھی دیکھیں کہ خود احمد رضا خان نے اپنے اس سفر کے حالات میں ملفوظات حصہ دوم میں، قیامِ مدینہ پاک کا صرف ڈھائی صفحہ کا بیان لکھوایا ہے، اس میں صاف بیان ہے کہ مولانا عبدالحق مہاجر افغانی کے شاگرد مولانا کریم اللہ کے خلوص کی تو کوئی حد نہیں۔ حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ پر تقریظات میں انہوں نے بڑی سعی جمیل فرمائی۔ الدولۃ المکیہ کی بھی ایک نقل اپنے پاس رکھ لی، اور میرے چلے آنے کے بعد بھی جب موقع پاتے، کتاب پیش کرتے، تقریظیں لیتے، اور رجسٹری سے بھیج دیتے"۔ (خلاصہ)

کم از کم اٹھائیس تقاریظ پر اس کے بعد کی تاریخیں ہیں

پھر یہ بھی دیکھیں، کہ خود ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں جن تقریظات کے عکس اور پھر اردو ترجمہ دیا ہے، ان کے صفحہ ۸۶ سے ۸۸ تک اشاریہ میں جن ۳۸ علماء کے نام اور تفصیل دی ہے، ان ۳۸ میں سے ۲۸ ایسے ہیں، جن کی تقریظ کی تاریخیں ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۳۳ھ تک ہیں۔ کئی پر تاریخیں ہیں ہی نہیں۔ کئی کے الفاظ ہیں، کہ مدینہ آیا، تو مواجہ شریف کے سامنے، یا اس اس جگہ پیش کی، اور سرسری نظر سے دیکھی، جلدی میں یہ لکھ سکا۔

تو اس سب کچھ سے صاف ظاہر ہوا، کہ ۱۳۲۸ تک صرف بیس ہی تقاریظ لکھوائی جاسکی

تھیں۔ اور خلاصہ کا نام درست ہی رکھا گیا تھا، کہ ''افتائے حرمین کا تازہ عطیہ''۔ پانچ سال تک صرف بیس تقاریظ، پھر ۱۳۳۳ھ تک یعنی دس سال تک یہ سلسلہ جاری رہا! ہم بریلوی نہیں، اس لئے یہ نہیں کہتے، کہ اس عرصہ میں خاص مرتبہ والے کتنے علماء دنیا سے رخصت بھی ہو چکے ہوں گے، اور ان کا نام اور مہر استعمال کی گئی ہوگی۔ (جس میں یہ حضرات ملکہ رکھتے ہیں) پھر کسی نے یہ بھی تو نہیں لکھا، کہ ان ساٹھ میں کتنے وہ علماء ہیں، جنہوں نے حسام الحرمین پر بھی تقریظات لکھیں۔

اس معیار کے کیا کہنے!

ڈاکٹر صاحب کے تازہ معیار بھی ملاحظہ فرمائیں، اس کتاب کے عین اسی حاشیہ والے صفحے یعنی صفحہ ۲۰ میں اوپر یہ بھی لکھتے ہیں، کہ ''جب یہ کتاب علماء عرب کے سامنے پیش کی گئی، تو انہوں نے بڑی پذیرائی کی اور تقریباً ۷۰ علماء نے اس پر اپنی تصدیقات لکھیں''۔ اسی صفحہ ۲۰ کی حاشیہ والی عبارت میں یہ بھی لکھتے ہیں، کہ پہلی بار کراچی سے ۱۹۵۴ء میں ساٹھ تقریظات کے ساتھ شائع ہوئی۔ ایک ہی صفحہ، اوپر کیا لکھا، اور نیچے حاشیہ میں اللہ پاک نے کیسے سچ لکھوالیا! ہمارے پاس نذیر سنز لاہور کا ۱۹۹۱ء کا چھپایا ہوا نسخہ ہے، اس میں بھی ساٹھ ہی ہیں۔ تو آخر باقی ۱۷ کہاں ہیں، کس الماری میں بند ہیں، جن سے ڈاکٹر صاحب نے دیکھیں، کب سامنے آئیں گی؟ کوئی بتلاوے، کہ..................

یہ دوہرے معیار بھی خوب غور سے دیکھیں

ڈاکٹر صاحب کے یہ تحقیقی معیار بھی نظر میں رکھیں، کہ:۔

اس سے پہلے ۱۹۷۳ء میں بریلویت پر اپنی دوسری ہی کتاب ''فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں'' لکھی، تو اس کے صفحے ۱۸۳ پر یہ نرالا تحقیقی انکشاف فرمایا، کہ ''فاضل بریلوی نے اپنا فتویٰ (حسام الحرمین) ۲۱ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو علماءِ حرمین کے سامنے پیش کیا۔ جس پر الدولۃ المکیہ کی طرح دل کھول کر تقاریظ لکھیں، اور اپنی تصدیقات سے نوازا''۔

ڈاکٹر صاحب! ذرا دم لیجئے۔ اپنے اعلیٰ حضرت کی تائید میں اتنا جوش بھی مت دکھایئے، کہ پڑھنے والے آپ کے احترام میں کسی اچھی تعبیر اور رعایت کی گنجائش ہی نہ

پاسکیں۔ ذرا اپنے اور اعلیٰ حضرت کے بیانات پر بھی تو تازہ نظر ڈال ہی لیجئے۔ یہ تو آپ نے بیچ لکھا، کہ حج سے فراغت کے بعد اعلیٰ حضرت نے ۲۱ ذوالحجہ کو اپنے سفر کے اصل مقصد یعنی حسام الحرمین پر تصدیقات کی مہم شروع کردی۔ لیکن یہ جو آپ جوش میں آکر لکھ بیٹھے، کہ اس پر علماءِ حرمین نے الدولۃ المکیہ کی طرح دل کھول کر تقاریظ لکھیں، تو الدولۃ المکیہ کے تو تخیل کو بھی وجود اس تاریخ کے ایک ہفتے کے بعد ملا۔ آپ ہی کے اعلیٰ حضرت کے بہ قول ۲۵ ذوالحجہ کو اس کو شریف مکہ کی طرف سے سوالات ملے۔ دو دن میں ان کا جواب لکھا۔ ۲۸ ذوالحجہ کو وہ شریف مکہ کو آدھی سنائی گئی۔ اور دوسرے آدھے حصہ کو سننے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔

پھر آپ ہی کی یہ تحریر بھی رکارڈ پر ہے، کہ پانچ سال بعد تک بھی اس پر بیس تقاریظ ہی لکھائی جاسکی تھیں۔ آپ ہی کے تقاریظ کے عکسوں میں اٹھائیس پر ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۳۳ تک یعنی دس سال بعد تک تاریخیں ہیں۔ یہ سب بھی آپ نے بیان کیا، اور رکارڈ دکھایا، اور یہاں اپنے اعلیٰ حضرت کے اسکور بڑھانے کے جوش میں یہ بھی آپ ہی لکھ رہے ہیں، کہ ۲۱ ذوالحج کو حسام الحرمین پیش کی گئی، تو الدولۃ المکیہ کی طرح دل کھول کر تقاریظ لکھیں۔

ب: صفحہ ۹۹ پر لکھتے ہیں، کہ علم غیب پر بحث چھڑ گئی، حکومت وقت کو ملوث کیا گیا۔ لیکن فاضل بریلوی نے اس کا مسکت جواب دیا۔ اس فاضلانہ، عالمانہ، محققانہ جواب کو الدولۃ المکیہ کا نام دیا۔ اور...... نام سے شائع کیا''۔ حالانکہ ہم ابھی ڈاکٹر صاحب ہی کے دوسرے حوالے سے دکھا چکے ہیں، کہ یہ کتاب اعلیٰ حضرت نے تو نہیں چھپوائی، لیکن اس کی رحلت کے بھی ۳۴ برس بعد شائع ہوئی۔ یعنی ۱۹۵۴ء میں، وہ بھی کراچی سے۔

جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکہ کھائیں کیا

قارئین کرام! ہم نے بریلویت کا مطالعہ انیس سو نو...... کے عشرے کے شروع میں شروع کیا۔ اول اعلیٰ حضرت کو پڑھا، تو جو مایوسی ہوئی، وہ ظاہر ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے ہم کو اتنے اندھیروں کا، اس قسم کے الزاموں، ایسی زبان، ایسے اور اتنے فتوؤں کا اندازہ نہ تھا۔ پھر تازہ لکھنے والوں کو پڑھا، تو اس سے بھی زیادہ مایوسی ہوئی۔ اور ہم کو یہ یقین ہوا، کہ یہ امت کے مضبوط ترین اور فعال اہل سنت والجماعت میں تفریق ڈالنے کی ایک منظم سازش کے علاوہ

کچھ نہیں۔ جیسا کہ فصل سویم میں ذکر ہوا۔

ڈاکٹر صاحب کی پہلی کتاب فاضل بریلوی علماءِ حجاز ہم کو ۱۹۹۵ء کے آخر میں ملی، اس سے اشتیاق بڑھا، اور دوسری کتابیں تلاش کر کے ہاتھ کیں۔ لیکن نظر یہی آیا، کہ یہ سب منظم مداحی کے تحت ایک کھوٹے سکے کو چلانے کے جدید میڈیائی ہتھیار کی مختلف صورتیں ہیں۔ اسی سے ہم کو یہ یقین بھی ہوا، کہ اصل بریلویت میں کوئی ایسی چیز تھی ہی نہیں، اور ہے ہی نہیں۔ جس کی بناء پر کوئی پڑھا لکھا آدمی اپنی خوش فہمی ہی کی بنیاد رکھ سکے، کہ کچھ مثبت پہلو بھی بہر حال کہیں نہ کہیں تو نظر آ ہی جائیں گے۔ ہم کو یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد چچا غالب مرحوم جیسی مایوسی ہوئی، جس پر وہ کہہ اٹھے تھے، کہ:

لاگ ہو، تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ جب نہ ہو کچھ بھی، تو دھوکہ کھائیں کیا!

ڈاکٹر صاحب کے دیانت اور حق کے لمبے چوڑے دعوے

ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۷۰ء میں بریلویت اور اس کے اعلیٰ حضرت پر لکھنا شروع کیا۔ ۱۹۷۰ء میں اپنی پہلی کتاب ''فاضل بریلوی اور ترکِ موالات'' کے صفحہ ۵-۶ پر لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے۔ مگر علمی حلقوں میں اس کا صحیح تعارف نہ کرایا جاسکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک اس سے نابلد ہے۔ چنانچہ ایک محفل میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا، ایک فاضل نے فرمایا، ''مولانا احمد رضا خان کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں''۔ گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔ ضرورت ہے کہ ایک سچی، صحیح، مستند، محقق، مدلل سوانح جدید سوانحی اور تحقیقی اصولوں کے تحت لکھی جائے...... اسلوب بیان ایسا حقیقت پسندانہ ہونا چاہئے کہ دوست دشمن سب پڑھیں غور کریں''۔

۱۹۷۲ء میں دوسری کتاب ''فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں'' لکھی۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے اپنی غیر جانبداری کے یہ دعوے کئے ہیں:

مقالے (پہلی کتاب) کی تیاری کے دوران فاضل بریلوی کی ہمہ گیر شخصیت کے مختلف گوشے سامنے آئے، اور آنکھیں کھل گئیں۔ ص ۱۳۔

''مخالفین نے فاضل بریلوی کی شخصیت کو ایسا مسخ کر کے پیش کیا ہے، کہ سنجیدہ انسان اس طرف رخ کرتے جھجکنے لگا۔ اس لئے نصف صدی تک ایسا کام نہ ہوسکا، جو علمی دنیا میں

پیش کیا جاسکے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں نام تک نہیں''۔ ص ۱۵۔

''بعض حضرات نے عادل و مصنف بن کر بریلوی و دیوبندی مکاتیب فکر کا تاریخی جائزہ لینے کی سعی فرمائی ہے، لیکن وہ دوسری طرف کچھ جھکے جھکے سے معلوم ہوتے ہیں۔ بعض مقامات پر تو کچھ پھٹ پڑنے والی کیفیت بھی محسوس ہوتی ہے''۔ مثلاً ...... ص ۱۶۔

''میں نے مقالہ ''فاضل بریلوی اور ترکِ موالات'' میں کوشش کی تھی، کہ جو بات کہی جائے وہ تعصب اور تنگ دلی سے بالا رہ کر کہی جائے، اور حقائق و واقعات کو تاریخ روشنی میں پیش کی جائے''۔ ص ۱۷۔

ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۸۰ء میں ایک اور کتاب ''گناہ بے گناہی'' کے نام سے لکھی۔ اس میں یہ دعوے کئے گئے ہیں:

''راقم ۱۹۶۹ء تک امام احمد رضا خان کے مطالعے سے محروم رہا، اس کی بڑی وجہ یہ تھی، کہ ماسوائے والد ماجد کے باقی تمام اساتذہ کا تعلق امام احمد رضا کے مخالفین یا مخالفین کے تائید کرنے والوں سے تھا۔ ۱۹۷۰ء سے مطالعہ کیا، تو ایک اور ہی عالم نظر آیا۔ حیران کردیا۔ اللہ اکبر! حقیقت کیا تھی، اور کیا بتایا گیا تھا''۔ ص ۵۔

''الزامات کے تعاقب سے بالعموم پرہیز کرتا ہوں .... (اس طرف متوجہ ہونے کی) بڑی وجہ یہ تھی، کہ پڑھا لکھا طبقہ غلط فہمی کی بنا پر اس الزام تراشی سے متاثر نظر آتا ہے، تو ضروری ہوا، کہ غلط فہمیاں دور کی جائیں، اور مؤرخین و محققین کی فروگذاشتوں کا ازالہ کیا جائے''۔ ص ۶۔

''راقم نے خود کو مثبت تحقیقی کام کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ گو بعض طبائع پر یہ بھی گراں ہے۔ اب تک امام احمد رضا پر اس (انگریز نوازی کے) الزام پر کچھ نہ لکھا، لیکن بہتان طرازی کا سلسلہ ختم نہ ہوا، اور حقائق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے خود دانشوروں کو گومگو کے عالم میں پایا، تو متوجہ ہونا پڑا۔ .... جو کچھ لکھا ہے، وہ ان دانشوروں اور ان جوانوں کے لئے، جو تاریخ کی سچی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں''۔ ص ۱۰۔

''ان تیرہ سالوں میں اب تک جو لکھا گیا، (وہ) دلیل و برہان کے ساتھ لکھا گیا...... تحقیق کیا گیا، پرکھا گیا، جانچا گیا...... کوئی بات ایسی نہیں (لکھی)، جس کی دلیل و حجت نہ ہو''۔ (آئینہ رضویات، حصہ سوم، ص ۷۵)

لیکن یہ سراب ثابت ہوا

ایسی بہت سی عبارتوں، جانچ پرکھ کے اور صرف حق اور سچ کے دعووں سے ہم نے صرف یہ چند پیش کیے ہیں۔ ان میں پہلی کتاب ''فاضل بریلوی اور ترکِ موالات'' میں جو سچ اور حقائق پیش کیے ہیں، کہ اعلیٰ حضرت نے ہی ترکِ موالانات کے دور میں دو قومی نظریہ پیش کیا، اس طرح جب پاکستان کی تحریک چلی، تو سب بریلویوں نے یہ پیغام گھر گھر پہنچایا، اور پاکستان کے لفظ کو اپنا وظیفہ بنالیا اور پاکستان بنا کر ہی دم لیا۔ اس کی حقانیت ہم الگ فصل میں تفصیل سے پیش کر چکے ہیں، کہ سب بریلوی ۱۹۳۹ سے ۱۹۴۶ء تک مسلم لیگ اور پاکستان کے لئے سب سے زیادہ گندی گالیوں کا ہی وظیفہ پڑھ رہے تھے۔

تیسری کتاب ''گناہِ بے گناہی'' میں ڈاکٹر صاحب نے بڑے دعووں کے ساتھ یہ حقائق پیش کیے، کہ اعلیٰ حضرت پر انگریز نوازی کا الزام غلط ہے، وہ کٹر انگریز دشمن تھے۔ ان حقائق کی اصل حقیقت بھی ہم اُسی فصل میں پیش کر چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کو پڑھنے کے بعد ہی ہم کو یہ پختہ یقین ہوا، کہ احمد رضا خان واقعی انگریز نواز تھے۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب بھی اس کا دفاع کرتے کرتے، ایسے بچکانہ دلائل کے علاوہ کچھ بھی تو نہ دے سکے!

اپنی دوسری کتاب ''فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں'' ڈاکٹر صاحب کے اس دعوے کے ساتھ آئے، کہ مخالفین نے فاضل بریلوی کی شخصیت کو مسخ کر رکھا ہے۔ انہوں نے عادل اور منصف بن کر جو تصویر پیش کی ہے، اس کی اصلاح اس طرح کی جائے، کہ صرف حقائق کو تاریخ کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے حقائق کے دعوے کی آڑ لے کر حقائق کو جس طرح مسخ کیا ہے، وہ ایک دوطرفہ المیہ ہی کہا جائے گا۔ ایک ہمارے جیسے نیازمندوں کے لئے، جو ڈاکٹر صاحب کے پہلے والے تحقیقی کاموں سے کافی متاثر تھے۔ تاریخ کی تحقیق کی دنیا میں ڈاکٹر صاحب کی زود نویسی اور وقت بہ وقت سامنے آتے رہنے والے عنوانات و مقالات سے مستفید ہوتے رہتے تھے۔ جن کا سلسلہ ہی ٹوٹ گیا۔

دوسرے خود ڈاکٹر صاحب کے لئے بھی یہ ایک المیہ ہی ہے۔ انہوں نے بریلویت پر ۱۹۷۰ء میں لکھنا اس لئے شروع کیا، کہ فاضل بریلوی جاہلوں کے پیشوا گنے جاتے تھے، ان کو علماء کا پیشوا منوا سکیں۔ لیکن کاش کہ ان کو اندازہ ہو، کہ وہ خود علم و تحقیق کے کس معیار پر آ گئے

ہیں۔ جس کو شکایت تھی، کہ دوسرے عادل و منصف ہونے کا دم بھرتے ہیں، لیکن ظاہرا دوسری طرف جھکے جھکے سے معلوم ہوتے ہیں؛ خود وہ صرف حقائق اور واقعات کو تاریخ کی روشنی میں پیش کرنے کے لمبے دعووں کے باوجود جھکے جھکے معلوم ہونے کی بجائے، صاف دوسری طرف کی جھولی میں چت لیٹے جھولتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔

ان کے ہاں تاریخی واقعات اور دلائل صرف یہ ہیں، کہ اعلیٰ حضرت نے خود یہ لکھا ہے، یہ کہا ہے۔ (اور چونکہ تحریر اور کردار کے لحاظ سے وہ سب معاصرین کے ہاں مانے ہوئے صادق الامین ہیں، تو پھر دوسرا سب کچھ خود بہ خود غلط ثابت ہو گیا)۔

اصل حقائق کا صرف ایک ہی معیار

پوری کتاب ''فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں'' اٹھا کر مسعودی دلائل پڑھ لیں۔ حسام الحرمین پر عرب علماء نے تقریظ میں یہ تعریفیں لکھیں۔ الدولۃ المکیہ پر یہ یہ لکھا۔ کفل الفقیہ کے بارے میں خود فاضل بریلوی نے یہ یہ لکھا۔ عرب کے ہر ایک بزرگ، عالم، مفتی، فقیہ کے ہاں عزت و اکرام کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت نے ملفوظات کے حصہ دوم میں یہ یہ لکھا ہے۔ بدرالدین نے سوانح اعلیٰ حضرت میں یہ یہ لکھا، کہ عرب علماء میں جتنا احمد رضا کو یاد کیا جاتا تھا، اتنا کسی کو نہیں۔ ان کا نام سنتے ہی تعظیماً کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ حامد رضا خان نے یہ یہ اکرامات اور اعزازات بیان کیے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب ہوئے اصل تاریخی حقائق، جو ڈاکٹر صاحب کو بڑی جستجو کے بعد مل سکے ہیں؛ اور ان ہی میں کتاب کے ۲۰۵ صفحات میں سے ۱۹۶ صفحے ختم ہو جاتے ہیں۔

تحریکِ پاکستان میں بریلوی کردار اور انگریز دشمنی ثابت کرنے کے لئے بھی جو دلائل دے سکے ہیں، جو ہم اپنی جگہ پر تفصیل سے پیش کر چکے ہیں، تو باقی بات کرنے کو، اور مزید وقت خوش فہمی میں رہنے، اور مزید دیکھنے پرکھنے کو رہ ہی کیا جاتا ہے۔ بقول غالب:-

ہم نے مانا کہ دلی میں رہیں، کھائیں گے کیا!

آئے نہیں، لائے گئے ہیں

دوسرے یہ کہ جن دعووں کے ساتھ آ کر، پھر تیس سال تک ڈاکٹر صاحب جو کچھ

بریلویت پر لکھ سکے ہیں، اور جس طرح لکھا ہے اور لکھ رہے ہیں، اس سے ہم کو یہ یقین پختہ ہوگیا، کہ پچاس سالہ مکمل کسمپرسی کے بعد یکا یک ۱۹۷۰ء سے جو بریلویت کی احیاء نو کی مہم بڑے زور وشور سے چل پڑی، جس کا ہم نے فصل سوم اور پنجم میں نقشہ پیش کیا ہے، اس کے پیچھے وہی پہلے والا ہاتھ چھپا ہوا ہے۔ جو پچھلی صدی کے مقابلے میں اب میڈیائی مہارت میں کہیں زیادہ آگے بڑھ چکا ہے۔ اور اختلاف بڑھانا، اسلام کی اصل تعلیم کو ختم کرنا، اور چند رسوم تک ہی محدود کردینا ان کے بنیادی مقاصد میں شامل ہو چکا ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب بریلویت کی اس مہم میں آئے نہیں ہیں، لائے گئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کچھ بھی حقائق نہ دکھا سکے

کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے ان تیس برسوں میں بریلویت پر جو ڈھیر کچھ لکھا ہے، اس میں کہیں بھی یہ نہیں دکھایا اور نہ کہیں نظر آرہا ہے، کہ وہ اپنا یہ دعویٰ ثابت کر سکے ہوں، کہ ''کیا سنا تھا، اور کیا پایا اور کیا دیکھا''۔ جس سے ان کی آنکھیں کھل گئیں، کہ اتنے بلند کردار، ایسی پاک ونیک سیرت، اتنے اور ایسے لوگوں کی سیرت وکردار کی اس طرح اصلاح کر کے دکھانے والا، ان ان بدعات اور غیر شرعی رسوم میں اس طرح عملی تبدیلیاں لاکر دین کے تجدیدی کام کرنے والا، ایک غیر معمولی شخصیت اور کردار رکھنے والا، اتنی زندہ موجو تصنیفات والا ایک عبقری شخص پیدا ہوا، جس کو ان سازشی عناصر نے اس طرح کوشش کر کے اس طرح چھپانے کی کوشش کی۔ جس کو اس طرح ان جگہوں پر، ان غیر جانبدار گواہیوں کے ساتھ پاکر، دوسرے کام چھوڑ کر اسی میدان کو صاف کرنے اور حق کو نمایاں کرنے کے لئے میدان میں کودنا پڑا۔

اسی دور میں بھارت میں یہ ہوا

یہاں پر سلسلۂ کلام کو روک کر ہم یہ پہلو پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں، کہ بالکل اسی دور میں، بلکہ اسی سال ۱۹۷۰ء میں بھارت میں بھی اسی قسم، اسی طرز پر احیاءِ نو کی مہم شروع ہوئی، کہ اعلیٰ حضرت، اس کے ساتھیوں اور عام بریلویوں والا جارحانہ طرزِ تحریر چھوڑ کر، نئی ٹھنڈی میٹھی قسم کی محتاط طرز اختیار کی جائے، اور اپنا مواد اس طرح پیش کیا جائے، کہ اعلیٰ حضرت کو مظلوم مصلح اور مجدد ثابت کیا جائے۔

کتاب زلزلہ کا ڈرامہ

۱۹۷۰ء میں جمشید پور (بھارت) سے ایک رسالہ ''جام نو'' کے مدیر ارشد قادری صاحب نے ایک کتاب ''زلزلہ'' کے نام سے شائع کی۔ یہ اچھے قلم کار ادیب تھے۔ سبب تالیف میں ہی خوبصورت الفاظ میں کتاب کو ''ایک استغاثہ'' کہہ کر اس کو قوم کے سامنے پیش کیا، کہ آپ ہی فیصلہ کریں، کہ ''ہندوپاک میں مسلمانوں کی عظیم اکثریت انبیاء واولیاء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتی ہے، کہ اللہ پاک نے ان نفوس قدسیہ کو غیبی علم وادراک کی مخصوص قوت عطا کی ہے۔ اور ساتھ ہی انہیں کاروبار دنیا میں تصرف کا بھی اختیار عطا کیا ہے، جس کے ذریعے وہ مصیبت زدوں کی دستگیری اور حاجت روائی فرماتے ہیں''۔ لیکن علماء دیوبند اس کو کفر وشرک کہتے ہیں، اور اپنا سارا زور قرآن وحدیث کے حوالوں سے اس کو شرک ثابت کرنے پر لگائے ہوئے ہیں۔ لیکن عملی طور پر وہ یہی کام اور عقائد اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں عین اسلام سمجھتے ہیں۔ پھر دیوبندی اکابر کی کچھ کتابوں ارواحِ ثلاثہ، تذکرۃ الرشید وغیرہ سے مختلف واقعات طویل ڈیڑھ سَو صفحات میں دے کر عوام کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہیں، کہ اب آپ ہی فیصلہ کریں۔ مقدمہ ہمارا، اور ثبوت ہماری طرف سے، منصفی آپ کی۔ ہمارے حوالے غلط ہوں، تو ہر ایک پر دس ہزار روپے انعام''۔

کتاب کی طرزِ تحریر اور قلم کے زور نے واقعی ایک زلزلہ پیدا کردیا، پاکستان میں بھی اس کے کئی ایڈیشن چھاپے اور بانٹے گئے۔ کئی دیوبندی بھی چکرا گئے۔ پُرجوش نقاد عامر عثمانی ایڈیٹر ''ماہنامہ تجلّی دیوبند'' نے اپنے ہی بزرگوں کو اپنی جلد بازی میں خوب لتاڑ کر ایک طویل تبصرہ لکھا۔ جس سے کتاب کو مزید تقویت ملی۔ لیکن جلد ہی طلسم اس طرح ٹوٹا، کہ بھارت میں مولانا عارف سنبھلی نے جواب میں ''بریلی فتنے کا نیا روپ'' لکھ کر مکتبۂ الفرقان لکھنو سے شائع کیا، جس میں حقیقت کو واضح کیا، کہ یہ واضح دھوکہ اور سراب ہے۔ علماءِ دیوبند انبیاءِ عظام کے معجزات اور اولیاء کرام کے کرامات اور کشف والہام کے اصل سے ہی قائل ہیں۔ جو حقیقت میں اللہ پاک کی ہی طرف سے، اسی کی مشیت سے اپنے خاص بندوں کی ایک قسم کی تائید کے طور پہ ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ یہ ان کے خود اپنے اختیار میں نہیں ہوا کرتے۔ بعض اوقات فراستِ ایمانی اور قلب کی صفائی سے ان پر کچھ واقعات اور حالات منکشف ہوجاتے ہیں۔ کبھی

خصوصی قبولِ دعا کی وجہ سے ایسے واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ جو دیکھنے والے کو تصوف معلوم ہوسکتا ہے۔ جب کہ بریلوی حضرات ان کو علم غیب، تصرف اور مخلوق کی حاجت روائی کی مستقل قوت وقدرت اور وصف مانتے ہیں، جیسا کہ خود ارشد قادری نے بھی شروع تمہید میں ان کو عقیدہ لکھا ہے۔ یہ سب کچھ یقیناً سب متقدمین کے ہاں مانا ہوا شرک ہے۔ ارشد صاحب نے جو بھی حوالے دیئے ہیں، وہ سب ایسے ہی کشف وکرامت، الہام، ایمانی فراست اور قبولیت دعا کی صورتیں ہیں، جن پر کوئی اعتراض نہیں۔ پھر کئی حوالوں کی بے ایمانی بھی ظاہر کی گئی، کہ انعامی دعوے کے باوجود یہ یہ حوالے پورے نہیں۔ کچھ حصے دے کر اصل وضاحتی مواد کے لئے .... چھوڑ کر، پھر اپنے کام کے الفاظ دیئے ہیں۔ جس سے اصل مفہوم اس طرح بدل گیا۔

یہ اصل نقشہ دیکھ کر اسی نقاد عامر عثمانی نے اس کتاب پر تبصرہ لکھتے ہوئے یہ بھی لکھا، کہ ''اس کے پڑھنے کے بعد ہم نے اللہ سے دعا مانگی، کہ اے غفور الرحیم، زلزلہ پڑھ کر ہمارے دل میں بریلویت کے لئے جو حسنِ ظن پیدا ہوا تھا، اس کے لئے ہم کو معاف کردے۔ ہم غلط فہمی میں تھے، ہمیں ادراک نہیں تھا، کہ بریلویت کا ضمیر کس مٹی سے اٹھا ہے''۔ پھر پاکستان سے نجم الدین احیائی نے ''زلزلہ در زلزلہ'' میں پورا آئینہ دکھایا۔ تو اصل ''زلزلہ'' ایک داستانِ پارینہ ہوگیا۔ ارشد صاحب نے جاکر لندن میں ایسی ہی دکان کھولی۔ لیکن یہاں......... ہر ایک کو معلوم ہے، کہ میڈیائی مقاصد کثیر بھی ہیں اور طویل المیعاد بھی۔

لیکن اس سے بریلویوں کو ایک بیساکھی مل گئی

اندھوں کی دنیا میں ایک آنکھ اور اس پر بھی سات نمبر کا چشمہ چڑھا کر چیزوں کی شکلیں بتانے والا بھی بہت کچھ بینائی کے سرٹیفکیٹ لے ہی لیتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا بہرحال ایک مقام تھا، ایک ساکھ تھی۔ سریع القلم تھے، ادھر اعلیٰ حضرت اور اس کے جانشینوں نے ملک کی تاریخ کے اہم ترین دور میں ایسے واضح اندھیر چھوڑے تھے، کہ احیاءِ نو کی مہم جم نہیں رہی تھی۔ ایسے میں ڈاکٹر صاحب کا نام اور کام بریلویت کو زندہ کرنے والوں کی لئے ایک مضبوط بیساکھی بنی۔ کئی ناواقف لوگ اس نام اور نام نہاد بے لاگ حقائق اور دوسرے حسین دعووں سے وقتی طور متاثر بھی ہوئے، لیکن یہ نہیں سوچا گیا، کہ سراب کی عمر بہرحال دھوپ کے رہنے

تک ہی ہوا کرتی ہے۔ دھوپ ڈھلنے اور حدت کے ختم ہونے کے بعد باقی رہنے اور سدا نظر والی چیز بہرحال اصلی حالت ہی ہوا کرتی ہے۔ شام ہوتے ہی دیکھنے والے کو احساس ہوجاتا ہے، کہ ریگستان کی اصل شکل کیا ہے، اور وقتی حدت میں کیا دکھائی دے رہا تھا۔

کاش! کہ یہ ہوتا!

بریلویت کی لق و دق صحرا میں بھی کئی بار ایسی گرمیاں اور ایسے ''سرابی نظارے'' ابھرتے رہے ہیں، لیکن دوام بہرحال اصل حالت اور واقعات کو ہی رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب جیسے آدمی کو اتنا تیز بڑھنے اور اتنا کچھ لکھنے سے پہلے یہ نکتہ بہرحال ذہن میں رکھنا چاہئے تھا، کہ اس قسم کے ''ریختے'' کے ماہر کئی ''میر'' پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ گرمی کے ایسے سراب اور پھر ان کے بعد کی ٹھنڈی شامیں پہلے بھی آتی جاتی رہی ہیں۔

ان کا ہمارے جیسے بہتوں پر یہ بڑا احسان ہوتا، اگر وہ اپنی وسیع تاریخی معلومات سے، صحیح تحقیقی معیار سے بریلوی اعلیٰ حضرت کے کام اور کردار کے کچھ ہی سہی، لیکن مثبت پہلو اور ان کے مثبت اثرات ہی کی نشاندہی کروادیتے، جو اتنی کھوج کے بعد بھی ابھی تک ''ہزاروں خواہشیں ایسی'' ہی کے خالی خانے میں پڑا ہوا ہے۔ حالانکہ ہوگا ضرور، لیکن بریلوی حضرات کی مدنظر صرف صدی بلکہ تیرہ صدی کے سب سے اعلیٰ معیار ہونے کی وجہ سے کسی کی نظر اس سے نیچے نہیں ٹکتی۔ حالانکہ ان کو صرف ایک اچھا مہذب مولوی ثابت کرنا بھی اس کے حق میں اچھا، اور کئی کے لئے ایک بڑی خوش خبری ہوگی، اور اعلیٰ حضرت سے بھی ایک بھلائی ہوگی۔ جو ان بے جا مداحیوں کی موجوں میں مزید نیچے جارہے ہیں۔

کچھ مزید سراب

بہرحال اس ایک طرح کے حرف تمنا کے بعد آئیے، کہ اپنی بات کا سلسلہ جاری رکھیں۔ جو یہ تھا، کہ ڈاکٹر صاحب نے صرف تاریخی حقائق کے لمبے چوڑے دعووں کے بعد، جو حقائق پر مبنی دلائل دیئے، ان کا سارا دائرہ یہیں تک محدود رہا، کہ خود اعلیٰ حضرت نے اس بارے میں یہ لکھا، اور فلاں فلاں بریلوی حضرات نے یہ یہ لکھا ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کی کسمپرسی کا ایک طرح کھلا اظہار ہے، کہ اپنے دور کے ہم عصر علماء میں کوئی بھی کسی بھی مسئلے اور معاملے

میں ان کے ساتھ نہ تھا۔ اور کسی معاملے میں کوئی ایسی دلیل بھی نظر نہیں آتی، جس کا مکمل حوالہ دے کر کسی حد تک اپنے ممدوح کی صفائی پیش کر سکیں۔ جب پوری بریلویت کا رکارڈ اس معاملے میں اتنا دیوالیہ نظر آیا، تو ڈاکٹر صاحب کو غالب والے اس مشورے پر عمل کرنا ہی بہتر تھا، کہ:-

جس کو ہو دین و دل عزیز، اُس کی گلی میں جائے کیوں!

لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس کے باوجود بھی، یہ مہم اپنی ہی ذاتی ساکھ کو داؤ پر لگا کر جاری رکھی ہوئی ہے، تو آیئے ہم بھی سلسلہ جاری رکھ کر، یہ دکھائیں کہ اسی کتاب "فاضل بریلوی علماء حجاز میں" تحقیق کے مزید کیا جوہر دکھائے گئے ہیں!

الف: استدراک کے شروع میں ہی الزام لگاتے ہیں، کہ "انسانی فطرت ہے، کہ مخالف کی عزت و ناموس کو خاک میں ملانے کی کوشش کرتا ہے۔ مولانا مدنی نے بھی اسی پر عمل کیا۔ اور ان مناقب و اکرام کو زائل کرنے کی کوشش کی، جو اعلیٰ حضرت کو علماءِ حرمین سے ملے"۔

یہ بالکل معیار سے گرا ہوا الزام ہے۔ مولانا مرحوم نے ثبوت دیئے، جن کی اعلیٰ حضرت اور کسی بریلوی نے بروقت تردید نہیں کی، کہ کہیں زندہ حضرات سے مزید تصدیق نہ کروالی جائے اور مزید ثبوت نہ مہیا ہو جائیں۔ اس کتاب کا پہلا رد بقول ڈاکٹر صاحب بھی ایک مولوی محمد اجمل شاہ نے ۱۹۵۴ء میں، یعنی اعلیٰ حضرت کی رحلت کے بھی ۳۴ برس بعد لکھا۔ اور خود اعلیٰ حضرت نے یہ واقعات اور حالات لکھے بھی، تو سفر کے ۱۵ برس بعد ملفوظات حصہ دوم میں۔ جن میں بھی دونوں واقعات ادھورے ہی چھوڑ دیئے، جیسے ہم پہلے دکھا چکے ہیں۔ اس طرح خود اس نے ہی صحیح جواب اور دوسری طرح کے حالات نہ بتا کر عملی طور پر مولانا مدنی کی تصدیق کردی۔ تاریخ کا یہ اصول ڈاکٹر صاحب کو بھی معلوم ہوگا۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

ب: ڈاکٹر صاحب اسی صفحہ پر حاشیہ میں یہ بھی لکھتے ہیں، کہ "اس کتاب کے نام سے ہی عناد کی بو آتی ہے۔ اس کے معنی ہیں، کہ جھوٹے چور کے لئے شہاب ثاقب اور شہاب ثاقب ان ٹوٹنے والے ستاروں کو کہتے ہیں، جو رجم شیاطین کے لئے آسمان سے چھوڑے

جاتے ہیں، جن کا قرآن پاک (سورۃ صافات کے اول رکوع) میں ذکر ہے"۔ بے لاگ تحقیق کے دعویدار ڈاکٹر صاحب کو اس اعتراض کرتے وقت یہ بھی یاد نہیں رہا، کہ یہ کتاب حسام الحرمین کے رد میں تھی، جس کا پورا نام ہے "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین"، یعنی "دیوبندی اور دوسرے ملزموں کے کفر اور جھوٹ کے گلے پر حرمین کی تلوار"۔ اس سے پہلے یہی اعلیٰ حضرت ان ناموں والی کتابیں بھی لکھ چکے تھے: ۱- الکوکب الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ۔ ۲- النیر الشہابی علی تدلیس الوہابی۔ ۳- السہم الشہابی علی تدلیس الوہابی۔ ۴- قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار۔ ۵- النذیر الہائل لکل جلف جاہل۔ ۶- سل السیوف الہندیہ علیٰ کفریات بابا والنجدیہ۔

ان ناموں میں ڈاکٹر صاحب کو کوئی عیب یا عناد یا قابلِ اعتراض نکتہ نظر نہیں آیا!

تہذیب و شائستگی کے یہ معیار!

(ج) ڈاکٹر صاحب ص ۲۰۰ پر شکایت کرتے ہیں کہ مولانا حسین احمد مدنی نے الشہاب الثاقب میں فاضل بریلوی کو بہت سخت سست کہا ہے۔ فاضل بریلوی کے مقابلے میں ان کی زبان تہذیب و شائستگی سے گری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے فاضل بریلوی کو ان خطابات سے نوازا ہے۔ دجال بریلوی، دجال المجددین، شیطان اس کا معلم، اور سردار ہے۔ شیطان سے بڑھے ہوئے، گمراہ کرنے والوں کا مجدد، کذاب، افترا پردازوں کا مجدد، عدوِ رسول، دینار و درہم کا بندہ وغیرہ۔ پھر طعنہ دیتے ہیں کہ "وہ جو کسی نے کہا ہے، کہ کوثر و تسنیم کی دھلی ہوئی زبان، شاید یہی ہے"۔ صفحہ ۲۰۳ پر پھر لکھتے ہیں کہ مخالفین نے دشنام طرازی کو شعار بنایا، جو ایک عالم کو زیب نہیں دیتا"۔

سندھی میں ایک کہاوت ہے کہ پوری کالی بھینس نے مکمل سفید لیکن صرف کالے چہرہ والی بھیڑ کو طعنہ دیا کہ "چل ری کالے چہرے والی"۔ ڈاکٹر صاحب کو یقیناً وہ سب بدزبانیاں اور فحش گالیاں معلوم ہوں گی، جن کا ہم ایک الگ فصل میں ذکر کر آئے ہیں۔ پھر یہ بھی اچھی طرح معلوم ہوگا، کہ شہاب ثاقب جس کتاب کے جواب میں ہے، یعنی حسام الحرمین، اور اس کی دو تکمیلی کتابیں تمہید الایمان اور خلاصہ فوائد فتاویٰ، صرف ان میں ہی تقریباً ۸۰ الفاظ اس قبیل کے ہیں: بدبخت، مرتد، بے دینی کے خبیث سردار، ہر خبیث ہٹ دھرم سے بدتر، فاجر،

ملحد، کذاب، سب کافروں سے کمینہ تر کافر، دوزخ کے کتے، مفتری، ظالم، ملعون، بدکار، گھناؤنی گندگیوں میں لتھڑے، متمرد (سرکش)، دہریے، زندیق، شیطان کے دم چھلے، مکار، شہابوں سے جل کر خاکِ سیاہ، ابلیس کے مرید، علم میں الو، گدھے، کتے، سوئر کے ہمسر، اللہ ورسول کے دشمن، بطلان والے وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔ خود اعلیٰ حضرت نے جو ان کا خلاصہ الگ کتاب ''خلاصہ فوائد فتاوئی میں لکھا، جو ۱۹۷۵ء تک حسام الحرمین کے ساتھ شائع ہوتی رہی، اس کا بھی خلاصہ کر کے حشمت رضا خاں نے اپنی کتاب ''الصوم الہندیہ'' کے شروع میں استفتاء کے ساتھ تازہ حوالہ کے لئے دیا۔ ہم اس خلاصہ کے دو صفحات کا عکس فصل ہشتم میں پیش کر چکے ہیں۔ اس میں آپ دیکھیں، کہ یہ اور دوسرے اور کون سے الفاظ ہیں، جن کے جواب میں الشہاب الثاقب کے الفاظ ڈاکٹر مسعود کو تہذیب سے گرے ہوئے لگتے ہیں۔

پھر بھی غیر جانبدار محقق ڈاکٹر صاحب کو مولانا مدنی کی زبان فاضل بریلوی کے مقابلہ میں تہذیب وشائستگی سے گری ہوئی معلوم ہوتی ہے، تو پھر یہ فیصلہ پڑھنے والے ہی کریں۔ ہم نے دونوں طرف کے الفاظ سامنے رکھ دیئے ہیں۔

حد کرنے کی بھی حد کر دی!

و: اعلیٰ حضرت پر تکفیرِ مسلم میں جلد بازی اور بے احتیاطی کا الزام ہے۔ ہم بھی اس کتاب میں پوری فصل میں اس کی مثالیں دے کر، اخیر میں یہ تک لکھنے پر مجبور ہی ہوگئے، کہ ان حالات میں سب بریلوی حضرات پر لازم ہوگیا ہے، کہ تحقیق کر کے یہ دکھائیں، کہ اُس دور میں موجود مسلم فرقوں اور اہم اداروں میں سے باقی کون مسلمان بچ رہے تھے۔

لیکن ڈاکٹر صاحب اس تحقیقی کتاب میں صفحہ ۴۴ پر اس الزام کا ذکر کرنے کے بعد جواب میں لکھتے ہیں کہ ''حقیقت یہ ہے، کہ فاضل بریلوی تکفیرِ مسلم میں بہت محتاط تھے''۔ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ خود وہ یہ لکھتے ہیں، کہ تکفیر مسلم پسند نہیں کرتا۔ یہ کوئی بے لاگ دلیل تو نہ ہوئی۔ یہ تو ایسے ہی ہوا، کہ اگرچہ یہ سچ ہے، کہ آپ کہنے اور لکھنے والے کو گدھے، کتے سوئر کے...... دوزخ کے کتے، سب کمینوں سے کمینہ تر کافر، مرتد، ملحد، دہریے، زندیق وغیرہ الفاظ کہتے اور لکھتے ہوئے سن اور دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جب اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہہ اور لکھ رہا ہوتا ہے، کہ میں بدزبانی اور کفر کے الفاظ قطعی پسند نہیں کرتا، تو آپ کو ہی سوچنا لازم ہے،

کہ یہ ضرور گالیاں نہیں ہوں گی۔ کفر کے الزام نہیں ہوں گے۔ کوئی اور ہی مطلب ہوگا۔ بلکہ یہ جرح بھی کرتے ہیں، کہ مخالفین ہی اس الزام میں حدود سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اب فیصلہ قارئین کرام ہی کریں۔ مثالیں ہم الگ دو فصلوں میں دے آئے ہیں۔

تحقیق کے لئے مراسلت فرماتے تھے

ھ: پھر اپنی طرف سے اس تحقیق کو اس طرح سمیٹتے ہیں، (ص ۴۸ پر) کہ ''مختلف واقعات کے مطالعے اور تحقیق سے پتہ چلتا ہے، کہ فاضل بریلوی یونہی بیٹھے بٹھائے کسی کو کافر نہ کہتے تھے، وجوہ کفر ہوتے ہوئے بھی مراسلت کے ذریعے تحقیق فرماتے، اور اتمام حجت کے طور پر مراسلت فرماتے۔ مخاطب اگر راہِ راست پر آ گیا، تو فبہا، ورنہ اپنی ذمہ داری پوری فرماتے''۔ اتنی بڑی بات، اور ''تحقیق سے پتہ چلتا ہے'' کا دعویٰ، لیکن مثال کوئی نہیں دی۔ اور ہم کو کہیں نظر نہیں آیا، کہ رافضیوں، نیچریوں، نجدیوں، غیر مقلدوں، چکڑالویوں کو جو اکثر فتووں میں ختمی کر رکھا تھا۔ ان کے ساتھ کون سی مراسلت اور اتمام حجت ہوا تھا۔ اور پھر ۱۳۲۰ میں المعتمد المستند لکھنے سے پہلے دیوبندیوں سے کون سی مراسلت کی تھی۔ وہ شاید ڈاکٹر صاحب کے پاس موجود قلمی نسخوں میں موجود ہوگی!

یہ قطعی غلط ہے

و: تھوڑا آگے دیوبندیوں کے لئے لکھتے ہیں، کہ ''فاضل بریلوی کو جن عبارتوں پر اعتراض تھا، انتباہ کے باوجود ان کے مصنفین نے کوئی توجہ نہیں دی۔ دس بیس برس گذر جانے اور اتمام حجت کے بعد فاضل بریلوی نے قلم اٹھایا۔ اور ۱۳۲۰ھ میں المعتمد المستند سامنے آئی''۔ یہ عبارت علی الاعلان ڈاکٹر صاحب کا بریلوی جھولی میں مکمل گرا ہونا دکھا رہی ہے۔ کیونکہ دیوبندیوں سے منسوب عبارتیں پہلی بار المعتمد المستند ہی میں سامنے آئیں۔

خود اعلیٰ حضرت بھی تمہید الایمان میں سید شہیدؒ پر سبحٰن السبوح، سل السیوف اور الکوکب الشہابیہ کے کفروں اور پھر بھی کفر کا حکم نہ لگانے کے ذکر کے بعد ص ۴۸ کی سطر نمبر ۴، پر یہ لکھتے ہیں کہ ''ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے، جب سے المعتمد المستند چھپی''۔ اس کھلی غلط بیانی پر ڈاکٹر صاحب کو کن الفاظ میں داد دی جائے!

صرف ایک جملہ دیکر پورا مفہوم ہی بدل لیا

ز: اسی حوالے کے پہلے الفاظ یعنی ''جن عبارات پر اعتراض تھا'' کے لئے ڈاکٹر صاحب نیچے حاشیہ میں ایک اور کھلی علمی خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں، کہ ''ان عبارات پر علماءِ عرب نے بھی تعجب کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ مولانا یوسف خیاط مکی نے ایک جگہ لکھا ''التی فی غایۃ الغرابۃ'' (جو بہت ہی اچنبھے میں ڈالنے والی ہیں)۔ فی الحقیقت جو خالی الذہن مسلمان ان عبارات کو پڑھتا ہے، وہ سخت حیرت میں مبتلا ہوجاتا ہے، کہ آخر ان عبارات لکھنے کی ضرورت کیا تھی''۔

یہاں ڈاکٹر صاحب نے جان بوجھ کر اصل بات میں دو طرح سے غلط بیانی کی ہے۔ ایک یہ لکھا کہ مولانا یوسف خیاط مکی نے ایک جگہ لکھا۔ یہ کوئی دوسری نہیں بلکہ مولانا مکیؒ نے حسام الحرمین پر اپنی تقریظ ہی میں یہ الفاظ لکھے۔ اور اس لئے لکھے، کہ ایک قسم کی شرط لگائے، کہ یہ نہ سمجھ میں آنے جیسی عبارات ہیں، جو اللہ و رسول کے کسی ماننے والے سے تو صادر نہیں ہوں گی۔ تاہم اگر یہ واقعی ہیں، تو وہ لوگ گمراہ و کافر ہیں۔ آپ خود اس تقریظ کے پورے الفاظ دیکھیں، جو حمد وصلوٰۃ کے بعد اس طرح شروع ہوتے ہیں، ''جو شخص پایا جائے ان اقسام میں سے، جن کا حال فاضل مؤلف احمد رضا خان نے اس رسالے میں نقل کیا، جن میں یہ فاحشہ شنیعہ باتیں ہیں، جو حد درجہ کے اچنبھے کی ہیں، اور جو کسی ایسے شخص سے صادر نہ ہوں گی۔ جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتا ہو، (تو) کچھ شک نہیں، کہ وہ گمراہ، گمراہ گر ہیں' کافر ہیں''۔ (تقریظ نمبر ۱۶، ص ۵۰-۵۱)

عبارت کے صرف چار الفاظ دے کر اس محقق نے بات کو کیا بنا دیا ہے، یہ پڑھنے والے خود دیکھیں اور سوچیں۔ باقی رہا ڈاکٹر صاحب کا یہ ریمارک، کہ ''ایک خالی الذہن پڑھنے والے کو حیرت ہوتی ہے، کہ آخر ان عبارات کے لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی''۔ تو پڑھنے والے دیکھ چکے ہیں، کہ یہ لکھی نہیں گئی ہیں، بلکہ توڑ مروڑ کر بنائی گئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو خود خالی ذہن ہوکر اصل حقیقت پر غور کرنا چاہئے۔

ایک اور کھلی غلط بیانی

ح: اسی کتاب میں حسام الحرمین کے تعارف میں صفحہ ۱۴۳ پر لکھتے ہیں کہ ''اس میں

فاضل بریلوی نے ان (دیوبندیوں) کی بعض کتابوں کے مفصل حوالے دیئے ہیں''۔ نہ معلوم ڈاکٹر صاحب نے کون سی حسام الحرمین کی کس اشاعت کا ذکر کیا ہے۔ شروع سے آج تک بازار میں جو حسام الحرمین مل رہی ہے، اس میں تو مولانا نانوتوی کی تحذیر الناس کی تین جگہوں کی ملائی ہوئی عبارت بھی صرف چھ سطروں میں ہے۔ مولانا گنگوہیؒ کے لئے صرف یہ دو جملے ہیں کہ اس نے لکھا، کہ اللہ پاک کا جھوٹا ہونا ممکن ہے، اور پھر لکھا کہ جو کہے کہ اللہ جھوٹ بولا اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہوچکا، تو وہ کافر تو کیا، فاسق بھی نہیں ہوگا۔ مولانا خلیل احمد کی عبارت صرف چار سطروں میں ہے، اور مولانا تھانویؒ کی صرف چھ سطروں میں ہے۔ یہی تو اس کتاب پر اہم اعتراض ہے۔ کہ کفر کے فتوے کے لئے کم از کم قابل اعتراض صفحات تو سیاق و سباق کے ساتھ پورے دیئے جاتے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کی بے لاگ تحقیق کو یہ مفصل حوالے نظر آرہے ہیں۔ یعنی بہرحال اپنے اعلیٰ حضرت کا دفاع تو کرنا ہے، حقائق و دلائل نہ ملنے کی وجہ سے ہار تو نہیں ماننی! مزید تعجب پڑھنے والے کریں۔

کانٹ چھانٹ سے مطلب بدلنے کی اعلیٰ حضرتی سنت بھی ادا کرلی

ط: یہ اعلیٰ حضرتی سنت ہے۔ جس پر خود ڈاکٹر صاحب نے پوری سعادت مندی سے عمل کر دکھایا۔ حتیٰ کہ اپنے اعلیٰ حضرت کی ''کانٹ چھانٹ'' اور کچھ لفظ نکال کر، کچھ ملا کر مطلب کو مکمل طرح الٹا بنانے اور دکھانے کی سنت کو بھی ادا کر ہی دکھایا، ملاحظہ فرمائیں:

حسام الحرمین کی آخری تصدیق مسجد نبوی کے حنفی مدرس مولانا عبدالقادر شلبی طرابلسی کی ہے۔ یہ شرطیہ ہے۔ شروع کے الفاظ ہیں، کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد، جبکہ ثابت اور محقق ہو (جائے)، جو ان کی طرف نسبت کیا گیا ہے، (یعنی ان علماء کے لئے) اور وہ، جو سوال میں بیان (ہوا)، تو بیشک یہ ان کے کفر پر حکم کرتا ہے۔ .... اور ہم نے ثبوت و تحقیق کی قید اس لئے (لگا)دی، کہ تکفیر کی راہوں میں خطرہ ہے، اور اس کے راستے دشوار گذار ہیں۔ ہمارے سردار علماء (تو) تکفیر اس وقت چلے ہیں، جبکہ نورِ ثبوت پایا، اور ائمہ مجتہدین کی قطعی حجتوں پر اعتماد فرمایا، نہ مجرد اندازے اور خبر سے، اس دن کا خوف کرتے ہوئے، جس میں آنکھیں پھٹ کر رہ جائیں گی''۔

یہ عبارت لفظ بہ لفظ مکتبہ نبویہ لاہور کی ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں صفحہ ۸۳ پر موجود ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ اہم ہے۔ اس کو نظر میں رکھ کر، پھر دیکھیں، کہ ڈاکٹر مسعود صاحب نے

صرف آخری ڈھائی سطریں لے کر، ان میں تین جگہ لفظ بڑھا کر اور بدل کی اس واضح شرطیہ مطلب کو کس طرح اپنے اعلیٰ حضرت کی صداقت اور حق گوئی کا ثبوت بنا دیا۔

''فاضل بریلوی علماء حجاز میں'' صفحہ ۴۹ پر لکھتے ہیں کہ ''فاضل بریلوی کی اسی صداقت شعاری وحق گوئی اور حزم واحتیاط کو دیکھتے ہوئے مدینہ منورہ کے ایک عالم شیخ عبدالقادر شلبی طرابلسی تحریر فرماتے ہیں: ''ہمارے سردار علماء (مولانا احمد رضا) نے اس وقت تکفیر کی راہ چلی، جبکہ نور ثبوت پایا۔ اور ائمہ مجتہدین کی قطعی حجتوں پر اعتماد فرمایا، نہ محض اندازے اور خبر کی بنیاد پر، اس دن کا خوف کرتے ہوئے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی''۔

اصل عبارت میں جن الفاظ میں ہیر پھیر کیا گیا ہے، ان کے نیچے، اور ڈاکٹر صاحب کی عبارت میں ہیر پھیر والے الفاظ کے نیچے ہم نے لکیر کھینچ دی ہے۔ اب پڑھنے والے خود غور کریں، کہ اس واضح کانٹ چھانٹ کے ذریعے کیا سے کیا بنایا گیا ہے؟!۔ ایک خالص شرطیہ عبارت کو اپنے ممدوح کی مکمل تائید وتصدیق میں بدل کر، اس کے لئے یہ عنوانی الفاظ گھڑ لئے، کہ مفتی طرابلسی نے فاضل بریلوی کی صداقت شعاری، حق گوئی اور حزم واحتیاط کو سراہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی اس منفی جرأت کی داد دیئے بغیر قارئین کرام بھی نہیں رہ سکیں گے، اس جرأت پر مزید سوالات اور سوچ ان کے ضمیر اور فہم کی عدالت میں..........

کچھ مزید بھی

ڈاکٹر صاحب جیسے آدمی کی طرف سے اس قسم کے دلائل، حتی کہ واضح قطع و برید تک پہنچ جانے کے بعد مزید تجزیہ کے لئے بچ ہی کیا جاتا ہے! لیکن کچھ مزید بھی:

ی: اسی کتاب فاضل بریلوی علماء حجاز میں ص ۴۵ پر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ''سبحن السبوح، الکوکب الشہابیہ اور سل السیوف میں فاضل بریلوی نے ایسے شرعی دلائل پیش کئے، جو سید اسماعیل شہید، کے کفر کے ثبوت کے لئے کافی تھے۔ لیکن پر بھی کفِ لسان اور سکوت کیا''۔ (یعنی کفر کے فتوے لگانے سے اپنے کو روکا)۔

ہم ان کتابوں کے بارے میں تفصیل سے دکھا آئے ہیں، کہ سبحن السبوح میں صرف ایک گیارہ سطری عبارت کے بھی تین سطری ترجمے سے حضرت نے پچھتر ایسے رذیل الزام اور وہ بھی اللہ پاک کے بارے میں عقائد کے نام سے، اور ایسی ذلیل زبان میں بیان کئے ہیں،

کہ آج کل کے عام بریلوی عالم بھی ان پر شرمسار نظر آتے ہیں۔ اور کوئی ان کا ذکر نہیں کرتا، لیکن ڈاکٹر صاحب کی تحقیق یہ ہے، کہ یہ ایسے شرعی دلائل تھے، جو کفر کے ثبوت کے لئے کافی تھے!۔ ڈاکٹر صاحب اس سے بھی اپنے اعلیٰ حضرت کی ہی وسیع القلبی اور عفو و درگذر کا اچھا پہلو نکالتے ہیں۔ حالانکہ صحیح شرعی دلائل سے اگر یہ کفر لاگو ہوتے تھے، تو پھر کف لسان اور سکوت شریعت سے بدترین مذاق تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہوگا، کہ اسی نکتہ پر دیوبندی مناظر مولانا چاندپوری کی طرف سے احمد رضا خان سے طویل دلائل کی لین دین ہوئی تھی، کہ ایسے کفروں پر بھی سکوت کر کے آپ خود کافر بن گئے، آپ کا نکاح ٹوٹ چکا، راتیں حرام ہوگئیں۔ ان سب کی تجدید کیجئے اور علی الاعلان توبہ نامہ شائع کیجئے، ورنہ..........۔ اسی جرح اور مسلسل پیچھے نے کچھ وقت کے لئے احمد رضا اور ذریت کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کو چاہئے، کہ مولانا مرتضیٰ رضا چاندپوری کے رسائل کا پھر مطالعہ کریں۔ خصوصاً کفر التبین، رد التکفیر اور شکوۃ الحاد کا۔

اپنوں میں بھی باعث ننگ، ایسی کتابوں کے لئے بھی ''شرعی دلائل'' کا خطاب دینا ایسا کارنامہ ہے، جس کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے، کہ ایں کار از تو آید..........''

ایک کھلے دھوکے کی بھی پرجوش تائید

ک: اس پر کافی بات ہوچکی ہے، کہ اعلیٰ حضرت نے دیوبندی عبارات کو المعتمد المستند کا نام دیا، تو کسی ایک نے بھی اس کی تائید نہ کی۔ پھر وہ حسام الحرمین بنی، اور اصل حالات سے ناواقف علماء عرب میں سے بھی صرف ۳۷ کی تصدیقوں کے ساتھ یہاں شائع کی گئی، تو بھی اعلیٰ حضرت کی باقی زندگی کے طویل سترہ سالوں میں بھی اس کی کسی ایک ملکی عالم نے بھی تصدیق نہ کی۔ حتی کہ ڈاکٹر مسعود صاحب کے والد مرحوم دہلی کے مفتی مظہر اللہ صاحب اور مرشد گھرانہ مارہرہ والوں نے بھی تصدیق نہیں کی۔

پھر ان تصدیقات کے ایک ہی سال بعد مولانا مدنی نے الشہاب الثاقب میں اس کتاب پر حرمین شریفین کی تصدیقات کی کہانی لکھی، اور ان تمیں جید نامی گرامی علماء کے نام اور تعارف لکھا، جنہوں نے اس پر تصدیق سے صاف انکار کیا۔ اعلیٰ حضرت نے اس کی بھی کوئی تردید نہیں کی۔ البتہ چند تصدیق کرنے والوں کو ہی پورا عرب کر کے پیش کرتے رہے۔

اس پر دو صفحات میں ''یوں نہیں، یوں تھا'' کرتے کرتے ص ۱۸۷ پر بیزار ہو کر ڈاکٹر صاحب یہ الفاظ لکھتے ہیں، کہ ''چلو! تسلیم کر لو کہ علماءِ حرمین نے دھوکہ میں آ کر تصدیق کر لی۔ مگر علماءِ ہند کو کیا ہو گیا تھا، کہ ایک دو نہیں، پورے ملک کے مشرق سے مغرب تک، جنوب سے شمال تک پچاس سے زیادہ شہروں کے ۲۶۸ علماء نے ان مسائل علمیہ میں فاضل بریلوی سے اتفاق کیا، جن کی علماءِ حرمین تصدیق کر چکے تھے''۔

ان دستخطوں کی حقیقت

دیکھئے دوسروں کے ایک طرف جھکنے اور پھٹ پڑنے کی شکایت والے یہ محقق خود کیسے جوش میں پھٹ پڑے ہیں۔ حالانکہ ان کو معلوم ہے، کہ الصوارم الہندیہ پر ان دستخطوں والے کارنامہ کو اس وقت کے علماء نے بھی حسام الحرمین سے بڑا مزید دھوکہ کہا تھا۔ کیونکہ جس مواد پر اعلیٰ حضرت کی بقیہ زندگی کے سترہ طویل سالوں میں کسی ایک نے تصدیق نہیں کی۔ اس کی ان کی رحلت کے بھی مزید چھ برس بعد ایک عام مولوی حشمت علی کے کہنے پر کیسے تصدیق کر دی؟ مزید یہ کہ اس میں بدایون، رامپور، پیلی بھیت، سورت، وغیرہ کے بدعات میں مشہور مراکز کے مشہور علماء میں سے بھی کسی کا نام نہیں۔ ایک بدایونی عالم مولانا خلیل احمد برکاتی کی کتاب ''انکشافِ حق'' میں ان تصدیقات کی مکمل قلعی کھول کر رکھ دی گئی ہے۔ سیدھا سادہ نکتہ ہے، کہ آخر ان سب نے اعلیٰ حضرت کی زندگی میں تصدیق کیوں نہیں کی۔ مزید یہ ہے کہ مولوی حشمت علی نے صرف ڈیڑھ صفحے میں یہ سوالات نئی اور مزید ہیر پھیر کے ساتھ پیش کئے ہیں، ان کو مزید دھوکہ ہی تصور کیا گیا تھا۔ حالانکہ اتنی خواری کے بعد ان کو ان چار عبارتوں کے مکمل صفحات دینے ضروری تھے۔ مزید یہ کہ ڈاکٹر صاحب خود بھی ان عبارات کی قطع و برید کی تفصیل اور جرح و تعدیل سے کترا رہے ہیں۔

پھر بھوپال کا ذکر کیوں چھپایا

لیکن سونے پر سہاگہ یہ، کہ ڈاکٹر صاحب کو معلوم ہے، کہ الصوارم سے پہلے حسام الحرمین کی عبارات کا مقدمہ ریاست بھوپال کی شرعی عدالت میں پیش ہوا تھا۔ جو ''فیصلہ خصومات از محکمہ دار القضاۃ'' سے مشہور ہے۔ جس میں مکمل بحث و مباحثہ کے بعد علماءِ دیوبند

کی عبارات کی تفصیلی چھان بین اور سیاق و سباق کو زیرِ بحث لانے کے بعد یہ فیصلہ دیا گیا تھا، کہ یہ عبارات بے غبار ہیں اور ان پر کوئی کفر لاگو نہیں ہوتا۔ اس پر ملک بھر کے ۶۱۶ علماء نے تصدیق لکھی۔ یہ سارا معاملہ بیان کرنا بھی تو علمی دیانت کا تقاضہ ہے۔ جس کو سب بریلویوں کی طرح صرف حق کے دعویدار یہ محقق صاحب بھی بالکل کھا گئے۔ خصوصاً جب آپ ''الصوارم الہندیہ'' کی ۲۶۸ تصدیقات کا ذکر اس ٹھاٹھ سے کر رہے ہیں، کہ ان کو پورے ملک کے مشرق و مغرب، شمال و جنوب کی تصدیقات قرار دے رہے ہیں، تو ان ۶۱۶ تصدیقات کا بھی کم از کم ذکر تو کریں۔ چاہے اپنی جرح و تعدیل سے ان کو غلط یا کمزور اور اپنی الصوارم کو مقابلتاً زیادہ معتبر اور وسیع حلقے والی ثابت کریں۔ لیکن یہ مکمل نظر اندازی کس قسم کا عدل و صدق اور غیر جانبداری اور جانچ پرکھ تحقیقی و علمی دیانت ہے؟

انتہائی مایوس کن

ہم نے پہلے بھی لکھا ہے، کہ ڈاکٹر صاحب کی کتابیں ہم کو بریلویت کے مطالعہ کرتے ہوئے کافی بعد میں ملیں۔ جب کہ ہم خود اعلیٰ حضرت اور اس کے ساتھیوں کی اس وقت مل سکنے جیسی سب کتابوں، اور پھر ۱۹۷۰ء کے بعد کی احیاءِ نور کی مہم کی کافی کتابیں پڑھ کر مایوس ہو چکے تھے۔ اس لئے بڑے شوق سے نئی اچھی امید کے ساتھ خریدیں اور پڑھیں۔ لیکن یہاں بھی یہی حالت دیکھ کر مکمل یقین، بلکہ عین الیقین ہوا، کہ بریلویت صرف ایسے بے آب و گیاہ وسیع صحرا کا نام ہے، جس میں سبزہ، پانی اور زندگی ڈھونڈھنا فضول ہے۔ جس میں ٹھنڈی شام سے صبح تک نظر ڈالیں تو ریت ہی ریت ہے۔ باقی سب گرمی اور جوش کے وقت اٹھنے اور نظر آنے والے سرابی نظارے ہیں۔ لہٰذا جو اس کا دفاع کرنے نکلے گا، اس کو دوسری طرف کی حقیقتوں کو نظر انداز کرنے، یا چھپا کر رکھنے، اپنی طرف سے مزید غلط حوالوں، قطع و برید، اور خوب جوش اور حدت سے سرابیں پیدا کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نظر ہی نہیں آئے گا۔ یہ ہر ایک دفاع کرنے والے کی قابلِ رحم، لیکن ناگزیر مجبوری ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے منظم طریقہ سے کام شروع کیا

یہاں یہ نکتہ دوسری بار اس لئے دہرایا گیا ہے، کہ ہم یہ دکھا رہے تھے، کہ احیاءِ نو کی اس

مہم میں ویسے تو الم غلم قصوں کہانیوں، مداحیوں اور خالص بے ترتیب بدزبانیوں پر مبنی لٹریچر کا ایک ڈھیر ہے، جن کی زبان، طرز تحریر اور مواد خود ان کی پوزیشن ظاہر کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن اپنی ساکھ اور غیر جانبداری کے دعووں اور ارشد قادری کی طرح محتاط زبان میں کام صرف ڈاکٹر صاحب ہی کا نظر آتا ہے، جس سے زلزلہ کی طرح غیر بریلوی پڑھے لکھے لوگوں میں بھی غلط فہمیوں میں آنے کا کافی امکان ہے۔ جس کی ایک مثال وہ ہے، جو ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کی مئی ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں ص ۲۱۹ پر دی ہے، کہ ملک کے مشہور بزرگ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (حیدرآباد) کی خدمت میں یہ کتاب بھیجی گئی، تو انہوں نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ''ماشاء اللہ خوب لکھا ہے۔ تعجب ہوا کہ مولانا حسین احمد مدنی کیا کیا فرما گئے ہیں''۔ ڈاکٹر صاحب اور ان جیسے محققوں کو ایسی وقتی کمائی ہوئی مداحیوں کے ساتھ عامر عثمانی مرحوم والی مثال بھی ذہن میں رکھنی چاہئے، کہ جب اصل حقیقت ہر ایک کے ہاں پہنچے گی، تو ان کا ردعمل کیا ہوگا۔ نہ معلوم وہ یہ نکتہ کیسے نظر انداز کر جاتے ہیں، کہ یہ سب طریقے وقتی ہیں۔ دوام صرف اور صرف سچے اور حقیقی تاریخی حقائق کو ہی ملتا ہے۔

یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھیں، کہ یک طرفہ اور جانبدارانہ حقائق فی الوقت تو خالی جگہ بھرتے دیتے ہیں، لیکن ان پر زور دیتے رہنے سے دوسری طرف میں بھی آخر بیداری آنے لگتی ہے، جس کا آخرکار وہی نتیجہ ہوتا ہے، جو اعلیٰ حضرت کے ساتھ آخری دور میں ہوا۔

اس سے دوسری طرف میں بھی بیداری آئی ہے

اپنے فطری انجام کے بعد بریلویت کی مکمل کسمپرسی اور پچاس سالہ طویل ''دورِ فترت'' میں یہ ساری چیزیں بھولی بھلائی ہوگئیں تھیں۔ کتابیں بھی نہ معلوم کونوں میں چھپی رہ گئی تھیں۔ آپ کے اس قسم کے خالص مداحی پر مبنی غیر محتاط احیائی کام نے دوسروں کو پھر بیدار کیا، اور وہ قابلِ اعتراض فیصلہ کن کتابیں ان بھولے ہوئے کونوں سے نکل کر پھر میدان میں آ گئی ہیں؛ ہم نے بھی انہی میں سے کافی کے حوالے اور فوٹو عکس دے کر اپنی بات پیش کی ہے۔ تو اب آپ لوگوں کی ذمہ داری ہوگی، اور دوسرا کوئی چارہ نہیں رہا، کہ صرف اپنی طرف سے یا ادھورے حوالوں کی بجائے، ہماری طرح مکمل حوالوں اور سیاق و سباق والے پورے صفحات کے عکسوں کے ساتھ بات پیش کریں۔ اب گول مول جوابات، ادھورے حوالوں اور ٹال مٹول

سے یا صرف اپنی مرضی کے جملوں والا دور گیا۔ دوسری طرف سے آپ کی چھپائی ہوئی باتوں سے پردہ اٹھایا جائے گا، تو ''زلزلہ'' والا ہی حشر ہوگا۔

نوشتۂ دیوار پڑھ لینا ہی دانائی ہوتی ہے

اب آپ کو بریلویت کے مکمل خد و خال پیش کرنے ہوں گے، یہ آپ کی علمی، اخلاقی اور شرعی ذمہ داری بھی ہے، اور حالات کا تقاضہ بھی۔ ڈاکٹر صاحب جیسے تحقیق کا دم بھرنے والے سب مداحوں کے ساتھ ساتھ ہمارا عام بریلوی علماء اور واعظ حضرات کو بھی مخلصانہ مشورہ ہے، کہ وہ بدلے ہوئے حالات کا ساتھ دیں، اپنے وعظ و تقریر اور محفلوں میں صرف وہ حالات پیش کریں، جن کا ان کے بڑوں کا رکارڈ ساتھ دے سکے۔ ایسا نہ ہو، کہ عین واہ واہ کے نعروں کے درمیان میں کوئی اٹھ کر ان سے سوال کرے، کہ یہ یہ مکمل کتاب، یا اس کے فلاں فلاں صفحات کے مکمل فوٹو عکس میرے ہاتھ میں ہیں، ان میں وہ عبارت اور عقیدہ اس طرح ثابت کیجئے، جس طرح آپ پیش کر رہے ہیں۔ مدینے کے علماء کا آپ کے علمِ غیب کے بارے میں یہ یہ لکھا ہوا مواد میرے ہاتھ میں ہے۔ آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ آپ کے اعلیٰ حضرت نے بقلم خود یہ یہ ننگی گالیاں لکھی ہیں۔ آپ ان کو کس قسم کی تہذیب میں شامل فرمائیں گے؟ وغیرہ وغیرہ۔

ہم کو خود ایک بار کا واقعہ معلوم ہے، کہ حضرت مولانا صاحب اپنے وعظ میں بڑے جوش و خروش سے کوثر و تسنیم کی دھلی ہوئی زبان میں تبلیغی جماعت والوں پر برس رہے تھے، کہ وہ حضور کے گستاخ اور درود و سلام کے منکر ہیں۔ تو ایک صاحب نے مولانا محمد زکریاؒ کی کتاب ''فضائلِ درود'' کے لئے پوچھا، کہ یہ کتاب ان کے نصاب میں داخل ہے، اور ہر ایک محفل میں روزانہ پڑھی جاتی ہے۔ میں نے خود حالات پرکھنے کے لئے تین دن ان کے ساتھ گذارے۔ ان کو یہ کتاب پڑھتے بھی دیکھا، اور ہر ایک کو روزانہ کچھ تسبیحیں درود شریف پڑھتے بھی پایا۔ جب کہ ہمارے پورے لٹریچر میں ابھی مجھے اس قسم کے شوق بڑھانے والے فضائل کی کتاب نظر نہیں آ رہی۔ پھر آپ کس قسم کے تجربے کی بنیاد پر ان کو درود کا منکر کہتے ہیں؟ ایسے میں عموماً بریلوی واعظوں کو ان کے جاہل سننے والوں کی ہڑبونگ ہی کام آ جاتی ہے، اور اسی سہارے وہ ایسا بول جاتے ہیں۔ لیکن اعتراض کرنے والا بااثر آدمی تھا۔ ہڑبونگ ممکن

نہیں تھی۔ اس لئے محفل کے اکھڑنے اور حضرت مولانا کی بے بسی کا نقشہ آپ خود اپنے ذہن میں سوچ لیں!

ایسا ہی ایک واقعہ اور بھی ہوا۔ ایک دین سے ناواقف، لیکن جدید علم پڑھے لکھے خاندانی وضعدار زمیندار نے اپنی زمین پر میلاد کا جلسہ رکھا۔ درباریوں کے کہنے پر بریلوی علماء بلوائے۔ اپنے بنگلے میں بیٹھا کارروائی سنتا رہا۔ پہلے واعظ صاحب نے اپنی شناخت کروانے کے لئے، بڑے زور وشور، اور گلاب ومشک میں ڈھلے ہوئے الفاظ میں ان کے بہ قول میلاد اور رسول کے دشمنوں پر برسنا شروع کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں زمیندار صاحب نے بے مزہ ہوکر منتظم درباری سے کہا، کہ ہم نے یہ محفل ہمارے آقا ﷺ کے فضائل اور سیرت سننے کے لئے منعقد کی ہے۔ دوسروں کو صلوتیں سنانے کے لئے نہیں۔ پھر یہ زبان تو میں عام آدمیوں سے بھی سننے کو پسند نہیں کرتا۔ درباری صاحب سمجھدار تھا۔ مولوی صاحب کو کچھ لکھ کر بھیج دیا۔ وعظ کا رخ مڑ گیا۔ محفل میں ایک دل جلا بھی تھا۔ اس نے کہہ ہی دیا، کہ صاحب آپ نے گاڑی کو بے وقتی بریک لگوادی۔ یہ تو تمہیدی عالم تھے۔ اس کو آزاد چھوڑتے، کہ محفل میں گرمی لاتے، تو پھر بعد والے اصل عالم کے رنگ دیکھتے۔ بہرحال اب آپ آج تو ان کے اصل رنگ دیکھنے سے رہے"۔

اگر آپ کو ان عاشقوں کے اصل رنگ دیکھنے ہیں، تو ان کی وعظ کی کیسٹیں اور دوسری طرف کے بھی کسی بھی عالم کی کیسٹیں سن لیجئے گا۔ آپ کی سمجھداری سے امید ہے، کہ حقیقت آپ کی سمجھ میں آجائے گی۔

یہ نوشتۂ دیوار اب سب کو پڑھ لینے میں ہی ان کا بھلا ہے۔
ہم نیک وبد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں۔

خاتمۃ الکلام

صفحہ ۴۲۱-۴۴۴

کچھ گذارشات - کچھ حروف تمنا

یہ بتاؤ کہ ہم عصر علماء نے کیا سمجھا۔ کس نے مجدد تسلیم کیا۔ اسلام کے کھلے دشمنوں کے خلاف کیا کام کیا۔ آپ نے پوری صدی میں کیا علمی کام کیا ہے۔ کچھ زندہ مسائل پر بھی لکھو اور بولو۔

کم از کم اعلیٰ حضرت کی مانی ہوئی قبیح بدعات سے تو باز آؤ۔

دعائے خیر

خاتمۃ الکلام

کچھ گذارشات، کچھ حروفِ تمنا

قارئین کرام!

گذشتہ بارہ فصلوں میں مختلف عنوانات کے تحت ہم نے بریلویت کا پس منظر اور کسی حد تک پیش منظر پوری تفصیل سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ اس تفصیل سے اس کتاب کا حجم ہمارے ذہن کے خاکے اور اندازے سے کافی بڑھ گیا ہے۔ لیکن ہمیں اطمینان ہے، کہ ہم نے وہ سب کچھ پیش کر دیا، جس سے اصل حالات اور حقائق سے ناواقف درمیانہ درجے کے علم والا آدمی بھی مکمل واقف ہو سکے۔ کیونکہ ہم کو یقینی طور پر معلوم ہے، کہ بریلوی خواہ غیر بریلوی عوام، بلکہ بریلوی علماء کی بڑی اکثریت بھی اصل حقائق سے ناواقف ہے۔ ان کے لئے ہمارے پیش کردہ مواد کے اکثر حصے ایک قسم کا انکشاف ہی ہوں گے۔ جن پر یقین کرنا آسان نہیں ہوگا۔ اسی لئے ہم نے بڑی وسعت سے مکمل صفحات، بلکہ کئی جگہ مسلسل کچھ صفحات کے عکس دیئے ہیں۔ جہاں دوسروں کے حوالے دیئے ہیں، تو وہ بھی اپنے پاس اصل کتابیں موجود کر کے، ان سے ایک ایک حوالے کی خود تصدیق کرنے کے بعد دیئے ہیں، اور یہ تحریری وعدہ کیا ہے، کہ کوئی بھی اپنی تحقیق یا تسلی کے لئے، اگر کچھ دیکھنا چاہے، تو جوابی لفافہ بھیجنا اس کا کام اور مطلوبہ عکس بھیجنا ہمارا ذمہ۔ اس طرح اب ہم نے صحیح حالات اور حقائق سمجھنے کے خواہش مندوں کے لئے اتمامِ حجت کا سارا سامان مہیا کر دیا ہے۔

تازہ احیائی مہم میں شریک محقق حضرات میں سے کچھ حضرات ہماری تنقید کا نشانہ بنے ہیں، ہم اس پر کسی معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتے، اس کی وجہ ظاہر ہے، کہ ان کا تحقیقی کام اور دلائل اور مواد، ان کے نام سے وابستہ توقعات پر قطعی پورا نہیں اترتے، بلکہ حیرت انگیز اور افسوسناک حد تک مایوسی ہی ہوتی ہے۔ اور اس خوش فہمی میں رہنے کا بھی کوئی شائبہ نہیں چھوڑا گیا ہے، کہ وہ کسی غلط فہمی کی وجہ سے ایسا سمجھ بیٹھے ہیں۔ اکثر مسائل اور حقائق میں ان کے اختیار کردہ دلائل اور حوالے واضح طور پر خود گواہی دے رہے ہیں، کہ یہ پہلے سے طے ہے، کہ

یہی ثابت کرنا ہے۔ اب کوئی اس حالت میں کیا کرے، کہ اگلا سامنے دیوار پر بیٹھے ہوئے کوے کی طرف اشارہ کرکے کہے، کہ اب تو حقیقت کھلی آنکھ کے سامنے ہے، کہ کوے کا رنگ کالا ہے؛ تو بھی جواب یہی ملے، کہ نہیں محترم! اب بھی آپ ہی غلط ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ سامنے والے کوے کی گردن کے علاوہ باقی حصے کے رنگ کو سفید اور گردن والے رنگ کو کالا کہا جاتا ہے۔

چلو! یہ مان لیں، لیکن

ایسی حالت میں ہم نے جو کچھ دکھایا ہے، عام عقل اور فہم کے تحت اس سے زیادہ لکھنا، خالی پانی کو بلوکر مکھن پیدا کرنے کی توقع رکھنے جیسی بات ہوگی۔ لیکن پھر بھی مزید کچھ گذارشات مناسب نظر آتی ہیں، کہ شاید ہماری ہی الجھن کسی طرح دور ہوجائے۔ یا کسی ایسی خوش فہمی کا سبب بن جائے! اس لئے:

اول تو ہم ان سے گذارش کرتے ہیں، کہ چلئے صاحب! یہ مان لیں، کہ آپ کے اعلیٰ حضرت کے خلاف سازشوں کے انبار تھے۔ اور آپ نے حقائق اور دلائل کی روشنی میں پچاس سالہ کسمپرسی کے دور سے نکال کر اس کو پھر اسلامی علمی دنیا کے افق کا ایک بے مثال چمکتا ستارہ ثابت کردیا ہے؛ کہ:- وہ خیر القرون کے بعد کی گذشتہ تیرہ صدیوں کا سب سے بڑا عالم۔ سب سے زیادہ دینی خواہ دنیوی علوم میں بہ یک وقت مہارت رکھنے والا تھا۔ ان میں سے ہر ایک علم میں بے مثال مہارت رکھنے والا، اور مستند تحریرات کا ورثہ چھوڑنے والا اکیلا عالم۔ علم فقہ میں ابوحنیفہ ثانی کی حیثیت رکھنے والا، اور ابوحنیفہ کے دونوں جید شاگردوں سے اونچی صلاحیت رکھنے والا، کہ ابوحنیفہ کے دور میں ہوتے، تو اپنے شاگردوں میں اس کو اول نمبر پر رکھتے۔ تیرہ سو سالہ سب مفتیوں کے مجموعے سے بھی زیادہ فتوے لکھنے والا۔ سب مفسرین اور محدثین کرام کی سب اہم کتابوں پر بھرپور وسیع حواشی لکھنے والا۔ سب عربی فارسی تفسیروں کے سب اہم مضامین اور دلائل کو ایک لفظی ترجمہ میں سمانے والا مفسر (جس کو غور سے پڑھنے پر ہر ایک گمراہ کو ہدایت کے دلائل مل جائیں)۔ اکیلا امتی مجدد، جس کو آسمانی فیض اور الہام سے صرف کچھ دینی مسائل نہیں، بلکہ اٹھائیس مکمل (دینی اور خالص دنیوی) علوم سکھائے گئے۔ اکیلا مجدد، جس کے قلم اور زبان کو بچپن سے غلطیوں سے محفوظ بنالیا گیا تھا۔ جن کے پردے

کے پیچھے حضور ﷺ بتاتے تھے، اور وہ صرف بولتے تھے۔ علمی دنیا کی اکیلی عبقری شخصیت، جس نے پچون علوم پر لکھا، اور ہر ایک علم میں نابغۂ روزگار تصانیف چھوڑیں۔ سائنسی علوم میں سب قدیم مفکروں جابر بن حیان، ابن رشد، رازی، بوعلی سینا وغیرہ وغیرہ پر بھی جرح و تعدیل کرنے کے معیار کا دانا۔ نیوٹن اور آئن اسٹائن کے کئی جدید نظریات پر بھرپور معیاری رد لکھنے والا ماہر سائنسدان۔ زمین کی گردش اور کشش ثقل کے نظریات کو باطل ثابت کرکے دنیا سے داد وصول کرنے والی عبقری شخصیت وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح یہ سب کچھ حقائق اور دلائل کی روشنی میں ثابت کرکے، آپ امت کی داد، اور جزاکم اللہ کی دعا کے حقدار تو بلاشبہ بن چکے ہیں۔ (۱)

لیکن ہمارے جیسے کم علموں کے ذہن میں ابھی بھی مندرجہ ذیل نکتوں میں کچھ وضاحتیں درکار ہیں۔ آپ سے باادب گذارش ہے، کہ ان کی وضاحت کرکے ہمارے جیسوں کی تشفی کا سامان مہیا کریں۔ لیکن ایک عرض کرنی ہے، کہ مندرجہ بالا نکات میں آپ نے جو کچھ ثابت کیا ہے، ہمیں ان پر اہم اعتراض یہی ہے، کہ آپ نے ان کے لئے تفصیلی حوالے نہیں دیئے ہیں، صرف اپنی رائے اور بیان کو ہی کافی سمجھا ہے۔ اب کی بار ہم امید رکھتے ہیں، کہ آپ تاریخی حقائق اور معتبر گواہیوں اور ثبوتوں سے ہمارے جیسوں کی تسلی کا سامان مہیا کریں گے۔ یہ سوچ کر، کہ آپ اپنے کسی نقاد کی تسلی کر رہے ہیں۔

ہم عصر علماء کی نظر میں کیا تھے

<u>الف:</u> آپ کے اعلیٰ حضرت نے جس ملک میں جنم لیا، اور کام کیا، وہ اس دنیا کی سب سے بڑی مسلم آبادی والا ملک اور سب سے بڑا دینی علوم کا مرکز تھا۔ جہاں کا امن و سکون دیکھ کر، سقوط بغداد، اور تاتاریوں کی یورش اور لائی ہوئی تباہی کے بعد پوری مسلم دنیا کے شرفاء اور علماء، خاندانوں کا سارا جوہر یہاں آکر جمع ہوا تھا۔ جس میں ہی گیارھویں صدی میں دنیا کا مانا ہوا ہزار سالہ مجدد اور بارہویں صدی کا مجدد شاہ ولی اللہ پیدا ہوا۔ اس ملک میں دیوبند سے پہلے اور بعد بھی، دوسرے بھی کئی بڑے علمی مراکز تھے۔ مانے ہوئے صحیح تصوف اور روحانی تربیت کے مراکز تھے۔ مانے ہوئے بزرگ تھے۔ ہر گاؤں میں دینی مدارس تھے۔ ایسے ملک میں ان سب کے درمیان آپ کے حضرت نے کون سی علمی ساکھ پیدا کی؟ آپ میں سے

(۱) یہ سب تفصیل بمع حوالوں کے ہم فصل سوئم بعنوان طلسماتی کردار میں پیش کرچکے ہیں۔

ہر ایک محقق صرف عرب علماء کی تقاریظ کے تعریفی الفاظ کو ہی بیان کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ ایک مہمان عالم کی عزت افزائی اور اکرام تھا، مکمل پہچان نہیں تھی۔ عقل بھی یہ کہتی ہے، اور محقق ڈاکٹر مسعود صاحب بھی اس عام حقیقت کو مانتے ہیں، کہ کسی کی عظمت اور صحیح کردار کے اصل گواہ ہم عصر علماء ہوا کرتے ہیں، جن کے سامنے مکمل نقشہ ہوا کرتا ہے۔

ہم عصر علماء میں کئی مکاتیب فکر تھے۔ ہم مسلک اور ہم مشرب بھی تھے۔ خالص علمی اور سیاسی مکتبہ فکر کے لوگ بھی تھے، ادیب اور شعراء بھی تھے، کئی رسائل اور جرائد بھی نکلتے تھے۔ معیاری اخبارات بھی تھے۔ کم از کم بھی کئی نے تو تعزیتی مقالے بھی لکھے ہوں گے۔ اپنے ادارے کے رسالہ "الرضا" نے خاص نمبر بھی نکالا ہوگا۔ ابھی یہ دور اتنا پرانا نہیں ہوا۔

آپ مہربانی فرما کر ان کو ہی سامنے لائیں، اور بتائیں کہ رحلت کے سانحے پر ہی، جب کہ ہر ایک صرف اچھائیاں ہی سامنے لاکر جانے والے کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے، تو کون سے اور کتنوں نے کیا کیا خراج عقیدت پیش کیا۔ ان تعزیتی پیغامات ہی سے شروع کیجئے، اور بتایئے کہ اتنے وسیع ملک میں ان کی شناس کیا تھی۔ ہم کو آج تک اس عنوان پر کسی کا کچھ بھی لکھا ہوا مواد نہیں مل سکا ہے، کہ کون سی قابلِ ذکر معاصر شخصیتوں نے احمد رضا خان کے کام، کردار، عقائد، عمل، تصوف، تجدید دین، بدعات کے رد، سنت کے احیاء، قرآن پاک کے ترجمہ، مفتی پن، وغیرہ پہلوؤں پر اس کی زندگی میں یا رحلت کے بعد کوئی قابلِ ذکر خراج عقیدت ہی پیش کیا ہو۔

کس نے مجدد تسلیم کیا؟

ب: آپ احمد رضا خان کو صدی کا مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ مہربانی کر کے پوری تفصیل کے ساتھ لکھیں، کہ امت میں صدی کے مجدد کے لئے کس قسم کے دینی کام کو معیار مانا جاتا ہے، اور احمد رضا خان ان میں سے کن معیاروں پر کس طرح پورے اترتے ہیں۔ اور بریلویوں کے ایک محدود طبقے کے علاوہ برصغیر کے کن دوسرے علمی طبقوں نے، یا طبقوں کو چھوڑ ئے، صرف کن علماء نے ان کو مجدد تسلیم کیا ہے۔

ناموسِ رسالت کے کھلے دشمنوں کے خلاف کیا لکھا؟

ج: اس دور کے دو اہم ترین فتنے، عیسائیت کا پرچار، اور ہندومت کے احیاء نو کی

مختلف تنظیمیں تھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو کچلنے کے بعد برطانیہ کی پارلیامنٹ میں باقاعدہ کھلم کھلا تقریریں ہوئیں، کہ اس عظیم ملک میں عیسائیت کے پرچار کو خوب تقویت دے کر، اس کو عیسائیت کے جھنڈے کے تحت لایا جائے۔ اور یہ تاریخی حقیقت ہے، کہ عیسائیت کے پرچار کا ایک سیلاب امنڈ پڑا۔ جن کا مولانا قاسم نانوتویؒ اور مولانا کیرانویؒ (۱) جیسے کئی مجاہد علماء نے بھرپور مقابلہ کیا۔ کتابیں لکھیں، مناظرے کئے اور پادریوں کے دانت کھٹے کر کے، اسلام کا بول بالا کیا۔ حتیٰ کہ عیسائی پادریوں نے مسلمانوں میں تبلیغ کا کام ترک کر کے، اپنا سارا زور اچھوت ہندوؤں کی طرف موڑ دیا۔ آج کل اس ملک کی عیسائی برادری اس کا کھلا ثبوت ہے۔

یہی حال ہندوازم کے احیائے نو کی مہموں کا بھی تھا۔ آپ کے اعلیٰ حضرت کے تحریری دور میں یہ فتنے آریہ سماج تحریک، شدھی تحریک، ہندو مہا سبھا، وشوا ہندو پریشد، راشٹریہ شیوک سنگھ وغیرہ، ابھرے اور اپنے عروج پر پہنچے۔ آپ تاریخ سے یہ ثابت کریں، کہ آپ کے مجدد اور نام نہاد عاشقِ رسولؐ نے ناموسِ نبوت کے ان کھلے دشمنوں کے خلاف مکمل خاموشی کیوں اختیار کی، کہ ایک چہار ورقی رسالہ بھی ان سب مہموں کے خلاف نہ لکھا۔ ناموسِ رسالت ان رہزنوں کے ہاتھوں پامال ہو رہی تھی، یا ندوۃ العلماء اور دیوبندیوں کی طرف سے؟ اگر اعلیٰ حضرت نے ان کے خلاف کچھ کام کیا ہو، تو تاریخی حوالوں سے سامنے لائیں۔

آپ کے اعلیٰ حضرت پر الزام ہے، کہ اس نے کسی ایسی تنظیم یا تحریک کے خلاف قلم نہیں اٹھایا، جن کو انگریز بہادر کا آشیرباد حاصل تھا۔ اور ہر ایک ایسے ادارے، شخص یا تنظیم کے خلاف ندوۃ العلماء، اور دیوبند اور سرسید کی مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی طرح لنگوٹ باندھ کر پیچھے پڑا رہا، جس سے اس دور کے مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح کی علمی، سماجی یا معاشرتی طرح تقویت کا سامان حاصل ہو سکتا تھا۔ دوسرا پہلو تو واضح ہے، آپ پہلے پہلو پر تاریخی حقائق سامنے لائیں۔ لیکن مکمل حوالوں کے ساتھ۔ صرف یہ دلیل کافی نہیں، کہ فلاں فلاں بریلویوں، یا خود اعلیٰ حضرت نے اس بارے میں یہ یہ لکھا ہے۔

---

(۱) مولانا کیرانویؒ نے عیسائیت کا قلعہ قمع کرنے کے بعد جا کر مکہ پاک میں مدرسہ صولتیہ قائم کیا، جو بڑے آب و تاب سے چلا۔ اور آج تک سعودی حکومت میں بھی، اپنی طرز پر چل رہا ہے۔ مصنف کو بھی اس سال اس کی زیارت نصیب ہوئی۔ الحمدللہ، دل خوش ہو گیا۔

ندوۃ العلماء کس طرح ایسا خطرہ تھا، کہ ....

و: دوسری طرف اسی دور میں بقول احمد رضا خان کے "ایک اور عظیم فتنہ" ندوۃ العلماء کا ابھرا، تو اس کے خلاف ایسی کمر کس کر (یا لنگوٹ باندھ کر) میدان میں آیا، کہ بقولِ خود کے اس کے خلاف پچاس رسالے لکھے؛ اور آج کل کی احیاءِ نو کی مہم والے ان کی تعداد ایک سو کے قریب بتاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت پر الزام ہے، کہ پہلے تاسیسی اجلاس میں وہ بھی شریک ہوئے، کسی عہدے کے خواہشمند تھے، نہ ملنے پر پیچھے پڑ گئے۔

آپ پر لازم ہے کہ اس کی مکمل تشریح کریں، کہ ندوۃ العلماء کا فتنہ کس طرح قادیانیت سے بھی بارہ گناہ زیادہ خطرناک تھا، کہ احمد رضا نے کم از کم چار رسالے فی سال مسلسل لکھتے رہنا ہی مناسب سمجھا۔ اور قادیانیت پر تیس سال میں صرف چار چھوٹے رسائل لکھے، جو بھی سوالوں کے جوابات کے طور پر لکھے گئے، اس لئے ان کے مضامین بھی اس قسم کے بے ربط ہیں، کہ اگر قادیانیت سے ناواقف شخص کو صرف یہ رسائل دیئے جائیں، تو اس فتنے سے مکمل آگاہی کے لئے کسی طرح کافی نہیں ہوں گے۔

یہ اس لئے بھی ضروری ہے، کہ اسی کام کی وجہ سے احمد رضا خان پر یہ الزام ہے، کہ انگریز نے برصغیر کے سب سے مضبوط طبقہ اہلِ سنت والجماعت میں تفریق کے لئے دو آدمیوں سے کام لیا۔ ایک قادیانی، دوسرے احمد رضا۔ ان میں احمد رضا خان غلام احمد قادیانی سے بازی لے گیا۔ دیوبندی سب سے زیادہ فعال تھے۔ ان کے مستقل پیچھے پڑے رہے۔ ندوہ بھی مختلف طبقات کے علماء کو ایک جگہ جمع کر کے، آپس کے اختلافات کو کم سے کم کرنے، نئے انگریزی تعلیمی نظام کے مدِ نظر نیا لائحۂ عمل، نیا نصاب سوچنے، نئے سیاسی معاشی اور معاشرتی سماجی حالات کے تحت تحریری کام کرنے، اسلامی تاریخ اور لٹریچر کو اردو میں لانے، وغیرہ مقاصد کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ یہ بیداری انگریز کو راس نہیں آتی تھی، اس لئے احمد رضا کو ان کے پیچھے لگا دیا۔ باقی رہی قادیانیت، تو وہ اپنی بات تھی۔ البتہ دکھاوے کے لئے ایک تو ہر ایک فتوے میں اس کا نام شامل رکھا گیا، کبھی کبھار سوالات پوچھے گئے، تو کمزور جرح کے ساتھ جملہ ۹۲ صفحات کے چار چھوٹے رسائل لکھ کر رکارڈ کی خانہ پُری کی گئی۔ آپ اپنے اعلیٰ حضرت کا پورے تفصیل سے دفاع کریں، کہ ندوہ پر ایک سَو رسائل اور قادیانیت پر صرف چار رسائل کو کس طرح مناسب کام کہا جا سکتا ہے۔

قادیانیت پر زیادہ کام کیوں نہیں کیا؟

ھ: حالانکہ اعلیٰ حضرت کے دور کا سب سے عظیم فتنہ قادیانیت تھا۔ احمد رضا خان اور غلام احمد قادیانی تحریری دور کے لحاظ سے تقریباً ہم عصر ہی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے نبوت کی غلط سلط تشریحات و تحریرات کی آنکھ مچولی، پھر نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس طرح یہ پورا فتنہ احمد رضا کے زوردار تحریری دور میں پیدا ہوا، پروان چڑھتا رہا اور اپنے عروج کو پہنچا۔ ہم نے پہلی فصل میں یہ دکھایا ہے، کہ اتنے بڑے فتنے کے لئے بریلوی مجدد اور اس کے بیٹوں نے صرف چار عدد چھوٹے رسالے لکھے۔ جن کی مجموعی ضخامت ۹۲ صفحات ہیں۔ تازہ یہ چاروں رسائل ضیاء الدین پبلیکیشنز کراچی نے "مجموعۂ رسائل رد مرزائیت" کے عنوان سے چھاپے ہیں۔ جن کی ۱۶ صفحاتی تمہید میں عبدالحکیم شرف قادری نے بھی صرف انہیں چار رسائل کو ردِ مرزائیت پر بڑے بہادرانہ کام کر کے دکھایا ہے۔

یہ سازش تھی یا حقیقت؟

و: ڈاکٹر مسعود صاحب اور دوسرے محققین اکثر لکھتے رہتے ہیں، کہ غیروں کی سازشوں سے احمد رضا جیسی عبقری شخصیت کا نام اور کام چھپا رہا۔ ہماری ان سے گذارش ہے، کہ صرف یہ لکھنے کی بجائے دلائل اور حقائق پیش کریں، کہ یہ کس طرح ہوا، اور کس طرح ممکن ہے۔ کیا سرکار سے پابندی لگوائی۔ کیا پورے ملک کا سارا پریس کسی ایک گروپ کے قبضے میں تھا۔ یا کتابیں چھپتی تھیں، تو ساری فوراً خرید کر کے ضائع کر دی جاتی تھیں۔ جن کتابوں میں مخالفوں کے لئے اتنی اتنی غلیظ گالیاں اور الزامات ہیں، وہ تو اُس وقت بھی چھپیں، اور آج بھی چھپ رہی ہیں۔ مزید یہ بھی سوال ہے، کہ کم از کم بھی سب لکھے ہوئے مواد کے مخطوطے اور فہرست کو ان کی عالم اور دولتمند اولاد نے اپنے ہی پاس کیوں نہیں محفوظ رکھا، کہ آج بھی آپ اِدھر اُدھر تلاش میں ہیں۔ آخر انہوں نے اپنے مجدد والد کے ساتھ یہ کیوں کیا؟

ہم نے پہلے بھی دکھایا ہے، کہ کام کا کام تھا، تو مولانا تھانوئیؒ کی سب آٹھ سَو سے اوپر کتابیں اور مواعظ، کئی خلاصے، مکمل فہرست سب کچھ ان کی زندگی میں بار بار چھپا، اور چھپ رہا ہے۔ دارالمصنفین کی سب کتابیں چھپیں۔ دوسرے کسی کو بھی ایسی شکایات نہیں۔ آخر

صرف آپ کے ساتھ یہ ماجرا کیوں ہے۔ ایک ہی سبب سمجھ میں آنے کے لائق ہے، کہ جو چھپنے جیسا تھا، وہ چھپا، اور چھپ رہا ہے۔ باقی سب چھپانے کے ہی لائق تھا، اور ہے۔ آخر مکمل مواقع کے باوجود ان پچیس (۳۵) برس میں آپ کیا سامنے لا سکے ہیں؟ بہرحال کوئی معقول وجہ ہو، تو اب تو سامنے لائیں، کہ کس نے کس قسم کی سازش سے کیا کیا کس طرح چھپا کر آپ کے مجدد اعلیٰ حضرت کو دنیا جہاں سے گمنام رکھا اور اس مشک کی خوشبو کو کیسی ہوا پروف (Air Proof) ڈبیوں کے ذریعے باہر نکلنے ہی نہیں دیا۔

اتنے طویل دور میں اپنا علمی کام بتائیں

ز: ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی ناکامی کے بعد جب پورا ملک مکمل طور پر انگریز کی بلاشرکتِ غیرے عملداری میں آیا، تو حالات نے مکمل رخ بدلا۔ فارسی کی سرکاری حیثیت ختم ہوئی۔ اس کی جگہ انگریزی اور اردو زبان نے لی۔ ضروری تھا کہ اسلامی علوم کو اردو میں لایا جائے۔ قوم کے دردمندوں نے دارالمصنفین اعظم گڑھ، ندوۃ المصنفین، ندوۃ العلماء کے شعبہ تحقیقات جیسے اداروں، انفرادی کوششوں، مختلف اخبارات و رسائل کے ذریعے اسلامی علوم، حدیث، اصولِ حدیث، تفسیر، اسلامی تاریخ، تاریخ صحابہؓ اور صحابیات، قصص القرآن، سیرت النبیؐ، سیرت اولیاء، امت، تصوف، تازہ فقہی مسائل پر نئے تقاضوں کے تحت سینکڑوں کتابیں تحریر کر کے یہ خال بھرنے کی کوشش کی۔ ساتھ ہی اس سدا بہار سدا زندہ دینِ مبین کے سامنے جدید سائنس اور جدید ذہن کے شبہات، جدید معاشی نظریات، سماجی اور معاشرتی زندگی کے نت نئے مسائل، ہر وقت سامنے آتے رہتے ہیں۔ جن پر ہر وقت لکھتے رہنے کی ضرورت ہے۔ اور ہر وقت اور مسلسل لکھا جا رہا ہے، اور اتنا لکھا گیا ہے، کہ ان کو سمانے کے لئے کچھ الماریوں کی نہیں، ایک مکمل بڑی لائبریری کی ضرورت ہے۔

آپ کے اعلیٰ حضرت، اس کے ساتھیوں، اس کے بیٹوں، جانشینوں، ان کے مدارس، ان کی ذیلی شاخوں، ان کے قائم کردہ اداروں نے پوری صدی میں ان میدانوں میں کتنا اور کیا کام کیا ہے۔ سیرتِ طیبہ، اس کے مختلف مثالی پہلوؤں، مسنون درود اور دعاؤں، صحابہ کرام کی سیرت، جدید دنیا میں اسلام کے مختلف پہلوؤں کی حقانیت کے عقلی اور علمی ثبوت وغیرہ کے بارے میں آج کل کی اصطلاح میں ''بریلوی اربابِ فکر'' کی طرف سے کیا پیش کیا جا سکا ہے؟

کتنے جرائد ہفت روزہ، ماہنامے، تازہ حالات اور جدید مسائل پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ کتنی کتابوں کی فہرست بتا سکتے ہیں؟ کتنی تفسیریں لکھی ہیں۔ حدیث پر کتنا کام کیا ہے؟

سیرتِ طیبہ، سیرتِ صحابہ، اور اولیاء کرام کی صحیح سیرت سے ہی مسلمان کی رگوں میں ایمانی حرارت پیدا ہوتی ہے، اور عملی جذبہ ابھرتا ہے۔ آپ کے نام نہاد عاشقوں نے اس بارے میں پوری صدی میں، اور تازہ احیائی مہم کے دور میں کیا کام کیا ہے؟

کیا علم پھیلایا ہے

ح: ڈاکٹر مسعود صاحب کا رخ بریلویت کی طرف بہ قول خود، کے اس وجہ سے مڑا، کہ محفل میں سنا، کہ ''اعلیٰ حضرت کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں''۔ اب تیس سے زیادہ برسوں کے بعد ڈاکٹر صاحب مکمل تقابلی مطالعے کے ذریعے بتا سکتے ہیں، کہ ان کے تازہ پسندیدہ مسلک والوں کی اصل علمی مسائل کی طرف کتنی توجہ تھی، اور ہے؟ اگر غیر بریلوی کام کو نکال کر، صرف بریلوی علمی کام کو ہی لیا جائے، تو آج کے اردو دان طبقے کے پاس دین کے اہم پہلوؤں قرآن، حدیث، سیرت، جدید فقہی مسائل، جدید معاش، سیاست، معاشرت، سائنسی شبہات وغیرہ کے بارے میں رہنمائی کے لئے کیا ہوگا؟ اور اعلیٰ حضرت کے پیرو کس قدر علم والے ہوں گے۔

تیس سالوں میں ڈاکٹر صاحب ماہر رضویات بننے کے بعد اب تو اس پوزیشن میں یقیناً آ چکے ہوں گے، کہ بتا سکیں، کہ گذشتہ سوا صدی میں عملی طور پر ناموسِ رسالت کی پاسبانی اور خاتم الانبیاء کے علمی ورثے کو سدا بہار سدا زندہ اور عملی زندگی میں رواں دواں جاری و ساری رکھنے میں کس طبقہ نے کتنا کام کیا ہے؟

اور کون سا طبقہ غیروں کی اس سازش اور خواہش کو پورا کر رہا ہے، کہ قیامت تک دینی اور دنیوی ہر معاملہ میں، زندگی کے ہر ایک پہلو میں رہنمائی اور اتباع و عمل کی حرارت کو قائم رکھنے والا یہ دینِ مبین، دوسرے مذاہب کی طرح صرف چند رسوم و رواج اور نعروں اور رسمی قسم کی بے روح عبادتوں ہی تک محدود ہو کر عملی طور پر دوسروں ہی کی صف میں آ جائے۔

اس معاملے میں مکمل معلومات حاصل کرنے کے لئے کسی کو بھی تیس طویل سالوں کی ضرورت نہیں، صرف تیس دن پورے ملک کے کتب خانوں، اشاعتی اداروں اور موجود لائبریریوں، ان کی فہرستوں، پر نظر ڈالنے اور فہرست دیکھنے اور بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر علم

سے لگاؤ، اور نیت سالم ہو، تو یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

علماءِ کرام سے گذارش

عام بریلوی علماء اور واعظ حضرات سے بھی ہماری گذارش ہے، کہ آپ اپنے مواعظ اور تحریر کے موضوعات پر پھر غور کریں، جن کا اکثر حصہ دیو بندیوں پر اُن ہی پرانے الزامات پر ہوا کرتا ہے، جن کو اب سو اصدی ہو چکی ہے۔ فرض کیجئے، کہ ان چار پانچ دیو بندیوں نے اپنے پورے تحریری رکارڈ میں ایک ایک وہی عبارت لکھی اور ان کا مطلب بھی وہی تھا، جو آپ کے اعلیٰ حضرت نے سمجھا، تو بھی یہ سوچیں، کہ یہ سب لوگ حساب کتاب کے مقام پر جا چکے ہیں۔ اب ان کی اور ان کو ماننے والوں کی تیسری چوتھی نسل چل رہی ہے۔ اب جب یہ کھلی حقیقت سامنے ہے، کہ احمد رضا کے چار ملزموں کے علاوہ کسی دوسرے نے اس قسم کی کوئی عبارت نہیں لکھی، اور نہ کہیں پر ایسی عبارات یا ایسے عقائد کسی کی زبان سے سننے میں آئے ہیں، یا آرہے ہیں، تو جانے والوں کا حساب اللہ پر چھوڑ کر، آپ کو ان کے زندہ موجود اثرات پر ہی نظر رکھنی اور بات کرنی چاہئے۔ اب پرانی قبروں پر ہی مجاور بن کر بیٹھے رہنے کی بجائے، موجود حقائق کی دنیا میں آئیں۔ جو یہ ہے کہ کسی دوسرے کی کوئی ایسی عبارت آپ بھی نہیں ڈھونڈھ سکے ہیں، اور یہ بھی کبھی کوئی نہیں کہہ سکا ہے، کہ اس نے کبھی کسی سے اس قسم کے عقائد سنے ہیں، تو بات تو ختم ہی ہے۔ عقائد اس سدا بہار سدا حیات دین کی بنیاد ہیں۔ جن پر ہر وقت لکھا بھی جا رہا ہے، اور بات بھی ہوتی رہتی ہے۔ آپ ہی سوچیں، کہ جب آپ والے بنائے اور بتاتے رہنے والے عقائد آپ کی ہر کتاب، اور ہر ایک معتقد سے گلی کوچوں، محفلوں میں ہر ایک سے ہر ایک سن رہا ہوتا ہے، کہ حضور کریم ﷺ کو ہر ایک غیب کا ہر وقت علم رہتا ہے، ہم جو یہ درود پڑھ رہے ہیں، وہ بہ نفسِ نفیس سن رہے ہوتے ہیں۔ آپ نور ہی نور تھے۔ آپ کو بشر کہنا اور سمجھنا کفر ہے۔ بشری کام صرف ایک جامہ تھا، وغیرہ وغیرہ۔ تو پھر دوسری طرف سے وہ باتیں یا عقائد کیوں نہیں نظر آتے، جن کو آپ ان کے اصل عقائد کہتے ہیں۔

زندہ مسائل پر بھی تو سوچیں

پھر بھی اگر آپ یہ سوچتے ہیں، کہ اعلیٰ حضرت کی روح کو ایصالِ ثواب کے طور پر، ان

الزامات اور دیو بندیوں، وہابیوں کا بد شد الفاظ میں ذکر کرنا، اور ان کی مذمت کرنا ہر ایک وعظ میں خطبۂ مسنونہ کی طرح ضروری ہے، یا اس کے علاوہ آپ کے گلشن کا کاروبار نہیں چلے گا، تو بھی ہماری گذارش ہے، کہ وعظ کا کم از کم آدھا حصہ تو اس سدا زندہ دین کے، زندہ لوگوں کے زندہ مسائل کے لئے بھی وقف کریں۔ یہ بھی تو اپنی ذمہ داری محسوس کریں، کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی آپ کا بنیادی فریضہ ہے۔ اور علماء کی اس طرف بے توجہی کی وجہ سے، اور مادیت کے تازہ سیلاب سے اس معاشرے کی دینی اور اخلاقی حالت کس سطح تک گر چکی ہے۔ جس دین کی تعلیم ہے، کہ حرام کا لقمہ پیٹ میں ہونے تک کوئی دعا اور کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی، چاہے وہ کعبہ شریف کے ملتزم سے لپٹ کر مانگی جائے۔ جس دین کے ہادی ﷺ نے صرف ہلکی بوندا باری سے معمولی نمی والے اناج کے اوپر سے سوکھ جانے، لیکن اندر ابھی نمی کو موجود دیکھ کر فرمایا کہ "اس کو الٹ کر اوپر کیوں نہیں کیا؟ یہ دھوکہ ہے، اور جو دھوکہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں"۔ ادھر جان بوجھ کر ایک گھنٹہ کی محنت سے ہر چیز کو اوپر سے سجانے اور نیچے سے بیکار چیز کو چھپانے کو "نمبر نے" کا نام دے کر عام کاروبار کا حصہ بنا دیا گیا ہے، اور اچھے اچھے بھی اس کو بُرا نہیں سمجھے اور خریدار صحیح رقم میں بھی صحیح چیز حاصل نہیں کر سکتا۔ ملاوٹ اتنی بڑھ گئی ہے، کہ کسی ایک چیز کے خالص ملنے کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ چند سال پہلے سرکار نے ملاوٹ کے خلاف مہم چلانے اور چیکنگ کی تاریخ کا اعلان کیا، تو دنیا جہان کا بھی شرم و لحاظ نہ کرتے ہوئے، بیوپاریوں نے ملک گیر ہڑتال کا اعلان کیا۔ آخر اس اسلامی ملک کی گورنمنٹ نے بے بسی کو چھپانے کے لئے اس کو آئندہ کی کسی نئی تاریخ تک التواء کا اعلان کیا، جو کبھی نہیں آئی۔ اسلامی نظام اور قرآن و سنت پر مبنی معاشرے کا دعویدار یہ ملک بین الاقوامی سطح پر رشوت اور بے ایمانی میں دوسرے نمبر پر ہونے کا تمغہ حاصل کر چکا ہے۔ راشی افسر، بے ایمان بیوپاری، کسانوں کے لئے بے رحم زمیندار: اپنی اکیلی گائے بکری بیچ کر علاج کے لئے آنے والے مریض کی یہ ساری پونجی صرف اپنی ہی کلینک پر مختلف ٹیسٹوں پر خرچ کروا کر اس کے صحیح علاج اور مکمل صحتیاب ہونے سے بے فکر تنگِ انسانیت ڈاکٹر: اپنی بڑی فیس کے لئے سب جرم معلوم ہوتے ہوئے بھی جھوٹی گواہیوں، قانونی موشگافیوں اور جھوٹے کاغذات کے ذریعے قتل کا جرم زائل اور دوسروں کی ملکیتوں کو ہضم کروانے والا وکیل: کمزور اور غریب ورثاء کی زمین جائیداد کو دبا کے بیٹھنے اور ان پر عیش کرتے رہنے والا جابر زمیندار با اثر فرد، وغیرہ وغیرہ۔ ایسے

ہی لوگ حج اور عمرے کو اپنی سعادت اور بخشش کا اسی طرح ذریعہ سمجھنے لگے ہیں، جس طرح عیسائی سمجھتا ہے، کہ چرچ میں جانے اور صرف اعتراف کرنے سے پاک ہوگیا۔ پھر گناہوں کا نیا اکاؤنٹ اور نیا اعتراف۔ کوئی نہیں بتاتا کہ حج اور عمرہ کے یہ فضائل یقیناً ہیں، لیکن صرف اسی حالت میں ہیں، جب مال حلال ہو، پچھلی زندگی پر پچھتاوا، اور آئندہ کی پاک و صاف زندگی کا مصمم ارادہ ہو۔ پیاسے کتے کو پانی پلانے پر جنت کی بشارت، اور بلی کو بھوکا مارنے پر جہنم کی وعید بتانے والے ہادیِ اعظم ﷺ کی محبت کا دم بھرنے والا مسلمان اپنے گائے بھینس اور گدھے گھوڑے کی تو صحت اور کھانے کا خیال رکھتا ہے؛ تاکہ صحیح کام کرسکے اور صحیح دودھ دے سکے، لیکن اپنے ملازم انسان کی ایسی کوئی فکر نہیں۔ خوب کام لو، اور کم سے کم مزدوری دو؛ باقی مسائل خود جانے، ہم کیا کریں۔ مروج میلادوں، چراغاں، جلوسوں، عاشورہ کی سبیلوں، مرنے والوں کے سویم، چہلم، سالانہ عرس وغیرہ کی دھوم دھام پر اتنا پیسہ خرچ ہوتا ہے، جس سے کئی مستقل ٹھنڈے پانی کی سبیلیں، اسپتالوں میں غریبوں کے لئے دواؤں، ٹیسٹوں اور علاج، اور دوسرے رفاہِ عامہ کے اداروں کا مستقل انتظام ہوسکتا ہے، جو کہ اب اس اسلامی ملک میں عنقا ہوتے جارہے ہیں، حالانکہ صدقۂ جاریہ کا لفظ ہی اسلامی تعلیم نے متعارف کروایا تھا، کہ مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہے، اور آخرت سنورنے کا مستقل ذریعہ جاری رہے، اور حاجت مندوں کی حاجت روائی ہوتی رہے۔ اب یہ کام صرف عیسائیوں اور ہندوؤں کے رہ گئے ہیں؛ مسلمان تو ایصال ثواب کے نام پر بھی مرغن غذائیں دعوتی کارڈوں پر بلاکر، قیمتی شامیانے لگوا کر اپنے جیسے موٹوں تگڑوں کو کھلائے گا۔ اور عالم حضرات بھی اس میں اپنے حصے پر ہی نظر رکھیں گے۔ عاشورہ کے دنوں میں شربتوں کی نہریں راستوں پر بہائے گا۔ اگرچہ شہر میں کوئی ایسی جگہ نہ ہو، جہاں راہ گیر مسافر بیٹھ کر، پانی پی کر تازہ دم ہو۔ وہ ناچار پیسے دے کر ہی کوئی مشروب استعمال کرے۔ پورے سال میں کسی کو حسینؓ کی پیاس یاد نہیں آتی۔

جس دین نے ایمان کا معیار یہ بتایا تھا، کہ محلے میں کوئی پڑوسی بھوکا نہ سوئے، وہاں خیرات اور سویم چہلم کا کھانا بھی بھوکے کو نصیب نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ اب تقریباً مالِ غنیمت سمجھ کر ہر ایک ہضم ہی کرجاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

محلے اور قرب و جوار میں، عزیز و اقارب میں بھوک ہے، بیماری ہے، جوان بیٹیوں کی عمریں نکلی جارہی ہیں، جھگیاں کمزور ہورہی ہیں۔ صحیح اسلامی تعلیم، حقانی علماء، اور صاحبِ دل

اولیاءِ کرام کے مشاہدوں کے مطابق نفلی عبادات کے مقابلے میں ان کے دکھ درد بانٹنا، حتیٰ کہ نفلی حج اور عمرہ کی بجائے ان کی مدد کرنا، اور ایصالِ ثواب کے لئے ان کی حاجت روائی کرنا، زیادہ مقبول ذریعہ ہیں؛ لیکن پورا معاشرہ ان سے غافل ہے۔ جس دین کا ہادی کسی کی بھوک اور مجبوری دیکھ ہی نہیں سکتا تھا، اس کی محبت اور اتباع کا دم بھرنے والے ہی پوری دنیا میں اس معاملے میں سخت دلی اور بے پرواہی کے ارذل نمونے بنے ہوئے ہیں۔ معاشرت اور سماجی ذمہ داریوں کے ہلکے سے ہلکے اچھے نکتے کی بھی تفصیل سے تعلیم دینے اور عقائد اور فرض عبادات کے بعد اس پر ہی اخروی فلاح و نجات کا مدار بتانے والے دین کی حامل قوم ہی ہر نکتہ میں دوسروں سے پیچھے نظر آرہی ہے۔ ''دین خیر خواہی کا نام ہے'' کی واضح حدیث والے دین کے پیرو کہلانے والے ہی دوسروں سے غافل ہونے میں سب قوموں سے پیچھے نظر آرہے ہیں۔ ''اسراف والے یقیناً شیطان کے بھائی ہیں'' کی قرآنی تعلیم رکھنے والے مسلمان ہی آج رسوم و رواج اور ٹھاٹھ باٹھ والے اسراف میں سب سے بازی لئے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ دیکھتے دیکھتے شادی بیاہ کی ہر ایک رسم میں اسراف اتنا بڑھ گیا ہے، کہ اچھے خاصے کھاتے پیتے لوگوں کے لئے بھی شادی سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ حالانکہ کئی کے آئیڈیل مغربی معاشرے میں بھی کم از کم شادی کے رسوم اور تکلفات کوئی مسئلہ نہیں۔ اب تو ماشاء اللہ ختنہ کی سنت کی رسوم بھی بڑے بڑے کھانوں کی دعوتوں اور محفلوں کی آماجگاہ بننے لگی ہیں (1)۔ اور کسی کا مرنا بھی ورثا کے لئے مزید ہولناک خیال بنتا جارہا ہے، کہ رسوم نبھانے کے لئے مزید قرضہ کس سے لیا جائے گا۔ کیا کیا بیان کیا جائے۔ بقولِ شخصے ''ہمہ تن داغ داغ شد، پنبہ بہ کجا نہم''۔

ہر ایک کو معلوم ہے، کہ اس دینِ فطرت میں انسانی حقوق اور حسنِ سلوک، اور معاشرت کے چھوٹے سے چھوٹے پہلو پر بھی تعلیم اور تاکید سب مذہبوں اور معاشروں سے زیادہ ہے۔ اور پھر یہ صرف تاکید و تعلیم تک محدود نہیں۔ ان کو دوسروں کے حقوق کا نام دیا گیا ہے۔ اور ایک طرح سے ان کو اللہ پاک کے حقوق سے بھی زیادہ اہم بتایا گیا ہے، کہ اللہ پاک چاہے، تو اپنے حقوق خود اپنی عطا اور رضا سے معاف کردے، اور سچی توبہ اور اصلاح سے تو وہ معاف ہو ہی جاتے ہیں۔ لیکن بندوں کے حقوق صرف ان سے بخشوانے سے ہی معاف ہوں

---

(1) اور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ''ختنہ کی دعوت جائز ہے، کہ یہ خوشی کا موقعہ ہے''۔

گے، جو بہت ہی مشکل بلکہ تقریباً ناممکن سا کام ہے۔ اسی لئے شیطان کی طرف سے عقائد میں بگاڑ لانے کے بعد، سب سے زیادہ توجہ اسی پر ہوتی ہے، کہ عبادات میں کمی کرے یا نہ کرے، لیکن دوسروں کے حقوق میں کوتاہیاں ضرور ہوں۔ تاکہ ایمان کی وجہ سے دائمی جہنمی نہیں ہوسکتا، تو بھی کم از کم اس کی سزا تو بھگتے۔ شاید اسی لئے آج کے مسلمانوں میں سب سے زیادہ اسی قسم کی کوتاہیاں نظر آ رہی ہیں۔

امت کے حکیم بن کر علاج کریں

ہر طبقے کے علماء کرام کو یہ معلوم ہے، اور ان کو سوچنا چاہئے، کہ وہ اس امت کی اصلاح اور عقائدی، عملی، روحانی اور اخلاقی بیماریوں کے حکیم ہیں۔ امت کے جید علماء، اولیاء اور مجدد حضرات کی سوانح گواہ ہیں، کہ ہر ایک نے اپنے اپنے دور کے خصوصی امراض پر ہی ساری توجہ مرکوز رکھی اور علاج کیا۔ آج کل یہ کوتاہیاں (اور بیماریاں) عام وبا کی صورت اختیار کرچکی ہیں۔ عام وبا کی صورت میں حکیموں ڈاکٹروں کی چھٹیاں بھی منسوخ ہوجایا کرتی ہیں۔ ان کی ساری توجہ طاقت کی دواؤں اور معجونوں کی بجائے صرف وبا کی روک تھام کے طریقوں اور دواؤں کی تیاری کی طرف ہوجاتی ہے۔ ملک اور قوم پر حملہ اور وجود کی بقا کے خطرے کے دور میں عام شہری حقوق میں مزید سہولیات کے مطالبے احمق پن مانے جاتے ہیں۔ غور کیا جائے، تو ہم کو تو یقین ہوچکا ہے، کہ مادیت کا حد سے زیادہ غلبہ، دوسروں سے بے پرواہی اور لاغرضی، اور اوپر بیان کی ہوئی کمزوریاں (جن کی ہم صرف ایک جھلک پیش کرسکے ہیں) یہ ایک وبائی مرض کی طرح دن دگنی، رات چوگنی کی رفتار سے ہمارا سب کچھ ختم کرنے کے پیچھے ہے۔ خدارا ہوش میں آیئے۔ امت کے حکماء کا اہم رول ادا کیجئے؛ اس سے پہلے کہ سب اچھائیاں اس آگ کی لپیٹ میں جھلس کر ختم ہوجائیں!

اس بارے میں ہم کو بریلویت کے علاوہ دوسرے سب طبقوں سے بھی ایسی ہی شکایت بھی ہے، اور یہی گذارش بھی ہے۔ البتہ یہ فرق ضرور ہے، کہ دوسروں کی طرف سے تو کچھ نہ کچھ ہو بھی رہا ہے۔ مثلاً مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اسلامی معاشرت پر حیوۃ المسلمین، جزا الاعمال، حقوق الاسلام، حقوق والدین، آداب المعاشرت، فروع الایمان لکھیں اور کئی چھوٹے چھوٹے مسائل، اور مختلف مواعظ میں کافی ایسا مواد ملتا ہے۔ مولانا زکریا کی ضخیم کتاب فضائل

صدقات موجود ہے۔ مولانا سلیمان ندوی کی سیرت النبی کی آخری چھٹی ضخیم جلد اسلامی اخلاق اور حقوق وفرائض کے ہی بارے میں ہے۔ ایسے ہی اسلامی آداب، اسلامی اخلاق، حقوق معاشرت وغیرہ عنوانوں پر کافی کتابیں نظر آجاتی ہیں۔ اور وعظ وتقاریر میں بھی کبھی کبھار یہ مسائل بیان ہوجاتے ہیں۔ لیکن بریلوی لٹریچر میں ہم کو یہ خانہ خالی ہی نظر آیا۔ خدا کرے کہ یہ ہماری غلط فہمی ہو، لیکن کتب خانوں پر ہم کو سیرت پاک پر، معاشرتی مسائل، اور اسلامی حقوق پر کوئی کتاب نظر آئی۔ البتہ فاتحہ کے طریقے، سویم کے فضائل، کھانے پر فاتحہ کا طریقہ، فضائل گیارہویں وغیرہ ہی نظر آئیں۔ حد تو یہ ہے کہ مشہور اولیاء کرام کی سیرت کے نام پر لکھی گئی کتابوں میں بھی خرافات جیسی کرامات ہی نظر آئیں، اصلی سیرت، عادات اطوار اقوال خال ہی نظر آئے، جن سے کوئی کچھ سیکھ سکے۔ اگر کوئی صاحب اس کو ہماری غلط فہمی اور کم واقفی بتا کر صحیح نشاندہی کرے گا، تو اس کے مشکور ہوں گے۔

اپنے اعلیٰ حضرت کی لاج رکھئے

بریلوی علماء، اور محقق حضرات سے یہ گذارشات بھی مناسب سمجھتے ہیں، کہ بریلوی طبقہ کی عام شناخت نئی نئی بدعات کو رواج دینے اور جہلاء میں مروج بدعات اور شرکیہ کاموں سے منع کرنے کی بجائے، ان کی ہمت افزائی کرنے کی ہے۔ زبان سے نہیں، تو اپنے سامنے یہ کام ہوتے ہوئے دیکھ کر بھی منع نہیں کرتے۔ وعظ وتقریر میں ان کا ذکر تک نہیں کرتے۔ اعلیٰ حضرت نے ایسی کئی بدعات کی بنا ڈالی، اور کئی کی تائید کی۔ کئی کی مخالفت میں کچھ نہ لکھ کر ایک طرح کی تائید کی۔ ان کے واضح حوالوں سے ایسی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ لیکن یہاں اس کی گنجائش نہیں۔ اس کے لئے الگ کتاب چاہئے۔

اعلیٰ حضرت کے ہاں بھی مانی ہوئی قبیح بدعات اور محرمات

لیکن سب کو مزید افسوس اس پر ہونا چاہئے، کہ جن کاموں کی ہر وجہ ظاہر برائی اور بدعت ہونے کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کو بھی مخالفت میں فتوے دینے پڑے، اور کچھ میں کافی سخت الفاظ بھی استعمال کئے، لیکن آج کل کے بریلوی عوام تو درکنار، علماء کرام بھی اس بارے میں کچھ نہیں کر رہے، نہ خلاف بول رہے ہیں، بلکہ کچھ میں تو وہ خود ملوث نظر آتے ہیں: مثلاً:-

مزامیر کے ساتھ قوالی حرام ہے

الف: مزامیر کے ساتھ قوالی کے لئے اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب احکامِ شریعت میں دو جگہ اس کو حرام اور سب حصہ لینے والوں کو سخت گنہگار قرار دیا ہے۔ پہلے صفحہ ۶۰ سے ۶۵ تک تفصیلی حوالوں، حدیث اور بزرگان کے اقوال کے حوالوں سے لکھا ہے، کہ یہ حرام، سخت حرام ہے۔ سب حاضرین گنہگار ہوں گے۔ قوالوں پر اپنا اور سب حاضرین کا بھی؛ اور انتظام کرنے والوں پر اپنا، قوالوں کا اور سب حاضرین کا اکٹھا گناہ ہوگا۔ کیونکہ یہ ان کے گناہ کا باعث بنے۔ یہ بھی لکھا ہے، کہ اس سے صاحب قبر کو سخت ایذاء پہنچتی ہے۔ ص ۱۵۵ پر بھی یہی جواب ہے، کہ بغیر کسی ساز باجے کے جائز، اور ڈھول باجے ساز کے ساتھ حرام ہے، اور کچھ اولیاء نے اس کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے۔ مشہور بریلوی عالم احمد یار خان گجراتی نے بھی کتاب جاء الحق میں اس کو قطعی حرام قرار دیا ہے۔ لیکن ہو کیا رہا ہے، آپ کو معلوم ہے۔ شہر کی دیواروں پر عرس مبارک کے لمبے چوڑے اشتہار کے پروگرام میں روح پرور اور ایمان افروز قوالی کا، اور قوال کا بھی ذکر ہوگا۔ اور وہاں علماء حضرات عوام سے بھی زیادہ جھومتے، اور اپنے اوپر وجد طاری ہونے کا اظہار کرتے ہوئے ملیں گے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر عید میلاد کے موقع پر قوالی کو ''مبارک محفل'' کہا جاتا ہے۔ کہیں کسی کونے سے کسی عالم کا اعتراض کسی نے دیکھا یا پڑھا ہو، تو اس کی ایسی اطلاع پر ہم اس کے مشکور ہوں گے۔

ایسے عرس ناجائز ہیں

ب: خود کچھ بزرگوں کی قبروں پر عرس مبارک، جن کا بریلویت سے پہلے عام نام میلہ تھا، اور عوام میں آج بھی یہی مشہور ہے، اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی تعلیم کا خلاصہ اور حوالے ڈاکٹر مسعود صاحب نے اپنی کتاب فاضل بریلوی علماء حجاز میں ص ۵۲-۵۳ پر، اور کتاب حیات احمد رضا خان میں ص ۱۴۶ پر اس طرح لکھا ہے، کہ ''مروجہ اعراس میں شرکت کے بارے میں پوچھا گیا، تو سخت شرائط کے ساتھ اس کے جواز کا فتویٰ دیا، کہ ''سوال میں بیان کئے ہوئے عرس، جن میں عورتوں کے ہجوم، مَردوں کے تماشے، شرک کے کام، گناہوں کے مختلف سامان، رقاصہ طوائفوں کے ناچ، لہو ولعب کے سامان، اور ساز و

سرود وغیرہ ناجائز کام نہ ہوں، ایسا ہی عرس جائز ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس کی اصل غرض ایصال ثواب، فاتحہ خوانی اور قرآن خوانی ہے''۔ ڈاکٹر صاحب اپنی طرف سے لکھتے ہیں، کہ مولانا بریلوی کے ہاں ایسی لغویات والے عرس قطعاً جائز نہیں۔ اب آپ سوچیں، کہ کہاں پر کیسے عرس ہو رہے ہیں۔ جن کو بریلوی علماء عرس مبارکہ کا خطاب دیئے ہوئے ہیں۔ اور کون ان قبیح کاموں سے روک رہا ہے۔

زائر عورتوں پر مسلسل لعنت

ج: اسی طرح مزارات پر عورتوں کے جانے کے بارے میں اعلیٰ حضرت کے ملفوظات جلد دوم ص ۲۶۷ میں ارشاد ہے، کہ ''یہ مت پوچھو، کہ یہ جائز ہے یا نہیں، بلکہ یہ پوچھو، کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے، اللہ کی طرف سے، اور صاحب قبر کی طرف سے؛ ارادہ کرنے سے لے کر واپس گھر پہنچنے تک لعنت برستی رہتی ہے''۔ تاہم کسی نے کبھی بریلوی مواعظ میں اس کے خلاف مہم سنی ہے؟

طواف، سجدے ناجائز

د: اسی طرح اولیائے کرام کی قبروں کو طواف، بوسہ اور تعظیمی سجدے کے بارے میں احکامِ شریعت میں ص ۲۳۴ پر حرام اور ناجائز کا فتویٰ ہے۔ سجدے کے بارے میں تو ایک الگ رسالہ ''زبدۃ الزکیہ'' کے نام سے لکھ کر اس کی پوری تشریح کی ہے۔ لیکن کیا ہو رہا ہے، اور اس پر کسی نے منع کرتے ہوئے، یا وعظ وتقریر میں اس کے خلاف تبلیغ کرتے ہوئے دیکھا ہے؟

قبر ایک بالشت ہو

ھ: مردے کی قبر کے بارے میں بھی اعلیٰ حضرت کا ہی ''ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ سوم'' میں ص ۲۶۳ پر ارشاد ہے، کہ ''قبر کو اونچا کرنا خلاف سنت ہے۔ میرے والد ماجد، والدہ ماجدہ اور بھائی کی قبریں دیکھیں، ایک بالشت سے اونچی نہ ہوں گی''۔ لیکن آج کی کیا حالت ہے؟ خود اعلیٰ حضرت کی قبر اس حد کے اندر رہ سکی ہے؟

میت کا کھانا صرف مساکین کھائیں

ن: جانے والے کے کھانے کے بارے میں بھی اعلیٰ حضرت کے کئی جگہ واضح فتوے ہیں، کہ یہ فقراء کا حق ہے۔ فتاویٰ رضویہ چہارم کے صفحات ۱۹۳، ۲۲۵، ۱۹۶ کے حوالوں سے مولانا یٰس اختر مصباحی نے کتاب "امام احمد رضا اور رد بدعات" میں ص ۵۲۶ پر احمد رضا کا یہ فتویٰ لکھا ہے، کہ "سویم، دہم، چہلم کا کھانا مساکین کو دیا جائے، برادری میں تقسیم کرنا، یا ان کو جمع کر کے کھلانا جائز نہیں۔ کتاب مجمع البرکات میں ہے کہ موت میں دعوت جائز نہیں۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ قبیح بدعت ہے"۔ اسی جلد میں ص ۱۹۳ پر یہ بھی ہے، کہ "سویم پر جو کچھ تقسیم کیا جائے، وہ محتاجوں کا حق ہے، غنی اس میں سے نہ لیں"۔

کتاب احکامِ شریعت حصہ دوم میں بھی سوال نمبر ۲۲ کے جواب میں لکھتے ہیں کہ "مردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے۔ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں، یہ منع ہے، غنی نہ کھائے"۔

سویم مکروہ (تحریمی) اور ممنوع ہے

اوپر آپ نے اعلیٰ حضرت کی طرف سے مشہور فقہی کتاب "فتح القدیر" کا حوالہ دیکھا، کہ میت کا کھانہ بدعت قبیح ہے۔ مزید دیکھیں کہ احکامِ شریعت حصہ سوم میں مسئلہ ۲۷ میں اسی قسم کے سوال کا طویل سات صفحات میں جواب دیا ہے۔ اور فقہ کی مشہور اور عام مستند مانی ہوئی آٹھ کتابوں کے حوالوں پر مبنی فتاویٰ عالمگیری کا یہ فتویٰ نقل کرتے ہیں، کہ "غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائز نہیں، کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے"۔ آگے امام بزازی کا فتوے دیتے ہیں، کہ "میت کے پہلے یا تیسرے دن، یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں، وہ سب مکروہ و ممنوع ہیں"۔ (واضح رہے کہ فقہ کی کتابوں میں صرف لفظ مکروہ کا مطلب مکروہ تحریمی ہوا کرتا ہے)۔ اسی جواب میں آگے چل کر فتاویٰ تاتار خانیہ، بزازیہ، عالمگیری اور قاضی خان سے یہ حوالے دیتے ہیں، کہ "البتہ سب عاقل بالغ وارثوں کی اجازت سے یا ان میں سے کسی کی طرف سے اگر فقراء کو کھلایا جائے یا دیا جائے، تو یہ اچھی بات ہے"۔ اب پڑھنے والے خود سوچیں، کہ فقہ کی سب اہم کتابوں سے سویم ممنوع، اور مکروہ تحریمی ہوا۔

پڑھنے والے دیکھیں، کہ ہم نے یہ سب حوالے ایک تو ڈاکٹر مسعود صاحب کے حوالوں کے ساتھ اصل کتابوں سے دیئے ہیں۔ جنہوں نے اعلیٰ حضرت اور رد بدعات و منکرات کا عنوان قائم کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ اعلیٰ حضرت پر بدعات کا الزام غلط ہے۔ دوسرے محمد یٰس اختر مصباحی کی تقریباً چھ سو صفحات کی ضخیم کتاب "امام احمد رضا اور رد بدعات" کے نام سے تازہ ۱۹۸۰ء میں لکھی اور شائع ہوئی ہے۔ اگرچہ اس میں ۹۱ بدعات پر صرف ڈیڑھ سو صفحات، اور باقی ۴۳۰ صفحات بریلوی سنت یعنی مداحی میں ہیں، تاہم اس نے بھی کم از کم ان چھ عنوانات کو اپنے اور اعلیٰ حضرت کی طرف سے قبیح بدعات تسلیم کیا ہے۔

ان کو کیسے روکیں گے

اب سنجیدہ قسم کے بریلوی علماء حضرات ہی غور کریں، کہ ان کے اعلیٰ حضرات کے بھی ایسی واضح اور سخت الفاظ میں رد کی ہوئی بدعات میں ان کے علماء کا عملی کردار کیا ہے؟ اور کیا ان کے لئے اپنے امام کے بہ قول ان قبیح و شنیع بدعات، اور مکروہ تحریمی اور حرام سخت حرام کاموں کو روکنا ممکن ہے؟ عوام تو درکنار، اپنے علماء کو وہ اب حدود کے اندر لا سکتے ہیں؟ جب اعلیٰ حضرت بھی قطعی ثابت کر چکے ہیں، کہ ساز و سرود والی قوالی قطعی حرام سخت حرام ہے، اور ادھر بغیر ساز کے قوالی کا اب تصور بھی عنقا ہے، جب سو میں کوئی ایک آدھ عرس ہی ان خرافات، اور قبیح ممنوعات اور شرکیہ کاموں سے بچا ہوا، اور خالص فاتحہ اور قرآن خوانی تک محدود ملے؛ جب طواف قبروں کا بوسہ اور سجدہ کے بغیر کوئی مقبرہ نظر ہی نہیں آتا؛ جب دیکھا دیکھی کم از کم ہر ایک قبرستان میں آدھی سے زیادہ قبریں مکمل پکی اور اونچی بن چکی ہیں؛ جب دیکھا دیکھی کم از کم سویم کا کھانا تو شادی کے کھانے جیسی حیثیت اختیار کر چکا ہے، کہ دعوتی کارڈوں اور اخبارات کے ذریعے سب احباب کو بلایا جاتا ہے، اور آپ ہی کے عالم حضرات روکنا تو درکنار، خود شریک بھی ہوتے ہیں، بلکہ کھانے پر فاتحہ کے مخصوص طریقے پر عمل کرنے کی کتابیں بھی پھیلا رہے ہیں، اور منع کرنے والوں کو ایصالِ ثواب کا منکر کہہ کر ان کے خلاف نفرت پھیلانے میں مصروف نظر آتے ہیں؛ تو اب آپ ہی سوچیں، کہ یہ سب منکرات، قبیح و شنیع بدعات، حرام اور مکروہ تحریمی کام اور رسمیں کیسے ختم ہوں گی۔ کون ختم کرے گا۔ جب کہ آپ ہی کے لوگوں کی واضح اکثریت کی رضا، ہمت افزائی، اور شرکت کی تائید بھی ان کو حاصل

ہے۔ آپ ہی کے اعلیٰ حضرت کی تسلیم کی ہوئی منکرات، محرمات، اور قبیح و شنیع بدعات میں آپ ہی کا پورا علماء کا طبقہ عملی طور پر شامل، بلکہ زوردار داعی نظر آئے، یہ ایک ایسا المیہ ہے، جو صرف اکیلے احمد رضا خان کو ہی نصیب ہوا ہے، لیکن حقیقت پر نگاہ رکھی جائے، تو یہ بھی ان کی اپنی ہی کمائی ہے، کہ انہوں نے امت کے صلحاء اسلاف کے اس الہامی فہم والے نکتے کو تسلیم نہ کیا، کہ جب کسی مباح عمل میں کسی قسم کے بُرے اثرات داخل ہوتے ہوئے نظر آئیں، تو اس کو سختی سے ممنوع قرار دیدو۔ جیسے شگر کے بیمار کے لئے حلال اور مباح چینی کو سختی سے ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ یا کئی بیماریوں کے امکان کی وجہ سے کئی جائز چیزوں کے استعمال سے بھی سختی سے روک لگادی جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت کی عملی تائید

وہ ادھر ادھر کی تاویلات سے کئی ایسے مباح کاموں کو روکنے کی بجائے، ہمت افزائی کرتے رہے اور جائز اور ناجائز کی حدود کے فلسفوں پر زور دیتے رہے۔ عوام کی اس مانی ہوئی نفسیات اور طرز عمل اور شیطان کے اس مانے ہوئے حربے اور شرک و بدعات کی تاریخ کو سامنے نہیں رکھا، کہ پوجے جانے والے اکثر بت مانے ہوئے اللہ والے بزرگوں کے ہی تھے۔ پہلے ان کی صرف تصاویر بنیں، جن پر احترام سے نظر پڑتی تھی، پھر عقیدت کی مالائیں اور ہار، پھر خاص مواقع پر ان سے گفتگو اور سرگوشیاں، پھر دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے محبت میں یا غم کی شدت میں ان سے گفتگو، پھر صدائیں، پھر مدد کے لئے پکارنا، پھر پوجنا۔ ہر جگہ شرک کی یہی منزلیں مقدور تھیں، اور رہیں گی۔ اسلام نے تصویر کو سختی سے ایسا منع کیا، کہ ان کا احیاء ناممکن تھا، تو ایک دو صدی کے خیر القرون اور اس کے اثرات کے بعد شیطان تصویر کی جگہ اونچی پختی قبر، اور مقبرے لے آیا۔ باقی سب مراحل اور منزلیں اور نتائج وہی ہیں۔ احمد رضا خان کو جو معاشرہ ملا، وہ ہندو مسلم مخلوط معاشرہ تھا، جس میں ہندو اثرات سے کئی ہندوانہ رسوم بھی مسلمانوں میں داخل ہوگئی تھیں۔ مقبروں پر میلے بھی تھے، سجدے طواف اور بوسے بھی تھے۔ آہ وزاری سے دعائیں مانگنا بھی تھا، مرنے کی رسوم میں کھانے وغیرہ کی کئی خرافات بھی تھیں۔ موالی ملنگ بھی تھے، غرضیکہ وہ سب خرافات عام تھیں۔ اس نے مختلف حیلوں بہانوں سے ان کے جواز کی راہیں نکالنے کی بھرپور کوشش کی۔ اولیاء اللہ کے مقابر کو شعائر اللہ بتایا۔

چادریں ڈالنے کو جائز اور محبت و عظمت کی نشانی بتایا۔ سالانہ عرس کے موقعہ پر اکٹھا ہونے کے کئی فوائد کی تشہیر کی، قبور کی تعظیم کی بھرپور تبلیغ کی۔ گیارھویں اور غوث اعظم کے تبرک کی تعظیم کا خود بھرپور عملی مظاہرہ کیا۔ ان سب موضوعات پر خوب زور دیا، بار بار، ہر جگہ لکھا۔ ان کو منع کرنے والوں کو وہابی کہہ کر ہر وقت ان کی مذمت اور تحقیر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ ہر وقت پکارو یا غوث اعظم، پکارو یا علی یا علی کی صدائیں خود بھی لگاتے رہے، اور دوسروں کو بھی سکھاتے رہے۔ ان بدعات کا سختی سے رد کرنے اور عملی طور پر بیخ کنی کرنے والے سب لوگوں کے مسلسل ایسے پیچھے پڑا رہا، کہ یہ تک نہیں سوچا، کہ کون سی عظیم ہستیاں اس کی طنز کی چوٹ میں آتی ہیں۔ حتیٰ کہ پورے ولی اللٰہی خاندان کو وہابی قرار دیا، اور مجدد الف ثانیؒ کو "تمام خاندانِ دہلی کا آقائے نعمت و خداوندِ دولت و مرجع و منتہی و مفرغ و ملجا و سید و مولیٰ جناب شیخ مجدد صاحب" کے طنزیہ القاب سے نوازا (رسالہ الیاقوتۃ الواسطہ ص ۹)۔ کئی بدعات پر الگ رسالے لکھے، تحریر، تقریر، ملفوظ ہر جگہ ان کی بھرمار نظر آئے گی۔ البتہ کبھی کبھار کسی سوال کے جواب میں کچھ مسائل میں کبھی کبھی کہیں کچھ مخالفت میں بھی لکھنا ہی پڑا۔ لیکن وہاں بھی سادہ سا جواب ہی دیا۔ ٹوکنے اور روکنے کے لئے اپنی طرف سے کوئی صاف زور نہیں بھرا۔ ہماری اوپر دی ہوئی عبارتوں کو خود بریلوی ہی دیکھ لیں، کہ کتنی دھیمی ہیں۔ سجدے، طواف اور بوسے دینے والے مسائل میں ایک دو جگہ خلاف جواب بھی دیا، تو کچھ جگہوں پر یہ بھی لکھا، کہ "کچھ علماء نے ان کو جائز بھی کہا ہے۔ لیکن اکثر خلاف ہیں، اس لئے بچنا چاہیے"۔ مثلاً "امام احمد رضا اور رد بدعات" میں مصباحی صاحب نے ص ۵۱۲ پر فتاویٰ رضویہ جلد چہارم کے حوالے سے یہ الفاظ دیئے ہیں۔ "بوسۂ قبر میں علماء کو اختلاف ہے، اور احوط منع ہے"۔ (ص ۱۴۱) چوکھٹ کے بوسے میں حرج نہیں اور آنکھوں کو لگانا بھی جائز، کہ شریعت میں اس کی منع نہیں آئی۔ اور جس کو شریعت نے منع نہیں فرمایا، اس میں منع نہیں ہوسکتی۔ ہاتھ باندھ کر الٹے پاؤں لوٹنا ایک طرز ادب ہے، اور جس ادب سے شرع شریف نے منع نہ فرمایا، اس میں حرج نہیں (ص ۸)۔ مصباحی صاحب اسی کتاب کے اگلے ص ۵۱۳ پر پھر اسی سوال کے جواب کا دوسرا حوالہ دیتے ہیں، کہ قبر کے بوسے کی بعض علماء اجازت دیتے، اور وہ بعض روایات بھی دیتے ہیں۔ مگر جمہور علماء مکروہ کہتے ہیں، اس لئے احتراز بہتر ہے۔ طواف کے لئے بھی لکھا ہے، کہ "بعض علماء نے اجازت دی ہے، مگر راجح ممنوع ہے۔ لیکن اسے مطلقاً شرک ٹھہرانا،

جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا مزعوم ہے، محض باطل اور شریعت مطہرہ پر افتراء ہے"۔ قارئین کرام خود سوچیں، کہ مصباحی صاحب ان سب عبارات سے احمد رضا خان کا بدعات اور منکرات کا رد لکھنا ثابت کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ "یہ بھی ہے، یوں بھی ہے" والی مذموم منافقی پھیر ہے۔

قبر کی اونچائی اور پکی کرنے کے بارے میں بھی واضح تضاد ہے۔ ایک دو جگہ پر جواب ہے کہ ایک بالشت سے اونچی ہرگز نہ ہو۔ اور پکی کرنے کے بارے میں کئی جگہ جواب ہے، کہ میت کے گرد پکی نہ ہو، اوپر سے پکی کر سکتے ہیں۔ اس کا مطلب ہماری سمجھ سے باہر ہے، کہ کیسے میت کے گرد کو چھوڑ کر باقی پکی کی جائے اور پھر ایسے کہ اونچائی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو۔ بریلوی علماء ہی بتائیں، اور دکھائیں، کہ یہ جو سارے قبرستان ان کی نگاہوں کے سامنے اتنی اونچی اور مکمل پختہ قبروں سے بھرے جا رہے ہیں، وہ ان حدود میں آتے ہیں؟ طواف، بوسہ کو منع بھی کیا، تو اختلافی بھی بتا دیا۔ مزہ یہ ہے کہ کن علماء نے جائز کہا ہے، ان کا نام اور پہچان بھی نہیں دی، کہ وہ فقیہ تھے یا رواجی اپنی قسم کے بدعات کے رسیا قسم کے علماء۔ نہ اس بارے میں فقہ کے مشہور اور مانی ہوئی کتابوں کے حوالے دیئے۔ یہ ساری آنکھ مچولی اس دور میں کی جا رہی تھی، جب کہ قبروں پر سارے شرکیہ کام اور بدعات اپنے عروج پر تھے۔ عرس کے نام پر میلے خرافات میں ہندو میلوں کو بھی مات دے رہے تھے۔ پھر بھی یہ آنکھ مچولی ہی جاری تھی، کہ یہ جائز بھی، منع بھی، لہٰذا نہ کرنا بہتر وغیرہ وغیرہ۔

کیا یہ مناسب نہیں تھا؟

کیا یہ دین کے فرائض تھے، جن میں اتنے ممنوعات ایک حصہ بن جانے کے بعد بھی ان کو قائم رکھنا فرض ہے، اس لئے اگرچہ عوام کو روکنا ناممکن ثابت ہو چکا ہے، پھر بھی ان کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ کیا اپنے عقیدت والے اولیاء کرام کو گھر بیٹھ کر متعلقہ محدود حلقے میں ایصالِ ثواب نہیں ہو سکتا، ان کے وسیلے سے دعائیں نہیں مانگی جا سکتیں۔ کیا صرف یہ مقبروں والے ہی اولیاء عظام ہیں، جن کے ایصالِ ثواب کے لئے عرس ضروری ہیں۔ (ہم کو تو ہر قبرستان میں سینکڑوں ولی اللہ نظر آتے ہیں)۔ کیا گیارھویں اور تبرک بانٹنے کے لائق اس پوری امت میں صرف حضرت پیرانِ پیر ہیں۔ اگر مدد کے لئے پکارنا جائز ہی ہے، تو صرف یا غوث اعظم اور یا علی تک کیوں محدود رہا جائے؟ یا صدیق اکبر، یا فاروق اعظم، یا غنی، یا جنید، یا داتا وغیرہ

وغیرہ کیوں نہیں۔ دوسروں کے پاس تو ہے ہی ایک آدھ ہستی، آپ کے ہاں تو کم از کم بھی ہزاروں صحابہ اور اولیاء ہیں، کہاں کہاں تک کیسے دائرہ وسیع کرنا ممکن ہے۔ کیا صرف کھانے اور شیرینی سے ہی ایصالِ ثواب ہو سکتا ہے؟ اگر ہاں، تو ایصالِ ثواب کے دوسرے ذرائع، نقد، اناج، کپڑے، دوائیوں، صدقہ جاریہ کے کنوؤں، پانی کے نلکوں، سبیلوں، خیراتی اسپتال وغیرہ پر فاتحہ کیسے پڑھی جائے گی، اور وہ تبرک کے لوازم کیسے نباہے جائیں گے، جن کو آپ نے لازم بنا رکھا ہے۔ کیا خیر و خیرات اور صدقہ جاریہ کے کاموں سے ایصالِ ثواب کے یہ ذرائع سویم دہم چہلم، گیارھویں اور تبرک سے زیادہ بہتر اور وقت کی ضرورت نہیں۔ آپ کے اعلیٰ حضرت نے ان سب کو کیوں مکمل نظر انداز کیا؟ تاکہ غریب معاشرے کی بھی بہتر طریقے سے مدد ہو سکے اور ممنوعات کا بھی امکان نہ رہے۔

پھر بھی ضد ہے، تو یہ بتائیں

اگر ان اور ان جیسے کئی دوسرے حقائق کے باوجود بھی ان محقق صاحبان کو ضد ہے، کہ ان کے امام بدعات اور منکرات کی بیخ کنی میں ہمہ وقت مصروف رہے، اور ان کے جلالِ فاروقی والی صف شکن مجاہدانہ تلوار نے کبھی کسی بات کی رعایت نہیں کی (یہ مصباحی صاحب کے الفاظ ہیں) تو پھر آپ کو یہ بتانا لازم ہوا، کہ یہ جو سب اعلیٰ حضرت کی حرام اور قبیح و شنیع قرار دی ہوئی بدعتیں آپ ہی کے طبقے میں جا بجا ہر وقت نظر آ رہی ہیں، یہ پھر کب اور کیسے وجود میں آئیں۔ اور آپ کے اعلیٰ حضرت ان کو کتنا اور کون سا عرصہ اور کہاں روک سکے!

آپ کو بدعتی ہم ہی نہیں، اعلیٰ حضرت بھی کہتے ہیں

بریلویوں کو شکایت ہے کہ دوسرے ان کو بدنام کرنے کے لئے بدعتی کا لقب دیتے ہیں۔ ہم ان سے عرض کرتے ہیں، کہ پھر غور سے سوچیں، کہ جن کاموں کو آپ نے اپنی خصوصی شناخت بنا رکھا ہے، ان میں سے کم از کم چند اہم ترین کاموں کو تو آپ ہی کے اعلیٰ حضرت نے فقہ کی سب معتبر کتابوں کے حوالے سے حرام سخت حرام، مکروہ تحریمی، قبیح و شنیع بدعات قرار دیا ہے۔ آپ کے ہی دو تین محقق صاحبان کے ہی چنے ہوئے حوالوں سے ہم نے یہ دکھایا ہے۔ اس طرح وہ بھی ان کو بدعت، اور آپ کو بدعتی قرار دے رہے ہیں۔ تو آپ

ہی سوچیں، کہ یہ معاملہ تو بقول شخصے اسی طرح ہوا: کہ:-

ہم ان کو الزام دیتے تھے، قصور اپنا نکل آیا

ہماری بجائے آپ اپنے ہی اعلیٰ حضرت اور آپ کے محقق صاحبان سے غالب کے ان الفاظ میں شکایت کریں، کہ:-

لو وہ بھی کہہ رہے ہیں، یہ بے ننگ و نام ہے

حرفِ آخر

کاش! کہ بریلویوں اور ان کے ہمدرد حضرات کو ہماری اس کتاب میں پیش کئے ہوئے سب حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ اور اپنا محاسبہ کریں، کہ وہ اصل دین اور اصل منزلِ مقصود سے کتنا دور نکل آئے ہیں، اور ہوتے جارہے ہیں۔

اللہ پاک ہم سب کو حق کو سمجھنے، پرکھنے اور اختیار کرنے کی توفیق دے۔

اللهم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه. اللهم ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه. اللهم الهمنا رشدا. اللهم اهدنا و سددنا بحرمت نبينا و هادينا صلى الله عليه و علىٰ آله و اصحابه و امته اجمعين. آمين يا اله العالمين.

دعا گو و طالب دعا

حافظ غلام محمد میمن،

صحافی کالونی - حیدرآباد (سندھ)

8 فروری 2005ء / ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

کتابیات (ماخذ و مراجع)

نام کتاب	مصنف	صفحات
کنز الایمان (ترجمہ قرآن)	احمد رضا خان	
تفسیر نور العرفان	احمد یار خان گجراتی	
حسام الحرمین	احمد رضا خان بریلوی	۸۶
خلاصہ فوائد فتاویٰ	= = =	۴۸
تمہید الایمان بآیات القرآن	= = =	۵۴
عرفان شریعت	= = =	۱۰۶
احکام شریعت (تین حصے)	= = =	۳۲۵
فتاویٰ افریقہ	= = =	۲۰۴
فتاویٰ رضویہ (جلد اول)	= = =	
دوام العیش	= = =	۱۰۸
سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء	= = =	۱۲۰
سبحٰن السبوح عن عیب کذب المقبوح	= = =	۱۷۰
ازالۃ العار	= = =	۲۸
اعلام الاعلام	= = =	۳۰
الکوکب الشہابیہ علی کفریات الوہابیہ	= = =	۶۲
الدلائل القاہرہ علی کفر النیاشرہ	= = =	۵۲
فتاویٰ الحرمین برجف ندوۃ المین	= = =	۲۲۴
مسائل سماع	= = =	۲۶
شریعت و طریقت	= = =	۷۸
بیعت و خلافت	= = =	۶۴
الاجازات المتینہ لعلماء مکہ و مدینہ	= = =	۱۷۸
الحجۃ المؤتمنہ	= = =	۱۳۷
انباء المصطفیٰ (علم غیب رسول)	= = =	۶۰
الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (علوم مصطفیٰ)	= = =	۳۷۶
الامن والعلیٰ	= = =	۲۳۸

انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ	احمد رضا خان	۷۰
خالص الاعتقاد (مسئلہ علم غیب)	= = =	۵۴
برکات الامداد لاہل الاستمداد	= = =	۴۸
تجلی الیقین	= = =	۱۰۴
اقامۃ البرہان	= = =	۳۲
اقامۃ القیامۃ (کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا)	= = =	۴۴
وشاح الجید فی معانقۃ العید	= = =	۲۴
ایذان الاجر فی اذان القبر	= = =	۲۸
حدائق بخشش (حصہ اول، دوم وسوم)	= = =	۲۹۰
جزاء اللہ عدوہ باباۂ	= = =	۱۱۲
اصائب الصیب علی ارض الطیب	= = =	۲۰
دفع زیغ زاغ	= = =	۲۶
احکام التصویر	= = =	۵۴
النفس الفکر فی قربان البکر	= = =	۲۴
شرح المطالب فی مبحث ابی طالب	= = =	۷۰
ابحاث اخیرہ	= = =	۱۲
غائبانہ جنازہ نماز جائز نہیں	= = =	۴۲
مزارات پر عورتوں کی حاضری	= = =	۴۴
النور والضیاء (اسلامی نام)	= = =	۳۶
شہنشاہ کون	= = =	۲۸
اعتقاد الاحباب (دس عقیدے)	= = =	۲۸
منیر العین (انگوٹھے چومنے)	= = =	۱۹۸
نبی التوبہ	= = =	۱۲
الخطبات الرضویہ	= = =	۳۲
ماں کے پیٹ میں کیا ہے	= = =	۲۰
زمین ساکن ہے	= = =	۴۴
الوظیفۃ الکریمیہ	= = =	۳۲
والدین کے حقوق	= = =	۴۸
رسوم شادی	= = =	۴۸

تجلی الصوت (دعوت میت)	احمد رضا خان	۱۵
تبرکات کے فضائل وآداب	= = =	۵۲
منبہ والمنیہ بوصل الحبیب (دیدار الٰہی)	= = =	۲۲
انوار البشارۃ فی مسائل الحج	= = =	۹۵
ایتان الارواح لدیارہم بعد الرواح	= = =	۱۱
ابر المقال (تبرکات کو بوسہ دینا)	= = =	۳۲
ملفوظات اعلیٰ حضرت (چار حصے)	محمد مصطفیٰ رضا خان	۴۹۲
بذل الجوائز (دعا بعد جنازہ نماز، حیلہ اسقاط، جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر)	احمد رضا خان	۵۶
رماح القہار علی کفر الکفار	= = =	۴۸
الکلمۃ الملہمہ (رد فلسفہ)	= = =	۱۴۰
السوء والعقاب علی المسیح الدجال	= = =	۴۴
قہر الدیان علی مرتد بقادیان	= = =	۱۸
الجراز الدیانی علی مرتد قادیانی	= = =	۲۴
المبین ختم النبیین	= = =	۲۴
رسائل مسئلہ سایہ ونور (چار رسائل)	= = =	۱۴۰
فتاوی رضویہ (اول، ششم)	= = =	
وصایا شریف	حسنین رضا خان	۸۰
سیرت اعلیٰ حضرت وکرامات	= = =	۱۵۴
سیرت اعلیٰ حضرت بریلوی	مانا میاں	۱۸۰
حیات اعلیٰ حضرت (حصہ اول)	ظفر الدین بہاری	۳۲۰
سیرت امام احمد رضا	عبد الحکیم اختر	۶۴
تجلیات امام احمد رضا	امانت رسول قادری	
حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود	۲۵۴
فاضل بریلوی، علماء حجاز کی نظر میں	= = =	۲۶۴
گناہ بے گناہی	= = =	۷۸
آئینہ رضویات (جلد اول، دوم وسوم)	= = =	
عبقری الشرق، امام احمد رضا	= = =	۵۸
امام احمد رضا اور علوم جدیدہ وقدیمہ	= = =	۴۴

فاضل بریلوی اور ترک موالات	ڈاکٹر محمد مسعود	۸۰
امام احمد رضا اور عالم اسلام	= = =	۱۹۶
ادب اور بے ادبی	= = =	۹۰
امام احمد رضا اور علماءِ سندھ	= = =	۶۸
امام احمد رضا اور عالمی جامعات	= = =	۹۰
غریبوں کے غمخوار	= = =	۱۶
ارشادات اعلیٰ حضرت	عبد المبین نعمانی	۹۶
ارشادات مجدد	جمیل احمد شرقپوری	۲۵۰
احمد رضا اور ردّ بدعات	یٰس اختر مصباحی	۵۸۴
معارف رضا (جلد چہارم)	ریاست علی قادری	۳۱۸
انوار رضا۔	مختلف مقالات	۷۷۴
وقعات السنان	محمد مصطفیٰ رضا خان	۷۲
ادخال السنان	ابوالبرکات محی الدین	۸۸
قہر واجدیان بر مشیر بسط البنان	حشمت علی خان	۳۵
اجلی انوار الرضا	حامد رضا خان	۴۶
الجوابات السنیۃ علیٰ زہاء السوالات اللیکیہ	شاہ اولاد رسول محمد میاں	۳۲
احکام شرعیہ نوریہ بر مسلم لیگ	حشمت علی خاں	۴۰
مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری	شاہ اولاد رسول محمد میاں	
قہر القادر علیٰ کفر اللیاڈر (لیڈروں کی سیہ کاریاں)	محمد طیب دانا پوری	
ازالۃ الضلالۃ فی زاد الہدایۃ	مفتی عبد القادر	
تجانب اہل السنۃ	محمد طیب دانا پوری	۴۸۰
الطاری الداری لہفوات عبد الباری (تین حصے)	محمد مصطفیٰ رضا خان	۲۸۲
الموت الاحمر علیٰ کل انجس الکفر (علماءِ دیوبند کی مکاریاں)	= = =	۸۰
القسوۃ علی ..... الحمر الکفر	= = =	= =
تنویر الحجۃ لمن یجوز لا التواء الحجۃ	= = =	۶۴
الرد الوہابیہ	عامر قادری	۷۰
زلزلہ	ارشد قادری	۲۰۶
خون کے آنسو	مشتاق احمد نظامی	۳۱۰

میزائل	حامد حسین قریشی	۳۳۶
ہاتھی کے دانت	خلیل اشرف رضوی	۱۷۵
المیہ تکفیر	سرفراز خان	۸۰
امتیاز حق	راجا غلام محمد	۲۰۵
لطائف دیوبند	محمد ہاشمی میاں	۹۶
آئینہ دیوبند	محمد فیض احمد اویسی	۳۴
دیوبندی امام کے پیچھے نماز	= = =	۳۲
کیا غوث اعظم وہابی تھے؟	= = =	۳۲
نور و بشر	= = =	۳۰
نیل مرام (نعل مبارک کا نقشہ)	= = =	۳۲
تبلیغی جماعت کے کارنامے	= = =	۴۰
تبلیغی جماعت کا اعلان وہابیت	فیاض احمد کاوش	۱۶
شمع ہدایت اور تبلیغی جماعت	عبد الوہاب قادری	۸۰
مرثیہ گنگوہی	اسد نظامی	۲۴
بدمذہبوں سے رشتے	جلال الدین امجدی	۴۶
غلط ترجموں کی نشاندہی	قاری رضائے المصطفیٰ	۱۸
کافر کو کافر نہ کہنا چاہئے؟	انیس نوری	۱۶
دیوبندی دھرم (سندھی)	عبد الرحیم سکندری	۶۴
وہابیت جا انوکھا انداز (سندھی)	مفتی عبد الرحمان شخصوی	۱۱۲
تسکین الجنان فی محاسن کنز الایمان		۳۴۸
کنز الایمان پر پابندی کیوں؟	پروفیسر مسعود احمد	۱۶
جاء الحق	مفتی احمد یار خان گجراتی	
سلطنت مصطفیٰ	مفتی احمد یار گجراتی	۶۴
شان حبیب الرحمان	= = =	۳۳۶
رحمت خدا بوسیلۂ مصطفیٰ	= = =	۸۰
مواعظ نعیمیہ	= = =	۴۳۶
اسرار الاحکام	= = =	۱۰۲
الکلمۃ العلیا	نعیم الدین مرادآبادی	۵۶
التحقیقات لدفع التلبیسات	= = =	۱۸

فوائد النور فی جرائد القبور	= = =	۷۹
الصوارم الہندیہ	حشمت رضا خان	۱۹۵
نجم الرحمان لرجم حزب الشیطان	غلام محمد چپا نوی	۱۲۴
باغی ہندوستان	مولانا فضل حق خیر آبادی	۳۹۶
سوانح شیر بیشہ اہل سنت	محبوب علی خان	۳۸۸
کراماتِ غوث اعظم	محمد شریف نقشبندی	۱۲۸
چراغ ہدایت	محمود احمد رضوی	۹۴
علم غیب رسول	= = =	۷۲
خصائص مصطفی	= = =	۲۸
علومِ نبوت	پیر کرم شاہ ازہری	۱۱۹
رضوان الابرار	شاہ احمد نورانی	۲۸
انگوٹھا چومنے کا مسئلہ	محمد شفیع اوکاڑوی	۱۲
برکات میلاد شریف	= = =	۳۲
عید میلاد النبی	محمد سعد اللہ صدیقی	۳۴
اقامۃ البرہان (صلوٰۃ والسلام قبل اذان)	مفتی غلام قادر قادری	۳۲
دلائل البرکات فی جواز ندائے یارسول اللہ	محمد نواز صدیقی	۲۹
پکارو یارسول اللہ	محمد الطاف قادری	۲۰
یارسول اللہ پکارنے کا ثبوت	محمد ظفر الحق	۲۴
نعرۂ رسالت بدعت ہے یا نعرۂ تکبیر	فیض احمد اویسی	۱۲
رضا خانی فتنہ	حافظ محمد اسلم	۲۸
شریعت مصطفیٰ اور دین احمد رضا	ملک حسن علی	۱۳۰
سیف سکندری	مفتی عبدالرحیم سکندری	۲۲۸
جان ایمان	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود	۵۴
سلام وقیام	= = =	۱۲
علم غیب	= = =	۱۲
ایصال ثواب اور گیارھویں	محمد امجد علی اعظمی	۲۴
فاتحہ کا طریقہ	محمد حسین قادری	۱۲
مسئلہ عرس وگیارھویں	حافظ عبداللہ روپڑی	۵۶
کشف الحقائق	محمد سید الحسین	۷۲

الحق المبین	احمد سعید کاظمی	۸۰
وسیلہ قرب الٰہی	= = =	۳۲
استمداد از عباد الرحمان	برکت علی قادری	۹۶
مدائح اعلیٰ حضرات مع نغمۃ الروح	ایوب علی رضوی	۴۸
باغ فردوس	= = =	۶۴
دیوانِ محمدی	محمد یار خان	
بہجۃ الاسرار	امام ابوالحسن الشطنوفی	۲۰۹
سیف الجبار	فضل رسول بدایونی	۹۰
نصرۃ الابرار	مولوی عبدالقادر	۳۶
سنی کانفرنس	سید عالم	۲۹
سنی مناجات مقبول	محمد اشرف سیالوی	۵۶
قرآن سائنس اور احمد رضا	مجید اللہ قادری	۴۸
تعارف علماء دیوبند	محمد شفیع اوکاڑوی	۱۳۰
صد سالہ جشن	مدرسہ منظر الاسلام بریلی	

۱۸۲ ردّ وہابیت

مسلک علماءِ دیوبند	قاری محمد طیب	۹۴
عقائدِ علماءِ دیوبند	مولانا خلیل احمد سہارن پوری	۸۰
عقائد علماءِ دیوبند اور حسام الحرمین	حسین احمد نجیب	۳۳۶
الشہاب الثاقب	حسین احمد مدنی	۲۱۴
تحذیر الناس	مولانا محمد قاسم نانوتوی	۶۴
تحذیر الناس مع حاشیہ وتوضیح	مکتبہ حنفیہ گوجرانوالہ	۱۲۸
حفظ الایمان مع بسط البنان	مولانا اشرف علی تھانوی	۳۲
حفظ الایمان مع حاشیہ وتشریح	انجمن ارشاد المسلمین لاہور	۱۲۴
الشہاب الثاقب وغایۃ المامول	انجمن ارشاد المسلمین لاہور	۵۰۸
چہل مسئلہ (حضرات بریلویہ)	الحاج کریم بخش	۵۶
دیوبند سے بریلی تک	ابوالاوصاف رومی	۱۷۲
بریلی کا نیا دین	فیروز الدین روحی	۱۵۲
انکشاف حق	خلیل احمد برکاتی	۱۹۴

کتاب	مصنف	صفحات
شریعت یا جہالت	محمد پالن حقانی	۸۵۶
ہدایۃ الحج (سندھی)	پیر عبداللہ جان شاہ آغا	۳۶۴
نور الایمان فی مقدمۃ تفسیر القرآن	حکیم فتح محمد سیوہانی	۴۸۰
بریلوی علماء سے چند وضاحتیں	ابو نصر کاشمیری	۵۴
حق جی تلاش (سندھی)	غلام محمد میمن	۲۲۲
بریلویت کا علمی اور تحقیقی جائزہ	= = =	۲۲۲
سچ کی پہچان	مولانا محمد قاسم سومرو	۴۵۶
قبے اور قبر پرستی	= = =	۲۲۸
مطالعہ بریلویت (سات حصے)	ڈاکٹر خالد محمود	
فیصلہ کن مناظرہ	محمد منظور نعمانی	۱۷۶
شاہ اسماعیل شہید پر الزامات	= = =	۱۱۲
سیف یمانی	= = =	۱۳۶
مناظرۂ علم غیب	= = =	۱۵۶
بوارق الغیب (دو حصے)	= = =	۳۶۸
دین و شریعت	= = =	۱۴۸
رسالہ الفرقان اکتوبر ۱۹۷۶ء	= = =	۸
تصوف کیا ہے	= = =	۱۴۴
تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک	ابو الحسن علی ندوی	۱۷۴
ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ	= = =	۶۸
علماء ربانی بدعت کے خلاف کیوں	= = =	۵۶
بدعت کیا ہے	عامر عثمانی	۲۷۰
محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علماء	محمد منظور نعمانی	۱۳۶
محمد بن عبدالوہاب، ایک مظلوم مصلح	مسعود عالم ندوی	۱۸۴
کتاب التوحید (اردو ترجمہ)	محمد بن عبدالوہاب	۲۳۰
صحیح اسلامی عقیدے	شیخ ابن باز	۰۶۴
صحیح اسلامی عقیدے (سندھی)	پیر حسن جان سرہندی	۱۰۴
بریلوی فتوے (تکفیری اضافے)	مولانا نور محمد	۲۰۸
رضا خانیت اور تقدس حرمین	سعید احمد قادری	۱۹۲
اہل سنۃ و اہل بدعت کی پہچان	= = =	۸۰

کتاب	مصنف	صفحات
سیف علی برگردن غوی	مولانا ظفر احمد عثمانی	۱۴۸
گستاخ رسول کون	حافظ محمد اقبال	۵۶
فاضل بریلوی کا حافظہ	انوار احمد	۱۴۴
بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ	اخلاق احمد قاسمی	۱۵۰
کفر و ایمان کی کسوٹی	مفتی عزیز الرحمان	۱۶
اختلاف امت اور صراط مستقیم	محمد یوسف لدھیانوی	۲۲۴
اختلاف الائمہ	مولانا محمد زکریا	
کیمیائے وحدت	مفتی عطاء اللہ	۳۶۸
مقامع الحدید	محمد حنیف رہبر اعظمی	۹۵
مولانا چاند پوری نے حسام الحرمین کی اشاعت کے بعد احمد رضا خان کا پیچھا کیا، یہ کتابیں لکھیں۔		
تزکیۃ الخواطر (تکفیری مہم میں بددیانتی)	مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری	۴۸
توضیح البیان فی حفظ الایمان	= = =	۴۸
احدی تسعۃ و تسعین (رضا کا کفر ثابت ہے)	= = =	۹۴
الانتصاف البری (عبارات اکابر کی تصریح کرو)	= = =	۱۶
الختم علی لسان الخصم (دیوبندی ہی حنفی ہیں)	= = =	۲۸
الکوکب الیمانی (آپ کے نکاح باطل ہوگئے)	= = =	۳۲
اسکات المعتدی (مناظرے سے فرار کی کہانی)	= = =	۸۰
شکوۃ الحاد (کفر و ایمان کی کسوٹی)	= = =	۷۸
سبیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد	= = =	۱۱۴
توضیح المراد (غیر اللہ سے مدد مانگنا)	= = =	۲۱۰
السحاب المدرار فی توضیح قول الاخیار	= = =	۱۰۶
بئس المہاد (احمد رضا کا گفتگو سے فرار)	= = =	۱۴
الطامۃ الکبریٰ (ایضاً)	= = =	۲۰
الطین اللازب (فتح حاصل ہوئی)	= = =	۲۸
رد التکفیر (خود احمد رضا بھی کافر ہوئے)	= = =	۲۰
شکوۃ الحاد دوم (اپنا مسلمان ہونا ثابت کرو)	= = =	۱۶
نار الفصافی جوانح الرضا	= = =	۴۴
قطع الوتین (حسام الحرمین کی عبارات کی تشریح)	= = =	۴۴

السبیل علی الجلیل (ایک رسالہ کا جواب)	= = =	۱۸
الکفر المتین (احمد رضا مسلمان نہیں رہے)	= = =	۲۸
فصل الخطاب (گھڑا ہوا خط)	= = =	۱۲
بانی دار العلوم دیوبند	سرفراز احمد صفدر	۸۸
آب حیات	مولانا محمد قاسم نانوتوی =	۲۲۸
میلۂ خدا شناسی	= =	۶۰
تصفیۃ العقائد	= = =	۴۸
مباحثہ شاہ جہاں پور	= = =	۱۲۰
حجۃ الاسلام	= = =	۸۰
اسلام اور ہندومت (انتصار الاسلام)	= = =	۱۴۴
شان رسالت	قاری محمد طیب	۱۵۰
علم غیب	= = =	۱۶۶
مسئلۂ علم غیب	مفتی محمد شفیع	۱۶
مناظرہ علم غیب	عطاء اللہ قاسمی	۱۴۴
رسولوں کا علم غیب اور اس کا مقصد	ابوالخیر اسدی	۴۰
تحقیق مسئلۃ الغراب	نصیر الدین میرٹھی	۱۲۸
انفاس المرغوبہ	مفتی کفایت اللہ	۱۲۸
دلیل الخیرات فی ترک المنکرات	= = =	۱۴۸
کفایۃ المفتی (حصہ نہم)	= = =	۵۱۲
تاریخ میلاد	حکیم عبد الشکور مرزا پوری	۲۰۸
مروج محفل میلاد	قاری عبد الرشید	۷۲
بشریت خیر الانام	محمد عبد السلام	۱۷۴
القول الاظہر فی بشریت رسول (سندھی)	محمد عبد اللہ کھڈھروی	۴۰
دل کا سرور (مختار کل کا مسئلہ)	محمد سرفراز صفدر	۲۲۴
سماع الموتی	= = =	۳۶۸
عبارات اکابر	= = =	۲۱۶
راہ سنت	= = =	۳۱۰
آنکھوں کی ٹھنڈک (مسئلہ حاضر وناظر)	= = =	۲۰۰
راہ ہدایت	= = =	۱۶۸

تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین	= = =	۱۸۲
ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب وحاضر ناظر	= = =	۰۴
اتمام البرہان فی رد توضیح البیان	= = =	۵۸۲
تفریح الخواطر (حاظر وناظر کی بحث)	= = =	۳۷۶
گلدستۂ توحید	= = =	۱۵۶
الشہاب المبین (سماع موتی کی مزید تشریح)	= = =	۱۸۰
ایصال ثواب کے احکام ومسائل	مولانا اشرف علی تھانوی	۲۴
تقویۃ الایمان	سید اسماعیل شہید	
صراط مستقیم	= = =	
کشف المحجوب	داتا گنج بخش	
عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی	۴۹۶
فتوح الغیب	پیران پیرؒ	۹۱۸
الفتح الربانی	= = =	۲۵۴
غنیۃ الطالبین	= = =	۵۳۲
فوائد الفواد	ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء	۲۸۸
مکتوبات امام ربانی (تین جلدیں)	حضرت امام ربانی	۳۶۴
مجدد الف ثانیؒ	سید زوار حسین شاہ	۱۰۹۲
رسالہ الفرقان کا مجدد الف ثانی نمبر		۸۱۸
کتاب الشفا	قاضی عیاض	۴۱۸
تجلیات ربانی تلخیص وترجمہ	مولانا نسیم احمد امروہوی	۷۴۸
مکتوبات مجدد الف ثانی	= = =	۲۵۴
مکتوبات خواجہ محمد معصوم	= = =	۲۴۸
نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب	مولانا اشرف علی تھانویؒ	
بصائر حکیم الامت	ڈاکٹر عبد الحی	
تفسیر معارف القرآن (آٹھ جلد)	مفتی محمد شفیع	
تفسیر ابن کثیر اردو ترجمہ (۵ جلدیں)	حافظ ابن کثیرؒ	
تفسیر بیان القرآن (۲ جلد)	مولانا تھانویؒ	
تفسیر حقانی	علامہ عبد الحق	
مشکوٰۃ المصابیح (مع اردو ترجمہ)		

دائرۃ معارف اسلامی (جلد دہم)	پنجاب یونیورسٹی لاہور	
عقیدۃ الامت	ڈاکٹر خالد محمود	
فرائض الاسلام	مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی	
ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول	= = =	
تجلیات انوار المعین	معین الدین اجمیری	
تحذیر الناس میری نظر میں	پیر کرم شاہ	
بریلویت، تاریخ و عقائد	احسان الٰہی ظہیر	
۱۳۶	ختم شد	

عذاب قبر میں پھنسانے والے اعمال

از افادات حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ

(۱)...... وہ ارادی اور اختیاری وسوسے اور ایسے خیالات پکاتے رہنا جن سے لوگوں میں فتنہ ابھرے، وہ آپس میں لڑنے لگیں، اختلاف اور گروہ بندی قائم ہو جائے جس سے دنیا فتنہ و فساد کا مرکز بن جائے۔ اس سے بچنے کیلئے حدیث نبوی میں یہ دعا ارشاد فرمائی گئی:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ وَسَاوِسِ الصُّدُوْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ وَفِتْنَۃِ الْقَبْرِ

"اے اللہ! میں سینہ کے وساوس سے پناہ مانگتا ہوں اور دینی امور کے انتشار سے پناہ چاہتا ہوں اور قبر کے فتنہ سے پناہ کا طلب گار ہوں۔"

(۲)...... چغل خوری اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا، حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں کے مُردوں کو عذاب میں مبتلا دیکھا اور فرمایا کہ انہیں عذاب دیا جا رہا ہے۔ ایک چغل خوری کرتا تھا (جس سے لوگوں میں دشمنیاں پھیلتی ہیں) (۳)...... دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا (جو وسوسے پیدا کرتی ہے، طہارت ناقص رہ جاتی ہے اور نماز بغیر طہارت رہ جاتی ہے جو پورے بدن کا گناہ ہوا) (۴)...... غیبت، مذکورہ حدیث میں دوسرے طریق کے اندر چغل خور کے بجائے یہ مذکور ہے "ایک غیبتیں کیا کرتا تھا (جس سے لوگوں میں بیزاری اور عناد پیدا ہوتا ہے)" (۵)...... بغیر طہارت نماز پڑھنا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص کو قبر میں کوڑوں سے مارا جا رہا تھا کہ ہر کوڑے کی ضرب سے اس کی قبر آگ سے بھر جاتی وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنے والوں میں سے تھا۔ (۶)...... لوگوں کا مال ناحق اڑانا (۷)...... زنا کرنا (۸)...... لواطت کرنا (۹)...... رشوت کمانا (۱۰)...... سودی مال (۱۱)...... چوری کرنا (۱۲)...... ڈاکہ مارنا (۱۳)...... مسلمان کو زبان یا ہاتھ سے تکلیف پہنچانے کا ثمرہ و نتیجہ بھی عذاب قبر بتلایا گیا ہے۔ (۱۴)...... لوگوں کے ڈھکے چھپے معاملات کی ٹوہ لگانا اور ان کو رسوا کرنے کی کوشش کرنا اس کا ثمرہ و نتیجہ بھی عذاب قبر فرمایا گیا ہے۔ (۱۵)...... ملحد (بے دین)، کلمات خداوندی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر اپنی رائے، اپنے ذوق اور اپنی سیاست کو مقدم رکھنے والوں کیلئے بھی عذاب قبر کی دھمکی آئی ہے۔ (۱۶)...... گانا بجانا۔ (۱۷)...... گانا سننا (۱۸)...... وہ لوگ جن کو اگر کسی بے جا حرکت پر خدا اور رسول سے ڈرایا جائے تو پرواہ نہ کریں اور کبھی اس بدی کو نہ چھوڑیں لیکن اگر کسی مخلوق یا حاکم سے ڈرا دیا جائے تو کانپ جائیں اور اس بدی سے باز آ جائیں وغیرہ وغیرہ۔

غرض یہ ہے کہ یہ اعمال خاص طور پر اور ہر گناہ عموماً عذاب قبر میں مبتلا کر سکتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا

ان سے بچنے کا آسان طریقہ

روزانہ سوتے وقت چند منٹ بیٹھ کر یہ سوچ لیا کرے کہ اس نے آج دن میں ان باتوں میں سے کون کون سی حرکت کی ہے اور سچے دل سے توبہ کر لیا کرے۔ توبہ کے بعد اگر سوتے ہوئے موت واقع ہو جائے تو وہ توبہ پر مرے گا، یہ رات اس کیلئے مبارک ہوگی اور عذاب قبر سے محفوظ رہے گا ان شاء اللہ۔ اور اگر زندہ رہا تو اس توبہ کی برکت سے وہ آنے والے دن میں نیکی کا استقبال کرنے والا ہوگا اور روزانہ یہ سلسلہ جاری رہا تو زندگی ان شاء اللہ ان گناہوں سے پاک ہو جائے گی اور عذاب قبر کا خطرہ نہ رہے گا۔

عذاب قبر سے نجات دلانے والے اعمال

از افادات شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ

بُرے اعمال کے مقابلہ میں شریعت نے ان اعمال کی نشان دہی بھی فرمائی ہے جو عذاب قبر سے نجات دلانے والے ہیں یا عذاب قبر میں تخفیف کرنے والے ہیں: (۱)...... والدین کے ساتھ احسان کرنا (۲)...... وضو (۳)...... ذکر اللہ کی کثرت خواہ کوئی بھی اللہ کا نام ہو (۴)...... نماز (۵)...... روزہ (۶)...... حج و عمرہ

(۷)...... صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا (۸)...... صدقہ (۹)...... نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (۱۰)...... عمدہ اخلاق (۱۱)...... اللہ کا خوف (۱۲)...... خوف خدا سے آنسو بہنا (۱۳)...... اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا (۱۴)...... درود شریف (۱۵)...... کثرت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھنا (طبرانی) (۱۶)...... راہِ خدا میں شہادت پانا (۱۷)...... اسہال (پیٹ کی بیماری) کے سبب موت واقع ہونا (ترمذی) (۱۸)...... جمعہ کے دن کی موت (بیہقی)

(۱۹)...... رمضان شریف کی موت، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان شریف میں اللہ تعالیٰ تمام مرنے والوں سے آخر رمضان تک عذاب اُٹھا لیتے ہیں (بیہقی) (۲۰)...... جو شخص جہاد کی نیت سے اسلامی مملکت کی سرحدوں پر مقیم ہو کہ اس کی موت آجائے۔

(۲۱)...... طاعون کی وباء میں جو شخص مرجائے اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوتا (کما صرح ابن حجر) (۲۲)...... بچپن میں موت (۲۳)...... (رات سوتے وقت) سورۂ ملک کی تلاوت کو قبر کیلئے روشنی فرمایا گیا ہے۔ اس سورۃ کو مُنْجِیَہ یعنی عذاب قبر سے نجات دینے والی فرمایا گیا ہے۔ (۲۴)...... (رات سوتے وقت) سورۂ الٓمٓ سجدہ کی تلاوت (۲۵)...... سورۂ یٰسین کی تلاوت کثرت سے کرنا۔ (۲۶)...... حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ دجال کے فتنہ کے وقت لوگ کثرت سے عذاب قبر میں مبتلا ہوں گے اور دجال کے فتنہ سے بچاؤ کیلئے جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت کو بطورِ علاج ذکر کیا گیا ہے اس کا طبعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سورۂ کہف کی تلاوت عذابِ قبر سے بچانے والی ہے۔ (۲۷)...... جمعہ کی رات نمازِ مغرب کے بعد دو رکعت نفل اس طریقہ سے پڑھنا کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ ۱۵ مرتبہ پڑھی جائے (الترغیب)

(۲۸)...... صدیقیت بھی شہادت کی طرح ہے۔ حکیم ترمذی نے تصریح کی ہے کہ صدیقوں سے قبر میں سوال نہیں ہوگا۔ لیکن کسی حدیث میں اس کا ذکر نہیں آیا۔ (۲۹) غسلِ جنابت پورا ادا کرنا (یعنی طہارت میں پوری احتیاط کرنا اور کسی قسم کی کوتاہی سے گریز کرنا)

(۳۰)...... تر شاخ قبر پر گاڑنا اور قبر کے پاس درخت کا موجود ہونا۔ (۳۱)...... قبر کے پاس سورۂ یٰسین کی تلاوت سے بھی عذابِ قبر میں تخفیف ہوتی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ والدین کی قبروں کے پاس سورۂ یٰسین کا پڑھنا مغفرت کا باعث ہے۔

(۳۲)...... قبر کے پاس قرآن کی تلاوت اور اللہ کا ذکر کرنا۔ (۳۳)...... نیند اور موت کو بھائی کہا گیا ہے اس لئے سوتے وقت کے اعمالِ خیر موت اور موت کے بعد کے وقت بھی خیر ثابت ہوں گے اور نجات کا ذریعہ بنیں گے۔ اس لئے سونے کے وقت کی دعائیں جو سنت سے ثابت ہیں اور علماء نے انہیں یکجا کر کے شائع کیا ہے ہر مسلم گھرانے میں رائج رہنی چاہیے جو ان شاء اللہ دنیا اور آخرت دونوں کو نور و برکت سے بھر دیں گی۔ (ماخوذ از: ریاض السنن، عالم برزخ)

حق تعالیٰ ہم سب کو عذابِ قبر سے محفوظ رکھے اور حسن خاتمہ کی نعمت سے نوازے اور قبر و حشر کی پُر از نعمت زندگی نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العٰلمین

علم و عمل — یاد رکھو! جیسا کہ دوسرے کا مال محترم ہے ایسی ہی بلکہ اس سے زیادہ آبرو ہے (حضرت تھانوی)